الافغان تنولی

غلام نبی خان

الافغان تنولی

غلام نبی خان

سرحد اردو اکیڈمی - قلندر آباد ○ ایبٹ آباد

الافغان تنولی

صوبہ سرحد میں آباد تنولی قوم کی تاریخ



از

غلام نبی خان

سرحد اردو اکیڈمی

قلندر آباد
ایبٹ آباد

نام کتاب ــــ الافغان تنولی

مصنّف/ناشر ــــ غلام نبی خان تنولی (دگانڈھیاں)

صفحات ــــ ۴۴۸

تعداد اشاعت ــــ ۶۰۰ (چھ صد)

طبع ــــ اوّل ۱۹۹۳ء

کتابت ــــ محمّد صدیق اعوان مانسہرہ

تکنیکی تعاون ــــ ڈاکٹر صابر کلوروی

قیمت ــــ مجلّد :- ۱۷۵/- روپے

طابع ــــ گنج شکر پرنٹرز لاہور

سٹاکسٹ

- سرحد اردو اکیڈیمی (قلندر آباد) ایبٹ آباد
- جہانگیری لائبریری کشمیر روڈ مانسہرہ

درج ذیل مقامات سے بھی دستیاب ہے

- نعیم برادرز بک سیلرز شنکیاری روڈ مانسہرہ
- ورائٹی بک اسٹال ایبٹ آباد
- یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور
- مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
- سلیمان سٹیشنری مارٹ کشمیر روڈ مانسہرہ
- محمد یوسف دربندی چوک بازار دربند



انتساب

عالمِ اسلام کی محبوب شخصیّت، رئیس الاحرار، جنگِ آزادی کے نامور سپاہی، آل انڈیا خلافت کے جنرل سیکرٹری، جمعیت علمائے ہند کے ناظم، روزنامہ الجمعیّت، روزنامہ خلافت کے ایڈیٹر، لسان الامت اتحادِ عالمِ اسلامی کے داعی، پروانۂ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مفکرِ اسلام حجتہ الاسلام حضرت شیخ القرآن

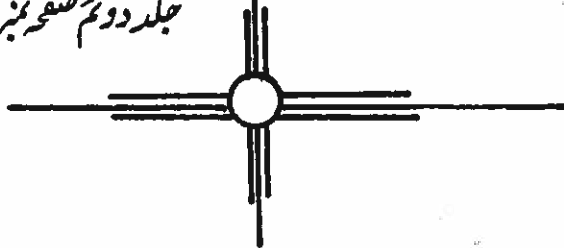
علامہ ابوالمعارف محمد عرفان

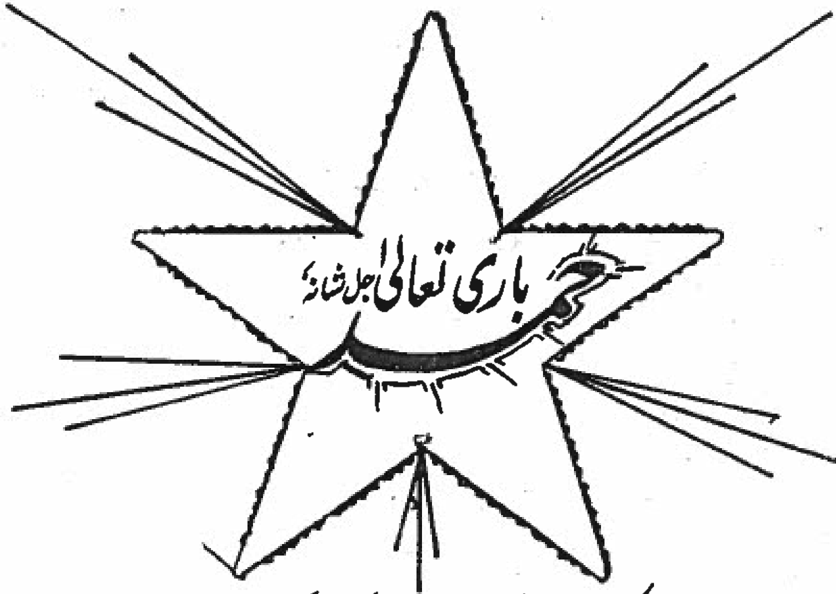
کے نام

کتاب المغانی کے مصنّف لکھتے ہیں :-

کہ ایک مرتبہ کسریٰ شاہ ایران نے نعمان صحابی دریافت کیا کہ عرب کے قبیلوں میں ایک کو دوسرے پر شرف وفضیلت ہے یا نہیں
نعمان نے کہا ہاں! کسریٰ نے کہا کس چیز سے۔
نعمان نے جواب دیا :-
کہ جس کی تین پشتیں بھی ریاست و امارت پر برابر رہی ہوں۔ پھر چوتھی پشت میں ریاست باقی ہو۔ تو ایسا گھرانہ قبیلہ کی ناک ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ جس کا ترجمہ ذیل ہے :-
ترجمہ :- "یعنی نسب کا فائدہ یہی رشتہ داروں کا بندھن تو ہے۔ جو انسان کو صلہ رحمی پر مجبور کرتا ہے اور جان پن سے جانثاری اور قربانی ظہور ہونے لگتی ہے۔"
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول جس کا ترجمہ ذیل ہے :-
ترجمہ :- نسب نامہ سیکھو۔ عراق کے خطیبوں کی طرح نہ بن جاؤ۔ ان میں سے کسی سے پوچھا۔ جاییٔے تم کس خاندان سے ہو۔ تو جواب دیتے ہیں :- کہ ہم فلاں شہر کے ہیں۔

(بحوالہ تاریخ ابن خلدون دارحن القرآن
جلد دوئم صفحہ نمبر ۵۴)





مالکُ الملک لاشریکَ لہٗ
وحدہٗ لا الٰہ الا ھو

باعنیانِ قدیم لم یزلی
خفتش لا الٰہ الا ھو

صوفیانِ گر بہ عشق نے طلبم
ذکر شو لا الٰہ الا ھو

شمس تبریز گر خدا طلبی
خوش بخانہ لا الٰہ الا ھو

نذرانۂ عقیدت

رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تڑپنے لگتا ہے مانندِ بسمل قلبِ زار آقاؐ
چمن میں رقص جب کرتی ہے بادِ نو بہار آقاؐ

وہ دیکھو کہہ رہے ہیں آبلۂ پا کس مسرت سے
کہ بہتر ہیں گلوں سے وادیٔ یثرب کے خار آقاؐ

مسیحائے عرب تیری مسیحائی کے کیا کہنے
قضا کے چاک سینے ہیں تیرے سینہ فگار آقاؐ



کچھ اِس کتاب کے بارے میں

غلام نبی خان تنولی خاندان کے مایہ ناز فرزند ہیں اُن کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہے لیکن ان کی علمی لگن اور محنت کو دیکھ کر اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ احساسِ کمتری محسوس کرنے لگتے ہیں۔

ان کی یہ کتاب ان کے اِس شوق اور لگن کا مظہر ہے ممکن ہے آپ اِس کتاب میں زبان کی وہ چاشنی محسوس نہ کریں جو اہلِ قلم کا خاصا رہا ہے لیکن ان کی اپنے موضوع سے جذباتی وابستگی، محنت اور لگن کا اعتراف بہرحال کرنا ہی پڑتا ہے۔

راقم الحروف نے اِس کتاب کا مسودہ اُس وقت دیکھا جب اس کی کتابت مکمل ہو چکی تھی۔ لہٰذا زبان کی نوک پلک سنوارنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ راقم الحروف نے اس کے مطالعے سے محسوس کیا کہ علاقے کی تاریخ نیز تنولی قوم کے حوالے سے اِس میں قابلِ قدر تحقیقی مواد موجود ہے۔ تحقیق کبھی بھی حرفِ آخر کی حیثیت نہیں رکھتی اِس میں وقت کے ساتھ ساتھ نئے حقائق شامل ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اِس کتاب کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ اس موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے محض خوش فہمی ہوگی۔ اب یہ قارئین کا فرض ہے کہ وہ مصنف کی فروگذاشتوں کی نشان دہی کریں تاکہ اسے کتاب کے دوسرے دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح کا موقع مل سکے۔

"تاریخ ہزارہ" کا مستند ایڈیشن راقم الحروف کا دیرینہ خواب رہا ہے لیکن اِس کے شرمندۂ تعبیر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اِس موضوع پر شائع شدہ تمام مواد فراہم کیا جائے۔

قلمی نسخے اور سینہ بہ سینہ یادداشتوں کو احاطۂ تحریر میں لایا جائے۔ اور پھر اِن کی مدد سے کوئی صاحبِ قلم تحقیق کے اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے غیر جانبداری سے تاریخ مرتب کرے۔ سرحد اُردو اکیڈیمی اِس منزل کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔

اِس کتاب کی اشاعت کے ضمن میں سرحد اُردو اکیڈیمی نے اِسی خیال سے دستِ تعاون دراز کیا ہے کہ یہ اکیڈیمی کے مقاصد کو پورا کرنے کی طرف اہم پیش رفت ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہزارہ میں بسنے والی دیگر قوموں پر بھی اِسی طرح کا کام ہو۔

سرحد اُردو اکیڈیمی کے ناظم کی حیثیت سے میں تمام اہلِ قلم کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اِس اہم مقصد کو پُورا کرنے کے لیے اکیڈیمی سے تعاون کریں۔ اکیڈیمی ان حضرات کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کے لیے تیار ہے۔

اکیڈیمی کے تحت قائم کردہ "علامہ اقبال یادگار لائبریری" میں علاقے اور اس کی اقوام کے بارے میں قابلِ قدر مواد جمع کیا جا رہا ہے۔

میں آخر میں غلام نبی خان تنولی کو اِس کتاب کی تکمیل پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر صابر کلوروی
ناظمِ عمومی
سرحد اُردو اکیڈیمی
ا۔ اُردو نگر۔ شہزاد منزل
قلندر آباد۔ ایبٹ آباد

۱۵ مارچ ۱۹۹۳ء بروز پیر



فہرست مضامین

باب سوم — سکھوں کے ساتھ معرکہ آرائی اور سیّد احمد شہیدؒ کے حملے ۱۴۵

باب چہارم: تناول انگریزی دور میں ۲۰۱

باب پنجم: ریاست امب کا ماضی و حال ۲۳۷

باب ششم: تنولیوں کا ماضی و حال ۲۷۵

باب ہفتم: مطالعۂ مابعد ۳۱۳

شجرہ جات ۳۶۷

پیش لفظ

محترم غلام نبی خان کی کتاب "الافغان تنولی"، میرے زیرِ نظر ہے اور اس پر پیش لفظ کا خوشگوار فریضہ میرے سپرد ہوا ہے۔ اس انتخاب پر میں خوش ہوں جس کا اظہار الفاظ کی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ میرے دل میں برادرم غلام نبی خان کی محبت ان کی علمی کاوشوں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

زیرِ نظر کتاب "الافغان تنولی"، کو پڑھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی ہوئی۔ حیرت اس وجہ سے کہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ برادرِ محترم غلام نبی خان فنِ تاریخ کے ایک خالص علمی اور تحقیقی موضوع پر قوم افغان کے قبیلہ تنولی کے متعلق جامع اور مستند مواد کتاب کی صورت میں ترتیب دے کر قارئین کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

یہ منفرد تصنیف ہے اور اس خصوصیت کی کوئی کتاب اس موضوع پر اس سے قبل شاید نہیں لکھی گئی۔ ایک اور بات جس نے مجھے گرویدہ بنایا وہ یہ کہ جناب غلام نبی خان نے اس کتاب میں برِ عظیم کی تحریکوں کا تذکرہ، سکھوں اور قبیلہ تنولی کے معرکوں کا ذکر مستند حوالوں سے کیا ہے کہ قوم افغان کے قبیلہ تنولی نے تاریخ کے ہر دور میں اہم نقوش ثبت کئے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "الافغان تنولی"، اُس کاروان کی داستانِ حیات ہے کہ جس نے درہ خیبر کے راستے سلطان محمود غزنوی کی زیر قیادت ہندوستان پر سترہ حملے کئے اور ہندوستان کے طول و عرض کی وسعتیں ناپیں۔ بالآخر آخری معرکہ میں قوم افغان کے نامور قبیلہ تنولی کے جنگجو اور بہادر سپوتوں نے اپنے ہاتھوں سے سومنات کے بت کو پاش پاش کیا۔

زیرِ بحث کتاب میں اُس کارواں کی رزم آرائیوں کا ذکر کیا ہے جس نے جمرود سے شکیاری (ہزارہ) تک تمام علاقہ بزورِ شمشیر فتح کیا اور اپنے علاقہ درہ تانال (غزنی) کی نسبت سے علاقہ تناول آباد کیا۔ قوم افغان کا یہ قبیلہ غلزئی ہزارہ ڈویژن میں درۂ تانال اور علاقہ تناول کی نسبت

سے تنولی مشہور رہا۔ علاقہ تناول کا سب سے پہلا حکمران سردار ممارا خان تھا۔

تاریخ کے اوراق سے عیاں ہے کہ قبیلہ تنولی کے افراد نے صوبہ خان کی زیر قیادت پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کی رفاقت کا حق ادا کر کے جامِ شہادت نوش کیا اور درّانیوں کے ہمراہ متھرا، سورج مل، بھرت پور کے معرکوں میں شریک ہو کر جدوجہد آزادی کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ اور کوہستان ہزارہ میں سردار پائندہ خان اور سکھوں کی معرکہ آرائیاں مجاہدینِ اسلام کی تاریخ کا ایک حصہ ہیں جسے کوئی مؤرخ فراموش نہیں کر سکتا۔ اگرچہ برِّعظیم ہند و پاک کے نامور مؤرخ و محقق جناب غلام رسول مہر۔ مصنف "سرگزشت مجاہدین" اور جناب سیّد ابوالحسن علی ندوی مصنف "سیرت سیّد احمد شہید" نے تحریکِ مجاہدین کے حوالہ سے ہزارہ ڈویژن کے حالات محققانہ انداز میں پیش کئے ہیں۔ لیکن برادرم غلام نبی خان نے اپنے نقطۂ نظر سے مقامی روایات کو مخصوص انداز میں پیش کیا ہے۔ اگر سردار پائندہ خان تنولی کو گرد و پیش کے حالات اجازت دیتے اور ہزارہ ڈویژن کے ناعاقبت اندیش خوانین اور رؤسا سکھوں کا ساتھ نہ دیتے تو یقیناً برِّعظیم کی تاریخ مختلف ہوتی۔

آپ کو زیرِ نظر کتاب میں انگریزوں کے رسوائے زمانہ پالیسی کے اسرار و رموز، سکھوں کی وحشت و بربریت کے واقعات، ہزارہ کے خوانین کی باہمی جنگ و جدل کے حالات نظر آئیں گے۔ جنہیں مصنف و مؤلف جناب غلام نبی خان کی کاوشوں کا ماحصل سمجھے گا۔

زیرِ نظر کتاب میں برادرم غلام نبی خان نے قوم تنولی کے مایہ ناز فرزند، عالمِ اسلام کی محبوب شخصیت، رئیس الاحرار، مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالمعارف محمد عرفان کا ذکر اُن کی شایانِ شان نہیں کیا، دیگر مصنفین کی طرح انہوں نے بھی کماحقہٗ مقام نہیں دیا۔

انیسویں صدی کے اندر مولانا ابوالمعارف محمد عرفان کوہستان ہزارہ صوبہ سرحد میں، سیّد جمال الدین افغانی افغانستان میں، اور مفتی عالم جان روس میں پیدا ہوئے۔ اُن کی جدوجہد

بجا طور پر دورِ حاضر کے اسلام کی پہلی دھڑکن سمجھنا چاہیئے۔ ابوالمعارف محمد عرفان دورِ حاضر کے مسلمانوں میں پہلے فرد ہیں جنہوں نے آنے والے دور کے مثبت کردار کی ایک جھلک پائی۔

پیش لفظ
ار الفاظ
ی کاوشوں
بی سیرت
لص علمی
ورت
شاید
ب میں
یا ہے کر
زرہ
ستان
کے
یاری
لاقہ
نسبت
ی

اُن کی حقیقی عظمت کا راز یہ ہے کہ وہ پہلے انقلابی عالمِ دین ہیں، جنہوں نے اسلام کو نے نقطۂ
نگاہ سے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اس کے لیے سرگرمِ عمل ہو گئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ
ان کی حساس رُوح تھی۔ جو دَورِ حاضر کے تقاضوں کی بناء پر زندگی کے آخری سانس تک مصروفِ
عمل رہی۔

مولانا ابو المعارف محمد عرفان گوناگوں صلاحیتوں کے علاوہ عبقری مزاج کے مالک تھے۔
مذہبی فکر و عمل کے اعتبار سے انیسویں صدی میں سب پر سبقت حاصل تھی۔ اسلامی دنیا کے
تقریباً اسلامی زبانوں میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ اُنہیں اللہ تعالیٰ نے مسحور کُن فصاحت و بلاغت
سے مشرف فرمایا تھا۔ اور فنِ صحافت میں ہندوستان میں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک تجربہ کار ایڈیٹر
اور زبردست معلومات کے حامل تھے۔ اُن کی بے چین رُوح اسلامی ممالک میں منتقل ہوتی رہی۔
انہوں نے عالمِ اسلام کی بعض ممتاز شخصیات پر گہرا اثر ڈالا تھا۔

محترم غلام نبی خان نے قوم تنولی کے بکھرے ہوئے واقعات کو یک جا کیا ہے اور دیگر
قبائل کا ذکر بھی خوش اسلوبی سے کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے مطالعے سے بہت سی غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی۔ جو متعصب مؤرخین
نے پھیلا رکھی ہیں۔

مجھے قوی یقین ہے کہ یہ کتاب مستقبل کے مؤرخین کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی۔ اور قارئین
مصنف و مؤلف کی کاوشوں کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور ان کی ادبی
خدمات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یاد رکھیں گے کہ زیرِ نظر کتاب ایک غیور و باہمت قوم کے لازوال
کارناموں کی آئینہ دار ہے۔

داؤد کوثر

بمقام حدو باندی مانسہرہ ہزارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

علمِ تاریخ کی اہمیت اور اس کی افادیت کو علامہ اقبالؒ بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

چیست تاریخ اے رموز بیگانۂ ٭ داستان ۔ قصہ ۔ افسانہ
ایں ترا از خویشتن آگاہ کند ٭ کارساز راہ و مدد را کند
ضبط کن تاریخ راہ پابند شود ٭ از نفس ہائے رمیدہ زندہ شود
سر زند از ماضی تو حال تو ٭ خیزد از حال تو استقبال تو
شکن از خواہی حیات لازوال ٭ رشتہ ماضی ز استقبال حال

ان اشعار میں اس حقیقت کی واضح نشاندہی کر دی گئی ہے کہ انسانی زندگی کی تعمیر و ترقی میں علم تاریخ کو کتنا مقام بلند حاصل ہے۔ تاریخ انسان کی اُس سرگزشت کا نام ہے۔ جو کچھ پایا، کیسے پایا اور جو کچھ کھویا کیسے کھویا۔ تاریخ قوموں کے عروج و زوال سے پردہ اٹھاتی ہے اور ذہنوں میں وہ بصیرت پیدا کرتی ہے جس سے انسان زندگی کی صراطِ مستقیم کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ قومی وجود و تہذیب کی بقاء کا دارومدار بڑی حد تک تاریخ کی حقیقت پسندانہ تعبیر اور منصفانہ پیشکش پر ہے۔ جو قومیں ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کر لیتی ہیں۔ وہ بہت جلد کسی دوسری غالب قوم کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہو کر اپنے وجود کو خطرے میں ڈال دیتی ہیں۔ لہٰذا ہر باشعور گروہ کی یہ قدرتی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنی سرگزشت کو نہایت محفوظ طریقہ سے اپنی نئی نسل کو منتقل کر سکے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے ماضی کی روشنی میں اپنے مستقبل کی تعمیر کر سکیں اور ماضی کے تجربات کی روشنی میں نہ صرف اپنے حال کو سمجھ سکیں بلکہ مستقبل کی تعمیر کے لیے مناسب لائحہ عمل بھی اختیار کریں۔

اس تاریخی پس منظر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے ارادہ کیا کہ انشاءاللہ میں علم تاریخ

کو بروئے کار لاکر تاریکی کے پردوں کو چاک کروں گا۔ اور نئی نسل کے سامنے تاریخ کا ایک ایسا آئینہ پیش کروں جس میں وہ اپنے ماضی کی جھلک دیکھ سکیں۔

کسی قوم یا قبیلہ کی تاریخ قصّہ یا افسانہ نہیں ہوتی بلکہ واقعات ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے آپ سے آگاہ کرتے ہیں اور انہیں آشنائے کار آمد مرد راہ بناتے ہیں۔ تاریخ نظر کو جلا بخشی ہے اور رُوح کے لیے سُرور آور ہوتی ہے۔ اور انہیں تاریخ نظر کے لیے رُوح کی تابندگی اور قوم کے لیے اعصاب کی مانند ہے۔ تاریخ ایک ایسا جہاں نگار اور دِل افروز ساز ہے جس کے تاروں میں پرانے نغمے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

تاریخ کی شمع قوموں کی قسمت کا ایک ایسا ستارا ہے جو آج کی رات اور گزشتہ شب دونوں کو روشن رکھتا ہے۔ اور احساس دلاتا ہے کہ تیرے سامنے مقصود کیا ہے؟ اور تو کیا کارنامے سرانجام دے سکتا ہے؟" تاریخ کا مطالعہ قوموں کو زندگی بخشتا ہے اور مردہ لوگوں میں زندگی کا خون دوڑاتا ہے۔ انہیں تحت الثریٰ سے اٹھا کر بام ثریا پر پہنچاتا ہے۔ تاریخ یہی ہے جو ہمیں ہمارے آباؤ اجداد کے کارناموں سے آگاہ اور واقف کرتی ہے۔

نسلِ انسانی کے ابتدائی دَور میں ناخواندگی کی وجہ سے آئندہ آنے والی نسلوں کو اپنے آباؤ اجداد کے حالات و نسب کما حقہٗ معلوم نہیں تھے۔ بلکہ سینہ بہ سینہ جو کچھ یادداشتیں تھیں وہ زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تحریر کی صورت میں سامنے آئیں۔ آسمانی صحیفے، تورات۔ انجیل زبور کے ذریعے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کا نسب نامہ تحریر کے رُوپ میں میسر ہُوا۔ بعض مؤرخین نے جو نسب نامے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر تا حال اپنی اپنی استطاعت کے مطابق تیار کیے ہیں۔ اس لیے کوئی مؤرخ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے وہ حرفِ آخر ہے۔ مؤرخ کی جتنی تحقیق ہوتی ہے یا اُسے جس قدر مواد دستیاب ہوا تحریر کر دیتا ہے۔ وہاں البتہ زمانۂ حال کے حالات ضابطۂ تحریر میں لائے جائیں تو یقینی ہوتے ہیں۔ مجھے تحقیق کے دوران کئی قبیلوں کے شجرے دیکھنے کا موقع ملا لیکن متضاد پائے۔

میں نے زیرِ نظر کتاب تحریر کرنے کا عزم کیا تو مجھے ماضی کی بھول بھلیوں اور حالات و واقعات کے لاانتہا دھندلکوں کا سامنا کرنا پڑا تاہم میں نے اپنی تحقیقات کے مطابق اُن تمام تاریخی کڑیوں

کو یکجا کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے جو کتاب ہذا کی تکمیل کے لیے ناگزیر تھیں کیونکہ بعض ایسی کڑیاں بھی ہوتی ہیں کہ اگر اُن میں سے کوئی ایک کڑی بھی نظر سے اوجھل ہو جائے تو تاریخی حقائق کی زنجیر نامکمل ہو سکتی ہے۔ تاریخی واقعات کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی خاطر مجبوراً دیگر اقوام کے متعلق بھی سرسری جائزہ پیش کرنا پڑا۔ اب قارئین خود فیصلہ کریں گے کہ میں کس حد تک کامیاب ہُوا ہوں؟

زیرِ بحث کتاب کے سلسلہ میں جن حضرات نے دامے درمے سخنے ہمدردی کا ثبوت دیا ہے میں اُن کی ہمدردانہ روش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ قوم تنولی کی معتدد شخصیت، مایہ نازِ اہلِ قلم قبلۂ محترم جناب محمد اسماعیل خان کوکلوی کا شکر گزار ہوں کہ اُن کی کتاب "تنولی تاریخ کے آئینے میں،، میرے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ اور "محبّ وطن کون،، کے مصنّف صوبہ سرحد کے مشہور و معروف صحافی جناب نسیم سرحدی نے شجرۂ نسب کی تیاری میں تعاون کیا ہے اور اسی کتاب کے مسوّدے کی کتابت و ترتیب کے لیے برادرم محمد الیاس سکونتی حدو بانڈی نے جس قدر اپنا قیمتی وقت صرف کیا ہے میں اس کا ممنون ہوں۔

اس کتاب کا شانِ نزول یہ ہے کہ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۴ء کو آیاز خان تنولی کے مکان واقع ڈب مانسہرہ میں تنولی معززین کا ایک نمائندہ اجلاس ہوا جس میں چار سو سے زائد افراد نے شرکت کی۔ نوابزادہ صلاح الدین اجلاس کے مہمانِ خصوصی تھے۔

اس اجلاس میں تنولی ویلفیئر ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ عبدالقیوم خان (ڈھانگری) صدر اور راقم الحروف کو سینیئر نائب صدر مقرر کیا گیا جبکہ ملک سہراب جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ قوم تنولی کے ماضی و حال پر ایک جامع کتاب تحریر کی جائے۔ چنانچہ راقم الحروف نے اس ذمہ داری کو قبول کیا۔ سات سال کی طویل جدوجہد کے بعد بالآخر اب یہ کتاب مکمل ہو گئی ہے۔

"الافغان تنولی،، کے لیے مجھے صوبہ سرحد اور پنجاب کا کونہ کونہ چھاننا پڑا سرحد اُردو اکیڈمی (قلندر آباد) ایبٹ آباد کی عظیم الشان لائبریری سے بھی مواد کے

حصول میں بڑی مدد ملی۔ میرے شکریے کے مستحق بے شمار افراد ہیں سب سے پہلے "مجاہدین ہزارہ" کے مصنف داڈ دکوثر کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس نے مواد کی فراہمی میں بھرپور تعاون کیا اور ہزارہ ڈویژن کی صورت دیہی فراہم کی اور کتاب کا دیباچہ بھی لکھا۔

برادرِ عزیز نوابزادہ صلاح الدین سعید ایم این اے اور جناب مولانا گوہر الرحمٰن ایم این اے امیر جماعتِ اسلامی صوبہ سرحد کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کی۔ پسرم محمد تنویر احمد خان بی اے اور اعجاز احمد خان (زیرِ تعلیم ڈگری کالج مانسہرہ) نے بھی میرا ہاتھ بٹایا۔ ان کی سعادت مندی کو خدا برقرار رکھے۔

کاتب محمد صدیق اعوان نے بڑی جانفشانی سے کتابت کے مراحل مکمل کیے۔ کتابت شدہ تمام مواد سرحد اُردو اکیڈیمی کے ناظمِ عمومی پروفیسر ڈاکٹر صابر کلوروی نے دیکھا تو اس کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کرلی۔ کتاب کا مواد، ترتیب اور زبان کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ لیکن اشاعت کے تکنیکی امور کا بار پروفیسر موصوف نے اٹھایا۔ مزید برآں یونس صاحب سواتی (جہانگیری لائبریری مانسہرہ) اور پروفیسر ڈاکٹر صابر کلوروی نے کتاب کی اشاعت کے نصف اخراجات برداشت کرکے میرے بار کو ہلکا کردیا۔ ہر دو صاحبان کا تنولی قوم سے کوئی تعلق نہیں۔ ان حضرات کی علم دوستی میرے لیے قابلِ فخر سرمایہ ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے تنولی ویلفیئر کونسل کے اراکین کی طرف سے میں اُن کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اُمید ہے قارئین میری حوصلہ افزائی فرمائیں گے اور میری فروگزاشتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں گے۔

اگر کسی صاحب کے لیے کتاب کی عبارت کا کوئی حصہ ندامت کا باعث ہو تو میں اُس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

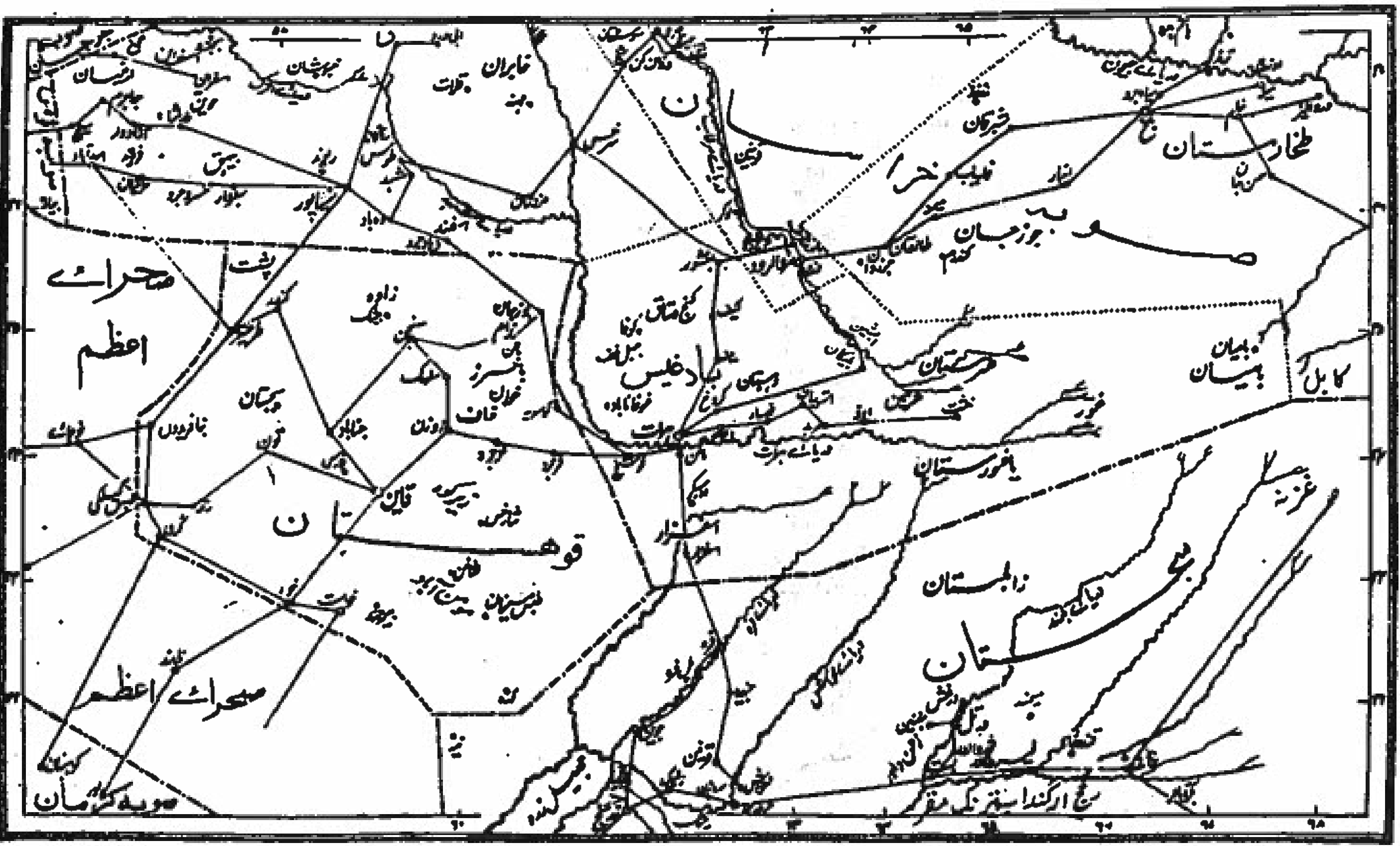
غلام نبی خان تنولی

گاندھیاں : تحصیل مانسہرہ ہزارہ

باب اوّل

افغان قبائل کا تاریخی پس منظر

نقشہ ۸



نقشہ صوبہ جات قوہستان خراسان وحصہ سجستان

حالاتِ قبائل بنی اسرائیل

تذکرۃ الابرار عبرۃ لاولی الابصار

ترجمہ:۔ نیک لوگوں کے تذکرے میں اہلِ نظر و بصیرت کے لیے عبرت اور نصیحت ہے)

(حضرت ابراہیمؑ و اولادِ ابراہیمؑ)

قرآن مجید میں ذکر آیا ہے کہ ہم نے خاندانِ ابراہیمؑ کو کتابِ آسمانی دی اور حکمت دی اور اُن کو بڑی سلطنت دی (اعلام القرآن)

حضرت ابراہیمؑ عراق کے شہر اُر دیا ار میں پیدا ہوئے۔ اُر ایک مشہور آتش کدہ تھا۔ اُر یا شہر جنوبی عراق میں بغداد کے جنوب مغرب میں ۲۳۰ میل کے فاصلے پر دریائے دجلہ کی ایک شاخ پر واقع ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ۲۱۶۰ ق۔م میں پیدا ہوئے اُن کے والد کا نام تارخ تھا۔ وہ نخور بن سروج بن رعو بن فلج بن عبر کا بیٹا تھا۔

عبر کی نسل اور اس کی قومی زبان اس کی نسبت سے عبرانی کہلاتی ہے۔ عبر کے پردادا سام حضرت نوحؑ کے بیٹے تھے اس کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ عبر بن شلخ بن ارفکشد یا ارفخشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے سام۔ حام اور یافث۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبِ شریعت نبی تھے۔ اور اُن کا مرکز تعلیمِ ہدایت عراق تھا۔ یہاں سے اُن کی نسل و خاندان کے متعدد نبی عراق۔ شام۔ حجاز میں مبعوث ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے دو بھائی اور بھی جن کے نام تاریخ میں نخور اور حاران تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام حاران کے بیٹے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی "سارہ" تھی۔ توریت میں اُس کا نام املا سری آیا ہے۔ بعد ازاں یہ نام "سرا" استعمال ہونے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحٰقؑ حضرت سارہ کے بطن سے تھے۔

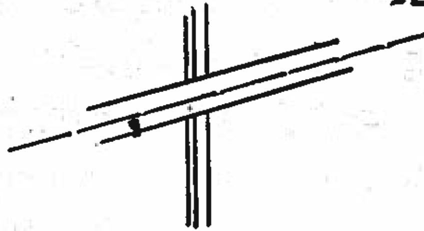
حضرت اسحٰقؑ جب پیدا ہوئے تو "حضرت سارہ" کی عمر ایک نسّو سال تھی ——

حضرت اسحٰقؑ حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے اور حضرت سارہ کے اکلوتے بیٹے تھے اور ان کی اولاد بنی اسحٰق سے ہوئی اور بنی اسحٰق کے نام سے مشہور ہوئی (البقرات ۱۲۴) ترجمہ (حضرت ابراہیمؑ کو اُس کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا تھا اور وہ اُن میں پُورا اُترا تھا تو خدا نے فرمایا :- " اے ابراہیم :- میں تجھے انسانوں کے لیے امام بنانے والا ہوں - یعنی دنیا کی آنے والی قومیں تیری دعوت قبول کریں گی - اور تیرے نقش قدم پر چلیں گی"

"حضرت ہاجرہ" مصر کے فرعون ریانؒ کی بیٹی تھی - ریان عراق کا باشندہ تھا - مصر میں بادشاہ ہو گیا تھا - مصر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا ہم وطن قوم سمجھ کر اپنی بیٹی ہاجرہ کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا -

حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے - ان کی نسل بنی اسمٰعیل کہلاتی ہے " البقرۃ آیت نمبر ۱۳۱ تا ۱۳۴ ترجمہ "

اور پھر اس طریقہ (دین) کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور اس کے پوتے یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی - انہوں نے کہا :- اے میرے بیٹو! خدا نے تمہارے لیے اس (دین حقیقی) کی راہ پسند فرمائی ہے تو دیکھو - دُنیا سے نہ جانا مگر اس حالت میں کہ تم مُسلم ہو - یعنی فرمانبردار ہو - پھر کہا تم اُس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کے سرہانے موت آکھڑی ہوئی تھی - اور اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے پوچھا تھا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے - انہوں نے جواب دیا اُس خدائے واحد کی جس کی آپ نے عبادت کی ہے - اور آپ کے بزرگوں ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ نے کی ہے - اور ہم اُن کے حکموں کے فرمانبردار ہوں گے - اور ملتِ ابراہیمی کے اصولوں کے کاربند رہیں گے -



حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات

حضرت ابراہیمؑ ایک سو پچہتر سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ نے مکفیلہ کے مغارہ میں حتی قوم کے ایک شخص صحر کے ایک بیٹے عفران کے کھیت میں انہیں دفن کیا۔ یہ کھیت حضرت ابراہیمؑ نے اس غرض سے خریدا تھا۔ حضرت سارہ۔ حضرت اسحٰقؑ۔ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے مدفن بھی اسی مقام پر ہیں۔ اس مقام کو خلیل یا بیت اللحم کہتے ہیں۔ جو بیت المقدس سے کم و بیش چھ میل پر ہے۔ یہی مقام حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش ہے۔

حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی برس کی تھی۔ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش کے وقت حضرت اسماعیلؑ چودہ برس کے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کو حجاز میں جا کر چھوڑ آئے تھے۔ حجاز میں اُن کا قیام فاران کے پہاڑوں میں اس مقام پر ہوا۔ جہاں اب مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حکم سے مکہ شریف میں بیت اللہ یعنی مسجد الحرام آباد کیا۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ خانہ کعبہ کے معمارِ اوّل تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کی نسل اُس کے بارہ بیٹوں سے چلی۔ اُن کے نام یہ ہیں :۔ بنایوث۔ یانبیت۔ اقوار۔ ادبیل۔ جسام۔ پابام۔ شماع۔ روما۔ خسا۔ یالنشا۔ حدر۔ تیما۔ یطور یا اطوار۔ نافس یا نافیش۔ جلتام۔ قیدما یا قدمہ یہ تمام بیٹے اپنے خاندانوں کے رئیس تھے۔

فلپ کے حتی مصنف "تاریخ شام" کے مطابق ان کی قومی زبان عبرانی تھی۔ مدتِ مدید تک اس کا رواج رہا۔ لیکن اپنے وطن سے مہاجرت کا زمانہ جوں جوں طویل ہوتا گیا اپنے اجداد سے دوری پیدا ہوتی گئی۔ وہ عبرانی بھولتے گئے حتیٰ کہ ایک وقت وہ آیا کہ اُن کی آبائی زبان اُن کے لیے اجنبی ہو گئی۔ حضرت اسماعیلؑ نے (ایک سو سینتیس ۱۳۷) برس کی عمر میں وفات پائی اور مکہ شریف میں دفن ہوئے۔ (بحوالہ پیدائش باب ۲۵ - آیت ۱۳-۱۷)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے ہیں۔ حضرت اسحٰقؑ کی

شادی زلفہ بنت بیتوائل سے ہوئی۔ بیتوائل حضرت ابراہیمؑ کے بھائی نحور کا بیٹا تھا اور ملکہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ زلفہ کے بھائی کا نام لدین تھا۔ اس کی لڑکیوں کی شادی حضرت یعقوبؑ سے ہوئی تھی۔ زلفہ کے بطن سے حضرت اسحٰقؑ کے دو بیٹے پیدا ہوئے ان میں ایک کا نام لمیص یا علیسوہ تھا۔ اور دوسرے کا نام یعقوبؑ تھا۔ اُس وقت حضرت اسحٰقؑ کی عمر ساٹھ[۶۰] سال کی تھی۔ حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے علیسو کی اولاد شام میں مقیم رہی۔ لیکن حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کی دعوت پر مصر میں اُن کے پاس مع اولاد کے چلے گئے تھے۔

حضرت یعقوبؑ کی ہجرتِ مصر کے چار سو تیس[۴۳۰] سال کے بعد حضرت موسیٰؑ اُنہیں پھر شام لے آئے۔ حضرت اسحٰقؑ نے ایک سو اسی[۱۸۰] سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس دفن ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسرائیل کے خطاب سے نوازا تھا۔ حضرت اسحٰقؑ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ جب وہ جوان ہوئے تو حضرت اسحٰقؑ کے انہیں کدہ یعنی عراق کو روانہ کیا تھا۔ تاکہ وہاں جاکر بیتوائل بن ناحور کے بیٹے لدین کی لڑکی سے شادی کرے۔ لابن نے حضرت یعقوبؑ سے اپنی بیٹی "لیا" کی شادی کرلی۔ اس کے ساتھ ایک لونڈی بھی دی تھی جس کا نام زلفہ تھا۔ کچھ عرصے کے بعد لابن نے اپنی دوسری بیٹی "راحیل" کا نکاح بھی اُن کے ساتھ کر دیا۔ اس کے بعد ایک لونڈی بلیا نامی دی (بحوالہ پیدائش باب ۲۹ آیت ۲۱ تا ۲۹)

حضرت اسرائیل کی مندرجہ ذیل اولاد ہوئی۔

راحیل سے یوسفؑ اور بنیامینؑ پیدا ہوئے۔ روبن۔ شمعون۔ لاوی اور یہودا پیدا ہوئے بی بی لیا سے زلفہ سے جد۔ آشر۔ اشکار۔ یا یساکار۔ زبولون یا روٹیل پیدا ہوئے۔ بلیان سے دان اور نفتالی پیدا ہوئے۔

حضرت یعقوبؑ کے کل بارہ بیٹے تھے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ حضرت اسرائیلؑ ایام قحط میں بال بچوں سمیت حضرت یوسفؑ کی دعوت پر مصر چلے گئے۔ اُس وقت اُن کی عمر ایک سو تیس[۱۳۰] برس تھی۔ مصر میں انہوں نے سترہ[۱۷] برس زندہ رہ کر وفات پائی۔ انتقال کے وقت اُن کی عمر ایک سو سینتالیس[۱۴۷] برس تھی۔ حضرت یوسفؑ اُن کی میت کو کنعان لائے۔ اور اُن کے باپ اسحٰقؑ کے پاس دفن کیا اور واپس مصر چلے گئے۔ حضرت یوسفؑ کا یہ عمل اُن کے باپ کی وصیت کے مطابق تھا۔

انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ اُن کی نعش کو کنعان میں باپ دادا کے قبرستان لے جا کر دفن کریں
حضرت یوسفؑ جب ایک سو دس برس کی عمر کو پہنچے تو بیمار ہوئے۔ انہوں نے تمام بھائیوں کو جمع کیا اور اُن
سے وعدہ لیا کہ اُن کی نعش کو بھی کنعان لے جا کر اپنے آبائی قبرستان میں دفن کریں گے۔ جب یوسفؑ کی وفات سے
مصر میں بنی اسرائیل کے اقتدار کا سورج غروب ہو گیا تو رفتہ رفتہ ان کی تذلیل اور تشدّد کا آغاز ہوا۔ پھر
جب اہلِ مصر کے ظلم و تشدّد اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو خداوند کریم نے اُن کی نجات کے لیے حضرت موسیٰؑ کو
مبعوث فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعونِ مصر سے کہا بنی اسرائیل کو چھوڑ دو تاکہ یہ ہمارے ساتھ یہاں سے
نکل جائیں۔ فرعون اس کے لیے تیار نہ ہُوا کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائے۔ لیکن قدرت نے
بنی اسرائیل کی نجات کے اسباب پیدا کر دیئے۔ حضرت موسیٰؑ کی راہنمائی میں انہیں فرعون کی غلامی
سے نجات مل گئی۔ بنی اسرائیل کو اُس وقت مصر میں ۴۳۰ سال گزر چکے تھے۔ عورتوں اور بچوں
کو چھوڑ کر ان کے مردوں کی تعداد تقریباً چھ لاکھ تھی۔ فرعون کو خبر ملی کہ بنی اسرائیل چلے گئے ہیں۔
تو اُس نے ایک لشکر کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا اور جب بنی اسرائیل بحیرۂ قلزم کے کنارے ڈیرے
جمارہے تھے اُنہیں جالیا۔ بنی اسرائیل اس کے لشکر کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ نے انہیں
تسلی دی اور خداوند کریم کے حکم سے بنی اسرائیل کو لے کر دریائے نیل میں داخل ہو گئے۔ دریائے نیل
نے انہیں راستہ دیدیا۔ بنی اسرائیل صحیح سلامت پار ہو گئے۔ اُن کے تعاقب میں فرعون اور
اُس کا لشکر دریائے نیل میں بنے ہوئے راستے پر دوڑا لیکن اللہ کے حکم سے پانی اپنی جگہ پر آ گیا۔
فرعون اور اس کا لشکر دریائے نیل میں غرق ہُوا۔ یہ جگہ آجکل خلیج سویز کہلاتی ہے۔

موسیٰؑ بنی اسرائیل کو بحیرۂ قلزم کے مشرقی جانب لے گئے۔ پہلے ایلم پہنچے اور کوہِ طور
بن کے دامن میں قیام کیا پھر مختلف مقامات پر رہائش اختیار کی۔ حکم ہوا کہ شمال کی سمت میں کچھ آگے
بڑھ کر اپنے آبائی ملک فلسطین کنعان پر قبضہ کر لو۔ جس پر اُس وقت عمالقہ قابض تھا۔ اسرائیلی
اس قوم کے عربی شوکت و حشمت سے مرعوب ہو چکے تھے۔ ان سے مقابلہ کی سکت نہ پا کر ہمت ہار بیٹھے۔
اس بزدلی و پست ہمتی پر عتابِ الہٰی نازل ہوا کہ اچھا اب چالیس سال تک اسی صحراء سینا میں بھٹکتے
پھرو گے (اعلام القرآن صفحہ ۱۷۵)

بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰؑ کی نصیحت قرآن مجید کی سورۃ مائدہ میں بدیں صورت

مذکور ہے۔

ترجمہ:۔" قدم اِس ارضِ مقدس میں داخل ہوجاؤ۔ جیسے اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھی ہے۔ اور پیچھے مت پھرو۔ ورنہ تمہیں شکست وخسارہ ہوگا۔" (عروج بنی اسرائیل)

عُروجِ بنی اسرائیل

کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل نے فلسطین اور اسرائیل کے گرد و نواح کے تمام علاقے پر قابض ہوگئے جہاں اُس وقت اکیتیس [31] بادشاہ تھے۔ اِن تمام ممالک کو حضرت موسیٰؑ کی وصیت کے مطابق بنی اسرائیل کو قبائل میں تقسیم کردیا گیا۔ اور اِن علاقوں میں تقریباً چودہ سو سال تک حکمران رہے۔ قیام حکومت کے بعد بنی اسرائیل چار سو سال تک اُمورِ سیاست کے تصفیہ و احکام کے اجراء کے لیے ہمیشہ سردار منتخب کرتے رہے۔ اور دینی و دُنیاوی نظام کو اُن کے ذریعے چلاتے رہے لیکن اس کے بعد پڑوس کے ممالک سے نبرد آزمائی شروع ہوگئی اور حالات میں رفتہ رفتہ انقلاب پیدا ہوگیا۔ اور انہیں اپنی ریاست وسلطنت کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا۔ تو انہوں نے طالوت کو اپنا بادشاہ مقرر کیا۔

حضرت طالوت کی راہنمائی میں بنی اسرائیل کو پھر جاہ وحشمت حاصل ہوگئی۔ فلسطین کا کافر بادشاہ جالوت مارا گیا۔ حضرت طالوت نے سینتالیس [47] سال تک حکومت کی اور اُس کے انتقال کے بعد حضرت داؤدؑ نے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد راہی ملکِ عدم ہوئے اُن کے جانشین حضرت سلیمانؑ مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں بیت المقدس کی اعلےٰ پیمانے پر تعمیر کی جس کے متعلق وصیت اِن کے والد حضرت داؤدؑ نے انہیں کی تھی۔ یہ مقدس مسجد چار سال میں مکمل ہوئی تو اُس وقت حضرت موسیٰؑ کی وفات کو پانچ سو سال گزر گئے تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے باون [52] سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

اس باہمی نفاق اور جنگ وجدل کا نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حکومتوں کو قائم نہ رکھ سکے۔ وہ اشوریوں، بابلیوں اور رومیوں کے تاج وتخت کا تختۂ مشق بنے رہے۔ اس دور میں فلسطین کے یہودیوں اور سامرہ کے اسرائیلیوں میں بہت سے نبی مبعوث ہوئے۔ جو انہیں خدا کا پیغام سناتے ہوئے ہدایت کی طرف بلاتے اور آئندہ واقعات کی پیشگوئیاں کرتے رہے۔ مگر انہوں نے کان نہ دھرا۔ بنی اسرائیل ان ایام میں اکثر خدا سے باغی ہو گئے۔ اور تورات کی اتباع سے باغی ہو گئے۔ لہٰذا آپس کے اختلافات جنگ وجدل، اللہ کی نافرمانی اور اس کے دین سے روگردانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے پہلے ۷۲۱ ق۔م سلطنتِ اسرائیلیہ اور اس کا مرکزی شہر سثورون یا سامریہ اشوریوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوا۔ جبکہ ۵۹۷ ق۔م میں بابلیوں کے ہاتھوں یہودیہ کی ریاست تباہ ہوئی۔ اور اسی طرح چودہ سو سال کی اسرائیلی دونوں حکومتیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ یہ بھی مناسب ہے کہ بنی اسرائیل کی تاریخ عروج و زوال کا سرسری جائزہ لیا جائے۔

مملکتِ اسرائیلیہ کا پہلا جتھا اشوری پال یا پلول کے ہاتھوں جلاوطن ہوا تھا۔ یہ واقعہ ۷۷۱ قبل م پیش آیا تھا۔ ان جلاوطنوں میں روبن اور جد کے دو قبیلے تھے۔ ان دونوں اسرائیلیہ کا بادشاہ ناحم تھا۔ اور یہودیہ ریاست کا حکمران بادشاہ عزریا تھا۔ اسرائیلیہ حکومت کا آخری بادشاہ ہوسیع تھا۔ جس پر نینوا کے شاہ اشور نے حملہ کیا۔ اور اشوران سامیریہ کا محاصرہ کر لیا اور محاصرہ نے تین سال تک طول کھینچا۔ چوتھے سال سثورون پر قبضہ ہو گیا۔ اور اسرائیلی بادشاہ ہوسیع کو قید کر لیا گیا۔ اس قبضہ سے جتنے اسرائیلی ہاتھ آئے تھے اشوار انینوا لایا اور پھر مشرق کی طرف ایران، خراسان وغیرہ کے علاقوں پر دریائے سندھ کی وادی تک لا کر آباد کیا تھا۔ اسرائیلیہ کے بعد اشوری بادشاہ سثرجون ثانی کو یہودیہ کا حملہ کرنے کا براہِ راست موقع مل گیا۔ اور چند سال چھیڑ چھاڑ کے بعد یہودیوں کا بادشاہ خزقیا اس کا باجگزار بن گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس نے خراج دینے سے انکار کر دیا اور مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشوریہ کے بادشاہ سثرجون ثانی اور اس کے جانشین (سنحیرب) نے لشکر کشی کر کے یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ اس جنگ میں خزقیا کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ اس کے لڑکے کو تخت نشین کر کے (سنحیرب) نے اپنا باجگزار بنا لیا۔ تاریخ شام کے مطابق سنحیرب کا دعویٰ ہے کہ اس جنگ میں اس نے دو لاکھ پچاس ہزار یہودیوں کو قیدی بنایا اشوری بادشاہ نے

حضرت سلیمانؑ جب پیغمبر مبعوث ہوئے تو مسجدِ اقصیٰ اور شہر مقدس کی تعمیر کا کام مکمل کر لیا۔ اور شہر کو فصیل سے بارہ دروازوں میں محفوظ بنایا۔ اور مسجدِ اقصیٰ شہر کے مشرقی حصہ میں واقع ہوئی۔ دُنیا میں سب سے پہلی مسجد جو بنائی گئی ہے وہ یہی مسجد ہے۔ اس سے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی تھی۔

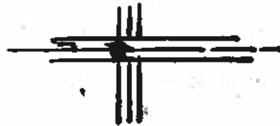
ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ مسجدِ اقصیٰ میں ایک بالشت بھی ایسی زمین نہیں جہاں کسی پیغمبر نے نماز ادا نہ کی ہو۔ یہاں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے نماز ادا کی ہو۔ اصطخر سالہا سال تک شاہانِ عجم کا دارالحکومت رہا تھا۔

مشہور ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا دارالحکومت بھی یہی شہر تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ

ترجمہ:۔ وہ صبح کو شام میں ہوتے اور دن اصطخر میں گزرتے اور شب ہا رائیں کشمیر میں بسر کرتے۔

کہتے ہیں اُن کا یہی طریقہ استنبول اور صفاہن میں تھا۔ بنی اسرائیل کی اولاد کا اصلی آبائی وطن سرزمینِ شام ہے۔ بایں وجہ اس سرزمین سے اِن کا جذباتی اور روحانی تعلق عیاں ہوتا ہے۔



زوالِ بنی اسرائیل

شام سے جلاوطنی کی مختصر داستان یُوں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد اِن کے بیٹے رحجام کو بادشاہ بنانے کے لیے بنی اسرائیل کے بارہؔ قبیلے اکٹھے ہو گئے اور رحجام کے سامنے اپنے کچھ مطالبات پیش کیے گئے۔ رحجام نے اُن کے مطالبات مسترد کر دیے۔ بنی اسرائیل کے دسؔ قبیلے اِس بات پر ناراض ہو کر چلے گئے۔ اور اُنہوں نے "یربعام" کو اپنا بادشاہ بنالیا اور اپنی حکومت کا نام اسرائیلیہ رکھا۔ اس کے برعکس یہودا اور بنیامین کے دوؔ قبیلوں نے رحجام بن سلیمان کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اور اپنی حکومت کا نام سلطنت یہوریہ رکھا۔ یہاں سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ گئی اور دونوں حکومتوں کی تاریخ باہمی قتل و غارت، نفاق اور سازشوں سے بھری ہوئی ہے۔

حسبِ سابق اِن قبیلوں میں زیادہ تر تعداد بنی بخت کی تھی ۔ جو علاقہ حوابِ شرق اُردن آباد تھے ۔
اِس واقعہ کے بعد سلطنت یہودیہ مزید کمزور ہو گئی ۔ یہاں تک کہ نینوا والوں کے وارث اہلِ بابل نے
۵۹۷ ق م میں یروشلم پر حملہ کرکے اُسے فتح کرلیا ۔ انہوں نے بادشاہ یہودا کے صدقیاہ کو تخت پر بٹھا کر
اُسے اپنا باجگزار بنالیا ۔ اہلِ بابل یہودیہ سے دس ہزار قیدیوں کو اُن کے بال بچوں سمیت بابل لے گئے ۔
"صدقیاہ" بادشاہ کئی سال تک بخت نصر کا وفادار رہا ۔ اور پابندی کے ساتھ خراج ادا کرتا رہا لیکن
پھر اس نے [illegible] کا اور استقلال کا پرچم لہرایا ۔ جس پر بخت نصر نے طیش میں آکر اس پر فوج کشی
کی ۔ یروشلم کو تباہ کردینے کا مصمم ارادہ کرلیا ۔ یروشلم کے محاصرے نے پندرہ ماہ تک طول کھینچا ۔
بالآخر بخت نصر کو کامیابی حاصل ہوئی ہے ۔ یروشلم فتح ہو گیا ۔ (ہیکل) مسجد کو تباہ کردیا گیا ۔
صدقیاہ کو گرفتار کرکے اُس کے سامنے اس کے بیٹوں کو قتل کیا گیا اور اس کی آنکھیں نکالی گئیں ۔
اور اُسے قید کرکے بابل پہنچا دیا ۔

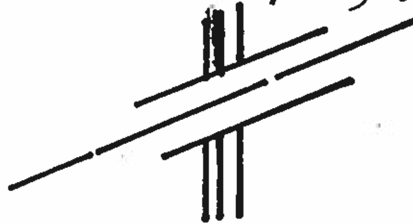
بخت نصر ایک لاکھ سے زیادہ یہودیوں کو قیدی بناکر بابل لے گیا اور انہیں ایران میں
آمد بابل کے آس پاس آباد کیا ۔ جہاں وہ تقریباً ستّر سال تک غلامی کے عذاب میں مبتلا رہے ۔
اسی دوران بہت سے یہودی اِدھر اُدھر علاقوں میں بھاگ گئے ۔ اِن حوادث کی وجہ سے فلسطین میں
یہودیوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی ۔

مولانا حفیظ الرحمان سیوہاروی لکھتے ہیں کہ لڑائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بخت نصر خدا کا عذاب
بن کر چڑھ آیا اور ایک لاکھ سے زیادہ بنی اسرائیل کو غلام بناکر بکریوں کے گلے کی طرح ہانک کرلے گیا ۔ اور
بیت المقدس جیسے خوبصورت شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی" (قصص القرآن جلد سوم)

نینوا کے اشواری

اشوری قدیم سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور اسرائیلی سلطنت کے ماتحت تھے لیکن اندرونی طور پر وہ دریائے دجلہ کے بالائی حصہ میں آزادی اور اندرونی خود مختاری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ بنی اسرائیل کے آپس میں اختلاف اور طوائف الملوکی کو دیکھ کر انہیں اس حالت میں فائدہ اُٹھانے کا خیال آیا۔ انہوں نے اپنی طاقت کو منظم کیا اور گرد و نواح کے علاقوں کو تاراج کرنا شروع کر دیا اس میں انہیں بڑی کامیابی ہوئی۔ ہر طرف وحشت و بربریت کا بازار گرم کر دیا۔ انہیں جن لوگوں کی مخالفت کرنے یا سدِ راہ بننے کا خطرہ ہوتا اُسے گرفتار کر کے اس کے اعضاء الگ الگ کرتے یا انہیں پنجروں میں بند کر کے لٹکا دیتے۔ اور طرح طرح کے عذاب دے کر ہلاک کرتے۔ اور اُن کی وحشت و بربریت پر لوگوں کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا تھا۔

اشوری قوم پہلی ہے جس نے فن حرب و ضرب کو ترقی دے کر فوج کی تنظیم کی۔ اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ گھوڑسواروں پر رسالہ منظم کیا۔ لوہے کے ہتھیاروں کے تیر کمان، بھالے، تلواروں اور فصیلوں کو گرانے کے لیے منجنیقیں ایجاد کیں اور سرنگوں وغیرہ کا استعمال کیا۔ وادی دجلہ فرات کی سرزمین بابلیہ ایلام۔ ایشیائے کوچک کے مشرقی حصے۔ ارمینہ، سامریہ، یہودیہ، ایران، خراسان اور دریائے سندھ کی وادی یہ تمام علاقے مدتوں تک اشوری بادشاہوں کے تاراج شدہ میدان اور تختۂ مشق بنے رہے۔ یہاں کے بادشاہ سر اُٹھانے کی جرأت اور سرکشی کا ارادہ کرتا اُس پر فوج کشی کر کے اُسے سخت ترین سزائیں دی جاتیں ۔۔۔۔



اشوریوں کا زوال

۶۱۳ء قبل مسیح ایران کے میدی مادی، موری، سردار سیالک میر نے جس کا دوسرا نام اواکشترا (کھشتری) ہے بابل کے حکمران قبائل کی مدد سے نینوا پر چڑھائی کر کے اشوریوں کی فوج کا خاتمہ کر دیا۔ شاہی خاندان کے افراد کو نیست و نابود اور ملک کو تہس نہس کر دیا۔ بابل والوں کا عروج و زوال اہلِ بابل، تو بابل کلدانی قوم سے ایک قوم مراد ہے اشوریوں کے زوال کے باعث بابل والوں کا اپنا حلقۂ اقتدار اور حدود مملکت وسیع کرنے کا موقع مل گیا۔ (نیبو پلیسر) نے جنوبی عراق کے دلدلی علاقے کا قبائلی سردار تھا۔ ۶۲۶ء ق۔م میں "نئے" شاہی خاندان کی بنیاد رکھی۔ اِن قبیلوں نے اشوریوں کے خلاف ایرانیوں کے ماریوں کی مدد کی۔ بخت نصر۔ اس نیرپلیسر کی اولاد تھا۔ وہ زبردست اور صاحب شان و شوکت بادشاہ تھا۔ اس کے بعد بابل کے تخت پر چار بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ آخری بادشاہ بخت نصر کا پوتا "پال شاوز" تھا۔ ایک مرتبہ وہ جشن منا رہا تھا۔ اور شراب کا دور چل رہا تھا کہ دیوار پر ایک غیبی ہاتھ کچھ لکھتا ہوا نظر آیا۔ اس کا مطلب یہ لیا گیا کہ پارسی بادشاہ اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

۵۳۹ء قبل مسیح میں سائرس ایرانی نے بابل پر حملہ کر دیا اور بابل سلطنت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ خردِ اعظم کا ذکر بائیبل کے عہد نامۂ عتیق میں مرقوم ہے (مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید میں اس مذکور بادشاہ کو ذوالقرنین ظاہر کیا گیا ہے اور بنی اسرائیل کے انبیاء علیہ السلام کے صحیفوں میں اسے نجات دہندہ کہا گیا ہے۔ درحقیقت سائرس، خواص، کورش، اخویرس خرد یہ سب ایک ہی شخص کے مختلف نام ہیں۔ جیسا کہ قرائن سے ظاہر ہے سیاست میں اِن اسرائیلی جلاوطنوں کا بڑا دخل تھا۔ چنانچہ میدیوں اور فورس کی سلطنت کے قیام میں انہیں کا ہاتھ تھا۔ اشواریوں کے خلاف میدیوں کو جنگ پر آمادہ کرانے اور پھر بابلیوں کے خلاف انتقامی جذبات بھی رکھتے تھے اور اسی سلسلے میں اِن کو کسی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ چنانچہ در پردہ بابل سے اسرائیلی سرداروں کا ایک وفد فورس کے پاس اس وقت

پہنچا جب وہ اپنی مشرقی مہم پر مصروف تھا۔ فورس "سائرس" نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اور اُن کو اطمینان دِلا دیا کہ وہ اپنی مہم سے فارغ ہو کر ضرور بابل پر حملہ آور ہوگا۔ اور اُن کو بابل کے ظالم بادشاہ سے نجات دلائے گا" فورس" جب اپنی مہم سے فارغ ہو گیا تو حسبِ وعدہ اُس نے بابل پر حملہ کر دیا۔ اور دنیاؤں کی قدیم ترین ریاست کو فتح کر کے ایرانی سلطنت میں شامل کر دیا۔

سائرس کے متعلق مولانا حفیظ سہوہاری کا قول ہے "یہود کے لیے اُس کا عروج، امن و اطمینان کا پیام ثابت ہوا۔ اس لیے وہ اُسی شخصیت کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے کہ اِن کے انبیاء علیہ السلام کے صحیفوں میں اِس کو خدا کا چرواہا اور بنی اسرائیل کا نجات دہندہ کہا گیا ہے۔ فورس اس کے بیٹے کیعباد۔ دوئم اور دارا کا مذہب بلاشبہ ایران کے قدیم مجوسی مذہب کے خلاف دینِ حق کا مذہب تھا" (قصص القرآن جلد سوئم)

فلپ کے حق کے مطابق ایک سیاح جس کا نام بنیمین تھا۔ اور نطیلہ کا رہنے والا تھا اور ہسپانوی یہودی تھا۔ اور اس کو تاریخی حقائق کا زیادہ اندازہ تھا۔ وہ علاقہ جات پُشت اور پانچت عربستان، قہستان۔ نمور وغیرہ میں اِن پہاڑی افغانوں کے پاس جو یہاں رہتے تھے آیا تھا۔ وہ کافی وقت گزارنے اور تحقیق کے بعد اُن کے متعلق اس نے لکھا کہ نیشاپور یعنی مشرقی ایران کے پہاڑوں میں جو یہودی رہتے ہیں۔ وہ ابتدائی جلاوطنوں کی اولاد ہے۔ تاریخ شام۔

بنیمین کا مقصد یہودی سے مراد، نسل یہود اور عبرانی قوم ہے۔ نہ کہ مذہبِ یہود۔ کیونکہ جس وقت وہ آیا یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ اور شریعتِ محمدیؐ کے پیروکار تھے۔ وہ اپنے آپ کو بنی اسرائیل اور جہتِ دین سے مسلمان ہو چکے تھے۔ جیسا کہ اجداد سے منقل ہے کہ عبرانی، اسرائیلی اور یہودی سب ایک ہی قوم کے مختلف نام ہیں۔

ابتداء سے لفظ یہودی کا مطلب یہ سمجھا جاتا تھا کہ فلاں شخص یہودا قبیلے یا یہودا النسل سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر یہ لفظ اُن عبرانیوں کے لیے منسوب ہو گیا۔ جلاوطنی سے نجات پا کر واپس وطن پہنچ گئے تھے۔ بالآخر پوری قومِ عبرانی کے لیے یہ لفظ استعمال ہونے لگا۔ اب اسرائیل سے مُراد وہ شخص ہے جو اسرائیل یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو۔ اس بارے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے اعلام القرآن کے مصنف مولانا عبدالماجد دریابادی یوں رقمطراز ہیں:۔

اسرائیل کا دوسرا نام حضرت یعقوب علیہ السلام ہے۔ آپ کے بارہ فرزندوں کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ ایک مذہبی اپنی نسل کے اعتبار سے تاریخ میں اس کی عظیم الشان اہمیت ہے" توحید کے علم بردار بحیثیت قوم و نسل کے بھی ایک مدت تک دنیا میں منفرد رہی ہے۔ اور تقریباً دو ہزار سال تک اس نسل انبیاء و مرسلین یکے بعد دیگرے مبعوث ہوئے اور دُنیاوی عروج بھی اسے صدیوں تک حاصل رہا۔ داؤدؑ اور سلیمانؑ جیسے عظیم الشان بادشاہ اور یوسفؑ جیسے عظیم المرتبت حکمران کی نسبت اس قوم سے ہے۔

نسب نامہ قوم بنی اسرائیل

جدِ انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام

اسحٰق علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام

۱ یوسفؑ ۲ بنیامینؑ ۳ روبن ۴ یہودہ ۵ لاومی ۶ شمعون ۷ آنکارا ۸ ربولون ۹ ززل ۱۰ تفتان ۱۱ حد ۱۲ اثر

حضرت یوسف علیہ السلام قوم تنولی کے جدِ امجد ہیں قوم تنولی بنی اسرائیل ہے۔

تون کے بارے میں خلافت جغرافیہ لکھتا ہے۔ فرغانہ کا وہ حصہ جو دریائے سیحون کے جنوب میں تھا نسیا یا نسائیہ کہلاتا تھا۔ اس کا کچھ حصہ بلند تھا اور کچھ نشیب اور اس لحاظ سے ایک حصہ کو نسائیہ لپست کہتے ہیں۔ نسائیہ بلند پہاڑیوں پر واقع تھا جس میں خوکند، یا خواکند کا شہر تھا اور نسائیہ لپست میں مرغنیان کا چھوٹا سا شہر تھا۔ بمطابق نقشہ صوبہ جات، کوہستان، خراسان حصہ سجتان کے صوبہ کوہستان میں زیر کوہ میں قائن شہر و در میانی حصہ میں تون کا شہر، کندلپست کے جنوب میں واقع ہے۔ اغلباً گمان ہے کہ خشی قبائل کے علاوہ لقا یا کندا اور زمند قبائل میں شمالی ایران سے اِدھر ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔ کانسی قبائل پہلے سے یہاں آباد تھے۔ لہٰذا یہ لوادر بھی اپنے ہم نسل لوگوں کے پاس جگہ بہ جگہ آباد ہوئے ہوں گے۔ بلاشبہ دونوں دریا جیحون اور سیحون اسرائیلیوں

کے رکھے ہوئے نام ہیں اُن کے درمیانی علاقہ میں انہیں افغان قبائل کے نام سے پہاڑ دریا شہر اور دیہات موسوم ہوئے۔ مثلاً نہر کاسا، نسا مین، زمند کا بڑا شہر کاسی غز، کاشغر، کشکا شہر، کسانیہ یا کشانیہ جو صوبہ سعد کا سب سے بڑا شہر آباد تھا۔ شاو غز دریائے سیحون کے کنارے آباد تھا۔ اور یہاں قریب ایک مقام کا نام لیسی تھا۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے والد لیسی کے نام سے موسوم تھا۔ اور یہ مقام شاو غز کے دامن میں واقع ہے۔ اور لیسی شہر سے شمال میں ایک دن کے راستہ سوران یعنی سوری، سورانی خاندان کا ایک بڑا شہر تھا۔ اور اس کے متصل قریب تر برکی شہر تھا۔ جس میں قبیلہ اوڑمڑ کی رہائش تھی۔ سیحون کے بائیں طرف فنجمند سے ایک فرسخ جنوب کی طرف کند کی بستی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں غوز یا خیل کی کوئی شاخ سکونت پذیر تھی۔ اور اس علاقہ میں (توِن) نام ایک شہر بھی تھا۔ نیز شہر خاشت اور دریائے خواش وغیرہ کے بہت سے نشانات ایسے ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ وہاں مقیم تھے۔

آخر میں جب حالات خراب ہوئے تو ان لوگوں نے وہاں سے ترک سکونت کر کے جنوب کی طرف روانہ ہو کر جگہ جگہ عارضی قیام کیا ہو گا اور عرصہ دراز کے بعد نیشاپور کے جنوب میں غرجستان غوز پشت یا بخت قہستان اور کوہ قفس وغیرہ میں محفوظ پہاڑوں میں اپنی برادری کے لوگوں کے پاس پہنچے ہوں گے۔ حالات نے ان مقامات پر قیام کے لیے مجبور کیا۔

تحقیق کے مطابق نقشہ فلسطین و شام دورِ حکومت یوشع بن نون تقسیم قوم کی حصہ داری میں قبیلہ افراہیم بن یوسفؑ، وان یمن کی بستیاں ہیں، جبکہ منسیٰ بن یوسفؑ دریائے اُردن کے مشرقی کنارے پر ولدا کی بستی یروشلم وار نجا بنیامین کی حصہ داری تھی باقی دس اسرائیلی قبائل بھی اپنی اپنی حصہ داریوں پر قابض تھے۔ بمطابق چہار مکالہ جناب اخوند درویزہ صاحب کے ان الفاظ سے تصدیق ہوتی ہے :۔

"سے گویند تولیل بنی آصف برادران افغانیہ اند۔ ہمراہ افغانیہ ملک خلیج مصر گرفتہ شہر تا دابل یا دانابل آباد کردند"، قیاساً اس بنی اسرائیل قبیلہ افراہیم نے دان شہر آباد کیا یا اس پر قبضہ کیا اور آباد ہوئے۔

بمطابق توریت صفحہ ۲۴۹ کے جس کا حوالہ دیا گیا ہے کہ آصف اور افغا کے لڑکے سیریا

اور شام میں رہتے تھے انہوں نے اس کا نام افغا سے افغان نامی شخص ہوا۔ اس واسطے اس دلیل
کو ماننا پڑے گا کہ اسرائیل کا افغان قبیلہ ضرور تھا۔ آصف و افغا شجرۂ نسب کے لحاظ سے لاوی
بن یعقوبؑ کی اولاد ہے۔ "تون شہر" دریائے سلیمان سے آکر جو خلیج پاس میں گرتا ہے رسلسلہ
جبل الطارق، ارمینہ فوار کے مشرق میں عین زوبہ درہ کے جنوب میں واقع ہے۔ نقشہ صوبہ روم سے
ظاہر ہے اور یہی تون بستی و قائن بستی بمطابق نقشہ صوبہ قہستان و خراسان و حصۂ سجستان میں واقع ہے
اور ان علاقوں میں تاریخی شواہد سے بنی اسرائیلی قبیلوں کی رہائش مصدقہ ہے۔ بمطابق شجرہ نسب
تونیاں یوسف ۱۰ تونیوں کے جدِ امجد ہیں اُن ناموں کی تصدیق ہوتی ہے (تواخاخان) جو شجرہ کے
لحاظ سے جو بیس ۲۰ پشت میں قنوفاخان چھبیس ۲۶ پشت میں قرہ خان اُنتیس ۲۹ پشت میں ہے۔

راقم الحروف کی رائے کے مطابق یہ مصدقہ دلیل ہے کہ تون بستی، تواخاخان و قائین بستی
تنوفاخان کے نام سے قرہ حصار جو خراسان میں واقع ہے اور قرہ خان کے نام سے مشہور ہے اور منسوب
ہیں۔ تو ان بستیوں کے ناموں سے ظاہر ہے کہ اسی قبیلہ اسرائیل نے اپنے بزرگوں یعنی جدِ امجد کے
نام پر بستیاں تعمیر کی ہیں۔

غزنی و کابل کے شمالی علاقہ میں تونم درہ واقع ہے اسی جگہ پر پہلے جب یہی بنی اسرائیلی
قبائل رہائش پذیر ہوئے تو انہوں نے سابقہ روایات کے مطابق "تون" آباد کیا۔ اس نام کی نسبت
سے اس علاقہ کا نام توتم درہ یا تانال درہ مشہور رہا۔ موجودہ دور میں اس علاقے کو توتم درہ کے نام سے
یاد کرتے ہیں۔ توتم درہ کے مشرق میں شکردرہ مغرب میں دریائے امو، شمال مشرق میں لیتمان واد تک
میدان ہے اور شمال مغرب کی طرف وادی پنجشیر ہے۔ جو کوہستانی علاقہ ہے۔ بمطابق بیان عوث دین
بن محمد رسول بن عبداللہ بن سلام بن لال محمد بن عبدالکریم جو اپنے آپ کو غوریا خیل قبیلہ کی احمدزئی
شاخ سے منسوب کرتا ہے۔ "پاکستان میں چار سال سے مقیم ہوں۔ ابتدا سے بزرگوں سے روایت
ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد خراسان کے صوبہ قہستان کے تون شہر سے آکر توتم درہ میں مقیم ہوئے
اور تون کلی آباد کیا۔ جس سے اس علاقے کا نام توتم درہ یا تانال درہ کے نام سے شہرت ہوئی۔ ہم
غلزئی قوم کی غوریا خیل شاخ سے ہیں۔

ہم یوسف علیہ السلام کی اولاد سے اور بنی اسرائیل سے ہیں اور یہ جگہ غوریا خیل قوم کا

مرکز رہا ہے۔ یہاں سے ہماری قوم مختلف مقامات پر افغانستان اور پاکستان میں جاکر آباد ہوئی ہے۔
ہمارا جدِ امجد داؤد بادشاہ تھا۔ جو یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھا اور اعوز خان نام جو ہمارا
مورث اعلیٰ ہے۔ غلزئی مشہور رہے۔ بعد میں ہمیں عوزریاخیل کہتے تھے۔ اب ہمارے قبیلہ کی بہت سی
شاخیں ہیں۔ جن میں اندڑ۔ احمدزئی۔ ترکہ۔ سلیمان خیل۔ خروٹہ۔ شنواری، ساگ زئی، یوسف خیل
ابابڑہ اور کئی شاخیں ہو چکی ہیں اور ہماری قوم کی مدام دشمنی درّانیوں کی قوم سے رہی ہے اور اب
بھی موجود ہے۔"

ایک اور افغان بزرگ حاجی مراد گل بن داد محمد بن دوست محمد کی روایت ہے کہ ہم نے
اپنے بزرگوں سے سُنا ہے کہ ہم غلزئی قوم کی عوزریا شاخ کی اندڑ خیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہم یوسف
علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور ہماری برادری میں بہت سی شاخیں ہو چکی ہیں۔ جن میں بہرام خیل عد
اوریا خیل، ہیبت خیل، علی جان خیل، حسن خیل، سموزئی خیل، علی خیل اور بہادر خیل ہیں۔ یہ افغانستان
میں ہر جگہ آباد ہیں۔ اپنا پتہ یوں بتایا ہے:۔ ضلع پکتیا تحصیل زرمند گاؤں سہاک۔ سہاک بہت پرانا
نام ہے۔ موجودہ دور میں ضلع کا درجہ رکھتا ہے۔ حاجی تلا محمد اخون زادہ بن مولوی امیر محمد بن
مولوی رضا دین بن مولوی اسحاق بن مولوی مُلا مقام بابا بن مُلاّں دوستی بابا نے جو اب "حرکتِ
انقلاب اسلامی ضلع مانسہرہ" کے امیر ہیں۔ افغان مہاجرین بریڑی کیمپ میں مقیم ہیں۔ افغانستان
رہائشی پتہ یوں بیان کرتے ہیں:۔ شیخ گنبد گاؤں تحصیل زرمند ضلع پکتیا صوبہ موٹا خان اصل میں ہم
بنی اسرائیلی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد ہیں اور قوم غلزئی کی عوزریاخیل کی نسب سے
ہیں۔ ہماری قوم میں بہت سی شاخیں ہو چکی ہیں۔ کیتا خیل۔ فولاد خیل۔ ابراہیم خیل۔ سرکی خیل، آزاد خیل
کلاں خیل۔ ہمارے بزرگ کی زیارت میں خواجہ عبدالرحمٰن بہشتی کی مزار شاخ گنبد میں ہے۔ بابا گرانڈے
عوزریاخیل کی زیارت ہے "تون کلئی" سے تونم درّہ یا تانال درّہ مشہور رہا۔ عوزریاخیل قوم کا مرکز
رہا ہے۔ یہ ایک حسین وادی ہے۔ درّانی قوم سے مدام ہماری دشمنی رہی ہے اور اب بھی موجود ہے
ہماری قومی زبانیں پشتو اور فارسی ہیں۔ ملک ہمارے گاؤں میں قوم سے ہوتے ہیں۔ جو سرکاری
واجبات وصول کرتے ہیں یا اور سرکاری کام میں مدد دیتے ہیں۔ "خان" قوم کے بڑے آدمی
کو کہتے ہیں۔ جو علاقہ میں قوم کے کاموں میں مدد دیتے ہیں جس کا حجرہ ہوتا ہے اور قوم کے نادار

لوگوں کا نگہبان ہوتا ہے۔

"رواج"

شادیوں میں مہر کی رسم دس ہزار سے ایک لاکھ افغانی سکہ کے ہوتے ہیں۔ یہ رقم وصول کر کے لڑکی کے نام پر زمین یا مکان خرید کرتے ہیں۔ جہیز ہر ایک شخص اپنی طاقت کے مطابق دیتا ہے جہیز میں گھر کا رائشی سامان و دیگر گائے وغیرہ اور قرآن پاک بھی دیتے ہیں۔ وراثت شرعی طور پر تقسیم کرتے ہیں حنفی مذہب کے مقلد ہیں۔ اولیاء اللہ اور زیارت و قبور پر جاتے ہیں۔ مستورات کے لیے زیارت و قبور پر جانا بند ہے۔

جنگ کے دوران ہم سب قوم والے ایک ہو جاتے ہیں بشرطیکہ جنگ کسی دوسرے قبیلہ سے ہو۔ طریقت، نقشبندی، چشتی سہروردی اور قادریہ سب کی تعلیم کرتے ہیں۔ علیحدہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ درہ تانال کی نسبت "تون کلئ" سے ہے جو توا خان کے نام پر آباد ہے۔ اور یہی جگہ تو تم درہ جو غزنی کابل کے مابین ہے۔ تنولی قوم کے بزرگوں کے بیان کے مطابق یہ وہی درہ تانال ہے جس سے تنولیوں کے جد امجد الوزخان بن بہرام خان بن عبدالرسول خان مع دیگر برادری کے ساتھ چملہ بونیر میں آباد ہوئے۔ جن کی آمد چوتھی صدی کے آخر میں ہوئی۔ افغانستان کی غلزئی قوم افغان کی غوریا خیل قبیلہ سے نسبت رکھتی ہے اور تاریخی اعتبار سے بنی اسرائیلی تھے۔ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق موجودہ تناول جو کوہستانی علاقہ فتح کرنے کے بعد درہ تانال کی نسبت تناول مشہور ہوا اور اپنا قومی تشخص تنولی ہوا۔ جس کی تفصیل کتاب ہذا میں درج ہے۔ میں نے اسے نہایت محنت سے مرتب کیا ہے کسی مصنف کی کوئی تحقیق حتمی نہیں ہوتی۔ اگر تنولی برادری سے کوئی صاحب تاریخی حقائق سامنے لائے تو میں اس کا شکر گزار ہوں گا اور قوم تنولی کے تشخص کے لیے سود مند ہو گا۔

بنی اسرائیل اور اُنکا امتیاز

القرآن :۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۴۷ :۔ یا بنی اسرائیل ذکرو نعمتی التی انعمت علیکم و انی فضلتکم علی العالمین ۔

ترجمہ :۔ اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر عطا کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی ۔"

القرآن :۔ سورۃ البقرہ آیت ۴۰ :۔ "یا بنی اسرائیل ذکرو نعمتی التی انعمت علیکم وافو بعھدی اوف بعھدکم و ایای فارھبون"

القرآن سورۃ المائدہ آیت نمبر ۲۹ :۔ لیقوم ذکر و النعمۃ اللّٰہ از جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکاً و انتکم مالم لیوت احلُ من العالمین"

ترجمہ :۔ "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا :۔ اے میری قوم تم یاد کرو خدا کی اس نعمت کو جو اُس نے تم پر کی ہے اِس طرح کہ ایک طرف تم میں انبیاء پیدا کئے۔ اور دوسری طرف تم کو بادشاہت دی ۔ اور تم میں سے بادشاہ ہوئے۔ یہ وہ نعمت ہے جو کسی قوم کو یکجا طور پر نہیں دی ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا :۔ بمطابق استثنا باب نمبر ۲۰۸ :۔ اگر تم نے خدائی عہد کی تعمیل کی تو تمہاری نسل سے بادشاہ ہوں گے۔ اور خدا ہر طرح تم کو انعام عطا کرتا رہے گا۔ نیز اگر تم نے خدا سے بدعہدی کی جو کہ نافرمانی ہو گی اور تمہاری نسل سے بادشاہت و نبوت و نعمتیں چھین لی جائیں گی۔ اور غیر نسل کے بادشاہ آپ لوگوں پر مسلط کئے جائیں گے۔ تمہیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

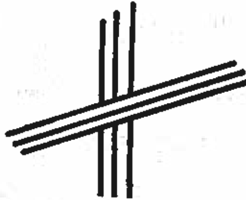
القرآن سورۃ المائدہ آیت ۲۰ :۔ ترجمہ "اے میری قوم تم یاد کرو خدا کی اس نعمت کو جو اُس نے تم پر کی ہے۔ اس طرح کہ ایک طرف تم میں انبیاء پیدا کئے اور دوسری طرف تم کو بادشاہت دی اور تم بادشاہ ہوئے یہ وہ نعمت ہے جو کسی قوم کو یکجا طور پر نہیں دی ۔"

القرآن:۔سورۃ بقر آیت نمبر ۴۷:۔ ترجمہ:۔ اے اولادِ یعقوب یاد کرو۔ میرا احسان جو میں نے تجھے تم پر عطا کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا عبد الماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:۔

''کہ یہاں ذکر مذہب یہود کا نہیں بلکہ ایک مخصوص قوم و نسل کا ہے۔ بنی اسرائیل نام کسی مذہب یا فرقہ یا عقیدہ کا نہیں بلکہ ایک خاص نسل کا ہے۔ الغرض افضیلت یہاں مذہب یہودیت کی نہیں۔ بنی اسرائیل کی بیان ہو رہی ہے''

القرآن آیت نمبر ۱۱ پارہ ۲۲ سورۃ سبا:۔ ہوا کو حضرت سلیمانؑ کے حکم کے تابع کر دیا اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ:۔

۲۷:۔ شانِ نزول، چنانچہ آپ صبح کو دمشق سے روانہ ہوتے اور دوپہر کا قیلولہ اصطخر میں فرماتے جو ملک فارس میں ہے اور دمشق سے ایک مہینہ کی راہ پر ہے۔ اور شام کو اصطخر سے روانہ ہوئے تو شب کابل میں آرام فرماتے۔ یہ بھی تیز سوار کے لیے ایک ماہ کا راستہ ہے۔



تاریخ بنی اسرائیل

فصل نمبر ۲ ، صفحہ نمبر ۱۷۴ تا نمبر ۱۷۶ ، فصل نمبر ۳ ، صفحہ نمبر ۱۷۶ - نمبر ۱۷۵
تفسیر حقانی جلد دوم تفسیر سورۃ بقرۃ ۔
القرآن :۔ وبعث عشرہ نقیبا
ترجمہ :۔ اِن بارہ اشخاص کو روانہ کیا گیا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت دوران سفر فرعون کے ملک سے فرار ہو کر بنی اسرائیل کو لے جا رہے تھے ۔ تو جس وقت دشتِ فاران میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ملکِ کنعان کی جاسوسی کے لیے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے بارہ ۱۲ اشخاص کو روانہ کیا جس میں کالب اور یوشع بِن نون تھے ۔ جس کا شجرہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ملتا ہے ۔ یہ لوگ قادسیہ کے میدان سے روانہ ہو کر ملک کنعان میں آئے اور وہاں کے حالات دریافت کیے ۔ انگور و میوہ جات لے کر چالیس ۴۰ روز کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے انہوں حال بیان کیا ۔ کالب اور یوشع نے کہا وہاں باشندے بڑے قد آور اور بڑے جنگجو ہیں اُن سے مقابلہ کرنا بڑا سخت ہے ۔ جب اسرائیل نے یہ سُنا تو روئے اور سخت گھبرائے ۔ بولے جب تک وہ وہاں سے خارج نہ ہو جائیں ۔ ہم ہرگز نہ لڑیں گے ۔ کالب اور یوشع نے اِن اسرائیلیوں کو تسلی دی کہ اُن لوگوں کا اقبال جا چکا ہے ۔ زمین جس کا تم سے اور تمہارے بزرگوں سے وعدہ کیا تھا ۔ نہایت سر سبز و شاداب ہے ۔ انشاء اللہ فتح پاؤ گے ۔ لیکن اسی دوران بنی اسرائیل نے کہا موسیٰ تم اور تمہارا خدا لڑے ہم نہیں لڑ سکتے ۔ اور نابلس کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کو دفن کیا ۔ کالب یوشع بن نون سردار بنی اسرائیل تھا ۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے اٹھائیس برس بعد یوشع بن نون نے وفات پائی ۔ کنعان جو فتح کرنے کے لیے گئے تھے تو شہر ریحا یوشع علیہ کے دَور میں فتح ہوا ۔ اور بہت سے شہر اسی دور میں فتح ہوئے ۔ بعد از وفات

یوشع بن نون کے فنحاس۔ پوتا ہارون علیہ السلام تخت نشین ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام۔ سلہون گاؤں میں رہائش اختیار کی تھی۔ ملک کنعان میں جو سخیل اور بابلیس کے درمیان ہے۔ بیت المقدس سے تین ۳ میل اور سرنا سے سات میل دُور جس کو پہلے سکم کہتے تھے اور اس کے دو میل کنعان ہے۔ جس جگہ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تھا۔ اور ایک احاطہ بنا ہُوا ہے۔ جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام و حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بکریاں چراتے تھے تو اُن کی عمر سترہ ۱۷ سال تھی۔"

بنی اسرائیل کا زوال

"بموجب تورات صفحہ نمبر ۳۴۹
ایشیائی تحقیق نمبر ۲ صفحہ نمبر ۶۷"

سریانی بادشاہ بخت نصر نے حملہ کر کے سمیریا پر قبضہ کر دیا۔ بنی اسرائیل کو لے جا کر ہرات ہاجر کے علاقہ جو دریائے گازران کے نزدیک ہے۔ اور سینڈیا مجوس کے شہر میں آباد کیا آصف اور افغانہ کے لڑکے سلہریا شام میں رہتے تھے۔ لیکن وہ عزیر اور ارتیال جو موسیٰ علیہ السلام کے دین کے پیروکار تھے۔ بخت نصر نے اُن کو موجودہ علاقہ کو جہاں وہ اب آباد ہیں۔ بھگاریہ اور یہ مشہور ہے۔ افغانوں نے موجودہ غور کا نام شام کی ایک وادی کے نام پر رکھا تھا۔

قارلانک کہتا ہے کہ یہودی دعویٰ کرتے ہیں کہ ۶۳۰ قبل از مسیح بااختر روز ہرات میں مسکن پذیر تھے۔ مسٹر مالیس تحریر کرتا ہے:۔ عبداللہ خان اور دوسرے افغان مصنفین" فرید افغان قوم بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبیلہ کے متعلق سمجھتا ہے۔

سر ولیم جوفر ایک بہت بڑا عالم ہے جس نے ایشیائی سائنس کی بہت بڑی تحقیق کا کام کیا ہے۔ اس نے اِن دس اسرائیلی قبائل کا جو تیرہ سو ۱۳۰۰ سال کے عرصہ سے لاپتہ تھے۔ سراغ لگا

کر افغانستان کے پہاڑوں تک پہنچا یا ہے۔ یہ سراغ اسرائیلیوں کے نشانِ راہ کا پتہ دیتا ہے اور اُس کی راے پر یہ قبائل اپنے مسکن یروشلم اور ارضِ دات یا (ارزلاٹ) سے نقلِ مکانی کر کے آئے ہیں۔ ہیلو کے الفاظ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے بیان کے مطابق اسرائیل کے دس قبیلے قیدی بنائے گئے تھے آخر وہ بھاگ کر ارزلاٹ کے ملک میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ ملک آجکل ہزارہ جات ہے جس کا ایک حصہ عوز ہے۔ اور اب اس کو ہزارہ قوم سے یاد کرتے ہیں۔ لقب اُن کا افغانستان میں مُغل ہے۔

سید جمال الدین افغانی اقوام افغانستان صفحہ نمبر ۱۵ میں کہتا ہے کہ جب سکندرِ اعظم ملک ہزارہ جات سے گزرا تو انہوں نے اُس کا مقابلہ کیا۔ اس جگہ پر شاہ گشتاسپ ایران کے عہد سے اس علاقہ میں آباد ہیں وہ اپنا خراج شاہنامہ والے رستم کو ادا کرتے تھے۔ تاریخ سے ثابت ہوا کہ محمود غزنوی کے عہد سے ۱۰۰۰ سال بہت پہلے یہ ہزارہ جات کے پہاڑی علاقہ میں اپنے قلعوں میں آباد تھے۔ اور بغیر یہودی قوم کے ہجرت کی اور کسی قوم کی ہجرت اتنی تعداد میں تاریخ سے ثابت نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہی قوم ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئی ہے۔

باب سموئیل سے ظاہر ہے کہ بنی بخت کے مورثانِ اعلیٰ، نواب اور عسائیل حضرت داؤد کی بڑی بہن ضروبا کے بیٹے تھے۔ بابل سے آنے کے بعد بیت المقدس کو نئے سرے سے تعمیر کرنے میں اِن لوگوں کی اولاد کا بڑا ہاتھ ہے جو کہ صاف عیاں ہے۔ اشوریوں کے بعد بخت نصر یروشلم سے کتاب، مقدس باب عذرا میں درج ہے۔ سائرس "اخیبرس" شاہ ایران کے فرمان سے قیدیوں کے واپس شدگان میں صرف اِس قبیلہ بخت دلیوشع اور مواب کی اولاد سے ہیں۔ اور جو ۲۸۱۲ افراد تھے۔

ابنِ خلدون صفحہ نمبر ۲۹۳ بحوالہ رحمت خان میں تحریر ہے "مواب حضرت داؤد علیہ السلام کا بھانجا تھا جو سوریا کے نام سے مشہور ہوا۔ داؤد علیہ السلام کا وزیر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ ابتدائی وزیر رہا۔ اُس کی وفات کے بعد یوشع وزیر بنا۔" تاریخ بنی اسرائیل تفسیر حقانی صفحہ نمبر ۲۷۶ ساؤل۔ طالوت اور بنیامین علیہ السلام تھا۔ ۲۵۸ھ موسوی میں کدعون بادشاہ ہوا۔ ابی مالج نے تین سال حکومت کی اور کدعون

نے چالیس برس تک حکومت کی ۔ (رحمت خان صفحہ نمبر ۴۳)

بائیبل کی روایت ہے کہ تھوما جو حضرت مسیح کا حواری تھا۔ ایک مدت تک افغانستان میں تبلیغ کرتا رہا۔ اور بعد میں مدراس چلا گیا اور وہیں فوت ہوا۔ اور میلہ پوری قبرستان میں دفن ہوا۔ جس کی زیارت وہاں موجود ہے۔ اور اُس پر گرجا بنا ہوا ہے۔ یہ بھی تحریر ہے کہ یہ حواری کشمیر میں بھی اسرائیلیوں کے پاس پہنچے تھے۔ سری نگر میں ایک اور اسرائیلی نبی کی قبر یعنی مزار موجود ہے وہاں لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ یہ بھی انکشاف ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تختہ دار کی خبر پھیلی تو ہر ملک سے لوگ بیت المقدس پہنچے۔ جن میں افغان قوم کے نمائندے بھی تھے۔

چنانچہ انجیل مقدس میں رسولوں کے اعمال میں درج ہے۔ باب دوم میں ارشاد ہے :۔

بیت المقدس میں مسافر یہودی تھے ایماندار تھے۔ اُس قوم میں سے جو آسمان کے نیچے آباد ہیں اور جب یہ آواز آئی تو سب اکٹھے ہو گئے۔ اور متفکر ہوئے۔ اس لیے کہ ہر ایک نے سُنا کہ وہ میری زبان میں باتیں کر رہے ہیں۔ سب ہوش وحواس کھو بیٹھے اور حیرانگی کے عالم میں کہنے لگے۔ دیکھو کہ ہم سب جو باتیں کر رہے ہیں گلیلی نے یہ کہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ اپنے مُلک کی زبان سُن رہے ہیں۔ یعنی پارتھیان میدان، طلامیان۔ عراق، یہودیہ، کیدکیر، نپٹس، اسیہ، فروکیہ، بیغمولیہ، مصر۔ آور لیوا۔ جو کرینے کی طرف ہے۔ اور رومی مسافر وبینز مرید کریبان اور عرب۔ ہم اپنی زبان میں اُن سے خدا کے بڑے کارنامے سُن رہے ہیں۔ پطرس اُن گیارہ حواریوں کے ساتھ تھا۔ اپنے بلند آواز میں کہا :۔ اے یہودیو :۔ تم سب بیت المقدس میں جمع ہو، یہ بات سمجھ لو اور دھیان رکھو کہ نصیحت سُن لو اور پھر باآواز بلند کہا: اسرائیلیو یہ باتیں خوب سمجھ کر سُن لو۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔

اس پیام کے حوالے سے جن ملکوں کا ذکر ہوا ہے ان میں وہ علاقے بھی ہیں جن میں قوم افغان یعنی سابق جلاوطن بنی اسرائیلی آباد ہیں۔ جیسا کہ پارتھیان یعنی موجودہ افغانستان آباد ہے اور اس کے ملحقہ علاقہ میں پاکستان میں ڈیرہ۔ باجوڑ۔ یہاں بروا نامی ایک قدیمی قصبہ موجود ہے۔ جو شامی نام ہے۔ اور کیدکیہ موجودہ کبل کہا ہے۔

زمانۂ قدیم کا عظیم الشان شہر دریائے سندھ کے مغربی کنارے اور کوہ ہمالیہ کے

مغربی سلسلہ کی ایک شاخ مہابن پہاڑ کے جنوب مشرق کے دامن میں واقع تھا۔ دریا کے کنارے
پرانے زمانہ کے بادشاہوں کے محلات و کھنڈرات موجود ہیں۔ مگر اب ڈیم بن چکا ہے اور وہ زیرِ
آب ہیں۔ اِن وجوہات سے صاف ظاہر ہے کہ افغان قبائل یا اُن کے ساتھ اکٹھے رہنے والے
دوسرے قبائل بھی بنی اسرائیلی ہیں۔

میری رائے میں مذکورہ مؤرخین کا یہ نظریہ قابلِ اعتماد ہے اس لیے شروان کے
علاوہ وہاں پر میمون، زمند، برلیس، ارمڑ، صافی اور اس کے ساتھ مراغہ بھی اور
بخارا سے مغرب کی طرف شروان وغیرہ کا علاقہ بھی موجود ہے۔ یہ شہر بنی افغان قبائل کا مسکن ہے
جو بخت نصر کے ہاتھوں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور اُسی وقت اُنہی ناموں میں میمونہ
میانہ، برلیس، شروانی یا شیروانی یا سروانی کے یہ قبائل مُلک افغان میں بھی موجود ہیں۔

علاوہ ازیں لاتعداد اسرائیلی نشانات اب بھی پائے جاتے ہیں۔ مراغہ۔ عوزہ۔ مرغہ)
کے متعلق تو اکثر روایت ہے کہ یوسف زئی اور ان کی بستی رفقار کے آباؤ اجداد نے شام سے
جلاوطنی کر کے مراغہ میں سکونت اختیار کی۔ اور اسی کو اپنا وطن بنایا۔ ضلع ہزارہ میں جو اب
ضلع ایبٹ آباد ہے علاقہ تناول میں اور مشرق میں عشرہ۔ کرنا۔ یہ دونوں گاؤں تنولی قبیلہ کی
ملکیت تھے۔ جو کہ اب ڈیم میں آچکے ہیں۔ دوڑ۔ زورنی۔ نطوفیہ اور باغدرہ اور بوقا بھی
شمال مغربی جانب واقع ہے۔ اور اس شہر کے سامنے دریائے سندھ کے اُس پار ٹبل بھواٹ
کے گاؤں بھی آباد تھے۔ یعنی یہ سب گاؤں شامی علاقہ میں اُن بنی اسرائیلیوں کے مسکن تھے اور وہ
جہاں جہاں گئے پرانے تاریخی نام پر اپنی اپنی آبادیاں قائم کیں۔ اور وہی نام رکھے اور اب اس
دَور میں بھی دیگر علاقہ جات سوات، بونیر، تناول ہزارہ میں یہی اسرائیلی قبائل آباد ہیں۔
جو کہ تنولی، جدون، یوسف زئی۔ اتمان زئی۔ طاہر خیلی، علی زئی، ترین اور اما زئی کے
ناموں سے یاد ہوتے ہیں۔ جن کا شجرۂ نسب جدِ حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے
دیگر بھائیوں کے ساتھ نسبت رکھتا ہے۔



بقولِ روشن خان مصنّف تواریخ رحمت خان یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ جس دور میں نادر شاہ دہلی پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہا تھا یوسف زئیوں کے ایک جرگہ نے پشاور میں اُس سے ملاقات کی اور اُسے ایک قلمی نسخہ کتاب توریت عبرانی زبان میں پیش کیا۔ جس سے نادر شاہ اور اس کے ساتھی بہت خوش ہوئے۔ اس کی مزید وضاحت سرخپوش لیڈر قاضی عطاء اللہ خان نے اپنی تصنیف "پختو تاریخ" میں کی ہے۔ علاقہ یوسف زئی پر نادر شاہ نے کچھ تعرض نہ کیا اور اس کی فوجیں نہایت خاموشی سے اٹک پار کر گئیں۔ یہ واقعہ ۱۷۳۹ء کا ہے۔ (تواریخ رحمت خان صفحہ نمبر ۲۸۲)

شہنشاہ تاتار نے ایک خط میں قسطنطنیہ اور شام کے شہنشاہ (ایکس کام نی نس) (کمیلی نس) نے اپنے ملک تاتار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اس دریائے جیحون کے پار بنی اسرائیل کے دس قبائل رہتے ہیں۔ جو اگرچہ اپنے بادشاہ کے ماتحت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ ہماری رعیت اور غلام ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اسرائیلیوں کے دس قبائل اور یہودا کے دو قبائل نے نینوا اور بابل کے حکمرانوں سے بہت تکالیف برداشت کیں۔ اور ان قبائل کو بڑی تعداد میں قیدی بنا کر خراسان اور ایران کے مختلف مقامات پر آباد کیا گیا۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات کی نشاندہی کر دی جاوے۔

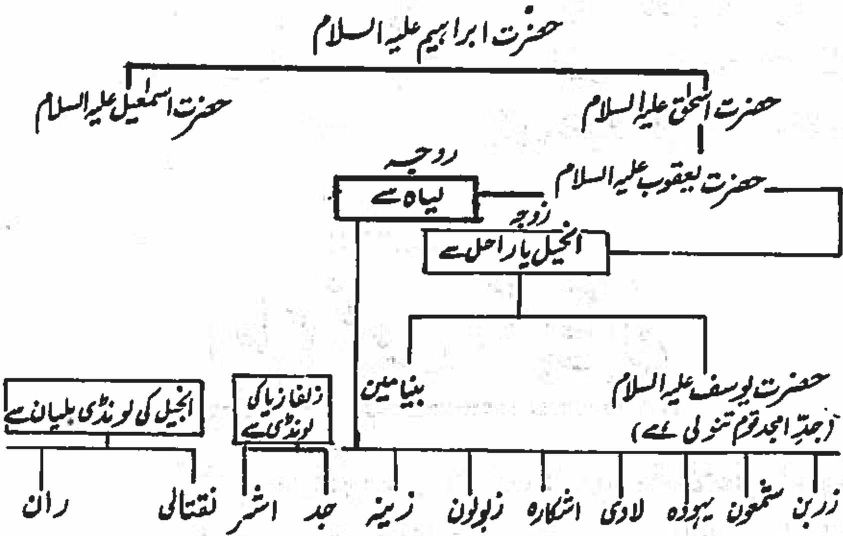
اسرائیلی نبیوں کے قبرستان

بلخ خراسان کا سب سے بڑا شہر تھا۔ اس کے سات دروازے تھے ان میں ایک کا نام ہندوان تھا۔ اور ایک کا نام باب یہودا تھا۔ جہاں پر فرقیل نبی کی قبر ہے جو وہاں پر آباد جلاوطن اسرائیلی قیدیوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ انہوں نے تمام عمر وہیں گزاری اور رُشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ ابنِ بطوطہ نے ذکر کیا ہے کہ ہم نے ان مقامات کی زیارت کی ہے،،

ایک اور نبی کے متعلق جغرافیہ، خلافت مشرقی میں درج ہے۔ "ساوہ کا شہر جو رَان اور مروے کے وسط میں خراسان والی شاہراہ پر واقع تھا اور چار میل مغرب میں سماول نبی کا مزار ہے،،

مصنف مزید وضاحت کرتا ہے کہ کیقباد ۔ کمبوجیہ ۔ برخورش ۔ بنی اسرائیل کے انبیاء ۔ قزقیلؑ و الیاس اور سماول علیہ بیک وقت موجود تھے ۔ الیاس نبی جو غازی پیغمبر کے نام سے مشہور ہے باجوڑ کے جنوب میں علاقہ اتمان خیل کے رنگ برنگ میں دفن ہے جو کہ بہت مشہور ہے اسی طرح دوسرے اسرائیلی انبیاء علیہ السلام کی قبور علاقہ بونیر میں ایک باچ کھٹہ اور دوسری لیگا نڑی کے مقام پر موجود ہیں۔ اس زمانہ میں بھی لوگ اُن کے مزاروں پر اظہار عقیدت کے لیے آتے ہیں۔ ایک پیغمبر کا مزار تمرگرہ سے تین میل کے فاصلہ پر کہنہ ڈھیر کے راستے پر موجود ہے۔

شجرۂ نسب بنی اسرائیل



شامی علاقہ جات :۔ کے نام موجودہ صوبہ سرحد :۔ سوات تناول ۔ یوسف زئیؒ مردان اور بونیر وغیرہ ہیں۔ لنطوعہ ۔ باغدرہ ۔ دوڑو ۔ دربند ۔ کرنا ۔ اشرہ ۔ لوقا ۔ منارہ ۔ زویا ۔ زروبی ۔ شیوا ۔ انیم ۔ خندف ۔ گندف ۔ کرخ ۔ کرغ ۔ جلالہ یا جلاہ ۔ لورا ۔ سلورا ۔ بارماہ ۔ دن ۔ قانا اور غوربند جو کابل میں بھی ہے ۔ براندی یا براندو یہ ندی علاقہ تناول میں ہے ۔ حسن زئیؒ عمازئیؒ کے ساتھ ہے اسے برندو کا کھٹہ کہتے ہیں ۔ ریلہ ۔ ایلم ۔ روسرا ۔ جوڑ ۔ باجوڑ ۔ قراقر ۔ یاکڑاکڑ ۔ صیدا ۔ صیدو ۔

دِیر۔ ملکا۔ خلخال۔ قالونہ۔ تمرگڑھ۔ منڈا۔ برور۔ باقر۔ کیارہ۔ شکر گاہ۔ کلالہ (بحوالہ تاریخ رحمت خان حواش روشن خان)

لوٹ :۔ اِن ناموں کے گاؤں اب موجودہ سوات۔ مردان۔ صوابی۔ ہری پور۔ تناول اور باجوڑ وغیرہ میں موجود ہیں۔

قبائل نے اپنی شام کی یاد سے گاؤں کے یہ نام تجویز کیے۔ یا موجودہ قبائل جو سلطان محمود کے دَور میں یہاں موجودہ صوبہ سرحد کے علاقہ میں آباد ہوئے ہیں۔ اِن میں تنولی۔ گدون یعنی جدون۔ سواتی یوسف زئی کی مختلف شاخیں بھی یہاں اسی علاقہ میں اَب بھی آباد ہیں یہی اسرائیلی قبیلہ کو اپنا قبیلہ تسلیم کرتی ہیں۔

اُنہوں نے یہ نام اپنی تاریخی یاد کے لیے رکھ لیے ہوں گے جس طرح درّہ تانال کی نسبت سے تاریخی یاد کے حوالے سے تنولی قبیلہ منسوب ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات سے مؤرخ کا جو مدعا ہے بقولِ مراد علی شاہ مصنّف "تاریخ تنولیاں"، کہ حضرت یوسف علیہ السلام تنولی قبیلہ کے جدِ امجد ہیں۔"

القرآن :۔ مدینہ منوّرہ کے اہلِ یہود نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام شام سے مصر جانے کے کیا واقعات ہیں۔ تو اُس وقت بذریعہ وحی سورۃ یوسف میں یوں اظہار ہوا۔ جیسا کہ قرآنِ مقدس سورۃ یوسف ہوئی اس بات کی وضاحت ہوئی۔ جب مسلمان قرآن شریف تلاوت کرے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی امتیازی شان عیاں ہو جاتی ہے۔ مصر سے شام کی طرف ہجرت کے واقعات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

"حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند تھے (حضرت یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ[12] بیٹے تھے جس کا مختصر سا شجرہ پچھلے صفحہ پر تحریر کر دیا ہے)

واقعات یوں ہیں :۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کل چار شادیاں کی تھیں۔ چاروں شادیوں سے کل بارہ لڑکے تھے حضرت یوسف علیہ السلام و بنیامین علیہ السلام دونوں سگے بھائی تھے۔ جس کی بناء پر حضرت یعقوب علیہ السلام اُن سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ بنا بریں باقی سوتیلے بھائی تھے وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرنے لگے۔ یہودا اُن کا سردار تھا انہوں نے قتل کا

بن یہودا نے مشورہ دیا کہ قتل نہ کریں۔ بلکہ کوئی اور ایسا طریقہ اختیار کریں کہ یہ بخود ختم ہو جائے۔

ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھی تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کی۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تاکید کی کہ یہ کسی اور کے سامنے بیان نہ کرنا۔ بہرحال اُن کے بھائیوں کو علم ہو گیا۔ خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا چاند اور ستارے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں تو ایک دن سب بھائی منصوبہ بنا کر حضرت یعقوبؑ کے پاس آئے کہ ابا جان ہم شکار کے لیے جا رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارا چھوٹا بھائی حضرت یوسف علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ شکار کے لیے جائیں۔ ہمیں خوشی حاصل ہو گی حضرت یعقوب علیہ السلام نے بعد اصرار حضرت یوسف علیہ السلام کو اجازت دیدی۔ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ایک قمیض تھی جو حضرت ابراہیمؑ کی تھی۔ جو ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالتے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے لاکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنا دی تھی۔ اس قمیض کی تشریح سورۃ یوسف میں موجود ہے۔

قصہ مختصر جب بھائی شکار کے لیے چلے گئے تو وہاں پر حضرت یوسف علیہ السلام کو مارنے پیٹنے لگے۔ جب زیادہ زدوکوب کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا:۔ ظالمو مجھے کیوں مار رہے ہو آخر میرا قصور کیا ہے؟ تو یہودا نے بھائیوں سے کہا کہ کیا تم نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم ماریں گے نہیں یعنی قتل خود نہیں کریں گے۔ پھر سب نے مشورہ کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑے نکال کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ جب تھوڑا نیچے گیا تو رسی کاٹ دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے کوئی گزند نہیں پہنچی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلامؑ کنوئیں میں آکر حضرت یوسف علیہ السلام کو تسلی دی۔ تین روز کے بعد ایک قافلہ وہاں پر پہنچا۔ کنوئیں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول ڈالا۔ اور حضرت یوسفؑ کنوئیں سے ڈول کے ذریعے باہر آگئے۔ قافلہ والوں کو حیرت و مسرت ہوئی۔ بعد میں تین دن کے بعد پھر اُن بھائیوں سے قافلہ والوں کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے ہمیں دیا جائے۔ لیکن قافلہ والے انہیں روپے دیکر یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے کر عازم سفر ہو گئے۔ اُدھر بھائیوں نے واپس گھر جا کر حضرت یعقوبؑ

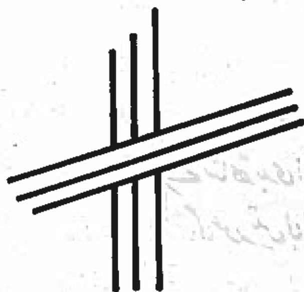
کی خدمت میں عرض کی کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ اور خون آلود قمیض بھی باپ کی خدمت میں پیش کی تو باپ نے کہا کتنا اچھا بھیڑیا تھا کہ میرے یوسف کو کھا گیا لیکن قمیض کو کوئی چیر پھاڑ نہیں کیا۔ اچھا میں صبر کرنے والوں میں سے ہوں۔ اِدھر حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ عزیزِ مصر اُن کو خرید کر لے جاتا ہے۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا حضرت یوسفؑ پر فریفتہ ہو جاتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دھوکہ دے کر ایک کمرہ میں جس کے دروازے بند کر دیتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو مجبور کرتی ہے کہ میرے ساتھ وصل کریں۔ لیکن یوسفؑ انکار کرتے ہیں اور کمرے سے باہر جاتے ہیں پیچھے سے بی بی زلیخا اُن کا کُرتہ پھاڑ لیتی ہے دروازے کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام سے زلیخا کے خاوند کا اچانک ملاپ ہوتا ہے۔ تو بی بی زلیخا کہتی ہے کہ ایسا غلام رکھا ہے کہ جس نے میرے ساتھ بدی ارادہ کیا ہے۔ جس پر حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں قید رکھا جاتا ہے۔ گاؤں کی عورتیں بی بی زلیخا کو طعنے دیتی ہیں تو اس بناء پر بی بی زلیخا نے ایک دن دعوت کا اہتمام کر کے حضرت یوسفؑ کو بھی جیل سے لاتی ہیں اور گاؤں کی اُن عورتوں کو بھی دعوت میں شریک کرتی ہیں۔ جس وقت وہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام پر نگاہ کرتی ہیں تو اُن کے ہاتھوں میں چھریاں جن سے وہ پھل کاٹ رہی تھیں جب اُن کی توجہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف ہوتی ہے تو سب اپنی انگلیوں کو کاٹ لیتی ہیں۔ تو اُس وقت بی بی زلیخا نے اُن عورتوں سے کہا کہ آپ نے اپنی انگلیاں کیوں کاٹی ہیں تو انہوں نے کہا واقعی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف آپکا مائل ہونا فطری امر تھا۔ ہم ابھی کچھ نہیں کہیں گے۔

عزیزِ مصر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوتی ہے تو سب مل کر کہتی ہیں کہ ہم نے یوسف کو پاکدامن پایا بالعد میں عزیز مصر کو خواب آتی ہے تو اُس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کے سوا کوئی نہ کر سکا۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے رہا کر کے عزیز مصر اُن کو اپنی وزارتِ عظمےٰ اعطا کرتا ہے۔ قحط کے دوران ہی بھائی غلّہ کے لیے مصر آتے ہیں اُن کو غلّہ دیا جاتا ہے اور ساتھ بنیا مین بھی آتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کو معاف کر دیتے ہیں اور حضرت یعقوبؑ بھی بمع اپنی سب اولاد کے اپنے فرزند سے ملاقات کرتے ہیں۔ اور وہاں مصر میں سکونت اختیار

کر لیتے ہیں۔ حتی کہ اُس کے بعد اُن کی جتنی اولاد ہوئی وہی سب اسرائیلی نام سے یاد کی جا
یہ شانِ امتیاز حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے جن کے بارے میں قرآن مقدس
میں سورۃ یوسف نازل ہوئی جس واقعہ کو خداوند کریم نے بہترین قصہ قرار دے کر اپنے محبو
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی بتایا۔

وہ واقعہ الہامی کتاب میں محفوظ ہے اور قوم تنولی کی یوسفی خون سے نسبت
حکمرانی وسطوت، شجاعت و مروت ورثہ میں ملی ہے۔



بنی اسرائیلیوں کے حالات کا مختصر جائزہ

آیت شریف سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۶۸، القرآن:۔ و قطعنا ھم فی الارض امماً منھم الصالحون و منھم دون ذلک و بلونھم بالحسنت والسیات لعلھم یرجعون۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے انہیں الگ الگ کر کے زمین میں متفرق کر دیا کچھ اُن میں سے نیک صالح اور کچھ اُس کے خلاف غیر صالح اور ہم نے انہیں اچھی اور بُری دونوں طرح کی حالتوں میں آزمایا تاکہ وہ بدعملیوں سے باز آجائیں۔

اس آیت کریمہ سے وضاحت ہوگئی جیسا کہ قابلِ غور بات ہے کہ اسی قوم بنی اسرائیل میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء مرسلین گزرے ہیں۔ اور اسی قوم میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے بھائیوں کی ایذا رسانی کی جنگ و جدل کی اور اب بھی اسلام کی نعمتِ عظمٰی سے محروم ہیں۔ اب بھی مشرق و مغرب میں وہ کونسی قوم ہے۔ دُنیا کے تمام خطوں میں زیادہ قبائل اور خاندانوں میں منقسم ہوئے۔ اور اتحاد و تنظیم سے محروم ہوئے یا وہ کونسی قوم ہے جس کے افراد نے دُنیائے عرب و عجم ایران و خراسان بخارہ، سندھ وغیرہ پر حکومت کی ہے جن کے نشانات کے متعلق بستیاں، پہاڑ اور دریا وغیرہ گواہی دے رہے ہیں۔ یہی بنی اسرائیل ہیں اور اس قوم کے قبائل افغان، پٹھان، جدون، تنولی، سواتی خود اپنا دعویٰ اسرائیل کی اولاد ہونا ثابت کرتے ہیں انہوں نے نہ تو اپنے آپکو آرین کہا، نہ برہمہ کہا اور نہ ارجن یا راڑ وغیرہ کسی بادشاہ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ یہ تمام قبائل اس بات پر متفق ہیں کہ ہم بنی اسرائیلی ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کس بناء پر بعض مورخین دوسرے کے گھر میں نکتہ چینی کر کے انہوں نے کبھی ہندوؤں، بت پرستوں یا آرین بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ افغان مورخین نے اسی نسبت سے کتابیں اس جواز میں تحریر کی ہیں کہ ہم بنی اسرائیلی ہیں۔

"تاریخ رحمت خان"، میں پٹھانوں کی اصلیت اور حسب ونسب کے متعلق موجودہ دور کے ایک نامور مؤرخ جناب روشن خان نے یہ حقیقت آشکارا کردی ہے کہ افغان یا اُن کے ساتھ کے قبائل بنی اسرائیلی ہیں اور بنی اسرائیلی جلاوطن جو لاکھوں کی تعداد میں افغانستان، خراسان اور ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ الغرض میں نے زیرِ نظر کتاب میں تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ جتنے افغان قبائل اپنے آپ کو بنی اسرائیل کی اولاد سمجھتے ہیں حق بجانب ہیں۔ افغان مصنفین بھی اِس بات کی تصدیق کی ہے یہ قبائل سب بنی اسرائیلی ہیں۔

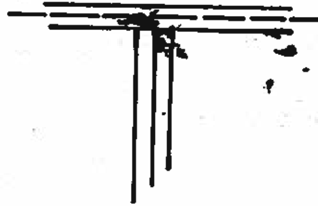
افغان لقب کی تشریح

افغان بہت پرانا نام ہے۔ سب سے پہلے اُس کا ذکر ابو لعدار تصنیف نمبر ۲۰۰ جلد نمبر ۳۲ و نمبر ۱-۲ میں نمبر ۸۶۸ میں ملتا ہے جو "اسلامک کلچر حیدر آباد دکن" میں محفوظ ہے الیمینی نے اپنی تاریخ یمنی میں لکھا ہے کہ سبکتگین نے افغان اور خلجی قوموں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا۔ جس کی تصدیق "تاریخ فرشتہ" بھی کرتی ہے سلطان محمود جب قنوج کو فتح کرکے واپس آیا تو اُس نے شاہراہ عدم کی ڈاکو قوم افغان پر حملہ کیا اور بہت سے سرداروں کو قتل کیا اور واپس غور چلا گیا۔ بہیقی (ساتویں صدی ہجری کی تصنیف ہے) کے صفحہ نمبر ۲۱۶ میں افغان شال کا نام لیا روضتہ الصفاء کے مصنف (آٹھویں صدی ہجری کی تصنیف ہے) نے تحریر کیا ہے کہ سبکتگین نے افغانوں کے ملک کو فتح کیا۔

ابنِ بطوطہ نے بھی افغان قوم کا یوں ذکر کیا ہے۔ ملفوضاتِ تیموری ظفر نامہ میں تحریر کیا ہے کہ تیمور نے افغان اقوام کے ملک کوہ سلیمان ہے۔ تخت و تاج کیا۔ افغان فارسی لفظ ہے۔ اور افغان کی مشتق معلوم ہوتا ہے لیکن افغان اور اوغان خود کسی لفظ

سے مشتق ہیں۔ ان دونوں الفاظ کا مقصد غالباً پہلوی لفظ اوگان ہے۔ سب سے پہلے ابوالفداء نے اپنی عربی تاریخ میں ۲۵۵ھ ہجری ۸۴۹ء میں لفظ افغان استعمال کیا جو افغان پہلوی کا مقرب ہے۔ اس لفظ کو ترکی میں اوغان پکارتے ہیں۔ (ابن بطوطہ تاریخ "صفحہ ۸۰ بعداللہ ص۱۸ بحوالہ تذکرہ صفحہ نمبر ۶۵ روشن خان")

پشتو زبان کے مشہور ماہر مسٹر راورٹی نامی ایک انگریز اپنی کتاب "افغانی انگلش ڈکشنری" میں لفظ افغان کی تشریح کے ضمن میں ان خیالات کا اظہار کرتا ہے افغان اُس طاقتور قوم کا نام ہے جو افغانستان میں رہائش پذیر ہے۔ اور غالباً اسرائیلی قبائل کی اولاد ہے۔ جو گمشدہ تھے۔ متذکرہ بالا کتاب میں جو دلائل درج ہیں۔ تاریخ کا ہر طالب علم اس بات پر اتفاق کریگا کہ افغان قوم کے مختلف قبائل پٹھان۔ افغان۔ جدون ترین دلازاق تنولی سواتی یوسف زئی۔ علی زئی اتمان زئی بنی اسرائیل کے نسب سے ہیں۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لوگ جو اصوری شاہان کے مظالم کا شکار ہو کر وقتاً فوقتاً جلاوطن ہونے کی صورت میں یہاں آباد ہو گئے اور ان میں ایک تنولی قبیلے کا تاریخی پس منظر بنی اسرائیلیوں کے آباؤ اجداد کا مختصر جائزہ اور اسرائیلی نام موسوم ہونا مصنف کتاب ہذا کا اصلی مقصد ہے۔



بنی افغان

۱:۔ "جمہور مؤرخین را اہلِ سیر افغانہ را از نسلِ ساول بادشاہ اسرائیل و از سبط بنیامین می شمارند۔ چوں یعقوب علیہ السلام را یک سال کنعان گذشت۔ بنیامین متولد گشت ہمازماں مادرش واصل بعالم بقاء مشافتہ بنابریں بنیامین موسوم گشت۔ بنیامین بلغتِ عربی مادر مردہ را می گویند۔"

۲:۔ باالتفاق مورخین اہلِ اسلام و اہلِ کتاب ملک طالوت پادشاہ عظیم الشان اسرائیل از بنیامین بودہ است۔ وان چہ بعض مؤرخین طالوت را از نسل یہودہ و زمرہ از نسل لاوی بن یعقوب علیہ السلام زعم نمودہ اند۔ روایت ضعیف است۔

۳:۔ قیس پدر ملک ساوٗل بقلبِ ملک طالوت خردے بود از بنی اسرائیل بقولِ جمہور مؤرخین راہلِ سیر از سبط بنیامین بوٗد۔

۴:۔ ملک طالوت معہ دہ پسران شریک حال و اثمال متوجہ حرب کفار شرو بملک جباران دوراندہ محاربہ می نمود تا ملک و پسرانش شہادت رسیدند و بقول التوجہ و عزیز آنجا درگاہ ایزدی شد۔ حضرت داوٗد بادشاہ مستقل بنی اسرائیل شد۔

۵:۔ اصف بن برخیا را چند فرزندان و افغان بن ارمیاہ را ہژدہ پسران عطا فرمودہ حق تعالیٰ اولاد و اصغار افغان را آں قدر کثرت داد کہ خیل و قبیلہ علیحدہ گشت موسوم بنی بنی افغان شدند۔ ص۱ تواریخ خورشید جہان۔" (صفحہ نمبر ۳۶، ۳۷، ۳۹، ۴۴، ۴۷)

۱:۔ از کثرت قرب ایں طائفہ افغان را سلیمانی می گویند۔ بعد وفات حضرت سلیمانؑ اصف افغان پسرش رحبعام را بر تخت سلطنت نشانیہ تا آخر ایام زندگی در بیت المقدس و شام و روم صاحب اختیار ماندند۔

۲ :- اصف و افغان وفات کردند- بعد وفات لوحبام اپنا حکم شد- و درمیان سبط یهودا و بنیامین سه سال ریاست کردند- اما از دین موسی برگشته بت پرستید نیز بنی اسرائیل را بت پرستی ترغیب کرد- بعد وفاتش چون استامام قائم مقام او شد- تجدید شریعت موسوی پرداخته- اکثر بنی اسرائیل ترک بت پرستی کردند- راجه هندوستان برج نام بالشکرے لبسیار متوجه بیت المقدس گشت- مردم از بنی اسرائیل مقابل گردیدند- راجه برج از راهِ آب را کشتی بملکت- خورد و قرار نباد- درمیان دریا غرقاب گشت- چون رجان حریفان- ملقب- صدقیاه بادشاه شد- درعهد سلطنت او قتل را سیر و جلاوطنی بنی اسرائیل پیدا شدند- سخنت حاکمے که بر شهر بیت المقدس لشکر کشید- ملک جزیره لنگر نام بود و بخت نصر کاتب و منشی لنگر بود الالشکر و سپاه او به بارے هلاک شد- پسر لنگر پدر خود را بقتل رسابنده قابض مملکت پدر گشت- اما بعدا ند که نصر بخت او را بحیله از میان برداشته خود بر بادشاهی متعرف گشت (لنگر شاه موصل روائی آزربائیجان بود)

۳ :- بعد از وفات سخادیب در بابل بخت نصر بحکم و وصیت او قائم مقام شد و بلپس ازان که صدقیاه رحلت نمود بنی اسرائیل بادیگر فسق و فجور آغاز نهادند- لاجرم خداوند بخت نصر کلواقی را که بادشاه بابل بود- برایشان گماشت و بخت نصر از اولاد گور از سپه سالار کنیجر و بود-



۱ :- بنی اسرائیل تاب معاونت در خود ندیدند- در اند که فخاریه مغرور و منهدم شدند- در این حالت آن سفاک، بیباک جمع کثیر از ایشان لعبل رسانیده و گروه بے راز از ایشان که از سبط یهوده و بنیامین بودند- اسیر نموده- باقی تمام مردم اثنا عشر قوم افغان و اصف که شاخ بنیامین از یک سخت از بیت المقدس و شام جلاوطن شدند- قبائل ان گروه بنی افغان بنی اصف بودند- دو نیار سخت ممالک عجم شده- تا رفته بولائیت خراسان رسید- در جهان شاخه و شاداب نمود و ساحر و فیروزه در جوار مردم نسل ضحاک تازی که از عهد تسلط فریدون بر ضحاک و قومش از ملک فارس گریخته- درین جهان مذکوره شخص و مقیم گشته بودند سکونت پذیر شدند-

ص۱: چوں بخت نصر کلواتی بر شہر بیت المقدس و بلاد شام استیلاء نمودہ۔ ارادہ بر
قتل و اسیر غارت دوزادہ تن بنی اسرائیل گماشت۔ ازاں جملہ بنی آصف و بنی افغان و نیز مردم
قلیل از سائر اسباط۔ از قہر آں ظالم جبار۔ فرار۔ اختیار، نمودہ معہ اہل عیال و اموال از
زمین اقدس و ولائت شام بر آمدند۔ متوجہ ممالک عجم شدند و رفتہ رفتہ خود را بکوہستان۔ غور
ساخر و فیروزہ رسانیدند۔ در لوار مردم نسل ضحاک جابجا سکونت کردند۔

(ص۱ تواریخ خورشید جہاں صفحہ نمبر ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۶۴)

"اصل میں بنی اسرائیلی ہیں"

سرداران تمام افغان کہ اسامی اوشان دلا کتب تواریخ بدیں ترتیب منظور است
سرداران تمام افغان کے اسامی ارشان در کتب تواریخ ماخوذ خورشید جہاں صفحہ نمبر ا و ۴ ،
۵۳۰ و ۶۴ و ۶۵ و ۶۸۔

ملک خانو۔ ملک عامو۔ ملک داؤد۔ ملک یحیٰی۔ ملک محمود۔ ملک عارف۔ ملک غازی
ملک شاہو۔ ملک احمد۔ با۔ با دروازہ ہزار سوار۔ اہل افغانستان حاضر خدمت سلطان محمود
غزنوی بن سبکتگین شدند۔ سلطان محمود ۱۰ شعبان ۴۱۳ھ متوجہ سومنات گشت۔ از عون
عنایت علی (مظفر گشت)

۴:۔ سیما اوّل بنی اسرائیل بودند۔ بعد ازاں افغان و عرب و ایشان را مطلق سلیمان
شدند۔ در عہد بر آں حضرت بعد عطا شو۔ لقب۔ لبطان و قیس عبدالرشید پٹھان گفتند در
سلطنت بن امیہ پشتون یافتند اکنوں۔ نارسیاں۔ ایشان را علی العموم افغان و عرب۔ ایشان
را در مطلق سلیمانی۔ نامند و ہندیاں پٹھان مے خواہند در افغانستان پشتو گفتہ مے شود۔ در
قدیم الایال اول نام ایشان۔ بعد از سلیمانی در فارس افغان در ہندوستان پٹھان در افغانستان
پشتو مے سود پہچان زبان ایں قوم بہ افغانی۔ بہ سلیمانی پشتو است در عہد سلیمانی پیدا شدہ آمد از
درہ تانال۔ تناولیاں شدند۔ بقولِ اخون درویزہ صاحب

ے مردمان تناولیاں از درہ تانال آمدند ؎ از مردمان صاحب جرأت و شمشیر زن ہستند

باب دوم

تنولی قوم تاریخ کے آئینے میں

شمال
بحر بنطس
قزل احمدلی
عثمانلی
قراسی
صاروخان
آیدین
منتشا
حمید
شام
بحر روم
صوبهٔ جزیره
نقشهٔ صوبهٔ روم

طلوعِ اسلام افغانستان میں

(بحوالہ تاریخ فرشتہ صفحہ نمبر ۲۳ جلد اوّل)

اوّل جس شخص نے کہ اربابِ اسلام سے ہندوستان کی سرحد میں قدم رکھا اور وہاں کی رعایا کے ساتھ غزا کیا (مہلب بن ابی صفرہ ہے) ۲۶ھ میں عبداللہ بن عامر بصرہ کا حاکم تھا اور امیرالمومنین کے حکم سے فارس کی سمت کے وہاں کی رعایا نے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی کی وفات کے بعد نقضِ عہد پر کمر باندھی تھی۔ فوج فتح موج لے کر مظفر اور منصور بصرہ کی طرف معاودت کی اور ۳۰ھ میں امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی نے ولید عقبہ کو شرب و درم کے سبب کوفہ کی حکومت سے معزول فرمایا۔ اور سعید بن العاص کو اُس کا قائم مقام بنایا۔ اور سعید اسی سال طبرستان کی طرف روانہ ہوئے اور امیرالمومنین حضرت امام حسن رضی اور امام حسین بھی اس یورش میں تشریف رکھتے تھے۔ اور اُن کے قدوم فیض کی برکت سے ولایت جرجان کا دارالملک استرآباد میں مفتوح ہوئی۔ اور جرجان کے آدمیوں نے صلح کے عوض دو لاکھ دینار پیش کئے اور خود دولت اسلام سے مالامال ہوئے۔ اور اپنے مکانوں میں آباد ہوئے۔ ۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر امیرالمومنین حضرت عثمان رضی کی طرف سے خراسان کی فتح کے واسطے مقرر ہوئے۔ اور لشکر گران سے کرمان کے راستے خراسان کی طرف عازم ہوئے۔ اور مقدمہ لشکر پر حنیف بن قیس تھے۔ چنانچہ انہوں نے سبتان اور کوہستان اور نیشاپور کو مسخر کیا اور طوس کے مردوان نے بھی اُن سے موافقت کا دم بھرا اور سرخس، ہرات، بادغیس، غور غرجستان، مرو اور طالقان بلخ بھی مسلمانوں کے تصرف میں آیا۔ اور عبداللہ کو جب تائید الٰہی سے کچھ عرصہ میں فتوحاتِ کلی حاصل ہوئیں تو قیس بن ہاشم کو خراسان میں اور حنیف بن قیس کو مرو، طالقان اور نیشاپور میں خالد بن عبداللہ کو ہرات، غور اور غرجستان میں والی مقرر کیا اور عبداللہ نے خود طواف کعبہ کا حرم باندھا اور حجاز کی طرف متوجہ ہوا ۳۲ھ میں عبدالرحمان بن ربیعہ حضرت عثمان رضی کے حکم

سے بلخ کے جہاد کو گئے تھے۔ بہت سے مسلمانوں سمیت جامِ شہادت نوش کر کے جنت کو سدھارے بقیتہ السیف کا پائے ثبات جگہ سے ہل گیا اور جبلان اور جرجان کی طرف روانہ ہوئے اور اسی سال قارن فائے کہ امرائے عجم سے تھا جب اُس نے دیکھا کہ عبداللہ بن عامر حرمین الشریفین ، ذار ہما، مرو طبس اور سرخا کی زیارت کو روانہ ہوا۔ اور خراسان کا میدان سواران اسلام سے خالی ہے۔ چالیس ہزار مرد مرو طبس اور ہرات ، بادغیس اور قہستان عزر سے فراہم کر کے مسلمانوں پر خروج کیا۔

اور عبداللہ بن حازم نیشاپور میں حنیف کے ساتھ مقیم تھے فقط چار ہزار مرد سے اُن کا شہر کا رُخ کیا اور اِسی حسنِ خدمت اور مساعی جمیلہ کی برکت سے خراسان کی حکومت پر سرفراز ہوئے۔

۴۲ھ میں معاویہ بن ابی سفیان نے زیاد بن ابیہ کو بصرہ اور خراسان اور سبستان کا حاکم مقرر کیا اُس برس عبدالرحمان بن سمرہ نے زیاد کے حکم کے موافق کابل فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو مطیع کیا اُس عرصہ میں مہلب بن ابی صفرہ امرائے عرب کے کبار سے تھا۔ مرو کے اطراف قابل اور زابل ہندوستان میں آیا۔ وہاں کے کفار سے جہاد کر کے دس بارہ ہزار ہندی اسیر بنائے۔ اور رفتہ رفتہ صدقِ دل سے اقرار کر کے مسلمان ہوئے ۵۳ھ میں طاعون زیاد بن ابیہ کی انگلی میں زخم آئے۔ صدمہ سے جانبر نہ ہوا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد معاویہ نے اس کے فرزند عبداللہ کو کوفہ کی امارت پر مقرر کیا۔ اسلم بن زراعہ کلابی کو خراسان کی امارت پر روانہ کیا ۶۲ھ میں یزید بن معاویہ رضؓ نے مسلم بن زیاد کو حکومت پر تعینات کیا۔ اُن لوگوں میں سے یزید نے مسلم کے ہمراہ کئے تھے۔ مہلب بن ابی صفرہ بھی تھا۔ اور مسلم نے اپنے چھوٹے بھائی یزید بن زیاد کو سبستان کی امارت پر بھیجا جب اُس نے سُنا کہ قابل کے نے تمرد کر کے ابوعبیدہ بن زیاد کو ان کا حاکم تعینات کیا ہے لہذا لشکر جمع کر کے اہلِ کابل کے محاربہ کو متوجہ ہوا۔ اور جنگ عظیم معرکۂ شدید کے بعد ہزیمت کھائی۔ اور ایک جماعت کثیر قتل ہوئی۔ اور جب یہ خبر مسلم بن زیاد کو پہنچی تو طلحہ بن عبداللہ بن حنیف خزاعی کو طلحہ الطلحات مشہور ہے۔ کابل کی طرف روانہ کیا اور اُس نے جا کر ابوعبیداللہ کو پانچ لاکھ درہم دے کر کابلیوں کی قید سے نجات بخشی۔ اس کے بعد مسلم نے

سیستان کی حکومت طلحہ کو ارزانی رکھی۔ اور غور اور بار غیس کی فوج کابل کی طرف بھیجی۔ وہاں کے باشندوں کو جبراً و قہراً فرمانبردار و مطیع کیا۔ اور خالد بن ولید جس کو بعض کہتے ہیں کہ نسل خالد بن ولید سے تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ابو جہل کی نسل سے ہے کے خوف سے معہ اہل و عیال اور ایک جماعت مردم عرب سے ایمانِ کابل کی ہدایت سے کوہِ سلیمانی پر ملتان اور پشاور کے درمیان میں واقع ہے جا کر متمکن ہوا۔ اور اپنی بیٹی ایک افغان معتبر کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا تھا حبالہ نکاح میں لایا۔ اس لڑکی سے بہت فرزند متولد ہوئے۔ اُن میں سے دو اشخاص مزید شہرت کے ممتاز ہوئے۔ ایک لودھی اور دوسرا سور اسی جماعت سے ہیں۔" القصہ افغانان مسلمان کا گروہ ،، زراعت و تحصیل مائدہ معاش میں مشغول ہوئے۔ اور خداوند۔ اسپ و گوسفند بسیار ہوئے۔ اور ہمراہ اہلِ اسلام جو محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کے راستہ سے ملتان میں آکر متمکن ہوئے (رابطہ آشنائی) اور ضابطہ آمدہ شدہ کا بہم پہنچایا۔

۱۴۳ھ میں جب اُن کی اولاد کثرت ہوئی تو کوہستان سے نکل کر مواضع معمورہ ہندوستان پر مثل کرماچ اور پشاور اور شنوران پر متصرف ہوئے۔ لاہور کا راجہ جو اجمیر کے راجہ سے قرابت رکھتا تھا۔ اور افغانوں کے خلاف ایک ہزار کے لشکر سے حملہ آور ہوا۔ افغانوں نے سخت مقابلہ کیا۔ اور لاہور کے راجہ نے دو ہزار سوار اور پانچ صد پیادہ لشکر سے افغان مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اُس وقت خلیج۔ غور اور کابل کے افراد زیورِ اسلام سے مزین ہو چکے تھے مسلمان افغانوں کی امداد واجب اور مفروض سمجھ کر چار ہزار مرد مقابلہ کو آئے۔ ستر بار حملے کر عاربات میں غالب آئے۔ اور موسمِ سرما میں راجہ کا بھتیجا لشکرِ تازہ و جرار لے کر اس طرف متوجہ ہوا اور اس مرتبہ بھی اہلِ کابل [illegible] خلیج بدستور سابق افغانوں کی کمک کو پہنچے اور کرماچ [illegible] پشاور کے درمیان فریقین نے داد جواں مردی کی داد دی کبھی کفار جنگ پشالے کوہستان تک پسپا کرتے تھے اور گاہے بگاہے اہل اسلام شیر کی طرح حملہ آور ہو کر کفار کی بارشِ تیر اور ضرب شمشیر سے اپنے مکانوں کی طرف ہٹاتے تھے۔ جب برسات کا موسم آیا تو فوجِ کفار نے بغیر غالب و مغلوب کے اپنے مقام پر مراجعت کی اور کابل اور خلیج کے باشندے بھی اپنی اپنی جگہ پر راہی ہوئے جو شخص اُن سے پوچھتا کہ احوالِ مسلمانانِ کوہستان کہاں تک

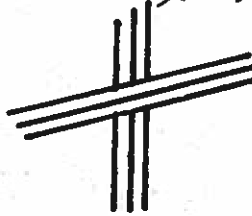
پہنچا ہے۔ اور کیا صورت پیدا کی ہے۔ تو یہ جواب دیتے تھے :۔" کوہستان نہ کہو۔ افغانستان کہو۔ کیونکہ وہاں افغان اور غزغا کے سوا دوسری چیز نہیں ہے۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اپنی بولی میں افغان اور اُن کے مکانات کو افغانستان کہتے ہیں۔ اور ہندی زبان میں اُن کو پٹھان کہتے ہیں اور افغانوں نے کوہستان اور پشاور میں ایک حصار تیار کیا اور اُس کا نام خیبر رکھا۔ آمدہ ولائیتہ معترف ہوئے۔ اور راجہ نے افغانوں سے صلح کر کے یہ علاقے افغانوں کے حوالہ کر دیئے اور خلیج افغان بھی اِسی صحرا متمکن ہوئے۔(" بحوالہ تاریخ فرشتہ "، جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۵-۲۴،۲۳)

بحوالہ تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت صفحہ نمبر ۲۴۵



مولوی ابوظفر ندوی کی تحقیق

۴۴ھ میں ابو مہلب بن ابی صفرہ جو ابنِ سمرہ کی فوج کا ایک سردار تھا۔ اپنی فوج لے کر ہند کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن کی یہ روانگی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل ہے کیونکہ عربوں میں یہ پہلے شخص ہیں جو ہند کے اِس دروازے سے داخل ہوئے جس سے آج تک قدیم قومیں آتی رہی ہیں۔ یہ درّہ خیبر تھا۔ مہلب کابل اور پشاور کی درمیانی کھاٹیوں کو طے کر کے سرزمینِ ہند میں پہنچے تخت و تاراج کر کے واپس ہوئے۔ مہلب پہلا شخص ہے۔ جو اصل ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ (صفحہ نمبر ۲۵-۲۶)



سندھ میں ظہورِ اسلام

خلاصۃ الحکائیت اور حجاج نامہ اور حاجی محمد قندھاری کی تاریخ دیارِ سندھ آغاز طلوعِ اسلام کے واقعات کے اہم پہلوؤں کی نقاب کشائی کی گئی ہے کہ یہ خطہ دینِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے کس طرح روشناس ہوا۔

ولید بن عبدالملک کے ماتحت حجاج بن یوسف حاکم عراقین بلکہ ایران توران تھا اپنی سلطنت کو وسعت دینے کے لیے ہندوستان کی تسخیر کے لیے متوجہ ہوا۔ پہلے محمد ہارون کو ۸۶ھ کی ابتداء میں معہ سپاہ جرار کے ولائیت مکران کی سمت بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اس مملکت کو اپنے قبضۂ تصرف میں لایا۔ مقامی باشندوں میں اکثر بلوچ تھے۔ اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسلام کے آفتاب عالمتاب کی ابتدائی کرنوں سے دیارِ سندھ منور ہوا مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ احکام شریعت محمدی جاری ہوئے۔ اور زمانۂ قدیم سے جزیرہ سراندیپ سے دریا کے راستے کشتیاں دیارِ عرب تک جاری تھیں۔ اور براہمہ ہندوستان سے قبل ظہور اسلام خانہ کعبہ کی زیارت اور وہاں کے بتوں کی پرستش کے واسطے ہمیشہ اور رُشد کرتے تھے۔ حاکم سراندیپ اور راجاؤں سے پہلے حقیقت اسلام سے آگاہ ہو کر صحابہ کرامؓ کے عہد میں شریعت محمدیؐ کا مقلد ہوا تھا اور سلاطین اسلام سے اعتقاد بہت رکھتا تھا۔ دریا سے کشتی تحف وہدایائے نفیسہ اور غلامان کنیزانِ جمیلہ سے مملو کر کے ولید کے واسطے دارالخلافت میں روانہ کی اور جب باب عجم کے اطراف میں پہنچے۔ مردم نونک جو حاکم دیبل موجودہ حاکم کراچی کے حکم کے موافق روئے دریا پر مقرر تھے۔ اُس کشتی کی سدِ راہ ہوئے علاوہ اس کشتی کے سات کشتیاں اور بھی اپنے تصرف میں لائے اور مال و متاع جو اُن میں بدطینتی سے اپنا تصور کر کے چند عورتیں مسلمان جو سراندیپ سے حج کے لیے روانہ ہوئیں انہیں اسیر کیا۔ اور وہ جماعت جو اُن کفار اشرار کے ظلم و استبداد سے بھاگ گئی تھی۔ حجاج کے پاس جا کر دادخواہ ہوئی۔ حجاج نے ایک مکتوب محمد بن ہارون کے پاس بھیجا کہ اُس کو حاکم سندھ داہر بن صعصہ کے پاس روانہ کرے۔ اس نے معتمدوں کے ذریعے راجہ داہر کے پاس بھیجا۔ داہر نے

مکتوب پڑھ کر اس کا جواب لکھا کہ یہ فعل اُس قوم نے کیا ہے جو کمال شان و شوکت رکھتی ہے ۔ اور میری کوشش اس گروہ کا شکوہ رفع تصوّر نہیں ہے ۔ جب یہ خبر حجاج کو پہنچی تو ولید بن عبدالملک سے رخصتِ جہادِ ہند حاصل کی ۔ اس کے بعد ایک شخص جس کا نام "مدیل" تھا ۔ معہ تین ہزار سواروں کے محمد ہارون کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ہزار مرد اہلِ نبرد سے اِس کے ہمراہ کر کے قوم دیبل پر روانہ کرے تاکہ اِس سے انتقام لے اور جہاد کرے ۔ خلاصہ یہ کہ مدیل جب دیبل پہونچا تو کوشش مردانہ کر کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوا ۔ اور حجاج یہ خبرِ حیرت سُن کر نہایت غمگین ہوا اور محزون ہو کر تلافی کی فکر میں ہوا ۔ باوجود اس کے کہ عامر بن عبداللہ نے سپہ سالاری کی درخواست کی لیکن حجاج نے درخواست قبول نہ کی اور مردمانِ دُور بین و دقیقہ شناس کی صلاح سے عماد الدین محمد بن قاسم بن عقیل ثقفی کو جو اُس کا چچیرا اقرابی جو کہ داماد بھی تھا ۔ جس کی سترہ برس کی عمر تھی معہ چھ ہزار مرد جو روؤسائے شام سے تھے معہ آلات قلعہ شکن سامانِ ملک گیری ۹۳ھ میں سندھ کی تسخیر کو شیراز کے راستے سے نامزد فرمایا ۔ غرضیکہ وہ مکران طے کر کے دیوان اور رسلہ میں جو دیبل کی سرحد میں واقع ہے ۔ اور چند روز کے بعد وہاں سے کوچ کر کے جو دریائے عمان یعنی سمندر کے کنارے آباد ہوئے وہ آجکل بنام ٹھٹھہ شہرت رکھتا ہے وارد ہوا وہ اِس کے محاصرہ کی فکر میں تھے ۔ کہ دیبل میں بت خانہ قلعہ کی مانند تھا ۔ گچھ اور سنگ سے اُسے نہایت سنگین اور وسیع تعمیر کیا تھا اور جس کی ۴۰ گز کی بلندی تھی ۔ جب محاصرے نے طول کھینچا ۔ ایک برہمن امان طلب کر کے بُت خانہ سے باہر آیا ۔

عماد الدین محمد بن قاسم نے اِس سے بُت خانہ اور اہلِ بت خانہ کا احوال پوچھا ۔ اُس نے جواب دیا کہ اُس میں چار ہزار راجپوت جنگی ہیں ۔ اور اُن کے سوا قریب دو تین ہزار برہمن اُس کے خادم ہیں ۔ اس طلسم کے باعث جس کو علماء برہمنہ نے بنایا ہے ۔ کسی کی کمند تسخیر اُس کے کنگرہ پر نہیں پڑتی ہے ۔ عماد الدین محمد بن قاسم نے کہا وہ طلسم کہاں ہے ۔ برہمن نے کہا کہ فلاں نشان پر ہے محمد بن قاسم نے معدیہ نامی ایک شامی کو جو منجنیق انداز تھا فرمایا تو سنگِ منجنیق کی ضرب سے اُس کو رفع کر جس نے تین دار کر کے اُس نشان کے قاعدے کو ریزہ ریزہ کر دیا اور عرصہ قلیل میں وہ بُت کدہ فتح ہو گیا اور محمد قاسم نے چار برج جو رفعتِ آسمانی سے ہمسری کرتے تھے مسمار کر کے خاک میں ملا دیئے ۔ اس کے بعد برہمنوں کو اسلام کی دعوت دی ۔ انکار کی صورت میں برہمنوں کو تہہ و تیغ

کردیا۔ نابالغ بچوں، عورتوں اور معذوروں سے تعرض کیا گیا اور عمادُالدین محمد بن قاسم نے
اِس شہر کے احوالِ غنائم بے شمار تھے اُن میں حق شرعی یعنی معہ خمس اور معہ ۵، کنیزوں کے حجاج کے
پاس بھیجے اور باقی لشکر میں تقسیم کرکے سب کو مطمئن کردیا اس کے بعد لشکرِ اسلامی بلاد بیرون کی
تسخیر کے لیے عازمِ سفر ہوا۔ راجہ داہر جو وہاں کا حکمران تھا۔ یہ خبر سُن کر قلعہ فوج کے سپرد کرکے خود کچھ فوج لیکر
قلعہ برہمن کی طرف روانہ ہوُا۔ جب عمادُالدین محمد بن قاسم وہاں پہنچا تو باشندے قلعہ میں بند تھے۔ چند روز
کے بعد امان پاکر محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

عمادالدین محمد بن قاسم نے شہر بیرون کو اہلِ اسلام کے سپرد کیا۔ پھر وہاں سے سیوستان
کی طرف روانہ ہوا۔ سیوستان کے باشندے سب برہمن تھے۔ اپنے حاکم کچھرائے جو راجہ داہر کا چچا زاد
بھائی تھا۔ کی خدمت میں جاکر عرض کیا۔ ہمارے مذہب میں جنگ و قتال جائز نہیں ہے مناسب
یہی ہے کہ امان لے کر اطاعت کریں۔ کچھرائے یہ بات سُن کر سخت طیش میں آیا غضبناک حالت
میں انہیں بزدل اور کاہل کہا۔ آخر اسلامی سپاہ محاصرہ میں مشغول ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد
راجپوتوں کی سپاہ کے ہمراہ فرار ہوا۔ برہمنوں اور سیوستان کے رئیسوں نے جان کی امان طلب
کرکے شہر مسلمانوں کے سپرد کیا۔ اس عرصہ میں راجہ داہر کا بیٹا جوان سال باہمت اور دلیر تھا۔
مدِ مقابل آیا۔ لیکن جو نہی محتاط ظاہر ہوا۔ اکثر دو آب سقط ہوئے۔ اس اضطراب کے باعث
لشکرِ اسلام میں مایوسی پیدا ہوئی۔ بنا بر ایں شکایت نامہ حجاج کو لکھا گیا حجاج نے دو ہزار گھوڑے
اپنے اصطبلِ خاص سے لشکرِ اسلامی کو روانہ کئے۔ فریقین کے درمیان چند مرتبہ خونریز جنگ واقع
ہوئی۔ راجہ داہر نے اپنے مملوکہ ممالک کے نجومیوں کو جمع کرکے حال و احوال کے متعلق سوال کیا۔
چنانچہ ستارہ شناسوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنی تقویم میں دیکھا ہے کہ ایک شخص دیارِ عرب سے دعویٰ نبوت
کرے گا۔ عوام الناس کو اپنے دین کی دعوت دے گا۔ اور اس کے بعد ۸۶ھ میں تھوڑی
افواج اطرافِ عرب دیول کی جانب سندھ کی سرحد پر پہنچے گی جو ۹۳ھ میں ان ممالک میں
قدم رکھ کر ہم پر مسلط ہو گی۔ راجہ داہر علمِ نجوم کا قائل تھا۔ چنانچہ بروز پنجشنبہ بتاریخ
دسویں رمضان المبارک ۹۳ھ میں سخت معرکہ کے بعد مسلمانوں نے شکست دی۔ اور
لاتعداد کفار ہلاک ہوئے۔ لشکرِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور راجہ داہر ہلاک ہوا

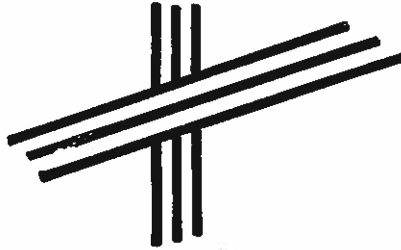
راجہ داہر نے جس بہادری سے خود جنگ لڑی وہ قابلِ تحسین تھی۔ راجاؤں اور راجپوتوں نے یہ حال مشاہدہ کیا تو سخت نادم ہوئے۔ شرمندگی کے عالم میں فرار ہوگئے۔ اور لشکرِ اسلام کو اس قدر مالِ غنیمت ملا جس کے متعلق وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور غازیانِ اسلام قلعہ ارور کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ولی عہد راجہ داہر نے چاہا کہ قلعہ کو مردانگی سے مضبوط و مستحکم کیا جائے تاکہ غازیانِ اسلام سے پنجہ آزمائی کر سکوں۔ وزراء اور وکلائے راجہ داہر کو اس ارادہ سے باز رکھا اور اُسے اپنے قلعہ برہمن آباد میں لے گئے۔ راجہ داہر کی رانی ایک مشہور بہادر عورت تھی۔ وہ بیٹے کے لشکر سے علیحدہ ہوگئی۔ اور معہ پندرہ ہزار راجپوتوں کے قلعہ سے گزر کر لشکرِ اسلام کے مقابل آئی اور جنگ کا ارادہ کر لیا۔ محمد بن قاسم عورت کی لڑائی کو ہار سمجھ کر اس کی طرف ملتفت نہ ہوا اور لشکرِ اسلام نے محمد بن قاسم کے حکم کے مطابق قلعہ آرور کا محاصرہ کیا اور راجہ داہر کی رانی معہ راجپوت سپاہ کے قلعہ میں آئی اور نشانِ مدافع بلند کیا جب محاصرہ کی مدت طویل ہوئی تو محصور لشکر کی پے در پے ہلاکت ہوئی۔ اور ایک آتشِ عظیم روشن نے اپنی اکثر عورتوں اور لڑکوں کو آگ میں ڈال کر قصہ پاک کیا اور شہر آرور کے دروازے کھول کر راجہ داہر کی رانی کے ہمراہ قلعہ میں پنجہ آزمائی کے لیے نمودار ہوئے۔ اور نہایت پامردی سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ وہ سب معہ رانی کے قتل ہوئے۔ ایک بھی زندہ نہ بچا۔ غازیانِ اسلام شام کے بعد پُرشکوہ انداز میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے قلعہ میں داخل ہوئے۔ اور چھ ہزار راجپوت مزید قتل کر لیے، اور تیس ہزار افراد کو گرفتار کر لیا اور راجہ داہر کی دو بیٹیاں بھی حراست میں آئیں جنہیں بطور تحفہ حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ ملتان کا علاقہ بھی راجہ داہر کے ماتحت ہے اس طرف متوجہ ہوئے اور ملتان فتح کر کے بے پناہ مالِ غنیمت حاصل کیا۔ اور اسے دارالحکومت قرار دے کر بت خانوں کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں۔ ملتان میں اب بھی باب القاسم موجود ہے۔ جب حجاج نے راجہ داہر کی بیٹیوں کو دارالخلافت بھیجا اور ولید کے حرم سرا میں جب داخل ہوئیں تو پھر ایک مدت کے بعد یعنی ۹۶ھ میں ولید نے انہیں یاد کیا۔ جب وہ حاضر ہوئیں تو ولید نے ان کے اسم گرامی دریافت کئے۔ راجہ داہر کی بڑی بیٹی نے اپنا نام سرمادیوی اور دوسری نے کہا کہ مجھے پرمل دیوی کہتے ہیں جو ولید جو راجہ داہر کی بڑی بیٹی پر شیفتہ ہوگیا۔ طالبِ وصال ہوا۔ سرمادیوی زبانِ دعا و ثنا میں کھول کر عرض پیرا ہوئی

ہوئی کہ میں خلیفۂ وقت کی شرفِ مبارک کی سزاوار نہیں ہوں۔ کیونکہ عماد الدین محمد بن قاسم نے مجھے تین شب بہ نظرِ تصرّف اپنے مکان میں رکھا تھا۔ شاید رسمِ اسلامی یہی ہے۔" کہ پہلے نفر است خیانت اراز کرے۔ اور اُس کے بعد خوردہ اپنے خلیفہ کے واسطے بھیجیں۔"

ولید یہ سن کر غضبناک ہوا۔ اور فوراً اپنے ہاتھ سے ایک فرمان اِس مضمون کا لکھا کہ محمد بن قاسم جس مقام پر رہے وہاں تئیں پوست خام میں گاڑھ کر دار الخلافت کی طرف روانہ ہو تاکہ مزید اور قدغن شدید جان کر حسب المسطور عمل میں لائے۔ جب یہ فرمان صادر ہوا کہ محمد بن قاسم نے حسب الحکم عمل کیا۔ یعنی پوست خام گائے میں اپنے تئیں کھینچکر فرمایا کہ مجھے ایک صندوق میں بند کرکے جلد دار الخلافت پہنچاؤ۔ جب یہ صندوق ولید کے پاس پہنچا تو راجہ داہر کی بیٹی کو بُلا کر یہ فرمایا کہ ہم ناسزاؤں کو یوں سزا دیتے ہیں۔ پھر اس نے اپنی زبان خلیفہ کی دُعا کے لیے کھولی اور وصیت کی کہ بادشاہوں پر لازم ہے کہ دوست دشمن سے کچھ نہ سنیں جب تک وہ امر میزانِ عقل و راستی سے نہ ملے اس حکم کے اجراء کا فرمان نہ دیویں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ عقل سے بہرہ نہیں تھا۔ جاہ و جلال سلطنت کرتا ہے۔ عماد الدین محمد بن قاسم ہمارا بھائی اور ہم اُس کے بمنزلہ خواہر کے ہیں۔ اس نے ہرگز ہم پر دستِ تصرّف دراز نہیں کیا لیکن جو اُس نے ہمارے باپ اور بھائیوں، عزیزوں اور ہماری قوم کو ہلاک کیا تھا۔ اور ہمیں تختِ شاہی سے بندگی میں پہنچایا۔ لہٰذا ہم نے اپنے انتقام اور اس کی ہلاکت کے لیے یہ تہمت لگائی تھی کہ اور اپنا مقصد حاصل کیا۔ ولید عماد الدین محمد بن قاسم کی وفات سے نہایت شرمندہ ہوا۔ لیکن جو کام دستِ اختیار سے نکل گیا تھا اور علاج پذیر نہیں تھا۔ عماد الدین محمد بن قاسم کی وفات کے بعد کے احوال حکام سندھ کا کسی تاریخ مشہور اور متبادل میں مرقوم نہ ہوئے۔ لیکن "تاریخ بہادر شاہی" میں اسامی اور مملکت کے حکام لکھتے ہیں کہ ناظرین احوال ملوک سلف پر پوشیدہ نہ رہے۔ اور اس کے بعد عماد الدین محمد بن قاسم کی ایک جماعت جو اپنے تئیں اولادِ تمیم انصاری جانتی تھی انہوں نے مملکتِ سندھ کی بادشاہی کی۔ اُن کے بعد اس حدود کے زمینداران جنہیں سومرو کان کہتے ہیں اور مزید قوت و کثرتِ احوال دالفضار میں ممتاز تھے۔ مہمات سے سندھ منتقل ہوئے اور ان کے خاندان سو برس سلطنت رہی۔ لیکن اسامی اُن کے کسی قطب تاریخ میں محرر اوراق کی نظر سے نہیں گزرے

اور جب بادشاہی خانوادہ سومروکان کی گردشِ فلک سے طبقۂ ستمگاں کہ وہ بھی زمینداران اِس مملکت سے تھے منتقل ہوئی اور وہ فرقہ لبشا ہانِ جام مشہور ہوئے۔ اور اُن دو طائف کے عہد میں کبھی کبھی بادشاہان اسلام غزنویہ، غوریہ اور دہلویہ عین مزاحمت کرتے تھے۔ اور اُن کے ممالک پر متصرف ہوئے تھے۔ اور فتح کے بعد اپنے کارندوں کے سپرد کرکے اپنے مسکن کی طرف مراجعت کرتے تھے۔ مگر سلطان ناصرالدین قباچہ نے خطبہ اور سکہ اِس ملک میں اپنے نام پڑھ کر اپنا دارالملک کیا تھا اِس واسطے راقمِ اوراق نے حالات غزنویہ اور غوریہ اور دہلویہ کے لیے داستانِ ہائے سابقہ کی طرف پھیرا۔ پھر تذکرہ ناصرالدین کا کہ سندھ کا علیحدہ بادشاہ تھا۔ اس مقام پر جدا گانہ تحریر کرتا ہے اور اس کے بعد والیان ستمگاں کے اسامی کے علمِ ناقص نے اس کے ساتھ احاطہ کیا۔ مرقوم خانہ تحقیق کرے گا۔

(ماخذ از (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ نمبر ۴۴۴ تا نمبر ۴۷۱)



"تنولی بنی اسرائیلی ھیں

تحقیق نسبِ تنولیاں

سب قوم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہم حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اُن کی متفقہ رائے ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے جدِّ امجد ہیں۔ کئی شجرہ نسب قوم تنولی کے پاس موجود ہیں۔ اور اُن میں حضرت یوسف علیہ السلام کو جدّ امجد قرار دیا ہے۔

بعض شجروں میں پشتوں کی کمی و بیشی ہے غیر تنولیوں نے جو شجرے تیار کئے ہیں تنولی قوم نے انہیں تسلیم نہیں کیا۔ قوم تنولی کے بعض افراد نے اپنے آپ کو مغل سمجھا ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو جدامجد تسلیم کیا ہے۔ بمطابق تاریخ ہزارہ ڈاکٹر شیر بہادر خان کے کہ سوبہ خان تناولی جو کہ پلال قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو مغل برلاس بتاتا ہے اس بیان سے یہ ظاہر ہوا۔ تنولی قوم کے افراد اپنے آپ کو مغل سمجھنے لگے۔ بلکہ تاریخ تناولیاں میں سیّد مراد علی شاہ نے بھی اپنی تحریر میں بتایا ہے کہ جو خاندان سلطان محمود کابل غزنی درّہ تانال سے لاکر سوات بونیر اور چیلہ میں آباد کیا۔ ان میں مغل افغان و سیّد بھی شامل تھے۔ اُن میں رئیس قوم مغل الور دین بن بہرام خان کو حاکم ملک سوات میں مقرر کیا جو قوم تنولی کا جدّ امجد بتایا ہے۔ مراد علی شاہ مصنف تاریخ تنولیان نے جو شجرہ نسب قوم تنولیاں درج کیا ہے۔ لیکن قوم تنولی کا جدّ امجد یوسف علیہ السلام کو ظاہر کیا گیا۔ لیکن تعارف کتاب سیّد مراد علی شاہ میں محمد عبد القیوم جلوال نے بجائے مغل کے پٹھان۔ اعوان اور سادات تسلیم کیا ہے لیکن شجرہ نسب جو اِس تاریخ تنولیاں میں درج ہے حضرت یوسف علیہ السلام جدّ امجد تسلیم کئے ہیں

تاریخ تنولیاں میں شجرہ تناولیاں میں سلطان برلاس کا ذکر امیر خان عرف بیر دلیو سے چودھویں پشت پر ہے۔ صرف سلطان برلاس تحریر کیا ہے۔ نام کوئی درج نہیں کیا۔ برلاس قبیلہ کے حوالہ سے یہ ذکر کرنا ضروری ہے۔ برلاس قبیلہ کا تذکرہ رقم کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ "صفحہ نمبر ۳۰۴ بموجب تواریخ فرشتہ جلد اوّل،،" "شجرہ نسب امیر تیمور صاحب

قران گورگاں،، امیر تیمور بن امیر طرغائی بن امیر برکل بن النگیر بہادر بن ایجل لویان بہادر بن سوغوچیچین بن اہرار مجی برلاس بن قالوچی بہادر بن تومنا خان شجرہ نسب اختصار شجرہ اٹھارہ پشتیں چھوڑ کر آگے مغل خان آتا ہے۔ جس کی وجہ سے مغل برلاس مشہور ہوئے۔ چونکہ مغل خان اہرار مجی برلاس کے شجرہ میں آتا ہے چار پشتوں کے بعد مغل خان کنے ترک خان بن یافث بن نوح علیہ السلام ہے۔

(" تواریخ فرشتہ صفحہ نمبر ۴۰،۳۰ میں آگے جاکر لکھتا ہے")

تومنائی خان بن بائیسنغر خان بن قید خان بن تومش خان بن یوقائی خان بن پلادر خان

قوم برلاس ،کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ برلاس قبیلہ ضرور ہے۔ چونکہ یہ قبیلہ ترک قوم کے شجرہ میں آتا ہے۔ مغل جو ترک قوم کے شجرہ میں مغل خان کے نام پر مغل برلاس مشہور ہوا ہوگا۔ ترک اور مغل یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ اس لیے برلاس قبیلہ بنی اسرائیل نہیں ہوسکتا۔ جبکہ بنی اسرائیل کا جدِ امجد شام یا سام بن نوح علیہ السلام ہے حضرت یوسف علیہ السلام سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ جبکہ قوم تنولی حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ میری رائے میں مندرجہ بالا ثبوت کی روشنی میں قوم تنولی کے جو افراد اپنے آپ کو مغل سمجھتے ہیں اُن کی یہ غلط فہمی دُور ہوجانی چاہیئے۔ بلکہ "تاریخ تنولیاں"، میں سید مراد علی شاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد تسلیم کر چکے ہیں۔

بنا بریں قوم تنولی بنی اسرائیل ہے راجہ ارشاد خان اپنی "تاریخ ہزارہ" کے صفحہ نمبر ۱۴۹ میں تحریر کرتا ہے بمطابق بیان صوبہ خان بیانی ہے کہ میں مغل برلاس ہوں لیکن راجہ ارشاد تاریخی حقائق میں بتاتے ہیں کہ یہ بات قابلِ اعتماد نہیں ہے کہ تنولی مغل برلاس ہیں۔

نوٹ:۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں صوبہ خان کی بات قابلِ اعتماد نہیں ہے کہ تنولی مغل برلاس ہیں جس کی تصدیق اسمٰعیل کوکلوی بھی صوبہ خان کی اس بات کو مسترد کرچکے ہیں کہ تنولی مغل برلاس ہیں۔ میرے خیال میں سب قوم تنولی موجودہ دلائل کی روشنی میں اس بات کو تسلیم کرچکی ہے کہ قوم تنولی بنی اسرائیلی ہیں نہ کہ مغل برلاس۔ نہ جانے کس بناء پر صوبہ خان نے اپنے آپ کو مغل برلاس کہا ہے۔ اُن کے دَور میں تحقیق نہیں کی گئی۔ بلکہ محض روایت پر یقین کیا ہے۔ جس کی تاریخی حوالہ سے تصدیق نہیں ہوتی۔

صورت دیہی ۱۸۷۱ء جوکہ بوئی تناول سب قوم تنولی کے بیانات درج ہیں جن میں قوم تنولی کی تین دفعہ تقسیم ہوئی۔ سب قوم امیرخان اور حبشیرخان کے سب حالات مکمل طور پر درج ہیں لیکن مغل یا عباسی ہونے کے متعلق کوئی بیان درج نہیں ہے بلکہ ہندوال اور پلال ان دونوں قوموں کا مکمل شجرہ نسب درج ہے۔ شجرہ نسب و تقسیم قوم و دیگر حالاتِ قوم بالترتیب کتاب ہذا میں درج ہیں۔

"تذکرہ سادات گیلانی اولاد حضرات امام حسنؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ"

(۱) محمد خواص مولف :۔ پیرزادہ دانہ کی ایک سیری مانگل جو شاہ زین العابدین بن حسن پشاوری کی سند تحریر ۱۲۲۱ھ کی صفحہ نمبر ۳۵ میں شجرہ صوبہ خان تنولی کا یوں بتا کر سیری کی سند کی تصدیق کرتا ہے۔ شجرہ نسب صوبہ خان ملاحظہ ہو۔ اور یہی شجرہ نسب تاریخ ہزارہ ڈاکٹر شیر بہادر خان اپنی تصنیف میں درج کرتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر شیر بہادر آگے جاکر ایک اور شجرہ جو تنولیوں کی صورتِ دیہی کے مطابق درج کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو شجرہ جو سند پیرزادہ میں دیا گیا"۔

آدم خان بن ببیر خان قوم مغل سکنہ لوہار دالئی تناول ایک مشہورِ زمانہ آدمی تھا۔ حسبِ ذیل پٹہ لکھ دیا۔

(۲) شجرہ نسب مطابق صورت دیہی ۱۸۷۱ء میں جو اس کی اولاد نے بیان دے کر اپنے شجرہ کی تصدیق کی ہے۔ زبردست خان عرف صوبہ خان بن بہادر خان بن قبول خان بن ممارا خان بن لالی خان۔ بن زرین خان بن الیاس خان بن دوتر خان بن پال خان بن امیر خان عرف بیرلو

("شجرہ نسب صوبہ خان جو سند کے لحاظ سے پیش کیا گیا۔")

صرف دو نام صحیح ہیں :۔ باقی نام نامعلوم کہیں سے لاکر شجرہ صوبہ خان بناکر صوبہ خان کو مغل بنادیا ہے۔ مؤلف خواص خان اعوان تحریر کرتا ہے :۔ بحوالہ بحر الحمان حاشیہ کا ذکر کرتے ہوئے یوں بتاتا ہے کہ کتابوں میں ببیر خان لکھا ہے مگر اصلی نام امیر خان مغل ہے۔ آگے چل کر تحریر کیا ہے :۔ اصل میں امیر خان کا لفظ ساقط تھا پڑھا نہیں جاتا اس لیے بیر خان تحریر کیا ہے

اصل میں یہ امیر خان ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب قوم تنولی جنہوں نے اپنا شجرہ نسب خود ۱۸۷۱ء میں تحریر کرایا ہے۔ اُس کو تسلیم کریں گے۔ یا جو بذریعہ سند بقول خواص خان مؤلف اُن کا شجرہ تسلیم کریں گے۔ " بمطابق تواریخ تناولیاں دستار بندی خانگی ۱۷۴۳ء بمطابق نمبر ۱۱۶۰ تصدیق ہوتا ہے " صوبہ خان مصرا کی لڑائی جو احمد شاہ ابدالی کے ساتھ لڑی گئی۔ ۱۷۷۱ء، ۱۱۶۹ء، تصدیق ہوتی ہے " صوبہ خان کی شرکت اور وفات ۱۷۸۴ء بمطابق ۱۱۹۹ھ کی تصدیق ہوتی ہے جبکہ دستار بندی فتح شیر محمد خان کی تصدیق ۱۱۹۹ھ روایت ہے۔

یہ کس طرح تسلیم کیا جائے کہ صوبہ خان مرحوم نے ۲۳ صفر ۱۲۲۱ھ کی سند اور اپنے شجرہ کو جو بذریعہ سند ہے تسلیم کیا جائے یعنی ۲۲ سال وفات کے بعد صوبہ خان مرحوم بقول سند جو سیری مانگل کی تحریر، اپنا شجرہ بھی اور اپنے آپ کو مغل تسلیم کر لیا (حیرت کی بات ہے)

اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ پیرزادہ صاحب دالوی کو سیری عطیہ کی تھی۔ اپنی زندگی کے دوران ہی انہوں نے عطیہ کی۔ اور تحریر سیری وفات کے بعد کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ قوم تنولی کے بزرگ میری اس بات کی اِن دلائل کی روشنی میں تائید کریں گے نہ ہی صوبہ خان مرحوم نے اپنے آپ کو مغل کہا ہے اور نہ ہی شجرہ کی تصدیق کی ہے۔

درحقیقت صوبہ خان قوم تنولی کا ایک ایسا درخشندہ ستارا تھا جس کے ذریعہ قوم تنولی کا تشخص بامِ عروج پر پہنچا۔ جس کی مثال اب ناممکن ہے۔ صوبہ خان مرحوم نے اپنی صلاحیت کے ذریعے صوبہ خان کے لقب سے مشہور رہا۔ کُل تناول بلکہ علاقہ پکھلی پر حکومت کرتا ہے اور اپنے جدِ امجد کے نام پر بستیاں تعمیر کراتا ہے۔ بمطابق " تاریخ ہزارہ " بھیر کُنڈ علاقہ ترلی پکھلی میں بیڑ لوٹ تناول میں امیر خان عرف بیرو لیہ یادگار کے طور پر تعمیر کرتا ہے۔ اور جو سند پر بغیر شجرہ دیکھنے مہر لگا دیتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ قوم تنولی کے افراد صوبہ خان کی قیادت میں ملحقہ قبائل پر سبقت لے گئے۔ اُن کو بدنام کر کے آئندہ آنے والی نسلوں یعنی قوم تنولی کا تشخص جو اُن کی قیادت میں نصیب ہوا تھا۔ بدظن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لیے صوبہ خان کی طرف سے مغل تسلیم کرنے کی تمہید نہیں ہو سکتی۔ یہ سراسر بہتان ہے۔ ہاں اگر اس تمہید میں اُن کی اولاد کے پاس کوئی ریکارڈ موجود ہو تو

سردار چاڑہ خان قبیلہ ہندوال

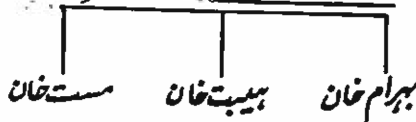
سنہ ۱۴۷۲ء میں سردار چاڑہ خان اور سردار ممارا خان کی سربراہی میں قوم تنولی نے موجودہ علاقہ تناول کو ترکوں سے بزورِ شمشیر فتح کیا۔ موجودہ علاقہ کا نام تناول رکھا گیا اور یہ نسبت درّہ تانال سے ہے۔ جو کابل اور غزنی کے مابین واقع ہے۔ جس کو اب تو تم درّہ بھی کہتے ہیں۔ تنولی تخفف کو اپنایا۔ موجودہ علاقہ تناول کو تقسیم کر کے اپنے اپنے علاقہ میں سکونت پذیر ہوئے۔

سردار چاڑہ خان ہندوال موضع کل) علاقہ کھن میں مقیم ہوا۔ تقسیم کے بعد قوم کی دستار بندی قبیلہ ہندوال کی سردار چاڑہ خان کی ہوئی۔ جو موروثی خانگی قبیلہ ہندوال کی چلی آئی تھی سردار چاڑہ خان کی حصہ داری، علاقہ کل۔ گلی بدرال ہوئی۔ باقی علاقہ تناول قبیلہ ہندوال وغیرہ نے اپنی اپنی شاخوں میں تقسیم کر دیا۔ اور یہی تقسیم قوم نواب خان کے دورِ حکومت تک رہی۔

سردار چاڑہ خان سے لے کر سردار عزت خان تک موضع کل میں سکونت پذیر رہے اور سردار گل محمد خان بن عزت خان نے آبادی سکونت گلی بدرال میں تعمیر کی۔ پختہ مکان اور عالیشان عمارتیں تعمیر کیں۔ جبکہ اصل ہیڈ کوارٹر امب تھا۔ سردار چاڑہ خان سے لے کر سردار گل محمد خان تک قومی دستور کے مطابق حکومت کرتے رہے ہر دو پتہ میں یعنی ہر دو قبائل ہندوال اور پلال پتہ میں اتفاق کی وجہ سے قوم تنولی کا ایک اچھا دور تعبیر کیا جاتا ہے اور پتہ ہندوال اور پتہ پلال اپنے قومی دستور پہ پابند رہے۔

گل محمد خان تنولی کے تین فرزند تھے

(وفات گل محمد خان سنہ ۱۱۸۹ھ بمطابق سنہ ۱۷۷۲ء)



گل محمد خان کی وفات کے بعد دستار بندی ہیبت خان سنہ ۱۱۸۹ھ بمطابق سنہ ۱۷۷۲ء میں ہوئی۔ یاد رہے کہ قبیلہ ہندوال کا سرمائی دارالخلافہ امب اور گرمائی کل بعد میں گلی بدرال ہو گیا۔ آخری دور تک دربند سرمائی دارالخلافہ اور گرمائی شیر گڑھ دارالخلافہ تجویز ہوا۔ ان مقامات پر ریاست کے حکمران سکونت پذیر رہے۔ سردار ہیبت خان مسندِ ریاست ہوئے۔

کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ جن سے قبیلہ پلال اور ہندوال میں رنجشیں پیدا ہوئیں۔ جو آہستہ آہستہ دونوں قوتوں میں یعنی ہندوال اور پلال میں طوفانی شکل اختیار کر لی۔ جس کے متعلق کتاب ہذا کے دیگر ابواب میں تفصیل درج ہے۔

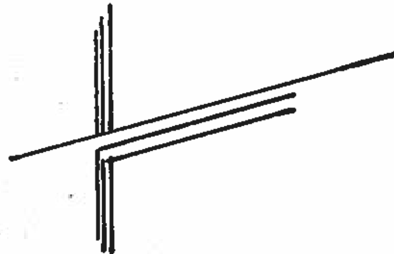
کیپٹن ویس مصنف "تاریخ ہزارہ" صفحہ نمبر ۹۶۸)

پتہ ہندوال کی خانگی ہندخان سے لے کر ہیبت خان تک جو اپنے پتہ کی گیارہویں پشت میں حکمرانی و سرداری اُن کے گھر کی رہی اور کوئی خان نہ ہوا۔ اور نہ کسی گاؤں یا علاقہ کی کسی برادری کی علیحدہ دستار بندی ہوئی۔

ہزارہ گزیٹیئر (صفحہ نمبر ۲۹) سنہ ۸۳-۱۸۸۲ء میں ہیبت خان کے بارے میں تحریر ہے کہ ہیبت خان پتہ ہندوال تنول کا خان مقرر ہوا۔ اس کے پاس پچاس گھوڑے اور یکصد سوار پیادہ سپاہی تھے۔ سنہ ۱۸۰۳ء میں وفات پائی۔

"تاریخ ہزارہ" میں یہ بھی تحریر ہے کہ تنولی قوم کی حکومت اوائل سے ہی پتہ پلال میں کوئی ایک نامور خان نہ ہوا۔ اگرچہ اپنے پتہ اور علاقے کی حکومت اُن کے پاس رہی۔
سنہ ۱۷۷۲ء میں ہیبت خان جس کی پانچویں پشت میں نواب محمد اکرم خان ہے۔
وہ اِس پتہ کا خان ہوا۔ اس نے بے پناہ قوت پیدا کر لی۔ چونکہ پتہ ہندوال کو بھی پتہ پلال کی طرح ترقی کی خواہش رہی۔

بہرکیف ہیبت خان نے اپنی قوت مستحکم کر لی جو بالآخر سنہ ۱۸۰۳ء میں راہی مُلکِ عدم ہوا۔



وہ بات تسلیم شدہ ہے۔ اور شجرہ تناولیاں سردار محمد ایوب خان ریٹائرڈ سیشن جج آزاد کشمیر نے اپنے ایک کتابچہ ''عباسی شمالی پاکستان میں'' تحریر کیا ہے۔ ڈھونڈ قوم کے حالات بیان کرتے ہوئے سردار محمد ایوب خان نے بیان کیا ہے کہ ڈھونڈ خان۔ تنولی خان۔ اور سراڑہ خان تین بھائی تھے گاہی خان ابن ضرابہ خان کے جد سے تھے۔ اس طرح سردار صاحب موصوف ان تینوں قبیلوں کو ایک ہی فرد کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ یہ شجرہ نسب بھی قابل اعتبار نہیں۔ جس زمانہ میں تنولی خان کا ذکر کیا گیا ہے اس کے برعکس تاریخ تناول ہزارہ گزیٹئر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تنولی قوم ۱۴۷۲ء کے دوران سردار چاڑہ خان اور سردار ممار اخان کی قیادت میں علاقہ تناول پر قابض ہوئے اور اس سے تنولیوں کی جائے سکونت مہابن علاقہ چملہ میں ۳۸۶ ہجری میں سکونت پذیر ہوئے جن کے ثبوت موجود ہیں۔ جبکہ تنولی خان تمام تنولیوں کے شجرہ میں کسی جگہ پر درج نہیں ہے۔ بمطابق صورت دیہی قوم تنولی ہزارہ ڈویژن ۱۸۰۸ء میں صاف درج ہے کہ جو قوم تنولی کے لوگ ہزارہ ڈویژن میں داخل ہوئے۔ امیر خان اور جشیر خان پرش برلس خان یا بالا اولاد سے ہیں۔ اور امیر خان کا دور حکومت تیرہویں صدی عیسوی میں بیان ہوتا ہے۔ اور ساتھ سردار صاحب نے شجرہ عباسیوں سے ملا دیا ہے۔ جبکہ اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اور یہ شجرہ اندازاً ۱۹۰۱ء میں سردار صاحب نے تحریر کیا تھا۔ نہ جانے کس مصلحت کی بناء پر جناب سردار موصوف نے یہ شجرہ تصنیف کر کے تینوں قبیلوں کو ایک جگہ ملا دیا ہے۔ جس کا تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔ اور نہ کوئی تاریخی حوالہ جات دیتے ہیں۔

آگے جا کر شجرہ میں مندرجہ ذیل نام تحریر کرتے ہیں۔ جس کا کوئی نام بھی تنولیوں کے شجرہ سے مطابقت نہیں رکھتا۔ چند۔ رتن۔ ڈمٹ۔ رائے۔ کلو در لے اور کلچند وغیرہ۔ حالانکہ عباسی اپنے آپ کو حضرت عباس کی اولاد تصور کرتے ہیں۔ جبکہ کئی صدیاں عرب و عجم پر عباسی حکومت رہی ہے۔ جن کے شجرے مشکوک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جبکہ عباسی بنی اسماعیل اور تنولی بنی اسرائیل سے ہیں۔ اس لیے سردار صاحب موصوف نے جو واقعات شجرہ نسب میں بیان کیے ہیں اُن سے خود بخود قوم تنولی کا عباسی ہونا مسترد ہو جاتا ہے۔ اور بغیر تحقیق کے ہمارے تنولی بھائیوں نے اپنے آپ کو عباسی لکھنا شروع کر دیا ہے جبکہ تمام تنولی اس بات پر متفق ہے کہ

ہم حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ جب ہم حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا جدِ امجد تسلیم کر چکے ہیں (قوم تنولی بنی اسرائیل ہے نہ کہ بنی عباس) طرہ یہ ہے کہ سردار صاحب موصوف کا ماخذ حضرت پیر دِیّول شریف کا کشف ہے۔ جج صاحب اُن کے کشف کی بناء پر تنولیوں کو گاہی خان کی اولاد قرار دیا۔ فن تاریخ کے طالب علموں کے لیے سردار صاحب کا فارمولہ مشعلِ راہ ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے خوابوں کی بناء پر احمدیت کی بنیاد کھڑی کی ہے سردار صاحب کشف کے ذریعے شجرہ نسب مزین کرتے ہیں۔

ایک اور شجرہ نسب لیفٹیننٹ کرنل واٹکلی قوم تنولی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہندو شاہیہ گندھارا کے راجہ پال کے خاندان میں سے ایک حکمران معتبر راجہ مل تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے حملے میں اُسے شکست ہوئی اور وہ گرفتار رہا۔ اور بعد میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور گلے سے جنجوعہ توڑ کر پھینک دیا۔ اس لیے وہ جنجوعہ مشہور ہوئے۔ اس کے بعد اُس کی اولاد بھی جنجوعہ مشہور ہوئی۔ راجہ مل کے چھ بیٹے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ویر، جورھ، کھکھا۔ ترنولی اور دیو، اور جاڑہ۔ کالا واٹکلی لکھتا ہے کہ ترنولی راجہ مل کے چھ بیٹوں میں سے ترنولی کی اولاد ہیں۔ اس لیے وہ تنولی مشہور ہوئے۔

آگے جا کر لکھتا ہے:۔ خود تنولی اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن قوم تنولی ہمیشہ سے یہ کہتی آئی ہے کہ ہم غزنی سے آئے ہیں۔ اور اپنے مسکن تنول درّہ کی نسبت سے تنولی مشہور ہوئے ہیں۔

راجہ ارشاد مصنف "تاریخ ہزارہ" نے قوم تنولی کا تشخص مشکوک کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اغلباً انہوں نے سمیع اللہ جان مصنف "تحقیق الافغان اقوام پکھلی" کی تقلید کی ہے۔ لیکن تاریخی حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

ہزارہ ڈویژن کی صورت دیہی ۱۸۱۷ء سے قوم تنولی کا تشخص اظہر من الشمس ہے لیکن بعض مؤرخین محض تعصب کی بناء پر اس بہادر اور جنگجو قوم کی کردار کشی کر رہے ہیں۔ اس قوم کے شاندار [illegible] سے تاریخ کے صفحات مزین ہیں کہ اس قوم کے سپوتوں نے کبھی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان کی وسعتیں ناپیں۔ حتیٰ کہ سومنات اور کاٹھیاواڑ میں بُت شکنی

شرف حاصل کیا ہے اور پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کی رفاقت کا حق ادا کیا ہے۔ متعصب مورخین نے ان شاندار روایات پر پردہ ڈالنے کے لیے شجرہ نسب کو مشکوک بنانے کی جسارت کی ہے۔

زیر نظر کتاب میں اس باہمت قوم کے تمام واقعات تاریخی حوالہ جات سے درج کئے ہیں۔ تاکہ کج فہم حضرات کی پھیلائی ہوئی بدگمانیاں منظر عام پر آجائیں۔

آمدِ تنولیاں

بمطابق ۳۸۸ھ سنہ ۹۷۱ عیسوی

قوم تنولی کی آمد کے متعلق روایت ہے کہ اوائل میں ملک سوات، مہابن، چلہ تا دریائے سندھ اور اٹک تک بُت پرستوں کی حکومت تھی۔ سلطان محمود بن ناصر دین سبکتگین نے جہاد کرتے ہوئے دریائے سندھ تا اٹک سوات کا علاقہ بت پرستوں سے بزور شمشیر چھین لیا۔ بہت سامانِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اپنے نام کا سکہ بھی رائج کر دیا۔

آخر ۳۸۸ ہجری بمطابق ۹۷۱ء کو افغانستان، درہ تانال یا توتم درہ جو مابین غزنی اور کابل کے ہے۔ پانچ ہزار خاندان مسلمان مختلف قبیلوں سے اعوان افغان، بنی اسرائیل سادات برائے اشاعتِ اسلام علاقہ پشاور، مردان، سوات، بونیر، اور چلہ وغیرہ۔ اپنی پسندیدہ جگہ پر آباد ہوئے۔ علاقہ بونیر چلہ مہابن کا حاکم الوردین خان بن بہرام خان مقرر کیا۔ جو کہ افغان بنی اسرائیل قبیلہ تھا۔ القصہ مختصر الوردین خان کے بعد بتکار افغان، بھیک خان، لکھن خان، چند خان بالاخان یا برلس خان، امیر خان عرف پیر ولی یکے بعد دیگرے ولی عہد حکمران علاقہ بونیر چلہ پر رہے۔

اوائل میں اس خطہ پر ہندو قوم بھی آباد تھی۔ فخر افغان الوردین خان کے جانشین سنہ ۱۲۳۲ء بمطابق سنہ ۶۴۹ھ تک یکے بعد دیگرے حاکم مقرر ہوئے۔ اور طویل عرصہ تک

حکمرانی کرتے رہے۔

۵۷۹ھ میں شہاب الدین غوری نے علاقہ سوات، پشاور، مردان تک اٹک پر قبضہ کیا تو اس علاقہ سے ہندوؤں کے خاندانوں کو جلاوطن کر کے مزید قبائل عمازئی، اتمان زئی، دلازاک وغیرہ افغان قبائل لا کر آباد کیے۔ کچھ مدت تو یہ قبائل آپس میں ایک جگہ رہائش پذیر تھے۔ سوات میں سلاطین جہانگیروں نے دلازاقوں سے جنگ کر کے دلازاقوں کو سوات سے نکال دیا۔ دلازاق علاقہ سمہ صوابی میں آ کر آباد ہو گئے۔ آخر کار ۱۲۳۲ء بمطابق ۶۴۹ھ میں امیر محمد خان سے جنگیں ہوئیں۔ دو جنگوں میں عمازئی اور اتمان زئی ہار گئے۔ لیکن تیسری جنگ میں امیر خان راہی ملک عدم ہوئے۔ اور تنولیوں کو شکست ہوئی۔ جب پال خان تنولی قبیلہ کا سردار مقرر ہوا تو پال خان نے اپنی قوم کو علاقہ بونیر سے نکال کر علاقہ سمہ تا جرود یا اندک جنگ قبضہ کر لیا۔ اور اپنی حکومت قائم کر لی۔

اس کے بعد علی زئی اور عمازئی قبیلہ نے سمہ کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ تنولیوں کو سمہ کے علاقہ سے ہجرت پر مجبور کیا۔ پال خان نے حالات کے پیشِ نظر اپنی قوم کو مہابن میں آباد کیا۔ مہابن کے مشرقی علاقہ میں باندک جنگ قبضہ کر لیا۔ یعنی عشرہ وغیرہ سب مشرقی اور مغربی علاقہ پر تسلط ہو گیا۔ اگرچہ بعد میں عشرہ وغیرہ کا علاقہ بھی قبضہ میں آ گیا تھا۔ عمازئی اور امازئی ہر دو قبائل نے باہمی اتحاد کر کے حملہ کر دیا۔

بالآخر اس جنگ میں عمازئی اور اتمازئی قبائل کو شکست ہوئی تو اُس وقت امازئی، اور عمازئی قبیلوں کے مابین حد مقرر ہوئی۔ تنولیوں کی حد سن کڑتی سے جانب شمال عشرہ، کنشرہ، بستی امب وغیرہ اور کیہ کھبل پٹھان عمازئی وغیرہ کا ہوا۔ قوم تنولی نے امب کا علاقہ ہند خان اور پال خان میں تقسیم کر دیا۔ جس کے باعث وہ اپنے اپنے علاقوں پر حکومت کرتے رہے۔ پال خان تنولی امابود فرحان، الیاس خان، زرین خان اور فردوش خان علاقہ جرود پر نائب کی حیثیت سے یکے بعد دیگرے ولی عہد حکمران رہے۔ جبکہ قوم تنولی کا ہیڈ کوارٹر امب تھا۔ مسوڑاہ کے کچھ علاقہ پر بھی قبضہ تھا۔ امب عشرہ کا علاقہ بھی تقسیم کیا گیا تھا۔ بہ اتفاق قوم تنولی جرود کا علاقہ پال خان کی اولاد کے کنٹرول میں تھا۔ اور امب وغیرہ کے علاقہ ہند خان تنولی کی اولاد کے سپرد تھے۔

پندرہویں صدی جمرود پر پٹھانوں نے حملہ کرکے تنولیوں کو شکست دی۔ جس میں
سمہ کا علاقہ، تہورہ کمارہ وغیرہ شامل تھا یوسف زئیوں پٹھانوں نے جنگ کرکے قبضہ کر لیا اور
قوم تنولی کے افراد علاقہ عشرہ امب وغیرہ میں مقیم ہو گئے۔ اس کے قلیل عرصہ کے بعد ممارا خان بن
لابی خان تنولی نے خان فروش کو ہلاک کرکے خود سردار قوم ہوا۔ اس وقت قبیلہ ہندوال کی چار چار شاخیں
تھیں :۔ پتہ پلال :۔ ۱ :۔ علی سان۔ ۲۔ دفرال۔ ۳۔ بینکریال۔ ۴۔ متیال
پتہ ہندوال :۔ ۱۔ جمال۔ ۲۔ ساریال۔ ۳۔ بوہال۔ ۴۔ جلوال۔
دوسری شاخیں کلوال۔ ٹھکرال۔ بھوجیال اور بگال تھے۔ القصہ مختصر کثرتِ اولاد
ہونے کی وجہ سے قوم نے مشورہ کرکے باالتفاق مولوی محمد ابراہیم کو بعد از دریافت حال ملک دیکھنے
کے جبکہ بوقتِ جنگ جمرود میں مولوی محمد ابراہیم بھی شریک تھے۔ ارادہ جنگ تُرکان سے کیا۔ اُس وقت
بہلول لودھی بادشاہ دہلی تھا۔[1]
آخر کار سنہ ۱۴۷۲ء بمطابق سنہ ۸۹ھ میں بمعہ چار ہزار لشکر کے دریائے سندھ کے
اُس پار جنگ ترکان سے ہوئی۔ اس وقت مولوی ابراہیم لودھی کو بخدمت اخوند سلاق کے بھیجا
منت سماجت کے بعد اخوند صاحب موضع عشرہ آئے۔ اُن ایام میں قبیلہ ہندوال کا سردار جاڑہ خان
اور قبیلہ پلال تنولی وغیرہ کا سردار ممارا خان تھا۔ المختصر جناب اخوند صاحب نے ایک پیش
قبض سردار ممارا خان کو اور ایک تلوار سردار جاڑہ خان کو دے کر دُعا کی کہ خدا تم کو فتح دیگا
ایک قرآن مجید اور ایک چوہارہ اخوند موصوف نے مولوی ابراہیم کو دیا اور واپس چلا گیا۔
القصہ لشکر تنولیاں دریائے سندھ پار کرکے دامنِ زمین کوہ بلندی کے جائے غیر آباد خیمہ
زن ہوا۔ اس جگہ گاؤں آباد کیا۔ اور اس کا نام ڈیرہ رکھا۔ جب ترکوں نے لشکر تنولیاں
کے آنے کی خبر سُنی تو بارہ ہزار لشکر کے ہمراہ جس میں مقامی لوگ اور ہندو بھی شامل تھے۔
دریائے سندھ کے کنارے کھر کوٹ اور دربند کے مقام پر جنگ لڑی گئی۔ آخر کار ترکوں
کو شکست ہوئی۔ اِس جنگ ترکوں کا بارہ ہزار اور تنولیوں کا چار ہزار کا لشکر تھا۔
قوم تنولی کے سرفروشوں نے ترکوں کو شکست دی۔ موجودہ تناول تا مانسہرہ اور
شنکیاری تک کا تمام علاقہ تنولیوں کے زیر تسلط آ گیا۔ بعد میں قومی جرگہ ہوا۔ ملک کی تقسیم[16]

کی گئی۔ یہ جرگہ امب میں منعقد ہوا۔ درہ تانال یا تو تم درہ کی نسبت سے اس مفتوحہ علاقہ کا نام تناول رکھا۔ اور اپنا قومی تشخص تنولی بھی برقرار رکھا۔ سردار ممار اخان جائے سکونت پسند موضع پھوہار میں اور جارڑہ خان کی سکونت علاقہ کھن موضع کل میں رکھی۔ اپنے اپنے علاقہ پر حکومت کرتے رہے۔ ان حالات کی تصدیق کے لیے صورت دیہی ہزارہ ڈویژن ملک تقسیم تنول ۱۸۸۱ء کتاب ہذا کے اگلے باب میں درج ہے۔



"حالات جنگ سلطان محمود ناصر الدین سبکتگین کے"

ماخذ از "تاریخ فرشتہ جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۷)

۳۶۷ھ میں امیر ناصر الدین سبکتگین دیار ہند کی طرف متوجہ ہوا۔ ہندوستان کے قلعہ جات کو مفتوح کر کے جابجا مساجد تعمیر کروائیں کئی علاقوں کو تاخت تاراج کیا۔ غنائم وافر اپنے تصرف میں لایا۔ اور مظفر و منصور ہوا۔ غزنی کی طرف مراجعت کی۔ اور جے پال بن استپال قوم برہمنہ سے تھا۔ ولائیت لاہور، سرہند) یاد رہے کہ یہ لاہور ضلع مردان "صوبہ سرحد" میں ہے سے لے کر لغمان تک اور کشمیر سے ملتان تک اپنے قبضہ تصرف میں رکھتا تھا۔ اُس عرصہ میں مدافعت کے لیے قلعہ بہینڈہ یا ہنڈ) میں تشخیص ہوا تھا۔ اس حال کے مشاہدہ سے کہ مجاہدین اسلام کے دستِ تعرض اس کی حکومت میں ارا ز تھا۔ نہایت مضطرب اور پریشان ہوا۔ امیر ناصر الدین اپنے لشکر کے ہمراہ جوش میں آیا۔ اور دونوں سردار آپس میں سرحد ملتان کی طرف نمودار رہے۔ ان دنوں سلطان محمود بھی ہمراہ لشکر تھا۔ چند روز تنور مقابلہ کا بازار گرم رہا۔ آخر آسمان پر تیرہ ہُوا۔ رعد اور صاعقہ ظاہر ہوا۔ تمام حیوانات کثرت سے تلف ہوئے۔ اور سردی کے سبب ہندوؤں کی رگوں میں خون منجمد ہُوا۔

اور انہیں حرکت کی طاقت نہ رہی۔ سب تضرع زاری میں مشغول ہوئے۔ جے پال نے یہ حالت دیکھ کر ایک ایلچی کو تحائف اور ساتھ ہی ہدایت دے کر امیر ناصرالدین کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ اگر امیر صلح کرے تو میں اُن کا حکم اپنے مُلک میں نافذ کروں۔ اور چند زنجیر فیل کوہ پیکر اور اس کے علاوہ تحائف بھی آپکی خدمت میں بھیجوں گا۔ امیر ناصرالدین سبکتگین نے وفورِ مسرت سے چاہا کہ فوراً التمس اُس کی قبول کرے۔ لیکن فرزند سلطان محمود نے اِس امر کی پذیرائی کرنے سے ممانعت کی۔ اس واسطے القائے صلح میں توقف ہوئی اور ایک ایلچی راجہ جے پال نے سلطان محمود کے رُو برُو روانہ کیا۔ اور گزارش کی کہ جاہل اور متعصب اہلِ ہنود خصوصاً فرقہ راجپوت کا شاندار ضمیر روشن نہیں۔ جاہلیت اور بے فکری ان کے رگ و ریشہ میں سرائیت کر گئی ہے۔

بہرکیف ایک شخص کی ضمانت کے بعد ایک مسلمانوں کا وفد ہمراہ لے کر لاہور لے گیا۔ جب سلطان محمود نے ہنود کی مخلصانہ گفتگو میں شک کا شائبہ نہ پایا۔ صلح کی اجازت دیدی۔ اور کہا کہ راجہ جے پال دس لاکھ درہم اور پچاس ہاتھی پیش کرے۔ جے پال جب لاہور پہنچا اور بدعہدی کر کے جو مسلمان وفد ساتھ لے گیا تھا۔ انہیں قید کر ڈالا کہ جب تک ناصرالدین ہمارے آدمی کو رہا نہ کرے گا' میں اُنہیں رہا نہ کروں گا۔ اور ہندوستان کے راجاؤں کو جمع کر کے ایک لاکھ کا پیادہ لشکر لے کر غزنی کی جانب عازمِ جنگ ہُوا۔ جب دونوں سپاہ مدِمقابل ہوئیں تو امیر ناصرالدین نے جے پال کے لشکر کی کیفیت اور حالات معلوم کرنے کے واسطے ایک پہاڑ پر چڑھ کر جائزہ لیا۔ کہ ایک سیل روان بے پناہ لشکر کی صورت میں اُمڈ آیا۔ عقابی نظروں سے مشاہدہ کرنے کی ذرا بھی پرواہ نہ کی بلکہ اپنے تمام سرداروں کو بُلا کر ترتیبِ جنگ کے متعلق مخصوص ہدایات دیں۔

نوعیتِ جنگ اور ترتیب کے مطابق اپنی اپنی باری پر پانچ صد غازیانِ اسلام نے میدانِ کارزار میں قدم رکھا۔ اور شانِ شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ سپاہِ اسلام کے اس طریقۂ کار سے یہ سمجھا گیا کہ ہمارے مدِمقابل لاتعداد افواج لائی گئی ہے۔

اسلام کے جانبازوں نے اجتماعی قوت کے ساتھ بھرپور حملہ کیا۔ لاتعداد مخالفین

قتل ہوئے ۔ بقیۃ السیف نے فرار کی راہ اختیار کی ۔ بیش بہا مالِ غنیمت سپاہِ اسلام کے ہاتھ لگا
پشاور اور دریائے سندھ کے کنارے تک کا علاقہ اُن کے تصرّف میں آگیا ۔ اس ولایت میں
امیر ناصر الدین کے نام کا سکہ بھی جاری ہوا ۔ اس فتح کے بعد امیر نے دو ہزار سواروں کا دستہ
پشاور میں تعینات کیا ۔ اور افغان و خلج اُس حدود میں صحرا نشین تھے ۔ اپنے لشکر کے زمرہ میں لے
کر غزنی کی طرف روانہ ہوا ۔

امیر ناصر الدین سبکتگین نے شعبان کے مہینہ میں ۳۸۷ھ میں جبکہ اُن کی عمر کے چھپن[56]
برس گزر رہے تھے ۔ کہ حدود بلخ موضع ترمذ میں راہی ملکِ عدم ہوا ۔ اُن کی حکومت کے کل بیس برس
تھے ۔ اُس کے بعد اُس کی اولاد سے چودہ افراد کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور آئی ۔ لاہور اور
اس کے اطراف ان کے زیرِ نگیں رہے ۔ امیر ناصر الدّین کی وزارتِ عظمیٰ ابوالعباس فضل بن
احمد استھقزئی کے ہاتھ میں رہی ۔

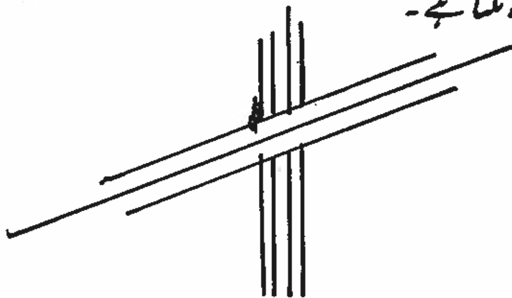
(ماخذ از "بحوالہ تواریخ فرشتہ صفحہ نمبر ۶۰ جلد اوّل")

۱ ۔ ابوالعباس فضل بن احمد استھقزئی کے بعد احمد بن حسن مہمندی وزارتِ عظمیٰ
کا قلمدان سنبھالا ۔ احمد بن حسن سلطان محمود کا رضاعی بھائی اور ہم سبق بھی تھا ۔ اُس کا
باپ حسن مہمندی امیر ناصر الدین کے دورِ حکومت میں قصبہ بست کی تحصیل میں قیام کرتا تھا ۔
لیکن بسبب ایک خیانت کے اُس کی طرف منسوب ہوئی ۔ امیر ناصر الدین کے حکم سے منسوب ہوا ۔
مشہور ہے کہ حسن مہمندی سلطان محمود کے وزرا میں شامل تھا ۔ عین غلط اور محض خطا ہے ۔ اور
احمد بن حسن جو خوش نویسی اور البورت فہم اور فضل میں مہارت رکھتا تھا ۔ اوائل میں
داروغہ دیوان انشار سالت ہوا ۔ بتدریج ترقی کرتا ہوا مخصوص وزراء میں شامل ہو گئے ۔

کچھ عرصہ بعد ضبطِ احوال بلاد و خراسان بھی ساتھ لے کر اشغالِ سابق کے انضمام پایا
اور خطا اس مہم کے عہدہ سے جیسا کہ باہر آیا ۔ مشرب غرب سلطانی نے ابوالعباس استھقزئی
کی لنسبت سمتِ تکدر قبول کیا ۔ زمامِ وزارت میں حیثیت استقلال اس خواجہ سورۃ حضائل
کے کف کفائیت میں قرار پکڑا ۔ اور اٹھارہ برس تک کارروائی زمامِ ملک میں مشغول
رہا ۔ اس کے بعد ایک جماعت امرائے بزرگ التونتاش سپہ سالار اور امیر علی خویشاوند نے

عقلِ رقیع سلطانی میں زبان اِس منبع فضل و احسان کی غیبت اور بہتان میں کھولی اور وہ
باتیں سلطان محمود کے دِل میں مؤثر ہوئیں۔ شاہ نے عزل کی رقم احمد کی پیشانیٔ احوال پر
کھینچی اور بہرام خان اس کے خواص سے تھا۔ اس کے سپرد کر کے حکم دیا کہ اُسے کشمیر کے
درّہ میں لے جا کر ایک جنگی نامی شخص کو وہاں مقرر کیا ہے۔ تفویض کرے تو وہ اُسے قلعہ
کلنجر میں قید کرے۔ غرض وہ تیرہ برس اس قلعہ میں مقید رہا۔

نوٹ :- واقعہ احمد بن حسن کا تحریر کیا۔ اور بہرام خان کا واقعہ جو سلطان محمود کے خواص
میں سے تھا یہ وہ واقعات ہیں جن کی تاریخی واقعات سے تائید ہوتی ہے کہ پانچ ہزار مسلمان قبیلہ
سلطان محمود غزنوی نے غزنی کابل سے لے کر موجودہ صوبہ سرحد کے مختلف مقامات پر پشاور کے
گردونواح میں برائے اشاعتِ اسلام آباد کیے۔ جن میں انور خان یا انور دین خان بن
بہرام خان تنولی حاکم چھلہ بونیر مقرر کیا۔ بہرام خان کی آمد کا ثبوت ملتا ہے درّہ کشمیر سے مراد
راستہ کشمیر کو دریائے سندھ کے کنارے شرقی پر کلنجر سے براستہ تناول دربند سے ہو کر
پکھل براستہ گاندھیاں ہاتھی میرا کشمیر کو جاتا تھا۔ اور موضع کلنجر کے مغرب کی طرف ایک بڑا قلعہ
تھا۔ اُس میں احمد بن حسن کو قید میں رکھا گیا۔ بہرام خان کی زیر نگرانی مقید تھا۔ کیونکہ اُن ایام
میں چھلہ وغیرہ کے علاقہ جات کا حاکم انور خان بن بہرام خان تھا۔ جو تنولیوں کا جدِ امجد ہے۔
جو غزنی سے ۳۸۸ھ میں معہ اپنے قبیلے کے چھلہ وغیرہ میں آباد کیے۔ اور انور خان کا حاکم علاقہ
ہونا ثابت ہے۔ اور واقعات جنگ علاقہ غزنی پشاور وغیرہ سوات قلعہ ہند۔ مردان امیر نام
بن سلطان محمود کی فتح کا ثبوت ملتا ہے یعنی ۳۸۸ھ کے دور میں اس علاقہ میں مسلمان قبیلہ
کے آنے کا ثبوت ملتا ہے۔



تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور انکی تاریخ" صفحہ نمبر ۱۲۸

(بحوالہ خان جہانی مخزن افغان صفحہ نمبر ۵۷۹)

سلطان شہاب الدین محمد غوری این جماعت افغانان را در کوہستان و کوہ سلیمان
اشتغر۔ سوات۔ باجوڑ از حدود کابل تا دریائے نیلاب (سندھ) از نواحی قندھار تا سرحد ملتان
آبادان ساخت۔ درہ عبارت است از کوہ محصوص کہ ابتدائے طول آں از سواد (سوات)
باجوڑ قصبہ سیوی از توابع بکر (بھکر) یا عتبار عرض از حسن ابدال "مارگلہ" تا کابل قندھار در
حدود ایں کوہ واقعہ است۔ کوہ سلیمان۔ کوہ اشتغر از ما بین ایں کوہ است و شیری کہ در کوہستان
از عہد آمدن ایشان آبادان کردہ شد استقرار بود اور اس بارے میں تاریخ شیروانی نامہ کے
مصنف عباس خان شیروانی لکھتے ہیں کہ بارہویں صدی کے آخر میں غزنیوں کے جانشین شہاب الدین
غوری نے سیاسی وجوہ اور ملک کے مفاد کی بناء پر قندھار سے لیکر ملتان تک پٹھانوں کو بسایا۔ جبکہ
تاریخ فرشتہ صفحہ نمبر ۸۷ پر سلطان شہاب الدین غوری علاقہ پشاور پر مکمل قبضہ کی تصدیق
۵۷۵ھ میں کرتا ہے۔

تنولی تاریخ کے آئینے میں

(از :- محمد اسماعیل خان کوکلوی)

مضمون بابت نوجوان افغان اخبار ایڈیٹر میر افضل خان جدون ۱۰ ر فروری اور ۲۴ ر مارچ ۱۹۳۴ء میں تین اداریے لکھے جن کی سرخی تھی "تنولی کون ہیں"، اس پر لمبی چوڑی بحث کے دوران انہوں نے لکھا کہ بعض تنولی اپنے آپ کو مغل کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مغل بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور بنی اسرائیلی یہی ہیں۔ یہ ان کی لاعلمی کی دلیل ہے طویل بحث کے بعد اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ تنولی لاریب بنی اسرائیلی ہیں۔ اور پٹھانوں کے بھائی ہیں۔ پھر انہوں نے حوالہ اخون دریزہ صاحب کی ایک حکایت جو انہوں نے چہار حکالہ اخوند میر کے حوالے سے لکھی تھی۔ انہوں نے اپنے مذکورہ اخبار میں شائع کی تھی۔ جس کی اصل عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔

حکایت :

"خاکیان شیرین مقال مے گویند۔ لشکر سواتیاں ہزیمت خوردہ فرار شدہ۔ بتاولیاں میر کہ مہابن قابض بودند۔ نیز بے دخل شدند و خان شان امیر خان پسرش براس خان مقتول و مجروح شدہ۔ بر رہنمائی پسرش ہند خان از رورابا سندھ عبور کردہ بہ کوہستان دخلیاب شدند۔ نامش بنام خود کوہستان تناول راشند۔ مے گویند بنی آصف برادران افغانان اند ہمراہ افغانیاں بملک خلیج مصر گرفتہ۔ شہر نادیل۔ یا ذانایل آباد کردند۔ و خود منصوبہ گشتہ۔ نارابلی شدند۔ نارابلی بمرور زمان دانابلی شدند۔ دانابلیان و سلواتیان شہرت گرفتند۔ از بحر کہ عبور اکر رند۔ شہر امب نامی یادگارش آباد ساختند۔

افضل العلماء اخوند رادیزہ صاحب اپنے تذکرہ میں یہ عبارت نسبت تناولیاں درج ہے۔ قولہ مردمان تنولیاں از درہ تانال آمدند۔ از مردمان صاحب جرات و شمشیر زنی ہستند۔ بقول جناب اخوند میر صاحب مے گویند از بنی آصف برادران افغانیاں ہستند۔ ملاحظہ ہو بنی آصف کون ہے۔ شجرہ نسب ملاحظہ ہو۔

(۱) بن آصف ۔ ابی اسف ۔ بن تورخ ۔ بن انہار بن قہیات بن لاوی بن حضرت یعقوب علیہ السلام ۔

(۲) یوشع بن نون بن السمیع بن عیور بن لعدان ۔ بن تحسن بن تلاخ بن بر لیہ فتح جبکہ ۔ بنی آصف و یوشع بن نون یک جدی ہیں ۔ بن افرائیم بن حضرت یوسف علیہ السلام بن یعقوب علیہ السلام (نوٹ)۔ حضرت یوشع بن نون تنولیوں کو نویں پشت میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ہیں ۔

"تنولی تاریخ کے آئینہ میں" اسماعیل خان کوکلوی صفحہ نمبر ۱۴۹ میں یوں تحریر کرتے ہیں۔ بمطابق تاریخ ہزارہ صفحہ نمبر ۱۹ راجہ محمد ارشاد کہ چنگیز خان کوریا سے ارمینا تک کا علاقہ اور تبت سے دریائے رتبیل تک کا علاقہ ہر ملک میں اپنی طاقت کا سکہ بٹھا دیا تھا۔

بحوالہ تاریخ فرشتہ لکھا ہے کہ گردیز و ساول شہروں کے نزدیک اِس اسرائیلی قبیلہ نے جو بستی بنائی تھی اُس کا نام وانابل یا تانال رکھا۔ جب یہی قبیلہ سوات میں پہنچا تو اُس بستی کے نام کی نسبت تنال یا تنولی مشہور ہوئے۔ "تاریخ فرشتہ" میں سلطان احمد تنبلی کا ذکر آیا ہے۔ جو صفحہ اور حاشیہ میں تنبل کی بجائے تنابلی کے یعنی تنبل تحریر ہے ۔ سلطان احمد تنبلی کے قبیلہ کے متعلق تو کچھ نہیں معلوم ہُوا۔ البتہ تنابل یا تنبل کی بستی کا ثبوت ملتا ہے ۔

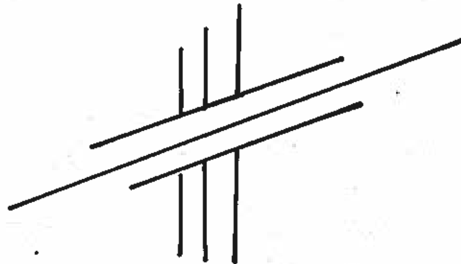
جناب اسماعیل خان کوکلوی نے دریائے تنبل جو ترکستان کے پہاڑوں سے نکل کر دو شاخوں میں سائبیریا کے میدانوں سے بہتا ہوا پھر یکجا ہو کر بحیرہ منجمد شمال کی خلیج میں جا گرتا ہے ۔ تنوبل کو (ب) کو حذف کر کے تنبل رہ جانا امکانی ہے۔ اور یہ دریا جس درّے سے گزرتا ہے یقیناً وہی درّہ تنول ہو سکتا ہے جس کے نام کی نسبت قوم تنولی سے موسوم ہوئی۔ یہ واقعات جو اسماعیل کوکلوی نے تاریخی حوالے سے پیش کئے ہیں۔ اب بھی غزنی اور کابل کے مابین ایک شاہراہ ہے جو علاقہ توتم درّہ جو غزنی کے شمال مغرب میں ایک آبادی کا نام توتم درہ اور اُس کے علاقہ کا نام شاہرہ ہے جو کرتانال شاہراہ کے نام سے رکھا۔ آجکل افغان مہاجرین جو کابل سے روسیوں اور ببرک کارمل کے ظلم و تشدّد کے باعث ہجرت کر کے مانسہرہ کے علاقہ میں ۹۰ ہزار مہاجرین ۹ کیمپوں میں آباد ہیں۔ میں نے ان سے تبادلہ خیال کیا تو اُن سے معلوم ہوا کہ غزنی اور کابل کے مابین توتم درّہ سابقہ تانال درّہ واقع ہے

اور اس علاقہ کے لوگوں کی زبان اب بھی فارسی ہے اور اس علاقہ کی شاہراہ کو شاہراہ تانال کہا جاتا ہے فارسی زبان کے متعلق تصدیق ہوجاتی ہے کہ ہمارے بزرگوں کی جو تحریریں اب تک موجود ہیں سب فارسی میں تحریر کی ہوئی ملتی ہیں۔

نواب محمد اکرم خان و نواب پائندہ خان والئی آف تناول صوبہ خان نے جو سند بطور رسیدی جات دی ہیں سب فارسی قلمی ہیں۔ اس سے یہ بات اور بھی یقینی ہوجاتی ہے کہ جس درہ تانال سے ہمارے بزرگوں کی آمد ہوئی ہے اُس علاقہ کی سابقہ زبان بھی فارسی تھی اور اس علاقہ کی قوم اب بھی فارسی بولتی ہے اور ہماری یعنی قوم تنولی کی سابقہ زبان فارسی ہی ہوسکتی ہے چونکہ پکتیا صوبہ کابل کے لوگ پشتو زبان بولتے ہیں اور ہمارے علاقہ میں بھی صوبہ سرحد میں جو لوگ پشتو یا پختو بولتے ہیں وہ اس علاقہ پکتیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ پٹھان مشہور ہوئے۔ اور قوم تنولی تاتال درّہ سے آنے کی وجہ سے تنولی مشہور ہوئی۔ اس لیے تنولیوں کی زبان پشتو علوم نہیں ہوتی۔ البتہ فارسی زبان کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ جہاں جہاں علاقائی بان پشتو بولتے ہیں وہاں پر تنولی بھی پشتو بولتے ہیں۔

(**نوٹ**) علاقائی زبان کا مقامی لوگوں پر اثر ہونا یقینی امر ہے افغانستان میں لی اور قندھار کے علاقوں میں قوم تنولی کی زبان فارسی ہے اور بعض علاقوں میں پشتو ہے۔

علاوہ ازیں صوبہ سرحد کے اکثر علاقوں میں پشتو زبان ہے اور ہزارہ ڈویژن میں وہ مذکورہ زبان بولتے ہیں۔ درحقیقت ان کی مادری زبان فارسی ہے۔ علاقائی اثر کے لحاظ سے سی اور زبان کے بولنے سے کسی قبیلہ کی قومیت یعنی جدّی نسبت تبدیل نہیں ہوتی۔



"بموجب صورت دیہی علاقہ تناول ہزارہ ڈویژن تقسیم قوم تنولی

بیانات قوم تنولی بمطابق ۱۸۷۱ء"

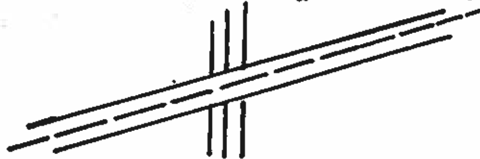
بیان حال اِس قوم کا امیر خان عرف بیر دبو کچھ اس طرح ہے۔ ہمارے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ وہ غزنی کی طرف سے آئے۔ علاقہ سوات میں آباد کیے جس وقت امیر خان سربراہ قوم تھا قوم عمازئی پٹھانوں نے بادشاہ کابل سے مدد لے کر امیر خان تنولی سے لڑائی کی۔ دو جنگوں میں پٹھانوں کو شکست ہوئی۔ اور امیر خان تنولی داغ مفارقت دے گئے۔

امیر خان کے بعد پسران پال خان اور ہند خان نے علاقہ سوات بونیر حیلہ سے اپنی قوم کو نکال کر علاقہ سمہ، نارمہ، ملکہارہ یا چہورہ ہنوز جگہ قائم ہوئی۔ اس کے باوجود قوم عمازئی و اتمان زئی نے مل کر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ دونوں قبیلوں کا سخت نقصان ہوا۔ اس معرکہ کے بعد پال خان نے اپنی قوم کو علاقہ مہابن میں آباد کیا۔ اپنی قوم کے سوائے اپنی تعلق داروں کو بھی جو دوسرے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے آباد کیا۔ وہاں پر یعنی علاقہ مہابن کے مشرقی کنارے دریائے سندھ کے نزدیک امب کے جنگ کے بعد قبضہ ہوگیا۔ جو علاقہ عشرہ، بانڈی گیالی اور امب کی آبادی ہے۔ بلوچ گرہ حال پائین۔ بشر بستی۔ بانڈہ۔ رم گلہ۔ دوگہ۔ پمبہارہ، لوہارا۔ چپتر بالا۔ رامڑی۔ ہربیہ، بھینٹ گلی۔ اور والاسقانہ۔ گبیاں جس کے متصل اب منڈی سبقانہ ہے۔ کچھ عرصے کے بعد پھر قوم عمازئی وغیرہ سے معرکہ آرائی ہوئی۔ ان کا خیال تھا کہ یہاں سے بھی نکال دیں گے۔ خونریز لڑائی ہوئی۔ قوم عمازئی وغیرہ کو شکست ہوئی۔ اُس وقت قوم تنولی مابین عمازئی، امازئی، اتمان زئی کے حد مقرر ہوئی۔ قوم تنولی کی حد سن کڑی سے جانب شمال عشرہ۔ بشر۔ اور بستی امب وغیرہ قوم تنولی کے قبضہ میں آ گئی۔ اور علاقہ کڑیا کھبل قوم اتمان زئی وغیرہ کے قبضہ میں رہا۔

امیر خان سے لے کر چھٹی پشت یعنی چاڑہ خان اور رحمارا خان بھی اسی ملک میں رہتے تھے۔ اس طریق سے اتنا معلوم ہے کہ گاؤں ہندوال و پلال قبیلہ کے علیحدہ چھوٹے چھوٹے قبیلے جنہیں بیگال جنہیں اولادِ جبشیر خان کہتے ہیں۔ امیر خان و جبشیر خان کی تمام اولاد وہاں پر مقیم رہی۔ بعد میں جمرود تک کے علاقہ میں آباد ہوئے اور ساتھ ہی مہابن میں بھی آباد ہو۔ [illegible]

اور خانگی قبیلہ پلال کی رہی۔ لیکن بعد از تقسیم علاقہ کے خانگی قبیلہ ہندوال کی ہوئی۔ جس وقت
اس علاقہ جو اب وغیرہ پہ قبضہ ہو گیا اس وقت بھی حکومت اس علاقہ پر ترک کی تھی۔ وارثان
ترک مزارعین کو نکال کر قبضہ کیا تھا۔ یعنی اُس علاقہ سے براہِ راست کابل سے حکمرانی ہوئی تھی
جب اُس پار یعنی دریائے سندھ کے اُس پار ترک حکومت کمزور ہو گئی۔ قوم تنولی نے اتفاق کرکے
سندھ پار جا کر قوم ترک سے لڑائی لڑی۔ جس کا ذکر بتلا دیا ہے۔ تمام ملک پر فتح ہوئی۔ پکھلی
اور رش میں داخل ہوئے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد علاقہ پکھل و رش سواتی اور جدون قوم نے
مل کر تمام ملک فتح شدہ بطورِ وراثت تسلیم کیا گیا۔ تقسیم قوم کا احوال درج ہے۔ باقی قبیلہ
ہندوال وغیرہ جو ترکوں کے وقت سے اُن پر رائج تھا۔ کمربندی میں رہے اُن پر رائج کیا گیا
اور کچھ رعیت ترکان کی اُن کے ساتھ چلی گئی۔ جب ترکوں پر فتح پائی تو اُس وقت دریائے
سندھ کے اس پار جا کر اب جس جگہ میں ایک بڑا درخت امب کا تھا۔ اس کے نیچے چار صد
چارپائیاں بچھائی گئیں۔ اور سب ملک مفتوحہ ہندوال پلال قبیلہ میں تقسیم ہوا۔ جس وقت
ملک تقسیم کیا گیا۔ اُس وقت سب قبیلے کے تنولی موجود تھے۔ اور ہر ایک قبیلہ اپنی اپنی
حصہ داری پر قابض ہوا۔ اُس وقت گھڑیاں قبیلہ پلال کا ہے۔ اور سوکال ہندوال
کا ہے۔ اور جو دیہات تقسیم اوپر سے تھے۔ قوم شیرخان کی ہے اور علاقہ گھڑیاں کے دیہات
رہن کی وجہ سے شیرخان کے تھے۔ البتہ عہد سکھاں سے کچھ لوگ گاؤں سے اپنی حصہ داری
چھوڑ کر چلے گئے کچھ تنولی قوم کے لوگ مانسہرہ کے ارد گرد کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔

تقسیم قوم رواج کچھ اس طرح ہے:۔ ایک عورت یا دو عورتیں ہوں اگر اپنی قوم تنولی
پٹھان یا گکھڑ یا کڑلال سے ہو تو اس کو مقتسیم بھی نصف کی جائے گی۔ ہر عورت کی اولاد کو
نصف دی جائے گی۔ باقی گوجر اعوان ملیار وغیرہ سے شادی ہو تو حصہ اصل کو ایک اور
اِن قوموں کی عورتوں کی اولاد کو دیا جائے گا۔



صورت دیہی ۱۸۷۱ء ہزارہ ڈویژن

تقسیم اول تیرہویں صدی بمطابق عیسوی ۶۴۹ھ

تیرہویں صدی حصداری قوم پلال نام علاقہ تقسیم ۱۲۳۲ء	۱۳ ویں صدی حصہ داری قوم ہندوال و نام علاقہ تقسیم ۱۲۳۲ء	۱۶ ویں صدی ۱۵۵۰ تقسیم سیری علاقہ پلال والا	۱۶ ویں صدی ۱۵۵۰ ہندوال علاقہ
عشرہ اس پار دیرہ بنہ کلالی کہن دین بدہیک شیروان درہ پادا۔ بیڑیاں مانگل ترلی کیری کی تلی کہن بین وغیرہ زمین بن نالہ کی ترلی کلاں دیرہ والی گنی راکوٹ	تفصیر بانی اس پار علاقہ دربند وغیرہ پار سندھ کا کل علاقہ ۲۷ ہم او کیری کے اوپر تفصیر بالی کو وغیرہ آبن بہن کے اوپر کلالی لشکر گاہ والی۔ کل ان کی ہے کڑیاں درہ بدھ او تلو اور کچھ گروہی پلال کی ہے۔	ادروالدرین بہن سے جانب غرب و جنوب کو جھے تا موضع لیارہ بہک پڑہ پانی۔ گرندھ کی گلی موضع بوریال۔ اوگی نالہ سرن موضع کوٹیرہ اوگی ڈھاکہ حد ہے جنوبی اوگی حد صوابی۔	درین بہن سے جانب شمال مشرق پائیں موضع لیارہ بہک۔ گرندھ گلی کی بوریال سرن کی جانب شمال وغیرہ کو ٹیرہ پڑاؤ جانب شمال۔

جواب حد تقسیم کی تصور کی جاتی ہے ——

"صورت دیہی قوم شدوال اعوان تناول ۱۸۷۱ء ہزارہ ڈویژن علاقہ گھڑیاں"

<u>بیان قوم شدوال اعوان علاقہ گھڑیاں</u> :۔ اول یہ کہ تمام ملک قوم ترک کی اطاعت میں تھا۔ تمام ہزارہ ملکیت قوم ترک کی تھی اور جائے ذیل میں اصل حکومت ان کی تھی۔ اول گلی باغ، شہزادہ فخر الدین پسر شیر شاہ شہاب الدین جس کی اولاد سے شادم وغیرہ مشہور ہوئے۔ نمبر ا دربند۔ سوہا۔ پہوہار۔ گلی باغ ہر چار جگہ ان کی اولاد رہتی تھی۔ اور ہم قوم قریش عرب ہیں بسبب ہمراہ اپنی ہماری کمر بندی میں فتح ملک کی ہے۔ شامل ہونے کے بعد قوم ترک نے ہمیں یہ ٹکڑا بغیر محصول کے ہمیں عنایت کر دیا تھا۔ ہمیں نوکوٹ کی ڈھیری ہمارے مورث اعلےٰ ابا و اشادو کی بیٹھک کی جگہ اس کو

شادو کنڈ کہتے ہیں۔ ایسا بھی موجود ہے۔ اُس جگہ کی ہم اب بھی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ اُس جگہ کی جانب غرب جس قدر ملک تھا تا دریائے سرن ترلی پکھلی وگھڑیاں تنول وغیرہ سب ہمارے مورث کی ہے۔ اور اس کی اولاد کا قبضہ رہا۔ ان کے ساتھ اب ہماری آٹھویں پشت ہے۔ قوم تنولی جب اُس پار دریائے سندھ سے آئے۔ اس ملک سے آئے اس ملک کو زور سے غلبہ کیا اور ترک قوم کی حکومت کو ختم کر دیا۔ اور ہم بھی ساتھ قوم تنولی کے مقابل نہ ہو سکے۔ اور نہ کوئی لڑائی ہوئی۔ کیونکہ سب قوم ترک اور ہم میں اتفاق نہ تھا۔ جب قوم تنولی کا غلبہ ہوا۔ رش اور مانگل تک کا علاقہ ان کی طاقت میں ہوا۔ جو لوگ سیری تا مسبہ دی اور سان اکثر علاقہ گھڑیاں اور اسی طرح قوم جرل اعوان۔ قوم اعوان کیہال قوم ترک بجالی وغیرہ سب پہلے کے ہیں۔ یہ سب قومیں پرانی آباد ہیں۔

اوّل قوم پکھلی کی رعیت تھی۔ پر قوم تنولی نے ملک فتح کیا تو اکثر بے دخل ہوئے۔ پھر سو سال سے زائد قوم تنولی پلال تھی۔ بسبب قوم ہندوال پٹھان کی جو بہ طرف ان کی خصوصاً "قوم سواتی وغیرہ کی تو اس قوم ہندوال وغیرہ کو جمع کر کے علاقہ گھڑیاں سپرد کیا۔ کمر بندی میں معاملہ نقد لیتے رہے۔ اور کئی طرح کی بیگار وغیرہ بھی لیتے رہے۔ ایسا نہیں کیا کمر بندی کرتے تھے۔ وراثت سے نہ ملک دیا۔ اور نہ ہی مزارع سمجھا تو کمر بندی کے اختیارات وراثت نہ ہوئے۔ قوم ترک کے پرانے وارثان کہتے ہیں۔ مگر قبضہ کے بعد تنولی کے اُن کی طرف سے بامر اللہ ہندوال کے رہے۔

علاقہ تناول کی تاریخی اہمیت

بذریعہ صورت دیہی مواضعات متعلقہ راونی کی کتاب اقوام افغانان "

پھوہار

بیڑ پھوہار سے پانچ میل کے فاصلہ پر موضع گندف واقع ہے۔ جس میں سید آباد ہیں۔ گندف سے آگے موضع توتی ہے جو اتمان زئی مندڑ شاخ کا آبائی گاؤں ہے۔ شیر خان تنولی کے علاقہ کے ساتھ موضع گندف ختم ہو جاتا ہے۔

کوٹ علیسی خان

یہاں کچی اینٹوں کا بنا ہوا پرانا قلعہ ہے۔ جو کھلابٹ سے بطرف شمال مغرب میں دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کے جنوب میں جلی اور دریائے سندھ بہتا ہے۔ اس قلعہ کے مغرب میں سیدوں کا گاؤں ہے۔ جو ایک کوس پر واقع ہے۔ اور لالوگلی کے آگے نصف کوس کے فاصلے پر گل شیر خان چیف آف تنولی کا گاؤں "دیرہ" ہے۔ اور یہ خان شاہِ کابل کا فرنبردار رہا ہے۔ اور اس جگہ پر کشمیر پکھلی اور پشاور کی قیمتی اشیاء کا کاروبار ہوتا ہے۔ اور گاؤں کے دور مغرب میں ایک مضبوط قلعہ ہے جو کہ کچی اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ جبکہ مغرب میں تھوڑی دور دریائے سندھ بہتا ہے۔

لالوگلی

یہ گاؤں ترک کے وقت سے جو اس کے اصلی موارث تھے۔ آباد کیا اور اعوان سڈوال اس گاؤں میں بستے تھے۔ جب تنولی دریائے سندھ کے اُس پار سے آئے تو اُن کو یعنی ترکوں کو بے دخل کیا۔ بموجب تقسیم قوم یہ گاؤں وراثت قوم تنولی۔ منہال بینکریال میں نصف نصف تقسیم ہوا۔

کالنجر

اندروال تنولیوں کا گاؤں ہے۔ دو صد بتیس برس ہوئے ہیں جو عہدِ اسلام سے اس پر قابض ہیں۔ پہلے یہاں ترک قوم آباد تھی۔ اُن کو بے دخل کر کے تنولیوں نے قبضہ کر لیا۔ یہ لوگ صوبہ خان خوانین کے ماتحت رہے۔ اِس گاؤں پر سیدانِ صوابی کا تصرف رہا۔ یہ تصرف پیر بابا کی اولاد ہونے کی وجہ سے رہا ہے۔ اس گاؤں تا عشرہ بزرگان

سیدو باڈی
یہ گاؤں ترکوں سے تنولیوں نے بزورِ شمشیر لیا۔ یہاں پر لوجال تنولی قابض ہیں۔ اِن بزرگان کی طرف سے روح اللہ شدوال اور میر اللہ بیرال کے پاس رہتا تھا۔ نواب خان تنولی ساکنہ امب نے ملک ویران کیا تو یہ گاؤں بے چراغ ہو گیا۔

چھنجھکہ
یہ آبادی تنولیوں نے ترکوں سے بزورِ شمشیر حاصل کیا۔ تنولی جنسیال قابض ہیں اور کچھ کرگوال بھی نواب خان امب والا کے حملوں سے بھی ویران ہوا۔
وجہ تسمیہ ابتدائی آبادی ایک جنج یعنی بارات اس گاؤں میں آئی اور ان کی مہمان نوازی اچھے طریقے نہ ہوئی اور بارات والوں نے از روئے تمسخر اِس گاؤں کا نام چھنجھکہ مشہور ہوا۔

کنڈیالہ
تنولیوں نے ترکوں سے بزورِ شمشیر لیا قوم تنولی قبول خان بہادر خان یہاں آباد ہیں۔ یہ گاؤں نواب خان تنولی امب والا نے غیر آباد کیا۔

ملیارہ
بنا کردہ ایک ملیار کا ہے اسی لیے یہ نام مشہور ہوا۔ یہاں سے ترکان کی بیدخلی کے بعد قوم تنولی بینکرال آباد ہوئی۔

توہی
یہ علاقہ کولائی قوم تنولی میتال، پٹھان اور اخونخیل آباد ہیں۔ سب سے پہلے مورثِ اعلےٰ ساہن خان نے آباد کیا۔ اور اپنی امداد کے لیے اخون خیل کو شریک ملکیت کیا

دیرہ
یہ علاقہ کولائی ہے اور یہ گاؤں ترکوں سے تنولیوں نے بزورِ شمشیر لیا۔ قوم تنولی کے صوبہ خان قابض ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قوم تنولی نے بوقت حصولِ علاقہ دریائے سندھ کے اُس پار سے اپنے اسباب اِس پار اُتار کر اس جگہ پر جہاں گاؤں آباد ہے۔ ڈیرہ جمایا تھا۔ اِسی لیے اس گاؤں کو دیرہ کہا جاتا ہے۔

کریپلیاں
ملک تنولی گوت بیگال یہ موضع بھی تنولیوں نے دریائے سندھ سے اس پار سے آ کر ترکوں سے بزورِ شمشیر حاصل کیا وجہ تسمیہ قوم تنولی کی آبادی کے وقت ایک ترک نام کریا تنولیوں کے ہاتھوں مارا گیا لہذا یہ نام مشہور ہوا۔

ماڑی
ماڑی کمزور زمین کی وجہ سے ہے تنولیوں کے حملہ از دریائے سندھ۔ بینکر خان تنولی نے آ کر تنولی نامی ایک شخص سے بزورِ شمشیر حاصل کیا۔

جرل
مسلمانوں کی عملداری میں تنولیوں نے ترکوں سے بزورِ شمشیر حاصل کیا وجہ تسمیہ

یدانِ کاغان جو صوابی میرا کے سیدوں کے یک جدّی ہیں۔ ملا کرتا تھا۔ تو صوبہ خان کی طرف سے
عشر سیدانِ صوابی کو ملتا رہا۔

بدنہک موضع حال کالو یہ رقبہ موضع دیرہ ہے اور ترکوں کے وقت سے آباد ہے۔
ایک کالا نامی شخص آباد کنندہ ہے جب تنولی دریائے سندھ کے اس پار سے
آئے انہوں نے قوم ترک کو بے دخل کیا۔ جبکہ کالو کو یہ جاگیر ملی تھی۔

پچندور یہ گاؤں ترکوں سے تنولوں نے لیا۔ اس کی وجہ تسمیہ چندہ بی بی کی وجہ سے چندور
مشہور ہوا۔ خانگاہ اس کی اب تک موجود ہے۔

بدھوڑہ یہ آبادی عہدِ سلمان سے ہے وجہ تسمیہ باد درہ یعنی اس جگہ ہوا زیادہ چلتی تھی۔ ہوا
کی کثرت کی وجہ سے اس کا نام بدھوڑہ مشہور ہوا سکھوں کے عہد میں اکثر
لڑائیاں پائندہ خان امب والا سے ہوئی تھیں۔ یہاں سکھوں کا ایک قلعہ بھی ہے۔

سیدپور یہ گاؤں سیدوں کا آباد کیا ہوا ہے لہذا یہ نام ہوا۔ ترکوں سے بزورِ شمشیر تنولی خان
تنولی نے حاصل کیا اب تنولی متھال آباد ہیں۔ یہ رقبہ بیڑ بہوہار کا ہے۔

لنگر نور وگاہ (اونچا بیلہ) لنگر کی آبادی سب سے پہلے شلمانیوں کی پائی جاتی ہے پھر یہ گاؤں
تنولیوں نے بزورِ شمشیر حاصل کیا۔ یہ گاؤں سرحد پر
تھا۔ اُدھر طاہر خیلی وغیرہ تھے۔ اور صوبہ خان اس پر قابض تھے آخر عملداریٔ اسلام میں شروع
عملداری سکھاں۔ نواب خان پدر پائندہ خان نے اس گاؤں اور اِس علاقہ کے دیگر دیہات
کو اکثر ویران کیا۔ چونکہ اس دیہہ میں سید خانخیل آباد تھے۔ عموماً اس لحاظ سے ہوتا رہا وجہ تسمیہ
اس جگہ شفیع خان شلمانی کا لنگر جاری تھا۔ اسی لیے یہ نام لنگر ہوا۔

موضع کھنی یہ آبادی پرانے ہندوؤں کے زمانہ کی ہے سلطان محمود غزنوی نے حملہ کے وقت ہندوستان
کے ہندوؤں کو مار بھگایا۔ اُس وقت سے یہ ملک ترک کے ہاتھ میں آیا۔ مگر ترکان
کے وقت قوم شدوال اعوان بطورِ رعیت آباد تھے۔ بعد ازاں لابیہ خان تنولی نے پار سے آکر
بشمول کُل علاقہ اس گاؤں کو بزورِ شمشیر ترکوں سے لیا۔

نوکھیری:۔ یہ آبادی قوم شدوال کی ہے اور ترکوں کے وقت سے ہے۔

بیڑ تنولیوں نے ترکوں سے بزورِ شمشیر حاصل کیا۔ دو تین مرتبہ غیر آباد ہوا۔ پائندہ خان تنولی نے اِس کو دو دفعہ لوٹا۔ سب سے پہلا خان بیڑ عمارا خان ہوا جس کا شجرہ نسب یہ ہے:۔ صوبہ خان بن بہادر خان بن قبول خان بن متولی خان بن عمارا خان (تاریخ ہزارہ)

نوٹ:۔ صوبہ خان والئی ریاست تنولی۔ بلال خود لوہار میں رہتا تھا۔ لیکن موضع بیڑ کو نہایت اہتمام سے تعمیر کرایا تھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو دُور دراز سے لاکر یہاں آباد کیا۔

گدا ترکوں سے تنولیوں نے بزورِ شمشیر حاصل کیا۔ آخر وقت تک بہ عہد السلام وراثت کی تقسیم کی۔ اولادِ نرینہ جوکہ بندی کے لائق ہوتی اُسی حساب سے ہوتی تھی۔ اِس کے بعد میں شیروان والوں نے لوٹ لیا۔

شیروان یہ گاؤں قوم ترک کا تھا۔ تنولیوں نے بزورِ شمشیر حاصل کیا۔ کاشتکار اعوان اور رسولپن قابض تھے۔ وہ کاشت کرتے تھے۔ جب تنولیوں کا قبضہ ہو گیا تو وہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اٹھارہ سال تک ویران رہا تنولی قبیلہ خوشیال، قبیلہ عنا سال اور قبیلہ علیسال میں برابر تقسیم ہوا۔

کوند چپاراں بدنہک قوم تنولی متیال و اولاد رستے خان قابض تھے۔ جو تنولیوں کے ساتھ پار دریائے سندھ سے آیا تھا۔ یہ پہلے ترکوں کا تھا۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ابتدائی آبادی پہلے چپاروں کی تھی۔

سرگندہ یہاں پر قوم تنولی لوچال قابض ہے نواب خان نے ویران کیا تھا۔ وجہ تسمیہ ایک مورث کی ہے۔ دو سندھ ہے اس کی زمین موسومہ گندہ میں لڑے لہٰذا یہ نام مشہور ہوا۔

جھوکاں بدنہک قوم تنولی صوبہ خان قابض ہیں۔ وجہ تسمیہ صوبہ خان نے اس موقع پر ایک چوکی حفاظت کے لیے بٹھا رکھی تھی۔ چوکی سے غلط ابہام جھوکاں مشہور ہوا۔

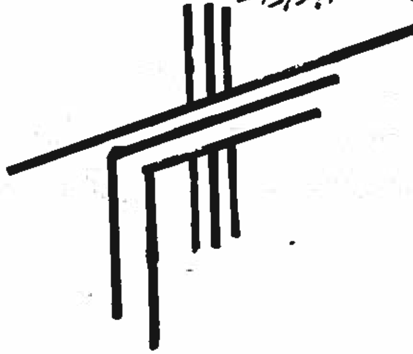
بانڈی کرگوال بدنہک تنولی کرگوال گوت ہیں۔ نواب خان نے تنولیوں کے حملہ سے اس کو اجاڑ دیا اور لوگ اجڑ کر دھمتوڑ علاقہ رش چلے گئے۔

جسگراں بدنہک قوم تنولی دافغان قابض ہیں۔ نواب خان نے اس کو اجاڑ دیا تھا۔

چالیس سال تک ویران رہا۔ عہد سکھاں میں آباد ہوا۔

کھیری بدنہک تنولی بہادر خان قابض ہیں۔ قوم ترک کے وقت آبادی سندوال آوان کی تھی۔ نواب خان سہندوال امب والا کے حملوں سے اُجڑا۔ سکھوں کے وقت آباد ہوا اور جب امن ہوا۔

چلنیری بدنہک کرگوال قابض ہیں۔ نواب خان تنولی نے اس کو ویران کیا اس گاؤں کو جلا دیا۔ اور بیس۲۰ برس ویران رہا۔ مہان سنگھ کے زمانہ میں سکھوں کے کاردار بخشی سیورام کی اجازت سے آباد ہوا۔



ہزارہ ڈویژن علاقہ تناول میں تنولیوں کی آمد

سید مراد علی شاہ مصنف "تاریخ تنولیاں" کی روایت ہے کہ ۱۴۷۲ء بمطابق ۸۸۹ھ اس وقت سلطان بہلول لودھی دہلی کا بادشاہ تھا۔ خان فروکش خان نے ملک جمرود میں افغانوں سے شکست کھا کر معہ چار ہزار لشکر دریائے سندھ کے قریب موضع عشرہ میں قیام کیا۔ دریائے سندھ کے پار جا کر ملک ترک پر حملہ کیا۔ بارہ ہزار ترک فوج سے معرکہ آرائی کی اور ترکوں کو شکست دے کر دریائے سندھ سے شنکیاری تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ جبکہ سردار جاڑا خان قوم ہندوال۔ ممارا خان قوم پلال تھا۔ مفتوحہ علاقہ دریائے سندھ تا حد دریائے سرن کا نام تناول رکھا۔ درہ تانال کابل اور غزنی کے مابین افغانستان ہے۔ اس کی نسبت سے تنولی، تناولیاں اور تانالوی مشہور ہوئے۔ اور فتح شدہ علاقہ تقسیم کیا۔ حد فاصل علاقہ مقرر ہوئی۔ ہندوال، پلال، تکیہ آئی بن کا ٹیری پانی تک مسطور قوم ہندوال اور اسی طرح حد پلال قبیلہ وغیرہ ہوئی۔ اس تقسیم کی تائید جو مفصل بحریر تقسیم قوم لکھ دی ہے۔ صورت وہی ہزارہ ڈویژن تناول میں موجود ہے

ہزارہ گزیٹیر ۸۲-۱۸۸۳ء

تنولی چار سو برس پہلے اس علاقے میں آتے دکھائی دیئے ہیں جن پر اب ان کا قبضہ ہے۔ رفتہ رفتہ وہ اپنے موجودہ علاقے تک پھیل گئے۔ گیارہ پشتوں تک گویا کہ ہیبت خان کے زمانے تک ان کا اپنا کوئی قبائلی سردار نہ تھا" راجہ ارشاد مصنف تاریخ ہزارہ صفحہ نمبر ۱۵۶-۱۵۷" پر رقمطراز ہیں کہ سید مراد علی شاہ کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔

۱۸۸۳ء سے چار سو برس پہلے یعنی ۱۴۷۲ء کے لگ بھگ تنولی علاقہ مہابن سے نکل کر علاقہ تناول میں داخل ہوئے اور ترکوں سے یہ علاقہ بزور شمشیر چھین کر یہیں سکونت پذیر ہوئے۔ اور پھر رفتہ رفتہ موجودہ تناول کے علاقے پہ قابض ہوئے تنولیوں کی آمد کے سلسلے میں تاریخ ہزارہ کے مصنف کیپٹن ولیس کا بیان یوں ہے۔-

"امیر خان بیر دلوی کی پندرھویں پشت میں اب نواب صاحب ہیں۔ امیر خان ایک لڑائی کے دوران سوات میں مارا گیا۔ دو فرزند پال خان، ہند خان اس ملک میں آئے"۔ "تاریخ ہزارہ" کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔ چار پشتوں کو فیصدی کے حساب سے دیکھا جائے تو تنولیوں کی آمد کا زمانہ تقریباً ملتا ہے۔ جو "ہزارہ گزیٹیر" "تاریخ تناولیاں" سید مراد علی شاہ میں بیان کیا گیا ہے "تاریخ ہزارہ" میں یہ بیان نہیں کہ امیر خان کس لڑائی میں مارا گیا۔؟ فی الواقعہ وہ سوات میں مارا گیا۔ اسی "تاریخ ہزارہ" میں یہ وضاحت بھی درج ہے کہ ہند خان سے لے کر گیارھویں پشت میں ہیبت خان تک صرف سرداری و قیادت انہی کی رہی۔ کوئی خان نہ ہوا اور نہ گاؤں یا علاقہ دستار خان کے لیے علیحدہ برادری نے کیا ہو۔

"ہزارہ گزیٹیر میں ہیبت خان تنولی کے بارے میں تحریر ہے:- ہیبت خان قبیلہ ہندوال کا خان مقرر ہوا۔ اُس کے پاس پچاس گھوڑے اور ایک سَو پیادہ ملازم تھے ۱۸۰۳ء میں وفات پائی۔

نوٹ:- مندرجہ بالا کتب تاریخی و صورت دیہی سے تنولیوں کی آمد علاقہ سوات، بونیر حلیہ مہابن میں ۱۳۸۶ھ میں علاقہ جبرود سمہ، مورہ، کمارہ، اور نارڑہ میں ۱۴۳۲ء میں علاقہ امب عشرہ میں تنولیوں کی آمد اور قومی تقسیم سے جو بالاتفاق سرداری پلال کی علاقہ جبرود میں پال خان، اما لعد دفر خان، الیاس خان، زرین خان، اور فروش خان یکے بعد دیگرے جو جبرود میں بحیثیت نائب حکمران رہے۔ اور علاقہ امب عشرہ وغیرہ میں ہند خان، بھوترا خان، جمعہ خان یا جموں خان، اور مستی خان یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے۔ جبکہ علاقہ امب عشرہ وغیرہ دونوں تپوں میں تقسیم شدہ علاقہ تھا۔ بلکہ دستار بندی علاقہ جبرود پر قبیلہ پلال کی اور علاقہ عشرہ وغیرہ قبیلہ ہندوال کی تھی۔ جبکہ ۱۷۰۲ء میں سردار چاڑہ خان اور سردار ممارا خان پلال کی سرکردگی میں چار ہزار تنولیوں کے لشکر کا موجودہ تناول پر حملہ اور مفتوحہ علاقہ کا نام تناول ہونا اور تناولی لقب اختیار کرنا تصدیق ہوتا ہے۔ جبکہ تقسیم تناول کے بعد جو علاقے تقسیم میں دونوں پتوں میں تقسیم کی گئی۔ اپنے اپنے قبیلہ کی سرداری تسلیم ہوتی ہے جبکہ پتہ یعنی طرف ہندوال کی دستار بندی سردار چاڑہ خان کی اولاد کی تسلیم ہوتی ہے

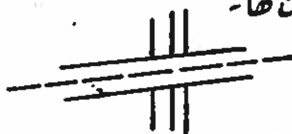
اور وہ علاقہ اپر تناول سے مشہور ہوا۔ پتہ پلال کی دستار بندی سردار مدارا خان کی ہوئی جس سے لوئر تناول مشہور ہوا۔ اور خانگی اُن کے گھر کی رہی جن کے بعد مختلف خانگیاں قائم ہوئیں۔ جن کی تفصیل اگلے ابواب میں ملاحظہ فرمائیں :۔

"ریاست امب بالائی تناول حصہ داری قبیلہ ہندوال بموجب تقسیم"

یہ ضلع ہزارہ کے مغربی حصہ کے وسط میں ہے اور اس کے جنوب میں علاقہ بدہنک، مغرب میں دریائے سندھ کے پار کا علاقہ امب وغیرہ، شمال کی طرف کالا ڈھاکہ ہے جبکہ مشرق میں ایبٹ آباد اور مانسہرہ کی تحصیل ہے۔ اور شمال میں وادی اگرور اس کا رقبہ دو صد چار مربع میل ہے۔ اس علاقہ میں قوم تنولی کی آبادی ستر فیصدی، گوجر بارہ فیصدی کے حساب سے ہیں باقی سیّد، اعوان بھی آباد ہیں۔ اس علاقہ کے مشرقی کونے سے دریائے سرن اور میدانِ پکھل ہے اور شمالی حصہ میں نالہ نار جو وادی اگرور سے گزرتا ہے۔ اس علاقہ کا بڑا پہاڑ بھینگرہ ہے سادر دو دریاؤں کے درمیان واقع ہے۔ اور یہ پہاڑ اپنی بلندی کے باعث بھی مشہور رہے۔ چیڑھ، بیاڑ اور دیودار کے گھنے جنگلات ہیں۔ اس پہاڑ کی بلند چوٹی ۸۵۰۰ فٹ ہے اب یہ علاقہ ضلع مانسہرہ کے ساتھ شامل ہے۔

پہلے اس میں دو ریاستیں یعنی ریاست امب اور ریاست پھلڑہ تھی۔ ریاست پھلڑہ "امب ریاست کے مقابلہ میں بہت چھوٹی ریاست تھی۔ اب دونوں ریاستیں آزاد ہو چکی ہیں۔ لوگوں کو حقوقِ ملکیت مل چکے ہیں۔ بعض قابضین اراضی مقامی خوانین گزارہ خواروں سے نبرد آزما ہیں۔

ریاست امب کا آخری نواب، نواب فرید خان تھا اور ریاست پھلڑہ کا آخری نواب عبدالطیف خان تھا۔



نواب کی حیثیت حکمرانی

علاقہ امب میں وہ خود مختار حاکم تھا۔ اور اپنے اختیارات فوجداری اور دیوانی حسب رواج اپنی صوابدید کے مطابق کرتا تھا۔ بالائی تناول میں وہ خود مختار حکمران تھا۔ لیکن قتل و پھانسی کا معاملہ حکومت وقت ضلع ہزارہ کے سپرد تھا۔ علاقہ کو لائی بدنہک جاگیر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور جو علاقہ جاگیر تھا۔ اس کا نظم و نسق ڈپٹی کمشنر ہزارہ کے تابع تھا۔

"نواب محمد اکرم خان" کے زمانہ کی آمدنی اندازاً ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ منقولہ جائیداد سونا، زیورات اور مویشی بھی تھے جس وقت نواب محمد اکرم کی وفات ہوئی خزانہ میں تین لاکھ روپیہ تھا۔

"لوئر تناول علاقہ گھڑیاں حصہ داری قبیلہ پلال"

لوئر تناول جو حصہ قبیلہ پلال قوم تنولی کا ہے جس میں گھڑیاں، تناول، شیروان بیڑ، بھولار اور شنگری وغیرہ شامل ہے۔ یہ علاقہ پہلے سردار جاڑہ خان و سردار مدارا خان نے تقسیم کیا تھا۔ لوئر تناول سردار مدارا خان تنولی وغیرہ کی حصہ داری ہوئی۔ یعنی قوم پلال وغیرہ اور بالائی تناول سردار جاڑہ خان تنولی وغیرہ کی حصہ داری ہوئی۔ یعنی قبیلہ ہندوال وغیرہ عہدِ انگریز تک ہر دو قبیلہ کی حکمرانی تھی۔ بعد ازاں عہد انگریز میں لوئر تناول سرکارِ انگریز میں شامل ہوا۔ اور بالائی تناول عہدِ انگریز میں ریاست کی حیثیت سے رہا۔ اور اب لوئر تناول ضلع ایبٹ آباد کے ساتھ منسلک ہے۔ اب لوئر تناول کے ستاون دیہات ضلع مانسہرہ کے ساتھ ملا دیئے ہیں۔ جھوکاں وغیرہ "تاریخ ہزارہ" کے مطابق جہانداد خان رئیس ہزارہ بہت بڑی طاقت کا حامل ہے۔ صاحب اثر مگر بہت بڑا وفادار ہے۔ گزشتہ جنگ کے زمانے میں وہ ہر وقت بیس سواروں اور ایک سو پیادہ لشکر سپاہیوں کے ساتھ رہا۔ اس کی جاگیر کی سرحد شرپسند سرحدی لوگوں کے درمیان واقع ہے۔ جہانداد خان کو مضبوط بنانا بہتر پالیسی ہے کہ وہ سرحدی شرارت پسند اقوام کا مقابلہ کر سکے۔ اور ہم کو اُن کی جنگ کے

ایک گراں خرچ سے بچا سکے۔

جہانداد خان ولد پائندہ خان رئیس مغربی شمالی تناول

عمر ۳۲ سال، جاگیر صوابی میرا۔ یہ جاگیر صوابی میرا، سردار لعا سنگھ نے دی۔ اور باقی جاگیر مہاراجہ گلاب سنگھ نے دی جس کی تصدیق ثالث میجر ایبٹ نے کی۔ یہ جاگیریں انگریزی سرکار کی خدمت کے صلہ میں منتقل کر دی گئیں۔ یہ پابند شرائط ہو گا کہ کسی وقت بھی قلعہ جات دربند، مانک گھڑو۔ رت گھڑ اور کشتیوں کے اُڈے پر قبضہ کرنے کا حق ہو گا۔ اور اِس جاگیر کے علاقہ میں مالیہ کی وصولی سرکاری کاردار اِس شرح پر جو تشخیص کی گئی ہو وصول کر کے رئیس کو ادا کرے گا۔

جاگیر صوابی میرا (۲۸) گاؤں نقد ــــ ۶۵۷۸ روپے
جو کمپنی نے دیئے ــــ ۵۷۷۵ ″
کل رقم ــــ ۱۲۲۵۳ روپے

علاقہ تناول ریاست خود مختیاری مطابق "تاریخ ہزارہ"، صفحہ نمبر ۲۰۳ پر درج ہے۔ یعنی جس وقت معاہدہ گلاب سنگھ کا انگریزوں سے ہوا۔ جہانداد خان کو خود مختیار اپنے آبائی علاقہ کا بنایا گیا۔ لیکن اس کو مبلغ ۵۷۵۵ روپیہ کی جاگیر دی گئی۔ جو دریائے سرن کے کنارے ہماری سابقہ چھاؤنی ہے۔ بھارو کوٹ کے نزدیک بطور جاگیر مختص ہے۔

نوٹ:۔ جو سکھوں کے عہد تک خود مختیار رہا۔

تناول پر کسی حکومت کے دور میں کسی کا قبضہ نہیں ہو سکا۔ اس کی حیثیت خود مختیاری پر میجر ایبٹ کی انکوائری بورڈ کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ میجر ایبٹ نے جہانداد خان کو والئ امب کی حدی جاہنداد کو آزاد علاقہ سمجھتے ہوئے شامل نہیں کیا۔ انکوائری بورڈ اُس کی اِس رائے کو درست نہیں سمجھتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انکوائری بورڈ جہانداد خان کے متعلق موجودہ طریقہ کار کو فوراً بدلنا چاہتا ہے۔ یا عہد سکھاں کے وقت کے مرتبہ و اعزاز سے کم کرنا چاہتا ہے لیکن انکوائری بورڈ اس بات کو نہیں سمجھ سکا۔ اِس کو کیوں مختارہ سمجھا ہے۔ اس لیے یاد رہے کہ انکوائری بورڈ جہانداد خان کے علاقہ کے متعلق میجر ایبٹ کی رپورٹ سے اختلاف رکھتا ہے۔

انکوائری بورڈ کی رائے ہے کہ جہاندادخان کو یہ بات ذہن نشین کرادی جائے کہ وہ اپنی اس جائداد کے عوض دریائے سندھ کے بائیں طرف ہے کہ وہ انگریزی سرکار کے مکمل طور پر مطیع ہے اور سرکاری خدمت کے لیے پابند ہے۔

نوٹ:۔ خدمت کا مطلب فوجی خدمت ہے جو جاگیرداروں اور اس کے لواحقین کو بوقت ضرورت کرنی ہوگی

" نقل رپورٹ میجر ایبٹ ۱۵ اجون ۱۸۵۱ء جاگیر کے متعلق جو انکوائری بورڈ کو ارسال کی گئی بابت جہاندادخان والئ امب "تاریخ ہزارہ صفحہ نمبر ۶۲۹"

تناول ایک سنگلاخ پہاڑی علاقہ ہے اور دشوار علاقہ ہے اس میں مسلح اور جنگجو کاشتکار آباد ہیں۔ یہ دریائے سندھ کے مشرق میں واقع ہے اور ہزارہ کے جنوب میں رش، اس کے مشرق میں پکھلی اور خود مختار پٹھان اس کے شمال میں واقع ہے دریائے سرن اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے جن میں مشرقی اور مغربی تناول کا نام دیا گیا ہے۔ اور اس علاقہ کی سیاسی تقسیم اس سے مختلف ہے۔ جس کی بنیاد قوم تنولی کی شاخوں کے قبضہ وراثت پر ہے۔ یعنی ہندوال، پلال خود مختار رئیس قبیلہ ہیں۔ ہندوال قبیلہ کا جہاندادخان رئیس ہے۔ پلال قبیلہ کے سردار شیر محمد خان اور راحمد علی خان مع اپنے تمام قبیلے کے برطانوی رعیت ہے۔

جہاندادخان کا مختار علاقہ دوابہ سندھ اور سرن کا وہ حصہ ہے جس کا ایک بازو جو بھینگڑہ پہاڑ میں واقع ہے جو شمال میں اگرور تک اور خود مختار علاقہ پٹھان قبائل کے علاقہ تک چلا گیا ہے اور مشرق میں پکھلی اور دریائے سندھ، جنوب میں کلیا کولنگا اور صوابی پہاڑی علاقہ تک جبکہ مغرب میں دریائے سندھ تک چلا گیا ہے۔ اس کا مطیع رقبہ ۲۰۴ مربع میل۔ اور کل رقبہ ۲۰۷ مربع میل ہوگا۔ سابقہ زمانے میں اس کی آمدنی کا اندازہ اٹھائیس ہزار روپے لگایا گیا۔ لیکن بدانتظامی اور ظلم کی وجہ سے آمدنی بہت گھٹ گئی۔

جہاندادخان دریائے سندھ کے اُس پار امب اور عشرہ کے قلعہ کا مالک ہے۔ جہاندادخان ولد پائندہ خان دلیر، بلند ہمت اور مدبر سردار تھا۔ اس نے سکھوں کے بہادر اور ہوشیار جرنیلوں سردار ہری سنگھ، اور سردار گلاب سنگھ سکھ کمانڈر علاقہ تناول سید احمد شاہ اس کے سندھ پار کے علاقوں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا تو وہ خود مختار پٹھانوں کے پاس امداد کے لیے چلا گیا۔ اور اس کی چھوٹی سی ریاست اس دریائے سندھ پر سکھوں نے قبضہ کر کے اپنی فوج بٹھادی۔

پائندہ خان کی وفات کے بعد اس کا لڑکا جہاندادخان جانشین ہوا۔ یہ اپنے باپ سے

بہت مختلف ہے نرم طبیعت کا مالک ہے اس میں باپ جیسی قوت و ہمت و جرأت نہیں ہے ۔
کی جنگ کے بعد ضلع ہزارہ کے لوگ سکھ فوجیوں پر حملہ آور ہوئے ۔ اور ان کو قلعوں سے نکال دیا ۔ تو جہانداد خان نے کوشش کرکے سکھوں کے قلعہ اور سکھ سپاہیوں کو اپنی حفاظت میں رکھا اور اُن کو بچا لیا ۔ اِس حفاظت سے فوج اور قلعہ کو پُر امن رکھنے کے صلہ میں سردار گلاب سنگھ نے جو ہزارہ میں سکھ فوج کا کمانڈر تھا ۔

جہانداد خان کو باقی علاقہ دوابہ سندھ وسرن علاقہ بدہنک کولائی اور کالنجر جس کی آمدن مبلغ چھ صد روپیہ ہے ۔ جاگیر میں دیا ۔ پائندہ خان نے اپنے بیٹے سے حلف لیا تھا ۔ کہ وہ کبھی کسی شہزادے یا حاکم کے دربار میں حاضری کے لیے نہیں جائے گا ۔ جب میں نے ۱۸۴۷ء میں چارج لیا تو میں نے صاف طور پر اس کے ذہن نشین کرا دیا تھا ۔ کہ اس کے بذاتِ خود حاضر ہونے پر بھی اس کی جاگیر کا فیصلہ سرکار برطانیہ کی خوشی اور منظوری پر ہوگا ۔ اور اس کے خود حاضر ہونے پر بھی ضروری ہے ۔ کہ جب ہماری فوج نے سلم کھنڈ پر حملہ کیا اور لے لیا ۔ تو اس کو یقین ہو گیا کہ ہماری فوج کو پہاڑ نہیں روک سکتے ۔ تو وہ بادلِ نخواستہ میرے پاس حاضر ہوا ۔ میں نے اپنے موجودہ اختیار کے مطابق اُسے جاگیر منتقل کر دی جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں ۔

چونکہ ہزارہ کا امن کچھ حد تک اس جاگیر کے ذریعے سے خریدا جا چکا تھا ۔ لہٰذا مجھے اس کے بند کر دینے میں خلاف ورزی عہد نظر آئی ۔ اس علاقہ کو جہانداد خان کے حملوں سے بچانے کے لیے اس علاقہ کی آمدنی سے بہت خرچ کرنا پڑتا تھا ۔ اس علاقہ کی جنگجو قوم کے مقاصد اور جہانداد خان کے مقاصد میں سخت اختلاف ہے جو کبھی بھی ایک نہ ہو سکتے تھے ۔ اِس لیے اگر جہانداد خان کبھی بھی بغاوت کرے تو اُسے بے دخل کرنا آسان ہے ۔

بہر حال میں نے اس علاقہ کے لوگوں کے آرام و خوشحالی کو جاگیردار کی مرضی اور غیر منتظم حکومت کے حوالہ نہیں کر سکتا تھا ۔ اس لیے میں نے ہر گاؤں کا مالیہ تشخیص کرکے ایک کاردار مقرر کر دیا ہے جو کہ مالیہ کے انتظام کے بعد میں نے اس علاقے کے سب عدالتی اختیارات سپرنٹنڈنٹ ہزارہ کو تفویض کر دیئے اور جاگیرداران اُن کو یعنی اُن لوگوں سے فوجی بیگار لینے سے منع کیا ہے ۔ گزشتہ جنگ میں مشکل اور صبر آزما حالت میں جہانداد خان وفادار رہا ۔ حالانکہ اُس کا جگری دوست غلام خان ترنیا

بھی ہیں چھوڑکر درانیوں سے مل گیا تھا۔ اس چھوٹی سی ریاست کی موجودگی مجھے کئی وجوہات سے مفید معلوم ہوتی ہے۔ اس کا کوئی خرچ حکومت کو برداشت نہیں کرنا پڑتا۔ اور اس کا رئیس ہمارے زیر اثر رہا ہے۔

جہانداد خان کا علاقہ ہزارہ اور سرحد کی جنگ جو پٹھان اقوام حسن زئی سے اس کے پرانے جھگڑے ہیں۔ ان کے درمیان میں واقع ہے۔ جہانداد خان کا حسن زئیوں کے ساتھ اتحاد ناممکن ہے۔ اس کا علاقہ امب وعشرہ کے اُس پار دریائے سندھ جو کبھی اقوام مہابن کی ملکیت تھا۔ اس کو ان کے ساتھ ہمیشہ برسرِ پیکار رکھتا تھا۔ اور علاقہ ستھانہ کا مجاہدین گروپ اس علاقہ کے قلعوجات امب وعشرہ پر قبضہ کرنے کا خواہشمند ہے۔ ان حالات نے اس کو مغربی علاقہ سے بالکل الگ تھلگ کر دیا ہے۔ لہٰذا حکومتِ انگریزی کے مفاد سے وفاداری اس کے لیے امن و سلامتی کا باعث ہے۔ اگر وہ اپنے حاشیہ برداروں یعنی شیر زمان خان اور بوستان خان کو جو درحقیقت عیاش ہیں۔ جنہوں نے اس کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں۔ ان کے اثر و رسوخ سے گلو خلاصی کرے تو پھر وہ اپنے ان تمام دشمنوں پر ہمیشہ حاوی رہے گا۔ انہی دو اشخاص کی وجہ سے ہی جنگجو رعایا نے اُس کے باپ کے جھنڈے تلے کئی جنگوں میں جرأت و پامردی کے جوہر دکھائے۔ اب وہی لوگ جہانداد خان کو نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں۔ یہ سب کاشتکار برطانوی قانون کی اطاعت میں اپنا مفاد سمجھتے ہیں۔

جہانداد خان نے ہم سب سے غداری کی تو یہی لوگ ہمارے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے میں اس حقیقت سے باخبر ہوں کہ ہزارہ میں حالات کی ناسازگاری و اختلافات کے باوجود امن ہے۔ اور اس ضلع میں ایک نووارد فوجی کے لیے ان حالات کا مقابلہ کرنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے علاقے میں آیا ہے جہاں حالات کا نظم و نسق ایک مشینی پرزے کی طرح باقاعدہ چل رہا ہے۔ ایک مرکزی پرزے کے اشارے سے مشین کام کرتی ہے۔ جہاں پر مخالف قوتوں کے درمیان سازگار ہم آہنگی سے امن پیدا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایک فوجی آدمی کے لیے یہ خاص اثر و احساس پیدا کرتا ہے۔ کہ فوجی گروہ کا نظام متناسب اتحاد و طریقِ کار ان سے بالکل متضاد ہے۔ جہاں پر ہزاروں بے لگام مخالفین موجود ہوں اور وہ نظم و نسق اور اتحاد

پر مائل ہوں۔ لہٰذا یہ نظام سب کے لیے مفید ہے۔ بنا بریں ایسے نظام کو جس میں ہر ایک کے حقوق و فرائض محفوظ ہوں۔ اور انہیں برقرار رکھا جائے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن پر اس نظریہ کا اثر نہ ہوا ہو۔ کیونکہ اُن کے ہاتھ لوگوں پر ظلم کرنے کے اختیارات اس قانون سے ختم ہو جائیں گے لیکن ایسے اشخاص سے کوئی بھی ہمدردی نہیں رکھتا۔ لہٰذا ایسے لوگ کسی وقت بھی غداری کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔ تو فوری توجہ سے اِن کی سرکوبی کر کے موجودہ امن بحال کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ:۔ انگریز ایک شاطر قوم ہے جس نے دنیا کے ہر حصے پر حکومت کی ہے لیکن برطانوی جرنیل ایبٹ صاحب نے جو رائے دیانتداری سے دی اس میں اطاعتِ امیر، جنگجو اور بہادر قوم تنولی کے کارناموں کی تصدیق ہوتی ہے اور آج بھی یہ قوم اگر کسی بات پر اَڑ جائے تو کہتے ہیں پرواہ نہیں۔ جبہڑی ہول ہول۔ چھتو منگلی منگلی پھر پرواہ نہیں کرتے۔ (بحوالہ تاریخی حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خاندان سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۸ھ ہجری یا ۱۰۰۲ء میں علاقہ سوات میں لاکر آباد کیے تھے۔ سب کا تشخص بلحاظ علاقہ سوات کے سب کا تشخص سواتی ہوا۔

جب یہ قبائل آپس میں بوجہ اختلافات لڑنے لگے تو اپنے اپنے قبیلے کے شناخت و تعارف علیحدہ علیحدہ کروائے۔ مثلاً دِلازاق۔ اُتمان زئی، علی زئی، جدون، حسن زئی، طوعین تنولی اِن کی گوتیں مشہور ہوئیں۔ سب سے آخر میں جو قبائل سوات سے علاقہ پکھلی میں وارد ہوئے۔ بڑی گوتیں یہ تھیں:۔ جہانگیری۔ متراوی۔ عیالی۔ ارغوشال، ملکال، مصرخیلی۔ دودال۔ بیگال۔ اور علی شیری۔ مندرجہ بالا جتنی گوتیں ہیں ان قبائل میں بوجہ بنی اسرائیلی ہونے کے (ل) (ی) اب بھی ہر قبیلہ میں موجود ہیں۔ تنولی قوم نے جو موجودہ دور میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ جہاں کہیں بھی آباد ہیں اپنا تشخص تنولی ہی بیان کرتے ہیں۔ جن کی موجودہ دور میں کئی گوتیں ہیں اور اپنے اپنے بزرگوں کے نام سے منسوب ہیں:۔ پلال۔ سہندوال۔ بیگال۔ جلوال۔ سریال۔ ٹھکریال۔ کلوال۔ لدھیال شنکیال۔ خانخیل۔ جبال۔ لوچھال۔ متھال۔ حبدال۔ لابیال۔ ستیال۔ ہستیال۔ کدوال۔ لیپال۔ بینکریال جستیال۔ سدیال۔ جوڈال۔ انزبال۔ ڈاہرال۔ شیرخان۔ تراوڑے۔ بگوال۔ صوبخان۔ ہیبت خان، بہادرخان۔ قبول خان۔ مجیدیال۔ بنیسال۔ اور رومال۔

حالاتِ جنگ گل شیر خان پسر صوبہ خان

(ماخذ تاریخ ہزارہ مہتاب سنگھ)

اس واقعہ کے متعلق مہتاب سنگھ یوں رقمطراز ہے:۔ جس سے پتہ ہندوال و پتہ پلال کی آویزش کا پس منظر بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ ہیبت خان ہندوال نے اپنی قوت کے سہارے گلی بدرال میں سکونت اختیار کی۔ گل شیر خان کے ساتھ دعویٰ ہمسری کا کرنے لگا۔

گل شیر خان جو پتہ پلال کا خان تھا۔ یہ دعویٰ ناگوار گزرا۔ تو گل شیر خان نے گلی بدرال پر حملہ کر کے گلی بدرال کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ہیبت خان مقابلے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ مجبوراً گل شیر خان سے صلح کرنا پڑی۔ اطاعت قبول کر لی۔ بنا بر ایں گل شیر خان نے اس کو گلی بدرال آباد کرنے کی اجازت دیدی۔ اس مصالحت کی رُو سے ہیبت کی لڑکی کا رشتہ گل شیر خان کے لڑکے احمد علی خان سے کر دیا۔ اور گل شیر خان کی لڑکی کا رشتہ ہیبت خان کے پسر ہاشم خان سے کر دیا۔ تاکہ دونوں فریقین کے دلوں میں حسد و کینہ نہ رہے ہیبت خان کی وفات کے بعد ہاشم علی خان کی دستار بندی ہوئی۔

ہاشم علی خان تولی ہندوال

ہیبت خان کے کُل آٹھ فرزند ہوئے۔ جن کے اسم گرامی یہ ہیں:۔ ہاشم علی خان۔ نواب خان۔ علی خان۔ ناصر علی خان۔ نادر علی خان۔ نجیم خان۔ نصر اللہ خان اور قاسم خان۔

ہاشم علی خان کو قبیلہ ہندوال نے متفقہ طور پر اپنا خان تسلیم کر لیا۔ اور ہاشم علی خان کی قوت میں زبردست اضافہ ہوا۔ اس نے تقریباً تین صد گھوڑا سوار پیادہ رکھ لیے۔ اُس وقت احمد علی خان پسر گل شیر خان پلال پتہ کا خان ہوا۔ اور احمد علی خان سے دربند گھوڑی وغیرہ کا علاقہ جو گل شیر خان نے زبردستی ہیبت خان سے حاصل کر لیا تھا۔ واپسی کا مطالبہ کیا۔ ان وجوہات کے باعث احمد علی خان کو فکر لاحق ہوئی کہ ہماری خانگی تین پشتوں سے چلی آرہی ہے۔

یاد رہے کہ زبردست خان عرف صوبہ خان اپنے دورِ حکومت میں علاقہ تناول کا خان تسلیم

ہوچکا تھا۔ خانگی کو خدشات محسوس ہوئے۔ اُدھر قبیلہ ہندوال نے ہاشم علی خان کو اپنا خان بھی تسلیم کر لیا تھا۔ دربند، گھڑی کا مطالبہ بھی ہاشم علی خان نے پورا کر دیا تھا۔ ایسا نہ ہو کر ہاشم علی خان زور پکڑ جائے اور خانگی ختم ہو جائے۔ اور ہاشم علی خان جملہ علاقہ تناول پر بھی حاوی نہ ہو جائے۔

"تاریخ تنولیاں" مرتبہ سید مراد علی شاہ (صفحہ نمبر ۱۶) پر انکشاف کرتے ہیں کہ قومی دستور تھا۔ جب دستار بندی قبیلہ ہندوال قبیلہ پلال کی کی جائے تو دستور کے مطابق قبیلہ لابیال دیگر قوم کے تینوں قبیلوں کو دستور کے مطابق شادی اور دستار بندی میں طلب نہ کیا اور نہ ہی نذرانہ شکرانہ دیا۔ احمد علی خان اور ہاشم علی خان اِن دونوں نے باقی قوموں کو بوقت دستار بندی طلب نہ کیا تھا۔

بنا بریں رحمت خان و محمد اعظم۔ ناصر خان، فضل خان۔ پیرا خان قبیلہ لابیال و سمندر خان متہال ہمکہ شیروان و قبیلہ خانخیل نے باہم مشورہ کیا کہ ہرسہ قبائل صلاح کرکے احمد علی خان کے ڈیرہ پر آئے۔ اور کہا کہ ہاشم علی خان بہت طاقتور ہو گیا ہے۔ رشتہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کسی وقت بھی ہم پر حملہ آور ہوگا۔ ہمیں ابھی سے فکر کرنی چاہیے۔ اگر ہاشم علی خان کو قتل کیا جائے تو یہ ملک ہندوال بھی ہمارے قبضہ میں آجائے گا۔ تو ہرسہ نے یک زبان ہو کر بہ اتفاق رائے تجویز پیش کی کہ رحمت خان کو بھیج کر ہاشم علی خان کو ڈیرہ پر بلاؤ اور حکمت سے قتل کرو۔ لیکن "تاریخ ہزارہ" مرتبہ از مہتاب سنگھ کا بیان ہے کہ احمد علی خان نے ہرسہ پتہ یعنی لابیال، متہال اور خانخیل کے بلوا کر رشید خان خانخیل والد ہاشم علی خان سری والا فضل خان و ناصر خان نے باہمی صلاح و مشورہ کیا کہ ہاشم علی خان کو قتل کیا جائے لہٰذا:۔
"تاریخ تناولیاں"، مرتبہ از سید مراد علی شاہ "تاریخ ہزارہ" کے بیانات میں معمولی فرق ہے لیکن "تاریخ ہزارہ" کا بیان زیادہ وزنی معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ بلانے کی ضرورت احمد علی خان کو تھی۔ نہ کہ قبیلہ لابیال، متہال یا خانخیل کی۔ اس کے بعد احمد علی خان نے خط ہاشم علی خان کو تحریر کیا کہ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خط رحمت خان کے ذریعہ بھیجا گیا یا اور کوئی آدمی خط لے کر گیا تھا
مضمون خط احمد علی خان "تاریخ ہزارہ"، بحوالہ خط۔ احمد علی خان بنام ہاشم علی خان

برادرِ من! میرا دل آپ کی ملاقات کی ایک جا نشست و برخاست کے لیے جوش مارتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ چند روز کے لیے اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں آئیں۔ زندگی ندی کے پانی کی طرح جا رہی ہے۔ عمر پر کچھ اختیار نہیں۔ چند روز اتفاق سے گزار کر خوشی حاصل کریں اور مخلص دوستوں کے ساتھ دن رات کی اوقات بسر کریں۔ جو زندگانی در جہانی ہے۔ اس لیے ہر دو خیریت سے ہو دیں۔ در بند گھڑی جس کی واپسی کے آپ خواہشمند ہیں۔ بوقتِ رخصت۔ چادر اپنی بہن کو دیدوں گا۔ خط پڑھنے کے بعد نواب خان برادر ہاشم علی خان اور محمد رشید قوم لودھی نے بحوالہ "تاریخ تنولیان" مرتبہ مراد علی شاہ نے بہ نظرِ خیر خواہی ہاشم علی خان کو مشورہ دیا۔ اور طے شدہ سکیم کے تحت احمد علی خان قبیلہ لابیال سے آگاہ کر دیا۔ اور ہاشم علی خان نے رشید لودھی کے کہنے پر اعتبار نہ کیا کہ مجھ کو احمد علی خان سے یہ اُمید نہیں۔ اسلام جو ہمارا مذہب ہے۔ باہمی مشورہ کی تاکید کرتا ہے۔ کاور آپس میں مشورہ کر کے اس پر عمل کرو۔ افسوس اگر ہاشم علی خان اِس مشورہ کی تائید کر لیتے تو ہو سکتا ہے کہ آئندہ اِس قوم تنولی میں اتنی سخت دشمنی نہ ہو۔ اور یہ قوم جس نشیب و فراز سے گزری ہے

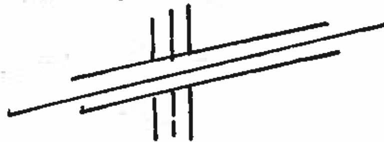
قضا جس کی آئی ہو تقدیر سے
کوئی روک سکتا ہے تدبیر سے

القصّہ مختصر:۔ خلافِ رائے نواب خان و رشید لودھی کے ہاشم علی خان اپنی زوجہ کے ہمراہ موضع کلالی مسکن احمد علی خان کے آیا۔ تو احمد علی خان نے بہت ہی شفقت سے خوب خاطر مدارت کی۔ تو ہاشم علی خان اپنی ریاست کو بھول گئے۔ دن بھر شکار کھیلتے اور رات کو گھر واپس آتے۔ صبح پھر مع اپنے خدمتگاروں کے جرہ باز کے شکار کھیلتے۔ اور ہر روز تازہ گوشت کھاتے۔ اس طرح جب کافی دن گزر گئے تو ہاشم علی خان نے احمد علی خان سے بات کی کہ کافی دن گزر گئے ہیں۔ اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو میں چند روز کے بعد واپس جا کر کاروبار اور ملک کا حال واحوال دیکھ کر واپس آجاؤں تو اس وقت احمد علی خان نے اپنے مشیروں سے یہ صلاح کی کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہاشم علی خان کا کام تمام کیا جاوے۔ جب روانگی فلاں ہاشم علی خان کا مقرر کیا گیا تو احمد علی خان اِن چار اشخاص رحمت خان۔ ناصر خان۔ فضل خان

پیر اخان لابیال اور سمندر خان متہال ہاشم علی خان کے پاس گئے۔ اور ہاشم علی خان اُس وقت مرج قلعہ میں نماز ظہر پڑھ کر فارغ ہوئے۔ زینا حجام، الور ملازم ہندوال اور سردار موصوف بھی اُن کے ہمراہ برج میں موجود تھے۔ باقی تمام ملازم دریائے سندھ کے کنارے غسل کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جس وقت احمد علی خان کی مشیروں سے صلاح ہوئی تھی۔ بطور جرگہ رحمت خان، محمد اعظم خان۔ افضل خان۔ پیر اخان لابیال اور سمندر خان قبیلہ متہال بعد حجرائے سلام کے ملاقاتِ جسمانی کرنے لگے۔ یعنی ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے تو رحمت خان لابیال نے ہاشم علی خان کو یہ بہانہ اپنے بغل کے مصافحہ جسمانی کے لئے بغل میں پکڑا تو اشارے سے ناصر خان لابیال کو کہا ناصر خان ہاشم علی خان کی پشت میں تلوار ماری۔ وہ زمین پر گر پڑا پھر ایک کاری ضربِ تلوار گردن پر ماری جس سے کام تمام ہوا۔ "قالوا انّا للّٰہِ وَ انّا الیہ راجعُون"، یہ واقعہ الور دین حجام کے سامنے ہوا۔ زین حجام اور الور ملازم نے جنگ شروع کردی۔ جس سے چار افراد احمد علی خان کے زخمی ہوئے۔ اور احمد علی خان کا ملازم اور سید مہدی شاہ سکنہ مانک رائے قتل ہوا۔

جبکہ ملازم ہاشم علی خان، الور اور زین دونوں نے اپنے آقا ہاشم علی خان کی خاطر دادِ شجاعت دیتے رہے اور مارے گئے۔ اور اس لڑائی میں پچاس۵ ملازمین ہاشم علی خان کے اور بھی قتل ہوئے۔ چونکہ لڑائی کا منصوبہ پہلے ہی سے احمد علی خان نے تیار کیا ہوا تھا۔ جبکہ ہاشم علی خان کے بیس۲ ملازمین بچے اور انہوں نے ہاشم علی خان کے قتل کی اطلاع نواب خان کو دی۔ ایک تلوار جو دورانِ جنگ سردار چارہ خان کو ۱۲۷۲ء میں اخوند سلاق ولی زمانہ نے عطا کی تھی۔ قوم لابیال کے ہاتھ آگئی۔

نواب خان نے بذریعہ احمد شاہ بھوج درہ کے لاش منگوا کر گلی بدرال میں دفن کی رسوم ماتم ادا کیں۔ یہ واقعہ ۱۸۱۲ء بمطابق ۱۲۲۹ ہجری کا ہے۔ یاد رہے کہ ہاشم علی خان نے دس۱۰ برس حکومت کر کے اس دُنیا فانی سے رحلت فرمائی۔



نواب خان تنولی

نواب خان کی دستار بندی ۱۲۲۹ھ بمطابق ۱۸۱۲ء کو کی گئی۔ تمام قبیلہ ہندوال نے باتفاق دستار بندی کی۔ تاریخ شاہد ہے کہ نواب خان عقلمند اور ذی شعور شخصیت کا حامل تھا۔ رعایا پرور، علماء فضلاء کا قدر دان۔ شرفاء و روساء کا رتبہ دان اور مہمان نواز اس قدر تھا کہ جتنی تعریف کی جائے کم ہے فنون سپہ گری و نیزہ بازی میں یکتائے زمانہ اپنے سپاہ کو خود بھی ٹریننگ دیتا تھا۔ ملازمین کو ششماہی تنخواہ ادا کرتا تھا۔ مسافر خانہ میں جاکر مسافروں کے حالات معلوم کر کے حسب ضرورت ان کی امداد کرتا تھا۔ ہاشم علی خان کے قتل کے بعد نواب خان تنولی نے اپنی ریاست کو مستحکم کیا۔ تاکہ اپنے بھائی کا انتقام لیا جائے۔ اور اپنی ریاست کا علاقہ جو گل شیر خان پسر صوبہ خان نے ہیبت خان کے دور میں زبردستی چھین لیا۔ اِن واقعات کا انتقام نواب خان کے دِل میں پنہاں تھا۔ احمد علی خان پسر گل شیر خان بھی طاقتور اور نہایت سنگدل الشان تھا۔

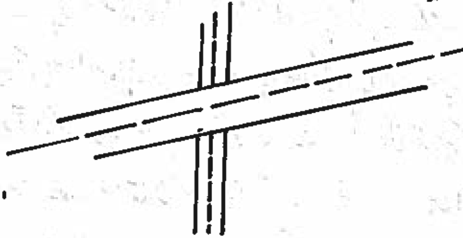
بغیر عسکری قوت کے نواب خان احمد علی خان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ ہر دو واقعات ایسے گزر چکے تھے کہ ایک گل شیر خان حملہ آور ہو کر گلی بدرسال کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ اور رگھڑی درند پر بھی تسلط جما لیا تھا۔ اور دوسرا بزدلانہ اور سفاکانہ قتل ہاشم علی خان کا تھا۔ اس کے علاوہ احمد علی خان کی مزید دشمنی کا بھی خطرہ تھا۔ چونکہ احمد علی خان نے باقی قوم لابیال کو بھی ان واقعات میں اُلجھا کر ساتھ ملا لیا تھا۔ اِن واقعات کی روشنی میں نواب خان عظیم خان درانی سے امداد کا طالب ہوا۔ جب عظیم خان درانی کے پاس جو حاکم کشمیر تھا جاکر امداد طلب کی اور بعد از درخواست منظوری کے عظیم خان درانی بمعہ چار ہزار لشکر کے ہمراہ اپنے برادر میر احمد خان درانی نواب خان کی امداد کیلئے روانہ کیا۔

نواب خان لشکر درانی ساتھ لے کر بمقام بھیلڑہ پہنچ کر قیام کیا یہاں قیام کے بعد تازہ دم ہو کر درانی لشکر نے احمد علی خان کے علاقہ لالوگلی پر حملہ کر دیا۔ جب نواب خان کے لشکر کی آمد کا حال احمد علی خان نے سنا تو اپنے علاقہ سے بھاگ کر دریائے سندھ کے اُس پار علاقہ کوٹلہ میں چلا گیا۔ ڈیرہ میں اپنے مکانات اور قلعہ جات تعمیر شدہ تھے۔ لشکر درانی سب کو

جلاکر خاکستر کر دیا۔ اور پرگنہ کولائی۔ بدنہک کو تخت و تاراج کیا۔ اور احمد علی خان کی جملہ جائیداد پر، سر قبضہ کر لیا۔ اور اپنی آبائی جائیداد اور موروثی ریاست پر درانیوں کی امداد سے حکومت کرنے لگا۔ اس کے بعد جب درانی لشکر کشمیر واپس ہوا تو افغانان تربیلہ محمد صالح خان سریکوٹ، سمندر خان معظم خان نے نواب خان سے صلح کرائی تو احمد علی خان صلح کے بعد اپنی ریاست پر قائم ہوا۔

" نااتفاقی قبیلہ پلال بسبب مساۃ خانی قوم گاوڑا کے عاشق ہونا احمد علی خان کا "

روایت ہے کہ احمد علی خان بن گل شیر خان مساۃ خانی کو اپنے علاقہ میں لایا۔ مساۃ خانی نہایت شکیل تھی اور مساۃ خانی سے شادی کر لی۔ اور بغیر مشورہ مساۃ خانی کے احمد علی خان ریاست کا کوئی کام نہ کرتا تھا۔ ان حالات کی بناء پر قبیلہ پلال احمد علی خان سے ناراض ہو گئے اور اکبر علی خان بن محمود خان جو کہ احمد علی خان کا چچا زاد بھائی تھا۔ قوم کے اتفاق سے موضع بیڑ بھوہار کا سردار مقرر کر دیا۔ تقریباً ایک سال تک بیڑ بھوہار پر حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد احمد علی خان نے لالچ دیکر حسن علی خان برادر چچا خود اکبر علی خان بن محمود خان کو قتل کرا دیا۔ قبیلہ پلال نے اتفاق کر کے سربلند خان بن سرفراز خان کو اپنا سردار مقرر کیا۔ سربلند خان ایک بہادر شخصیت تھی۔ بیڑ بھوہار کے تمام علاقہ پر قبضہ کر دیا۔ احمد علی خان موضع ڈیرہ، پرگنہ اور بدنہک کے گزارا کرتا رہا۔



نواب خان کا احمد علی خان پر انتقامی حملہ

جس وقت نواب خان نے دیکھا کہ قبیلہ پلال میں نا اتفاقی ہے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تین ہزار افواج لے کر پرگنہ کولائی بدہنہک پر حملہ کر دیا۔ قبضہ کر کے بزورِ شمشیر حاصل کر لیا اور اپنی حد دریائے سرن مقرر کر دی۔ اور محاصل کولائی بدہنہک کے لیتا رہا۔ اور اس کے بعد قبضہ قبیلہ ہندوال ہوا جو کہ موجودہ ریاست امب کا علاقہ تھا۔ شکست کے بعد احمد علی خان بمعہ مسماۃ خانی صورت کے علاقہ تندھاڑ موضع مکری چلا گیا۔ چند ماہ کے بعد بتہ پلال نے از خود جا کر بہ عہدِ قرآن مجید کے احمد علی خان کو کوہستان سے بلا کر اپنی ریاست بیڑ بھیوبار پر فائز کیا۔ اور سر بلند خان اپنی ریاست شنکڑی چلا گیا۔ "قتل سردار احمد علی خان از دستِ سر بلند خان قید کر کے لے جانے دختر و زوجہ سردار احمد علی خان معہ شیر محمد خان فرزند بیش۔ مصرعہ:۔ دشمن چہ کند چوں مہربان باشد دوست۔ تدبیر کندہ بندہ۔ تقدیر زند خندہ۔

جبکہ احمد علی خان نے ہاشم علی خان کو قتل کرایا۔ اور اس کے بعد دنیاوی لالچ کی خاطر اکبر علی خان بھی قتل کرایا۔ ان واقعات سے کئی جانیں ضائع ہوئیں۔ احمد علی خان کو کتنی تکلیف اٹھانی پڑی۔ لیکن احمد علی خان نے اپنے وہ سفاکانہ روش نہ بدلی۔ اپنی فطرت کے مطابق بعد میں جب قوم نے علاقہ تندھار سے بلوا کر اس کی سابقہ ریاست پر براجمان کیا تو اُس نے پھر اپنی سابقہ روایات کے مطابق سر بلند خان کے قتل کی تدبیر سوچی۔ لیکن قدرت نے اُس کی تدبیر کو ناکام کر کے آئندہ کے لیے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے یہ نشان چھوڑا کہ آئندہ آنے والی نسلیں اس سے عبرت حاصل کریں۔ تاریخ کے اوراق سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ جس وقت احمد علی خان نے اپنا سابقہ ریاست پر تسلط جما لیا۔ اُس وقت سر بلند خان ریاست شنکڑی چلا گیا تھا۔ اور صلح صفائی ہوئی تو احمد علی خان نے بہ مشورہ مسماۃ خانی اور مدد خان و جھبڈ کے صلح کرا دی اور مدد خان جھبڈ نے اس کے قتل کرنے کا وعدہ کیا تاکہ وراثتِ سر بلند خان پر قبضہ کیا جائے۔

مدد خان کے ہمراہ احمد علی خان سر بلند خان کے پاس گئے اور کہا کہ ہم دونوں مل کر لوا بنان

سے جنگ کریں۔ اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔ لیکن سر بلند خان کو منصوبہ احمد علی خان کی اطلاع ہو چکی تھی۔ جب احمد علی خان شنگڑھی سر بلند خان کے پاس گیا تو سر بلند خان نے بڑی خاطر مدارت سے پیش آیا۔ دو تین دن احمد علی خان وہاں ٹھہرا۔ باہمی مشورہ کیا کہ رحمت خان لابیال کو شیروان سے نکال لیں۔ اور اُس کی اور شیروان میں ہندوؤں کی دولت کو لُوٹ لیں تاکہ اس کے ذریعے بعد میں نواب خان سے جنگ کریں۔

نوٹ:۔ یہ وہی رحمت خان لابیال ہے جس کو احمد علی خان ہاشم علی خان کے قتل کی سازش میں شریک ہو کر ہاشم علی خان کو قتل کرایا تھا۔ لیکن آج وہی احمد علی خان اُسی رحمت خان کے خلاف سازش قتل اور اس کی دولت لوٹنے کی تدبیر کر رہا ہے۔ دونوں فریقین شیروان روانہ ہوئے لیکن دونوں موقع کے انتظار میں تھے کہ ایک دوسرے پر وار کریں۔ جب وہ موضع کوٹھیالہ پہنچے تو وہاں نمازِ ظہر ادا کرنے لگے۔ سر بلند خان مسجد میں نماز پڑھنے لگا۔ اور احمد علی خان ایک کوٹھے پر نماز پڑھنے لگا۔

جب احمد علی خان رکوع میں گیا تو مسمی صدر نے بہ ضرب بندوق اور گاموں پسر امان اللہ نے ضرب تلوار احمد علی کا کام تمام کیا۔ اور موضع چھوہار میں متصل قبر صوبہ خان تنولی کے دفن ہوا۔ سر بلند خان زوجہ احمد علی خان معہ پسر شش شیر محمد خان پانچ سال کے لاکر موضع (جھیہڑ) میں قید کر دیا۔ جنہوں نے قتل کیا تھا دونوں ملازم سر بلند خان کے تھے۔

"سادات ستھانہ کا کردار۔ سیّد اکبر شاہ ستھانہ"

جب احمد علی کو اطلاع ہوئی کہ نواب خان حاکم کشمیر عظیم خان کی خدمت میں برائے کمک پیش ہُوا تو اُس بدحواسی کے عالم میں یہ سوچ کر سیّد اکبر شاہ کے پاس گیا اور اپنی بیٹی کی شادی سید اعظم شاہ بن سیّد اکبر شاہ سے کرادی۔ اور ساز و سامان میں بندوقیں، تلواریں اور سونے کے زیورات اور نقدی مال تقریباً ایک لاکھ کا لے جا کر معتبرین کو ساتھ لے جا کر سیّد اکبر شاہ کے پاس بھیج دیا تاکہ دشمن کے آنے پر اپنا موثر دفاع کر سکوں۔

جب درانیوں کا لشکر ریاست احمد علی خان میں داخل ہوا تو بارہ ہزار روپے نقد لے کر بھاگ گیا اور مہابن میں کنگر موضع بھروسہ میں مقیم ہوا۔ اُس وقت اگر ستھانہ کو جاتا تو

سادات سقانہ اس کو قتل کر دیتے۔ لیکن اس کی زندگی کے کچھ دن باقی تھے۔ اور موضع بھروسیں رہائش پذیر ہوا۔ لیکن سادات سقانہ احمد علی خان کے قتل کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ تاکہ احمد علی خان کو قتل کیا جائے۔ اور احمد علی خان کا اسلحہ و دولت ہضم کی جائے۔ سادات سقانہ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مشورہ کر کے احمد علی خان کو بلوایا تاکہ تناول کے متعلق مناسب امداد دی جائے۔ احمد علی خان سادات سقانہ کے کہنے پر چونکہ اُس کو اعتبار تھا۔ اور اُس کی لڑکی کی شادی بھی سادات سقانہ کے ساتھ ہو چکی تھی۔ جس وقت احمد علی خان سادات سقانہ کے پاس پہنچا تو سادات سقانہ نے احمد علی خان کی بڑی تعظیم کی اور بڑی محبت سے پیش آئے تاکہ وقت مقررہ پر کام کیا جائے۔ لیکن احمد علی خان ان کی نیت سمجھ گیا۔ وہ آمد جرگہ سے اُٹھ کر پیشاب کے بہانے دریا کی طرف گیا تاکہ کشتی پر سوار ہو کر بھاگ آئے۔ لیکن سادات سقانہ بھی سمجھ گئے۔ تو انہوں نے احمد علی خان پر حملہ کرایا۔ اور احمد علی خان نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور تیرتا ہوا کشتی پر پہنچ گیا اور تلواروں کے گیارہ زخم بازو اور جسم پر پڑے اور کشتی کا ملاح اُسے کولائی لے آیا۔ زخم ٹھیک ہو گئے پھر ڈیرہ میں مقیم ہوا۔ یہ تھا سادات سقانہ کا کردار۔

بلانا رشتہ دار کو گھر اور اُسے قتل کرنا۔ اس کی دولت کی خاطر۔ جبکہ یہی کردار احمد علی خان نے کیا تھا۔ اس نے اپنے بہنوئی ہاشم علی خان کو گھر بلا کر قتل کر دیا تھا۔ مگر احمد علی خان نے یہ نہیں سمجھا کہ خداوند تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ سچ ہے: "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔"

قید ہونا زوجہ، دختر و پسر شیر محمد خان اور رہائی دلانا نواب خان قبیلہ ہندوال

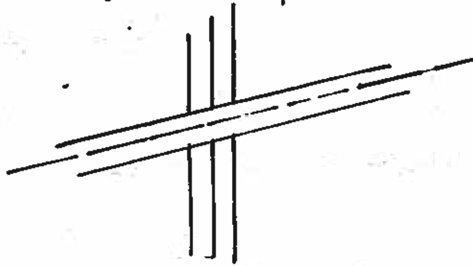
جب ایک سال زوجہ، دختر و پسر شیر محمد خان قید کے موضع چھیہڑ میں گزر گئے تو زوجہ احمد علی خان نے اپنے بھائی نواب خان کو ایک خفیہ خط بھیجا۔ خط کا متن حسب ذیل تھا۔

"اے برادر ہو تجھ سا بلند ارجمند ؛ رہوں میں گرفتار خواری زبند"

اس کے بعد نواب خان ایک لشکر تیار کر کے اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ یکجا کر کے پائندہ خان اور مدد خان نے لشکر کشی شروع کر دی۔ ملازمین سر بلند خان جنگ کی تاب نہ لا کر فرار ہوئے پائندہ خان و مدد خان بہ استقلال بمعہ اہل و عیال کے و شیر محمد خان فرزند احمد علی خان کے

بذریعہ سواری بحفاظت جانب کھلابٹہ آ گئے۔ اگرچہ بعد میں ملازمین سربلند خان نے بجم غفیر تعاقب کیا تھا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر پسپا ہو کر واپس ہوئے۔

جس وقت ہمشیرہ نواب خان دختر فرزند اپنے کے کھلابٹہ میں پہنچے تو نواب خان کھلابٹہ میں آ گئے۔ البتہ چند روز سردار نواب خان نے بہ صلاح و مشورہ ہمشیرہ خود کے دختر احمد علی خان کا نکاح اپنے لڑکے پائندہ خان کے ساتھ کر دیا۔ جو سردار نواب خان کی بھانجی تھی اور نواب محمد اکرم خان کی دادی تھی۔ جنہوں نے نواب محمد اکرم خان کی خورد سالی میں ریاست کا کاروبار سنبھالا۔ حتیٰ کہ نواب محمد اکرم خان شباب کو پہنچا۔



لشکر کشی نواب خان بیڑ، پہوہار، پرسالہ

تاریخ کے اوراق سے عیاں ہے کہ نواب خان بعد از فراغتِ شادی، پسرش پائندہ خان کے بوجہ عداوت قید کرنے ہمشیرہ خود زوجہ احمد علی خان مقتول کے سربلند خان کو پیغام بھیجا کہ قلعہ پہوہار کو خالی کر دو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تو سربلند خان نے جواب دیا کہ قلعہ زبانِ تلوار پر ہے۔ تو سردار نواب خان نے رامڑہ، جان جمعدار و منیرا خان جرل کے بمعہ دو ہزار پیادہ سوار قلو و موضع پرسالہ پر لشکر کشی کی۔ اور موضع پرسالہ میں ہی کالا و شاما جمعدار ملازم سربلند خان کی تعداد آٹھ صد تھی۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ اور دونوں فوجوں کا کشت و خون ہوا۔ کالا اور شاما جمعدار شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور نواب خان نے پرسالہ کو جلا دیا اور وہاں سے پہوہار کی جانب روانہ ہوا۔ پہوہار میں سربلند خان دو ہزار فوج کے ساتھ پیادہ سواروں کے موجود تھا۔ چند ماہ لڑائی ہوئی وقتِ جنگ طرفین کے آدمی کام آئے۔ پھر دونوں سرداروں کو اپنے اپنے علاقے سے کمک پہنچ جاتی۔ اس موقع پر امیر اللہ خان جو مصاحب تھے۔ امیر اللہ خان خانخیل نے نواب خان سے اتفاق کر لیا۔

سربلند خان گرفتاری کے خوف سے میدانِ جنگ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ قلعہ پہوہار کو نواب خان نے جلا دیا۔ اور پھر از سرِ نو قلعہ کی تعمیر کی۔ اپنے ملازمین مقرر کر کے گلی بدرال واپس آ گیا۔ بعد از چھ ماہ کے سربلند خان نے بمعہ ڈیڑھ ہزار لشکر کے قلعہ پہوہار پر حملہ کر دیا اور قلعہ کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس کے بعد نواب خان نے بمعہ چار ہزار لشکر کے موضع پہوہار پر حملہ کر کے قلعہ پہوہار پر یلغار کر دی۔ اور جنگ کے ذریعے قلعہ پر قبضہ کر دیا۔ اور سربلند خان جان بچا کر واپس شنگڑی چلا گیا۔

قلعہ پہوہار کی تسخیر کے بعد نواب خان موضع ڈیرہ بھاروکوٹ گیا وہاں سے ایک خط رئیس ہزارہ محمد خان ترین کو لکھا کہ کچھ مشورہ کرنا ہے ملاقات کریں۔ نواب خان تزک شان سے جانب سکندرپورہ روانہ ہوا۔ ملاقات ہوئی اور ہر دو نے آپس میں اتفاق کر لیا کہ اِدھر سے میں

اور دھر سے آپ سربلند خان کے خلاف شنگری پر لشکر کشی کریں۔ اور راستے میں دونوں مل کر ایک
جگہ شامل ہو جائیں گے۔ اس صلاح کے بعد دونوں لشکر ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ اسی پروگرام کے
مطابق دونوں رئیس اپنے ڈیرے پر چلے گئے۔

القصہ مختصر محمد خان ترین دو تین ہزار لشکر کے ساتھ گل ڈھیری سے اور نواب خان قلعو
بھاروکوٹ سے بعزم جنگ قبیلہ پلال جانب شنگری روانہ ہوئے۔ ابھی دونوں لشکر راستے میں شامل
بھی نہ ہوئے تھے کہ معتبرین سربلند خان ترین خان سے ملاقات کرنے آئے اور سربلند خان نے
کمال عاجزی سے کہا کہ نواب خان میرا ایک جلدی برادر ہے۔ مجھ سے صحیح سلوک نہیں کرتا آپ سے
کیا سلوک کرے گا۔ یہ محمد خان ترین پیام سربلند خان سن کر وہم میں پڑ گیا۔ اور دیر تک
سوچتا رہا۔ آخر یہ خبر کسی نے نواب خان کو پہنچا دی۔ نواب خان بمقام کانڈل سے معہ لشکر خود
ہو کر واپس گلی بدرال چلا گیا۔ اور محمد خان اپنے لشکر کو لے کر گل ڈھیری چلا گیا۔ اس طرح
یہ لڑائی ٹل گئی۔

جنگِ تلکنی رش ایبٹ آباد

حاجی میر رسول شاہ بن وزیر الدین شاہ بن میر منیب شاہ بن سید زین العابدین شاہ
مانگلوی اپنے دور کی بزرگ ہستیاں تھیں۔ سید زین العابدین شاہ کو زبردست خان عرف صوبہ خان
پلال تنولی جو اپنے دور میں تناول کے حکمران تھے۔ مانگل بطور سیری عطا کیا تھا۔ گو "تذکرہ سادات
گیلانیہ" صفحہ نمبر ۳۰ پر پٹہ درج ہے۔ اور شجرہ نسب صوبہ خان اور تاریخ پٹہ ۲۲ صفر ۱۲۲۱ھ
درج ہے یہ تاریخ اجراء پٹہ و شجرہ نسب دونوں غلط درج ہو گئے ہیں

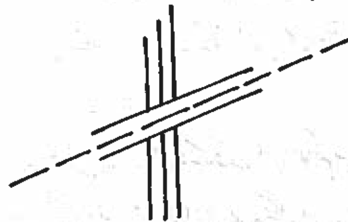
چونکہ تاریخ وفات ۱۱۹۶ھ بمطابق ۱۷۸۲ء جس کی تصحیح کی گئی ہے لیکن یہ تسلیم شدہ ہے کہ
سیری موضع مانگل میں میر وزیر الدین کے دادا السید زین العابدین شاہ کو دی گئی ہے۔ ان کا خاندان
داتہ میں مقیم ہے۔ جو پیرزادہ کے لقب سے مشہور رہیں۔

حاجی سید رسول شاہ و میر نادر شاہ کے دور میں حاکم ہزارہ سکھ دیوان مولراج تھا
پیر خان بانڈہ والے سے مخالفت ہو گئی دیوان مولراج نے مانگل اور داتہ کے درمیان اپنا کیمپ لگایا ہوا،

پیر خان نے تمام مال واسباب میر رسول شاہ داتوی کے گھر میں رکھ کر خود ترلوائی ڈریانہ کی طرف چلا گیا۔ بذریعہ مخبری دیوان مولراج نے معلوم کرکے ایک گارد بھیج کر میر رسول کے گھر سے تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ اور ایک نوذار دوہاں آیا ہوا تھا۔ پکڑ کر ساتھ لے گئے۔ دیوان کے حکم سے اُس اجنبی کو زندہ جلا کر اس کی لاش ایک درخت سے لٹکادی۔ میر رسول شاہ کے گھر سے جو سامان لے گئے تھے اُس میں ایک خوبصورت پلنگ بھی تھا اُس پہ دیوان مولراج نے بستر بچھا کر اپنے استعمال میں رکھا۔ جبکہ میر رسول شاہ اور نادر شاہ کو گرفتار کرکے ساتھ لے گئے تھے۔ دیوان رات کو پلنگ سے گرتا رہا۔ غرض اس پر مصیبت طاری ہوئی۔ مصاحبوں نے اس خاندان کی کرامات کا ذکر کیا۔ نادر شاہ اور رسول شاہ جو گرفتار کئے تھے۔ معافی طلب کی۔ اور خلعت سے سرفراز کیا۔ ایک ایک گھوڑا اور زری کڑیوں کی ایک ایک جوڑی عطا کیا۔ مگر انعام لینے سے انکار کیا۔ اجنبی میت کو لے گھر آگئے۔ اور دفن کر دیا۔

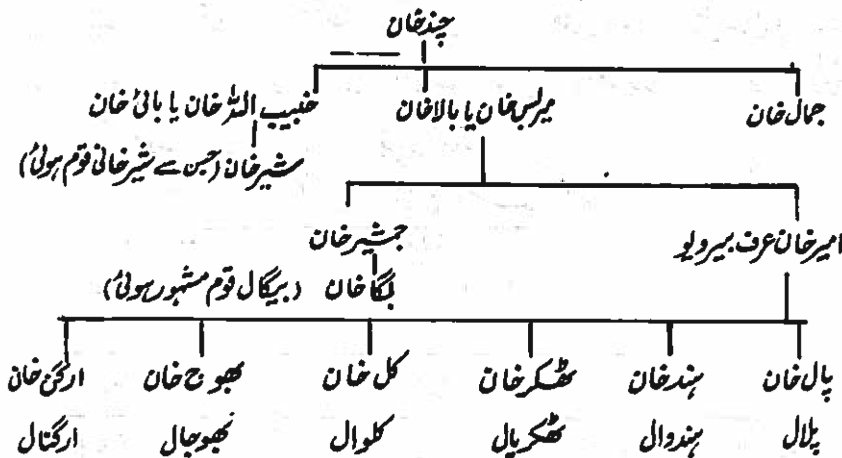
اسی دوران سادات کاغان وخوانین درہ سا علاقہ کو خبر ہوئی ہوئی تو مسلح ہو کر سکھوں کے تعاقب میں داتہ آئے۔ سکھ یہاں سے فرار ہو گئے۔ بوقت فرار سکھوں کو موضع تلکنی واقعہ علاقہ رش میں گھیرے میں لے لیا۔ اور مجاہدین کے یکصد پینتالیس سوار پہنچ گئے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور بہت سے سکھ ہلاک ہوئے۔ اور بچے کھچے سکھ فرار ہو کر قلعہ ہری پور میں پناہ گزین ہوئے۔ تلکنی کی لڑائی میں ایسی شکست کھائی کہ پھر مقابلہ کرنے کی سکت نہ ہوئی۔ اور قلعہ ہری پور سے بھاگ کر قلعہ غازی میں چلے گئے۔ جو ۱۸۴۹ء، ۱۹۰۰ ب میں انگریزی حکومت قائم ہوئی۔

میر رسول شاہ ۱۳۰۵ھ میں حج سے واپسی پر شاہو گڑھی لاہور میں وفات پائی اور وہاں ہی مدفون ہیں۔ (بحوالہ کتاب بحر الجمان صفحہ نمبر ۱۱۰ ''تذکرہ سادات گیلانیہ''، صفحہ نمبر ۳۹ مرتبہ:۔ از محمد خواص خان)



سردار ممارا خان قبیلہ پلال

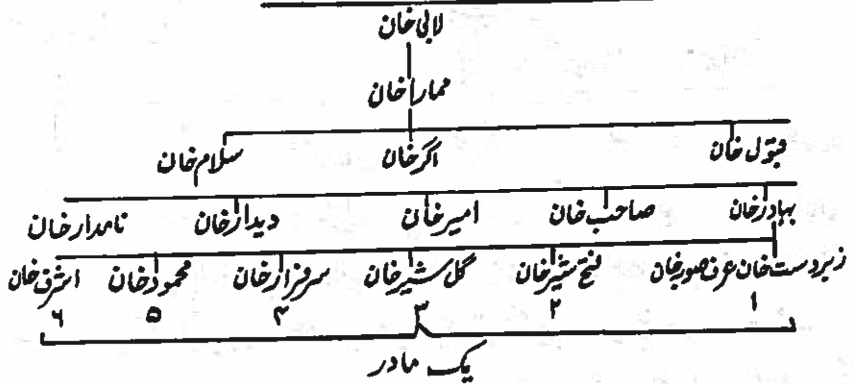
تاریخ کے اوراق سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ امیر خان عرف بیر دیو قوم تنولی کا جدِ امجد ہے۔ لڑائی کے دوران وہ سوات میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ تو اُس کے بڑے بیٹے پال خان کی دستار بندی ہوئی۔ مختصر شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

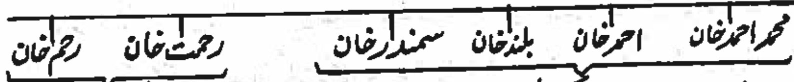


جب پال خان پسر کلاں امیر محمد خان حاکم سوات یعنی بونیر حملہ ہوا۔ تو پال خان بعد از جنگ سوات اپنی قوم کو نکال کر علاقہ سمہ تا جمرود با اٹک کے جنگ قبضہ کر دیا۔ اور اپنی حکومت قائم کی جس کی تفصیل گزشتہ ابواب میں بیان ہو چکی ہے۔ پال خان کے بعد یکے بعد دیگرے اس کی اولاد کی دستار بندی ہوتی رہی۔ جس کے متعلق تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے سردار ممارا خان سردار پال خان کی پانچویں پشت میں ہے۔ القصہ ۱۴۷۲ء میں سردار ممارا خان قبیلہ پلال کا سردار ہوا۔ بلکہ تمام قبائل نے یعنی اُس وقت قوم تنولی کی سات شاخیں تھیں۔ تمام قبائل نے بہ اتفاق سردار ممارا خان و سردار جاڑہ خان کی سرکردگی میں دریائے سندھ کے اُس پار ترکوں سے جنگ کی۔ جس کے نتیجے میں ترکوں کے فتح شدہ علاقہ کا نام تناول رکھا۔ اور قومی تقسیم ہوئی علاقہ دو حصوں میں تقسیم کر کے سب قوم تنولی کی شاخوں میں حصہ داریاں تقسیم ہوئیں۔ اپنے اپنے علاقہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ جبکہ سردار جاڑہ خان اپنے ازل

موضع کل میں اور سردار ممارا خان موضع بہوہار میں سکونت پذیر ہوئے۔ جبکہ قوم لگال کربلیاں۔کنگر بھتنہ۔سوبڑے پائیں۔گوجراں پائیں۔شدوال دریائے سندھ پار کا علاقہ، بشر۔بستے مکر، چنکلی۔بیلہ۔اور میرہ کوہ میں آباد ہوئی۔موضع کھمبیاں میں ٹھکرال۔لالوگلی میں بوچھال۔اسی طرح مختلف حلقوں میں کلوال۔اور ارگنال آباد ہوئے۔بلکہ ۱۴۷۲ء کے دوران جب علاقہ تنکیاری فتح ہوا تو اس وقت کلوال قبیلہ اور بوچھال قبیلہ کے لوگ خاندان علاقہ تنکیاری میں آباد ہو گئے تھے۔اب اُن قبیلہ جات کے خاندان وقتی انقلاب کے ساتھ مسکن تبدیل کر کے درہ بھوگرمنگ۔مختلف گاؤں بھوگرمنگ بکنی راہلٹی۔سنڈمی۔گیار سچہ۔علاقہ پکھل یونگن۔ہاتھی میرا۔علاقہ کاغان۔بھونجہ۔بیلہ پارس۔ اور کاغان خاص کوائی میں آباد ہو گئے۔جو وہاں اب بھی مقیم ہیں لیکن عرصہ دراز ہونے کے باوجود اپنے قبیلہ سے جدا ہونے پر بھی اپنا تشخص تنولی برقرار رکھا۔

"مختصر شجرہ اولاد پال خان،، ۱۴۷۲ء میں





بعد از تقسیم علاقہ لورٹ تناول کا سردار ممارا خان ہوا تو اس نے اپنی سکونت بہوہار میں رکھی۔سردار ممارا خان صاحب عقل و فہم، مدبر اور بہادر شخصیت تھی۔ایک رواج بابت دستور قوم اپنے علاقہ میں رائج کیا چنانچہ اب تک دستور قوم میں رائج ہے۔جب تک قوم اُس دستور کا احترام کر کے عمل کر رہی ہے۔تب تک قوم خوشحال اور باعزت رہی الغرض ممارا خان سے صوبہ خان کے دور تک پتہ ہندوال، سردار چانڑہ خان سے گل محمد خان تک اپنے قومی دستور کی پابند رہی

غرضیکہ چار پشتوں تک آپس میں کوئی جھگڑا فساد نہ ہوا۔ خوشحال دور قوم تنولی کا کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ ممارا خان قبول خان۔ بہادر خان زبردست خان عرف صوبہ خان یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔

زبردست خان عرف صوبہ خان سردار قبیلہ پلال ہوئے۔ صوبہ خان صاحب قوت اور سخی، اعتدال پسند، صاحب جرائت، علماء فقراء کا قدردان، بارعب اور ہر دلعزیز شخصیت تھی۔

محمد ارشاد خان مصنف "تاریخ ہزارہ"، صفحہ نمبر ۱۵۹ بحوالہ ہزارہ گزیٹیئر ۸۴-۱۸۸۳ء اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

۱۷۳۹ء میں اس علاقہ میں درانیوں کی پیش قدمی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اُس وقت ہزارہ پکھلی کے تمام خوانین ایک دوسرے کے علاقے پر دست درازیاں کر رہے تھے۔ ترک مکمل طور پر زوال پذیر ہو چکے تھے۔ اس زمانے کے مشہور زبردست خان تنولی عرف صوبہ خان سعادت خان آف گڑھی حبیب اللہ، راجہ جعفر گکھڑ، نجیب اللہ خان ترین تھے۔ ان خوانین میں سے ہر ایک خان درانیوں کی حمایت اور وفاداری کا دم بھرنے لگے۔

زبردست خان نے احمد شاہ ابدالی کو اپنی خدمات پیش کیں۔ پانی پت کی لڑائی میں عملی حصہ لیا۔ احمد شاہ ابدالی نے زبردست خان تنولی کو سرفروشانہ خدمات کے صلہ میں صوبہ خان کا خطاب دیا۔ ۱۷۵۰ء میں حاکم تناول مقرر ہوا۔ بلکہ صوبہ خان ولائیت پکھلی و تناول کا حاکم ہوا۔

ترلی پکھلی میں ایک گاؤں تعمیر کیا جس کا نام بھیر کنڈ رکھا۔ یہ گاؤں امیر خان عرف بیرو لیو کے نام پر رکھا گیا۔ "تاریخ ہزارہ" فارسی قلمی مہتاب سنگھ ملازم سرکار ہری سنگھ نے ان واقعات کو مفصل صفحہ نمبر ۲۶۵ پر یوں تحریر کیا ہے:-

" نصف تناول کا خان صوبہ خان تھا۔ بلند اقبال شخصیت کا حامل تھا۔ پلال قوم کا سردار تھا۔ اس نے علاقہ ہزارہ اور پکھلی پر قبضہ کر لیا تھا۔ بہت رعیت پرور تھا۔ رعایا خوشحال تھی۔ تجار کھتریاں و دیگر اقوام اس علاقہ میں آکر آباد ہوئے۔ بھیر کنڈ اس کا آباد کیا ہوا شہر ہے اُس نے اپنی رہائش موضع بہوہار میں بر لب دریائے سرن رکھی ہوئی تھی۔ موضع بیڑ بھی اسی کا

آباد کیا ہوا علاقہ ہے۔ اور باہر سے لوگ لاکر آباد کئے۔

جب صوبہ خان کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا تو سب رعیت خاص کر بیڑ کے لوگ مبارکباد دینے کے لیے آئے۔ خانِ موصوف نے کہا مجھے آمد بیٹے سے تو آمد رعیت عزیز تھے۔ وفات کے بعد اُسکے چودہ لڑکے تھے۔ چار لڑکے ایک کنیز سے تھے۔ تو انہوں نے دریائے سندھ کے اُس پار جاکر افغانوں سے صلاح مشورہ کرکے ایک ہزار مسلح پٹھانوں سے بہوہار پر حملہ کردیا۔ باقی بھائیوں کو بہوہار سے نکالا۔ وہ تربیلا میں افغانیوں کے پاس چلے گئے۔ محمد خان۔ احمد خان حصہ پلال کے خان بن گئے۔ محمد خان بہت ظالم تھا۔ لوگوں کا مال تہمت لگاکر کھاتا تھا۔ دولت مندوں سے جرمانہ کے بہانے مال وصول کرتا۔ جو ادا نہ کرتا اُسے قید کردیا جاتا۔ آخر لوگ تنگ آگئے۔ باہم مشورہ کے تحت محمد خان کو ردی کے بہانے ڈیوڑھی میں لے جاکر قتل کردیا۔ گل شیر کو اپنے بھائی محمد خان کے قتل کی خبر ملی تو اُس نے تربیلا سے آکر محمد خان کو دفن کیا۔ اور پانچوں بھائیوں نے دستار بندی فتح شیر خان کی تسلیم کی۔

محمد بادشاہ دہلی تھا۔ احمد شاہ ابدالی برسرِ اقتدار آنے کے بعد قندھار، ہرات مشہد اور سیستان وغیرہ فتح کرنے کے بعد دریائے سندھ عبور کرکے براستہ ہزارہ کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ کشمیر فتح کرنے کے بعد ہندوستان پر یورش کے بعد ہزارہ آنے پر خوانین ہزارہ نے درّانی اطاعت قبول کرلی تھی۔

ہندوستان پر یورش کے دوران متھرا کی جنگ میں زبردست خان عرف صوبہ خان بہمراہ قوم تنولی کے جہاد میں شریک ہوا۔ دورانِ جنگ غازی صوبہ خان نے بہادروں کے جوہر دکھائے مرہٹہ لشکر کا صفایا کردیا۔ جنگ کے اختتام پر احمد شاہ ابدالی اپنے دربارِ سلطانی میں شرفِ ملاقات بخشا۔ جیہ نامی لے پہلوان نوجوان۔ ترخرمن بادشاہ دار رواں راوی یوں فرماتے ہیں زبردست خان تنولی خوش بیان اور شیریں زبان آدمی تھا۔ مؤدبانہ عرض کی:۔

کہ ہوں زبردست شاہ کامران ٭ مگر نام احقر زبردست خان

غلام در دولت شہر یار ٭ رئیس تناول ہوں خدمت گزار

الغرض زبردست خان آداب بجالاکر مثل حرف مراد کرسی پر بیٹھ گیا۔ دیر تک مابین

بشاہ سردار گفتگو ہوتی رہی۔ آخر طلائی عقیدت رئیس موصوف کو طلب ضمیر سلطانی نے بجمیع وجوہ خالص پایا۔

زبردست خان تنولی کو زبردست شاہولی خان وزیر سپہ سالار لشکر درّانی نے فرمایا روایت ہے کہ بھاگو خان رئیس بیچھار بھی بموجب حکم بادشاہ ہمراہ لشکر ہوا۔ چنانچہ ہمرکاب لشکر ظفر پیکر۔ قتل و غارت متھرا و نیز معرکہ جنگ سورج مل۔ بھوت پور میں خدمات جلیلہ ظہور میں آئیں۔ جب سے شاہ درّانی محظوظ اور ثناخوان زبردست خان تنولی کا ہوا۔ خلعت انعام و جاگیر بارہ ہزار سالانہ یہ علاقہ کشمیر عطا فرمایا۔ اور صوبہ خان کا خطاب مرحمت فرما کر رخصت کیا اور اسی طرح بھاگو خان رئیس بیچھار کو بعد از عطا انعام و کرام بیکراں کے روانہ وطن کیا اور خود احمد شاہ ابدالی نے براہ راست کابل کا راستہ لیا۔ جبکہ صوبہ خان فائز المرام منزل بہ منزل ریاست تناول پہنچا تھا۔ در نشان عطیہ شاہی موضع مانگل میں ایک پختہ تالاب بنوایا تھا۔

زندگی کے اختتام تک صوبہ خان زیب مسند حکومت و اقبال رہا۔ آخری سانس تک کسی نے سر نہ اٹھایا۔ اور نہ ہی کسی قسم کا فساد ہوا۔ تدبیر و تقدیر موافق رہی۔ اور رعایا اس سردار سے شاد و خرم رہی۔ آخر ۱۷۸۲ء بمطابق ۱۱۹۹ھ میں عمر رسیدہ ہو کر صوبہ خان نے دستار سرداری فتح شیر خان فرزند کلاں کو بخشی۔ اور محمد خان کو ملک اندی سیرن کا بخشا۔ اس کے بعد فوت ہوا۔ اور موضع بھوہار میں دفن کیا گیا۔ صوبہ خان نے اپنے دورِ حکومت میں صدر مقام مانگل کو مقرر کیا تھا۔ لیکن یہی صدر مقام مانگل شہر پیر زین العابدین ساکنہ سلطان پور کو جو جد امجد پیر زادگانِ داتہ ہیں۔ بطورِ پیری دیگر پٹہ لکھ دیا۔ اور اپنا دار الریاست منگور میں منتقل کر دیا۔ اور پھر جلد ہی صدر مقام منگور بھوہار لے گیا۔ اور خود ہی وہاں سکونت پذیر رہا۔ اور آپ کی آخری آرام گاہ بھی بھوہار میں ہی ہے اور اب اس کی اولاد اپنے آپ کو صوبہ خانی کہتے ہیں۔ صوبہ خان کی سخاوت و جرأت فیاضی و تدبر اور مثالی دورِ حکومت میں قوم تنولی کا متحد رہنا اُن کی فراست کی روشن مثال ہے۔

فتح شیر خان تنولی رئیس پھوہار ۱۷۸۲ء

فتح شیر خان لوٹر تناول قبیلہ پلال کا خان ہوا۔ فتح شیر محمد خان صاحب تدبیر اور سنجیدہ ہستی تھی اُس نے کدورتیں اور رنجشیں ختم کرنے کے لیے اپنے بھائیوں محمود خان اور سرفراز خان کو پرگنہ شنگری کی حصہ داری میں دیدیا۔ اشرف خان برادر خورد کو موضع گرامڑی ملحقہ تناول حصہ داری میں دیا۔

جب محمود خان نے برادر اپنے سرفراز خان سے جنگ کی تو فتح شیر خان نے اپنے لشکر کی مدد سے محمود خان کو گرفتار کر کے اصلاحات لینے کے بعد حد تناول سے نکال دیا اور سب علاقہ شنگری سرفراز خان کو بخش دیا۔ کیونکہ سرفراز خان نسبتاً دوسرے بھائیوں کے سنجیدہ تھا۔ بلند حوصلہ شخصیت تھے۔ بہر

بہر کیف محمود خان موضع ڈاری میں مناسب وقت کے انتظار میں تھا۔ فتح شیر خان سردار قوم ہوا۔ گل شیر خان اور رعیت اور بھائیوں سے حلیمی سے پیش آتا تھا۔ اور اس کا طرزِ عمل خلوص پر مبنی تھا۔ لیکن گل شیر کی وفات کے بعد اعظم خان فتح شیر خان خود بخود بزورِ شمشیر سردارِ قبیلہ پلال ہوا۔ اُس نے سکونت بیڑ میں اختیار کی۔ اور پرگنہ۔ کولائی۔ بدنہک پار دریائے سرن کے تنازعہ ختم کرتے ہوئے احمد علی خان بن گل شیر خان کو دیا۔

محمود خان بن صوبہ خان جو فتح شیر خان نے شنگری سے نکال دیا تھا۔ وقت کا منتظر تھا۔ اعظم خان بن فتح شیر محمد کو قتل کر کے چند سال ریاست کا حکمران ہوا۔ طبعی طور پر دارِ فانی سے رخصت ہوا۔ اور موضع ڈاری اس کی آخری آرام گاہ ہے۔ اُن دنوں احمد علی خان موضع ڈھیرہ میں تھا۔ محمود خان کی رحلت کے بعد احمد علی خان کے ذہن میں یہ جنون پیدا ہوا کہ قبیلہ ہندوال اور قبیلہ پلال میں اور کوئی سردار نہ ہو۔ اسی تدبیر سے موقع کی تاک میں لگا رہا۔

"ہزارہ گزٹیئر ۱۹۰۷ء صفحہ نمبر ۱۲۹" اردو ترجمہ

گل شیر خان نے اپنی خانگی کے دوران ہیبت خان ہندوال تنولی سے لڑائی ٹکر کے

گھڑی - دربند اور گلی بدرال پر قبضہ کر لیا - اور گلی بدرال کو جلا کر خاکستر کر دیا مگر صلح ہوئی۔ جبکہ ہیبت خان - صوبہ خان کا داماد تھا - اور گل شیر خان کا بہنوئی تھا - بعد میں گل شیر خان نے اپنی لڑکی کا رشتہ ہاشم علی خان پسر ہیبت سے ہُوا - اور پسر سُش گل شیر خان - احمد علی خان کا رشتہ دختر نیک اختر ہیبت خان سے ہوا ابتداء میں گل شیر خان نے حملہ کر کے ہیبت خان ہندوال تنولی کے علاقہ پر قبضہ کر لیا - اور گلی بدرال کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ حالانکہ ہیبت خان کا کوئی خاص قصور نہ تھا - گل شیر خان کا حقیقی رشتہ دار تھا - گل شیر خان نے رشتہ داری کے حقوق کو پامال کرتے ہوئے اپنے اقتدار کی ہوس کی خاطر یہ سب کچھ جائز سمجھا۔ بلکہ قبیلہ ہندوال کا تقسیم شدہ علاقہ تھا - اور دستار بندی بھی پانچ پشتوں سے اُن کے اپنے قبیلہ ہندوال کی مرضی پر تھی - بلکہ علاقہ اب عشرہ فتح کرنے کے بعد وہ علاقہ تقسیم ہو کر ہر ایک قبیلہ کی اپنی خانگی تھی۔

۱۴۷۲ء کے بعد فتح تناول اور حملہ آور ہونے کی صورت میں ہر ایک قبیلہ کا اپنا سردار تھا - جبکہ تنولی قبیلہ پلال کا عمارا خان اور قبیلہ ہندوال کا چارہ خان سردار تھا - جس وقت صوبہ خان برسرِ اقتدار آیا تو اس کی خانگی تمام علاقہ تناول و پکھلی پر تھی - لیکن قبیلہ ہندوال کا سردار گل محمد خان تھا - گل محمد خان کی وفات کے بعد قبیلہ ہندوال تنولی کا سردار ہیبت خان ہُوا - جبکہ صوبہ خان نے اپنی دختر کا رشتہ بھی ہیبت خان کو دیا اور قبیلہ ہندوال سے مزید تعلقات مستحکم کیے۔ حالانکہ تعلقات پہلے بھی اچھے تھے - لیکن افسوس! اس جری اور منظم قوم کا شیرازہ بکھیرنے کا سہرا گل شیر خان کے سر ہے۔ احمد علی خان بن گل شیر خان نے اپنے باپ کی سُنت قائم رکھتے ہوئے ہاشم علی خان جو کہ بہنوئی تھا - بلکہ ایک دوسرے کے بہنوئی تھے - اپنے گھر پر بمعہ ہمشیرہ کے خود بُلا کر قتل کیا - اور ساتھ ملازمین نواب خان کا بے گناہ قتلِ عام ہُوا - یہ وہ واقعات ہیں - جنہوں نے اس غیور قوم کا شیرازہ بکھیر کر ہزاروں فرزندانِ قوم تنولی کے غیور سپوتوں کا قتل کروایا۔

احمد علی خان نے اپنی واقعات پر اکتفا نہ کیا بلکہ علی اکبر خان کا قتل کرایا۔ پھر سر بلند خان کے قتل کی سازش کی مگر بجائے سر بلند خان کے خود قتل ہُوا - آخر گل شیر خان برادر محمد خان واعظم اور دیگر برادری کے حالات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے عبرت حاصل کرتا - اور پسر سُش خود

احمد علی خان کی اصلاح اسلامی اصول کے مطابق کرتا۔ خداوند کریم کے حکم کے مطابق تقسیم وراثت اپنے بھائیوں میں کرتا۔ تو یہ واقعات پیدا ہی نہ ہوتے۔ میری رائے میں جب کبھی اس غیور قوم کے سپوتوں نے تاریخی حالات کا موازنہ کیا تو قابلِ معافی نہ ہوگا۔

صوبہ خان نے مسلسل کاوشوں اور پیہم جدوجہد کے بعد اس قوم کا سنہری باب مرتب کیا فی الواقع پانی پت، متھرا، سورج مل اور بھرت کے معرکوں میں بڑی جانفشانی کا مظاہرہ کیا اور اپنے رفقاء کے خون سے تاریخ عالم میں نقوش ثبت کئے۔ اور آج باہمی نفاق کی وجہ سے اپنے وجود سے بھی بے خبر ہے۔

نواب خان تنولی

سردار نواب خان بن سربلند خان نیزہ بازی تدابیر جنگ اور معرکہ آرائی بدرجہ کمال اور غریب نواز تھا۔ جتنی جنگیں قوم ہندوال تنولی و مابینِ سکھاں ہوئیں سردار سربلند خان شریک رہا۔

۱۸۴۵ء میں سربلند خان کی وفات کے بعد ریاست کا حکمران ہوا۔ شورش ملتان ۱۸۴۸ء میں ہمرکاب کپتان ایڈورڈ کے ساتھ سرکاری خدمات سرانجام دیں۔ ۱۸۵۷ء کی شورش میں یہ سردار بکارِ سرکار جانب ناڑہ برائے رفع فساد کرڑ لالوں کے بھیجا گیا تھا۔ جس میں قسمت برفباری اور سرد ہوا کے آنکھوں سے نابینا ہوگیا۔

سید احمد شہید بریلویؒ کی جو جنگیں تناولیوں، ہندوال، پائندہ خان تنولی کے ساتھ ہوئیں۔ بہ سبب اپنی سابقہ دشمنی سید احمد شاہ کے ساتھ شریک ہوئے۔

نواب خان تنولی کی جو لڑائی عظیم خان درانی سے ہوئی نواب خان تنولی اپنے باپ سربلند خان کے ہمراہ اپنے تین صد ملازموں کے ساتھ شریک جنگ ہوا۔ اس چپقلش میں نواب خان ہندوال کو شکست ہوئی۔

ہزارہ میں لنڈی سلمانی کے دوران سید اکبر شاہ ستھانہ بادشاہ غلام خان ترین و نواب خان تنولی وزارت کے عہدے پر فائز ہوئے۔ جب سکھوں کے خلاف انقلاب برپا ہوا۔ بگی قلعے جلانے لگے۔ جب ہری پور یعنی کرشن گڑھ کا قلعہ محمد خان ترین نے جلا دیا۔ تو اُس وقت

ہری چند اپنے قیام کے لیے بھارو کوٹ چلا گیا۔ تو نواب خان ہری چند کے پاس پہنچا۔ قلعہ شیروان کی مرمتی کروائی۔ تو ہری چند نے ایک ہزار روپے کی جاگیر جوگی موہڑہ کی دی۔ اور نکھلی، مانسہرہ، گڑھی حبیب اللہ، کاغان، بھوگڑمنگ وغیرہ کے لیے ہمراہ ڈیڑھ ہزار فوج برائے وصولی مالیہ کے نواب خان، مدد خان بھلڑہ کو روانہ کی۔ مانگل کے قریب پہنچے تو اُن پر مقامی لوگوں نے حملہ کر دیا اس دوران کافی تعداد میں سکھ مارے گئے۔ جب واپس سلہڈ کے نزدیک آئے تو مقامی لوگ جدون بھی شریک ہوئے اور سکھ فوج کو قتل کیا۔ جو بچ گئی وہ ہری پور واپس آئی۔ بعد میں وقتی حالات کے پس منظر میں نواب خان بمعہ اپنے اہل و عیال کے دریائے سندھ کے اُس پار چلا گیا۔ انگریزوں کے دور میں میجر ایبٹ نے کھبل سے بلوا کر ریاست شنگری کی بحال کر دی۔ اور ہری سنگھ کی دی ہوئی جاگیر مبلغ ایک ہزار روپے میں آزاد کر دی۔ یہ واقعہ ۱۸۴۶ء کا ہے

ڈاکٹر قیام الدین مصنّف "ہندوستان میں وہابی تحریک"، صفحہ نمبر ۱۴۷ پر یوں تحریر کرتے ہیں: "منافق سرداروں میں سے جو سکھوں سے مل گئے تھے۔ نواب خان تنولی، مدد خان تنولی اور محمد علی کو گرفتار کر کے عنایت علی کے سامنے حاضر کیا گیا۔ انہوں نے بعض وفاداروں اور اور امین خان گڑھی حبیب اللہ کی سفارش پر رہا کر دیا۔"

نواب خان بن سربلند خان شنگری، مدد خان بن نواب خان بھلڑہ بن سربلند خان جو تناول کا آخری خود مختیار رئیس تھا۔ نواب خان میجر ایڈورڈ کے ساتھ ملتان کی جنگ میں شریک رہا بعد میں وہ ناڑہ کی مہموں میں شریک رہا۔ بقول میجر ایڈورڈ یہ ایک اچھا سپاہی ہے۔ جبکہ ہزارہ میں ایک بااثر رئیس غلام خان ترین نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو یہ مضبوطی سے میرے ساتھ رہا۔ اس کی اس خدمت کے صلہ میں حکومت کو سفارش کی گئی کہ وہ اپنی جاگیر کے تبادلہ کی خواہش رکھتا ہے۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہو سکے گا۔ ابھی تک پرانی جاگیروں کی منظوری گورنمنٹ سے نہیں ہو سکی۔

جب سکھوں کی بغاوت ہوئی تو نواب خان گڑھی حبیب اللہ میں قلعہ کی حفاظت کر رہا تھا۔ وہاں سے اپنی فوج لے کر تناول آ گیا۔ اور قلعہ شیروان پر حملہ کر دیا۔ قلعہ کا تھانیدار نہال سنگھ کو قید کر دیا۔ قلعہ کے اندر جو اسلحہ، گھوڑے اور نقد جنس تھی سب پر قبضہ کر دیا۔ اس کے بعد

مولراج سنگھ نے حیات خان جو نواب خان کا بہنوئی تھا۔ بیوی سمیت گرفتار کر کے قلعہ ہری پور میں قید رکھا۔ مقامی لوگوں مشوانی اور تنولیوں نے مل کر ہری پور کے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ قلعہ کھارو کوٹ کی سکھ فوج آکر ہری پور میں آکر قلعہ بند ہو گئی۔ جبکہ ہری پور شہر پر قبضہ ہو گیا۔ اور سری کوٹ کے قلعہ پر مشوانیوں نے قبضہ کر لیا۔ مقامی لوگ جدون ترین کرلال کی اکثریت نواب خان کے ساتھ تھی۔ جبکہ سکھ فوج کی دو پلٹنیں جاکر اپنی دوسری فوجوں سے مل گئیں۔ ہری پور کا شہر لوٹ لیا۔ لاکھوں روپے کی نقد جنس پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ ناڑہ۔ قلعہ ماڑی، اور قلعہ خانپور پر بھی قبضہ کر دیا۔ مقامی لوگ قلعہ ہری پور پر حملہ آور ہوئے۔ دورانِ محاصرہ کھٹہ کا پانی بند کر دیا گیا تو سکھ فوج نے باہر سے امداد منگوائی۔ دوبارہ شہر ہری پور پر قبضہ کر لیا۔ اور جملہ مکانات و جائیداد مسلمانوں نے جلا دیئے۔ لیکن سکھ دوبارہ قلعہ پانی میں آئے۔ مگر زیادہ دیر تک جم کر مقابلہ نہ کر سکے۔ اور اپنی فوج ہری پور کو چھوڑ کر حسن ابدال چلے گئے۔ بعد میں غلام خان ترین نے رودسار ہزارہ کے ذریعہ قلعہ پر قبضہ کر دیا۔ قلعہ میں مولانا مراد علی ہندوستانی کو قلعہ میں بٹھا دیا اور حکومت کی بنیاد ڈال دی۔

سیّد اکبر شاہ بادشاہ تسلیم ہو گیا۔ جبکہ غلام خان ترین۔ اور نواب خان تنولی کو وزیر مقرر کر دیا۔ ہزارہ کی یہ حکومت لنڈی مسلمانی کے نام مشہور رہی۔ اس دور میں مقامی رودساء نے اپنی اپنی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ دو تین ماہ تک اپنے اپنے قلعہ جات کی حفاظت کرتے رہے۔

جس وقت ہزارہ گلاب سنگھ کی زیر نگرانی ہوا۔ تو نواب خان نے بمعہ اہل و عیال دریائے سندھ کے اُس پار ستھانہ میں بیٹھ گیا۔ جب سربلند خان کی وفات بھی ہوئی۔ تو میجر ایبٹ کی آمد پر ستھانہ سے حاضر ہوا۔ سابقہ جاگیر ہری چند نے دی تھی۔ بحال ہوئی۔ (۱۰۰ روپیہ) آخر ۲۶ دسمبر ۱۸۷۴ء کو وفات پائی۔ سربلند خان کے تین بیٹے تھے۔ دوست محمد، فتح خان۔ اور امیر خان میں سے اوّل الذکر ولی عہد اور حکمران مقرر رہا۔ اگرچہ ایک لڑکا بوستان خان طویل عرصہ سے فوت ہو گیا تھا۔

۱۸۳۸ء میں سکھ فوج کے ہمراہ مدد خان پھلڑہ بن سربلند خان ہمراہ فیض علی خان بجنشا ہولی خان رئیس بہوہار دگامون خان ککوتری و نادر خان جمعدار پھیر ہاڑی معہ سپاہ خود

ریاست تناول کے حکمران پائندہ خان مشترکہ طور پر حملہ آور ہوئے۔ قبیلہ ہندوال کے علاقہ تناول کو سخت و تاراج کیا۔ یہی معرکہ پائندہ خان کی آرزوؤں کے خاتمہ کا باعث ہُوا۔

وفات فتح شیر خان تنولی

فتح شیر خان بن صوبہ خان نے ۱۸۰۵ء میں وفات پائی۔ بموجب حصص تقسیم برادران وراثت پہوہار پر شاہولی خان بن فتح شیر خان ریاست کا سردار مقرر ہوا اور اس کی وفات کے بعد فیض علی خان ولی عہد ریاست پہوہار کا تاجدار تسلیم ہوا۔ ایک طویل مدت کے بعد فیض علی کی وفات کے بعد جبکہ سردار فیض علی خان کے ۹ فرزند تھے۔

فیض علی خان تنولی

1. راجولی خان
2. آزاد خان
3. عباس خان
4. غلام خان
5. امیر خان
6. عبداللہ خان
7. ارسلا خان
8. کرم خان
9. جمال خان

القصہ تنازعات کے فیصلہ کے بعد ۱۸۷۵ء میں جاگیر پہوہار بسرشش کلاں راجولی خان کی ہوئی۔

زبردست خان عرف صوبہ خان جو کہ ۱۷۴۷ء بمطابق ۱۱۶۰ھ میں موجود تھے

- پہوہار فتح شیر خان
  - احمد علی خان
    - شیر محمد خان
      - عطا محمد خان ۱۸۸۲ء
        - بہادر خان
          1. محمد فرید خان
          2. عزیز خان
          3. خواجہ محمد خان
          4. محمد یوسف خان
          5. محمد سرور سلطان
          6. یونس خان
          7. محمد ارشاد خان
        - سلطان محمد خان
- گل شیر خان
  - احمد علی خان
  - اکبر علی خان
- سرفراز خان شنگری
  - سربلند خان
    - نواب خان
      - دوست محمد خان پیدائش ۱۸۳۹ء

(۳ و ۴) یک مادر

وزیر صحت ۱۹۶۳ء میں ہوئے۔

حالاتِ جاگیر احمد علی خان

احمد علی خان قبیلہ پلال کا خان تھا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کا فرزند شیر محمد خان جاگیردار ہوا۔ اور شیر محمد خان اچھے اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں قوم و ملت سے غداری کر کے انگریزوں کا وفادار رہا۔

شیر محمد خان نے ۱۸۶۸ء میں وفات پائی۔ عطا محمد خان پسرش جاگیردار مقرر ہوا۔

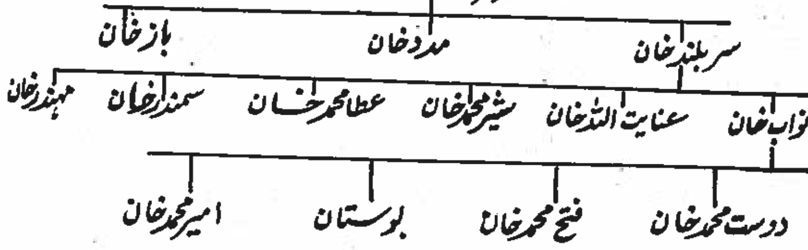
۵ ار نومبر ۱۸۷۴ء میں عطا محمد کی وفات کے بعد اُس کا لڑکا سلطان محمد خان تنولی جاگیردار ہوا۔ جو ۲۵ ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو فوت ہوا۔ پسرش کلاں محمد فرید خان تنولی جانشین ہوا جو کہ سب انسپکٹر پولیس تھا۔ خان بیڑ کی جاگیر ۲۳۳۱ ر روپیہ تھی۔

خان فرید خان تنولی قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ کے ایک سرگرم رکن تھے الیکشن میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے۔ خان عبدالقیوم خان کے دور میں وزیر صحت مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ اور ۱۹۶۳ء میں داغِ مفارقت دے گئے۔



حالاتِ شنگری سربلند خان تنولی

احمد علی خان، اور ہاشم علی خان کے قتل کے بعد نواب خان ہندوال کا مقابلہ نہ کر سکا اور فرار ہو گیا اسی دوران قبیلہ پلال کی آپس میں سخت جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں صوبہ خان کے پوتے سربلند خان تنولی کو اقتدار مل گیا۔ جن ایام میں احمد علی خان کا قتل ہوا وہی دور ہزارہ ڈویژن میں سکھوں کی وحشت و بربریت کا تھا۔ فی الواقع ہزارہ ڈویژن میں سب خانگیاں اُن کے ماتحت تھیں۔ کچھ عرصہ کے لیے پلال تنولیوں کا علاقہ سکھوں کی عملداری میں آ گیا جبکہ بعد میں نواب خان تنولی بن سربلند خان کو جاگیر ملی۔ اور شیر محمد خان بن احمد علی خان کو جاگیر ملی۔ نواب خان شنگری کی سایت اللہ خان و عطا محمد خان قبیلہ تنولی کے وارث ہوئے۔



نوٹ:- کتاب ہذا کے اختتام پر شجرۂ نسب تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

عنایت اللہ خان تنولی چھبڑ:۔

نواب خان تنولی کا چھوٹا بھائی عنایت اللہ خان موضع چھبڑ میں سکونت پذیر ہوا۔ اُن کے متعلق چند کوائف جو "تاریخ ہزارہ" (ش ب) کے صفحہ نمبر ۳۸۵ پر درج ہیں۔ اس ضمن میں مختصراً حوالہ دیا جاتا ہے۔

عنایت اللہ خان نے ایک انگریزی میں ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۷ء کو اپنی سرکاری خدمات کے اظہار میں لکھی:۔

"میرے دادا زبردست خان (صوبہ خان) نے احمد شاہ ابدالی کی خدمات کے صلہ میں علاقہ تناول کی صوبیداری حاصل کی تھی۔ اور اُسے بارہ ہزار کی جاگیر کشمیر میں ملی تھی پھر بارہ ہزار مالیہ ٹیکس اُسی مال پر لیا جاتا تھا۔ جو کابل و کشمیر کے درمیان تجارت کے لیے آتا تھا۔ ملتان کی لڑائی میں میرا بھائی نواب خان تنولی میجر ایبٹ کے ہمراہ ملتان گیا اور کپتان ایڈورڈ کے ہمراہ شریک جنگ رہا۔ چتر سنگھ کی بغاوت میں میجر ایبٹ کے ہمراہ خود اپنے بھتیجے دوست محمد اپنے سواروں و پیادوں کے ساتھ اُس کا تعاقب کیا۔ چتر سنگھ نے ایک انگریز سارجنٹ کنارہ (KINARA) کو قتل کیا۔ اور میجر ایبٹ شیروان چھوڑ کر ناڑہ اور پھر کھی اور سوہا کی طرف چلا گیا۔ اور مانگل کے خوانین بدنیتی سے شیروان آئے۔ میجر ایبٹ کے بنگلے کا قفل توڑا۔ اور میں بھی اُن کے مزاحم ہوا۔ میری طرفداری انگریزی سرکار کی طرف سے تھی۔ شیر محمد خان سکنہ شیروان و فیروز خان کے چچا احمد علی کی موت کا بدلہ لیں۔ لیکن حکومت کے ڈر سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ جبکہ

میں اسٹر رابنس (RABANS) کے ساتھ مانگل میں دوست محمد خان۔ میجر ایبٹ کے ساتھ اور نواب خان تنولی ملتان میں رہا۔ گلی۔ دوتار۔ دھمتوڑ کی لڑائی ما بین چتر سنگھ اور جنرل نکلسن (G. NIKILSAN) میجر ایبٹ ہوئی تو میں اُن کے ہمراہ تھا۔ ملتان کی جنگ میں سکھوں نے ڈاک روک لی۔ تو میں اپنے آدمیوں کے ذریعہ ملتان تک ڈاک پہنچاتا رہا۔

جنگ سلم کھنڈ۔ چتر سنگھ کے خلاف میرا ایک آدمی زخمی ہوا۔ اور طاہر خیلیوں کی طرف سے عطا محمد خان مارا گیا۔ جب غلام حیدر خان درانی ہزارہ میں آیا۔ خانیزمان خان طاہر خیلی میرے پاس آیا اور دوستی کا واسطہ دیا۔ اور کہا درانیوں نے ہزارہ لے لیا ہے۔ اور مجھے غلام حیدر خان کے پاس لے جاکر جاگیر دے گا۔ میں نے انکار کیا۔ حالانکہ ہزارہ کے تمام رئیس ماسوائے میر زمان خان کھلابٹ کے غلام حیدر خان درانی سے مل گئے تھے۔ اور انہوں نے میری جائیداد لوٹ لی۔

میں اور راجہ جہندر بخش میجر ایبٹ کے ہمراہ کالا ڈھاکہ کی جنگ میں شامل تھے۔ ہم نے ہی قلعہ شنگلی مرمت کیا۔ اور کوالی کے گاؤں کو جلا دیا۔ ۱۸۵۷ء میں غدر کے وقت میں اپنے آدمیوں کے ہمراہ میجر ایبٹ کے خزانہ و میگزین کی حفاظت کی۔ اُس زمانے میں ڈھونڈ مری کے باشندوں نے بغاوت کر دی۔ تو میرا بھائی نواب خان تنولی وہاں بھیجا۔ سخت برف، اور ٹھنڈی ہوا اور روشنی کی روشنی کی وجہ سے نابینا ہو گیا۔ پھر جنگ اگرور ہوئی تو میں بلند کوٹ میں موجود تھا جنگ میں میرے دو آدمی بھی مارے گئے۔"

مندرجہ بالا کارگزاریوں اور اپنی خدمات کا مختصر سا نقشہ انگریز حاکمانِ وقت کی خدمت میں خان موصوف نے بذریعہ درخواست پیش کیا۔ لیکن انگریز سرکار نے قائم مقام افسر میجر ایبٹ نے اس کے جواب میں خان موصوف کو لکھا۔ "آپ نے بڑی بہادری و شجاعت باغی سکھوں کو ہر موڑ پر شکست دی۔ ما بدولت تمہاری خدمات کو دیکھ کر بہت خوش ہیں۔ آپ اپنی اچھی خدمات کو اِسی طرح جاری رکھیں۔ گورنمنٹ کی مہربانی و نوازش کا باعث ہوگی۔" درخواست گزاری پر میجر ایبٹ کی کوشش و سفارش سے عنایت اللہ خان کو حسب منشاء جاگیر میں روپے منظور ہوگئے۔ جو اُن کی وفات کے بعد وارثانِ بازگشت بھی مستفید ہوتے رہے مگر قیام پاکستان کے بعد تمام جاگیریں ختم کر دی گئیں۔

—

عنایت اللہ خان سواتی خان اگرور کا تناول پر حملہ

فاتح پکھلی سید جلال بابا ۱۷۱۳ء کے لگ بھگ لشکر سوات کی امداد سے ترکولی سے علاقہ پکھلی و اگرور فتح ہوا۔ تو علاقہ تناول قبیلہ ہندوال تنولی پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو تنولیوں نے جاکر لونیر سے پیر امام بابا، نجم الدین بابا پسران مسعود شاہ برادر زادگان سید جلال بابا کو لے آئے۔ بدیں وجہ لشکر سوات کے دست برد سے تناول محفوظ رہا۔

بعد میں سید جلال بابا لشکر کی تقسیم فتح شدہ ملک پکھلی وغیرہ کا تنازعہ پیدا ہو گیا۔ تقسیم کے بعد ملک لشکر سوات کا تنازعہ حل ہو گیا۔ بعد از تقسیم علاقہ اگرور قوم بیگال ممیالی متراوی و ترلی پکھلی اِن کی حصہ داری ہوئی۔ جبکہ اگرور شمدھڑہ وغیرہ بیگال قوم سواتی کی حصہ داری ہوئی تو عنایت اللہ خان اگرور نے اُس وقت تناول فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن قبیلہ ہندوال تنولی کے خان گل محمد خان کی وفات کے بعد ہیبت خان ہو گیا تھا۔ اور پہ قوم پلال تنولی کا خان زبردست خان عرف صوبہ خان تھا۔ اُن دونوں دو قبائل تنولیاں کا آپس میں اتحاد و اتفاق تھا۔

خان اگرور عنایت اللہ خان حملہ کرنے سے گریز کرتا رہا بلکہ چھوٹی چھڑپیں سرحد ریاست تناول پر کراتا تھا۔ موقع کی تاک میں تھا۔ لیکن صوبہ خان تنولی علاقہ تناول، علاقہ پکھلی اگرور کا حاکم صوبیدار درّانیوں کی طرف سے تھا۔ جب صوبہ خان تنولی اور گل محمد خان تنولی ہندوال کی وفات ہوئی تو ہیبت خان اور گل شیر خان دونوں تنولی قبیلہ ہندوال و قبیلہ پلال کے سردار مقرر ہوئے۔ تو اِن قبائل کے درمیان رنجشیں پیدا ہوئیں حتیٰ کہ احمد علی خان کے دور میں ہاشم علی خان قتل کیا گیا۔ بنا بریں ہر دو قبائل تنولیاں کے آپس میں خونریز معرکے ہوئے۔

نواب خان قبیلہ تنولی ہندوال کا سردار تھا۔ اور قبیلہ تنولی پلال کا خان احمد علی خان تھا۔ اب عنایت اللہ خان سواتی اگروری نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوہستان علاقہ پکھلی وغیرہ سے جہاں بھی قوم سواتی تھی ایک عظیم الشان لشکر بارہ ہزار جمع کر کے نواب خان ہندوال کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ جبکہ قوم سواتی کے ساتھ عنایت اللہ خان اگرور باہمی رشتہ داریاں بھی ہو چکی تھیں۔ یہ واقعات عنایت اللہ خان کے پیدا کردہ تھے۔ مستقبل میں قوم تنولی اور قوم سواتی کے درمیان دشمنی کا باعث بنے۔ دونوں قوموں کے دلوں میں دشمنی کے بیج بوئے گئے۔ جس وقت

عنایت اللہ خان سواتی نے ہمراہ بارہ ہزار لشکر کے حملہ کرکے جنگ شروع کی۔ تو نواب خان تنولی بھی چھ ہزار لشکر لے کر مد مقابل ہوا۔ اگرور سرحد پر جنگ شروع ہوئی اور کئی روز تک خونریز معرکہ ہوا۔ اُس وقت نواب خان تنولی کے لشکر میں باصلاحیت منظم سالار موجود تھے۔ یہ معرکہ تنولیوں کی موت و حیات کا سوال تھا۔ تنولیوں کی جانب سے مسمیان منیر اخان پہلوان و جانان خان، سمندر خان اور قاسم خان جیسے آزمودہ کار جرنیل اور سپہ سالار شریک جنگ تھے۔

دوران جنگ سینکڑوں افراد ہلاک اور لاتعداد زخمی ہوئے۔ آخر کار قوم سواتی کا لشکر قوم تنولی کے سرفروش اور صف شکن مجاہدین کے حملوں کی تاب نہ لاکر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ سینکڑوں لاشیں اور اسلحہ میدان میں چھوڑ گئے۔ قوم تنولی کے سپوتوں کو فتح ہوئی۔

نواب خان تنولی نے اپنے سپاہیوں کی لاشوں کو گلی بدرال میں دفن کیا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ اور با ایں ہمہ بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکرانہ ادا کیا۔ اور آئندہ خانانِ اگرور اس قسم کی جسارت نہ کر سکے۔ مستقل سرحدیں مابین اگرور و تناول قائم ہوئیں جو اب بھی موجود ہیں

واقعات جنگ عظیم خان درانی حاکم کشمیر ہمراہ نواب خان تنولی کو گرفتار کرنا اور دریائے لنڈہ میں غرق کرنا

تاریخ ان واقعات کی شاہد ہے کہ عظیم خان درانی برادر کلاں دوست محمد خان والئی کابل صوبہ کشمیر ۱۸۱۶ء بمطابق ۱۲۳۲ھ جنگ کے خوف سے سکھاں اپنے اہل و عیال اور معہ خزانہ اسباب نفیس ہمراہ لشکر براستہ پکھلی اگرور۔ گلی بدرال دربند روانہ کیا اس وقت کشمیر اور کابل کے مابین اسی راستے سے سفر ہوتا تھا۔ اور خود عظیم خان درانی بمعہ لشکر بارہ ہزار کے آمادہ جنگ سکھاں کشمیر میں رہا۔ جس وقت لشکر کشمیر سے بمقام دربند پہنچا تو نواب خان تنولی کے اہلکاروں نے محصول حسب دستور ریاست طلب کیا۔ عظیم خان کے ملازمین نے محصول دینے سے انکار کیا۔ اہلکاروں کی رپورٹ کے باعث خود نواب خان تنولی دربند آیا اور محصول کی ادائیگی نہ ہونے کے حالات سے آگاہ ہوا تو اُسی وقت سردار نواب خان تنولی نے حکمتِ عملی سے

درانیوں کے قافلے کو دریائے سندھ سے گزرنے کی اجازت دیدی۔ جب نصف فوج دریائے سندھ کو عبور کر چکی تو کشتی والوں کو نواب خان تنولی نے حکم دیا کہ جب تک محصول ادا نہ کریں تو باقی ماندہ فوج و اسباب کو گزارنے کی اجازت بند کر دیں۔ اور جب تک محصول ادا نہ ہو جائے آخر کار (بی بی ادعیہ بیگم) نے عظیم خان درانی کی والدہ تھی بامر مجبوری محصول ادا کر دیا۔ اور ایک آزاد بند طلائی والدہ عظیم خان درانی کا پارچات اپنی پسند پر لے لیا۔

ادعیہ بیگم جب کابل پہنچی تو بطور شکایت عظیم خان درانی کو لکھا۔ جس کا متن حسب ذیل ہے

"سردار نواب خان تنولی نے تمہارے حقوق کو فراموش کر دیا ہے۔ ہمارا ذرا برابر بھی خیال نہ رکھا۔ اور آپ نے جو اُس کی آبائی ریاست قائم کرنے میں معاونت کی تھی۔ آزاد بند طلائی بھی نکال لیا ہے اور ایسے فراموش کو سزا دینی چاہیے" (منجانب والدہ عظیم خان درانی)

جب یہ خط عظیم خان درانی کو پہنچا تو پیشتر اس کے عظیم خان درانی کو جنگ سکھاں میں شکست ہوئی تھی۔ دو ہزار جنگی سپاہی جنگ میں کام آ چکے تھے۔ واپس کابل روانگی سے چند لمحے پیشتر اتفاقاً والدہ کا خط پہنچ گیا تو قبل اس کے اس نے ایک خط نواب خان تنولی کو بھیجا۔

"مضمون خط:۔ "سکونت ریاست قائم ہونے کا یہی مدعا تھا۔ جو تم سے ظہور میں آیا۔ اب تم سامانِ جنگ تیار کرو")

غرضیکہ عظیم خان کشمیر سے لشکر لے کر ڈیرہ مظفر آباد میں کیا۔ چونکہ سلطان زبردست خان حاکم مظفر آباد تھا۔ اور اُس کی دختر سے عظیم خان درانی کا نکاح ہوا تھا۔ اُس کی منکوحہ تھی۔ اور اسی رشتہ داری کی وجہ سے جنگ کے لیے امدادی لشکر دو ہزار کا سلطان موصوف سے لیا اور سرداران بمبہ کے لشکر بھی رشتہ داری کے باعث ہمراہ شامل ہو گئے۔

اِسی ضمن میں سربلند خان تنولی جو نواب خان تنولی سے عداوت رکھتا تھا۔ بمعہ تین صد سوار پیادے لے کر عظیم خان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ البتہ عظیم خان درانی بہ ہمراہ امدادی لشکر کے پکھلی میں آیا۔ پھر تیرہ ہزار فوج کے موضع پڑھنہ میں کیمپ لگایا۔ جب نواب خان تنولی کو اطلاع ہوئی تو وہ آزمودہ کار سپہ سالاران کے جو جان خان تنولی۔ جمعدار رام ٹہ۔ سمندر خان تنولی۔ سردار محمود خان تنولی، جمعداران قاسم خان۔ شہباز خان و برکات خان۔ خنیب خان برہان امیر خان

پسران بمقام دموچی گھاٹ و میر افغان پہلوان ایک ہزار سوار پیادہ، قلمی چار ہزار سپاہ مقامی
کے ہمراہ ساز و سامان جنگ تیار کر کے موضع گگی بدرال آیا۔ اور ڈیرہ موضع بھوجدرہ میں کیمپ
لگایا۔ سردار نواب خان تنولی کو یہ گمان تھا کہ تنولی لشکر نے بارہ ہزار فوج تھور پر غلبہ حاصل کیا ہے
کہ درانی فوج میں وہ عزم و حوصلہ کہاں کہ سر بکف تنولیوں کا مقابلہ کر سکے۔

ادھر عظیم خان درانی بھی فکر مند تھا کہ تنولی شمشیروں اور تیر اندازی میں یکتا ہیں۔ سردار
درانی نے تنولیوں کے طرزِ جنگ اور فنِ سپہ گری کا نظارہ کرنے کے لیے سرداران ہمبہ کو حکم دیا کہ صبح
آپ تنولیوں سے جنگ کریں۔ دونوں لشکر میدان میں صف آرا ہوئے۔ جنگ کے ابتداء میں
جان خان تنولی جمعدار عرف جانی اور سردار قوم ہمبہ کا مقابلہ شروع ہوا۔ جس وقت جمعدار جان نے
نے گھوڑا دوڑا کر نیزہ کو جولان دے کر سردار ہمبہ پر حملہ کیا۔ سردار ہمبہ بھی نڈر سپاہی تھا۔ نیزہ
سے زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ پھر جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ دوبارہ جان خان تنولی نے حملہ کیا
تو نیزہ سردار ہمبہ کے سر پر لگا۔ گھوڑے سے گرا اور دم توڑ دیا۔ اس کے بعد ہمبہ فوج اور تنولیاں
کی دست بدست جنگ شروع ہوئی۔ ہمبہ فوج کی شکست کے آثار دیکھ کر عظیم خان درانی اپنے لشکر
کو جو دس ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ لے کر خود میدان میں آ گیا۔ صبح سے دوپہر تک گھمسان کی
جنگ ہوتی رہی دونوں طرف سے متعدد افراد ہلاک ہوئے۔ لشکر تنولیاں کم ہونے کے باوجود نہایت
شجاعت اور بے جگری سے درانی فوج کا مقابلہ کرتے رہے۔ اغلباً گمان تھا کہ درانی فوج پسپا
ہو جائے۔ اور درانی فوج کثرت کے باوجود ہلاک ہوتی رہی۔ اور حوصلے پست ہوتے رہے۔
تو اُس وقت عظیم خان نے خود اپنی فوج کو غیرت دلائی کہ تنولی فوج کم ہونے کے باوجود جنگ
جیت رہی ہے۔ بلند آواز سے خود سردار موصوف نے اپنے درانی لشکر کی کمان سنبھالی۔

اِدھر نواب خان تنولی کا لشکر تنولیاں نہایت دلیری سے لشکرِ درانی کو نیست و
نابود کر رہا تھا۔ اور نواب خان تنولی کی زبان پر یہ فقرہ تھا "جس وقت میر اسردار نہ ہو گا
میری سرداری تمام ہو گی"۔ اتفاقاً بمقام موچی گھاٹ درانی فوج سے لڑتا ہوا راہیٔ مُلکِ عدم
ہوا۔ نواب خان نے درانی فوج کی چیرہ دستیاں دیکھ کر اپنا سخن یاد کیا جس دن میر افغان نہ ہو گا
میری سرداری نہ ہو گی۔

سردار نواب خان تنولی نے حالتِ جنگ دیکھ کر پسرانِ پائندہ خان و مدد خان و جان خان تنولی جمعدار سے مشورہ کیا اور اُن کو حکم دیا کہ اب درّانیوں سے جنگ کریں اور شام تک اسی جگہ ٹھہریں ۔ میں یہاں سے گلی بدرال جاتا ہوں اور اپنے اہل و عیال کو وہاں سے یاغستان روانہ کر دوں گا۔ کیونکہ لشکرِ درّانیاں غالب ہے ۔ اور شام کو تم بھی موقع پر سے آجانا اور نواب خان جانب گلی بدرال روانہ ہوا۔

پائندہ خان، مدد خان لشکر درّانیاں سے جنگ کرتے رہے اور تقریباً چھ سو سوار پیادے مارے گئے۔ رات کو دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں میں گئے ۔ اور پائندہ خان رات کی تاریکی میں اپنے لشکر کے زخمیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے موضع گلی بدرال آیا اور نواب خان نے اپنے اہل و عیال ولواحقین و خزینہ و اسباب کے موضع پر بیہ علاقہ یاغستان روانہ ہوا اُس وقت سردار ہوڈی شاہ موضع پر بیہ یاغستان کے ملک امازیاں تھے ۔ خود نواب بمعہ لشکر دربند آیا۔ اس کے قیام کے تین دن بعد عظیم خان درّانی باہمراہ سر بلند خان تنولی لشکر کا تعاقب کرتا ہوا دربند پہنچا۔ باندک جنگ لشکر نواب خان کی امداد سے منحرف ہو کر عظیم درّانی سے اتفاق کیا۔

روایت ہے کہ پسرش پائندہ خان ۔ نواب جہانداد خان کی پیدائش موضع پر بیہ میں ہوئی ۔ الغرض نواب خان دربند کا قلعہ چھوڑ کر بمع تین صد اپنے سپاہ و پیادہ و سوار کے بمعہ جاناں خان جمعدار، رامڑہ ، مہندرا ، اور قاسم خان جمعداران کے دریائے سندھ پار کر کے موضع پر بیہ جہاں اہل و عیال تھے ۔ ہوڈی شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ برفباری کی وجہ سے اقوام امازئی ڈیڑھ صد گھوڑوں کا فی روپیہ گھوڑا اور ایک یوم کے حساب سے کرایہ وصول کرتے تھے۔ اس لیے گھوڑے برفباری کی وجہ سے باہر نہ رہ سکتے تھے۔

عظیم خان درّانی کا قبضہ دربند پر ہو گیا۔ جو چھ ماہ تک رہا۔ نواب خان موضع پر بیہ میں بمع اہل و عیال کے قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد سر بلند خان تنولی ہمراہ عظیم خان درّانی کے مشورہ کیا کہ نواب خان کی گرفتاری مشکل ہے ۔ لہٰذا اس کو دھوکہ دہی سے بُلایا جائے ۔ اور انہوں نے (عبید شاہ) سید لنڈ کوٹ جس کے نواب خان سے دوستانہ تعلقات تھے ۔ بُلا کر اُسے لالچ دلوائی

اور غفور خان اکرور نے آکر سب سے مل کر مشورہ کیا کہ نواب خان کو دربند لے آئیں۔ مشورے سے عظیم خان و سربلند خان سب غفور خان و سید عبید شاہ لوکوٹ دیگر معتبرین کے ہمراہ جرگہ کے موضع پربیہ میں نواب خان کے پاس گئے۔ عظیم خان درّانی کا پیغام دے کر درمیان میں قرآن مجید تیغ ہے اور اپنے وطن کو جاتا ہوں آپ آکر اپنا علاقہ آباد کریں۔ تاکہ آئندہ صلح و آشتی رہے۔ جب جرگہ کے افراد نواب خان کو ملے اور بغرض صلح و گفت و شنید کی تو خان موصوف نے جرگہ کی کمال عزت و تواضع کی۔ اس کے بعد نواب خان نے کہا کہ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں عظیم خان درّانی کے پاس جاؤں۔ مگر میں آپ کے مشورہ سے انکار نہیں کرسکتا۔

نواب خان نے احسان فراموشی کرکے والدہ عظیم خان سے محصول طلب کیا۔ آزار بند بھی لے لیا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایسا فعل اُس نے مشیرانِ خود سے مشورہ کرکے کیا ہو۔ جس کی وجہ سے چند مسلمانوں کی جانیں عظیم خان درّانی کے ہاتھوں ضائع ہوئیں۔ اگر یہ غلطی نواب خان سے سرزد نہ ہوتی تو یہ سب جانیں ضائع نہ ہوتیں۔ اور دوستانہ تعلقات بھی قائم رہتے۔

ہمراہ پسر کلاں پائندہ خان کے لباسِ فاخرہ ہمراہ جرگہ سید عبید شاہ لوکوٹ و غفور خان اکرور کے ساتھ نواب خان بمقام دربند آیا۔ متصل خیمہ عظیم درّانی کے خیمہ زن ہوا۔ عظیم خان درّانی سے ملاقات ہوئی۔ عظیم خان درّانی نے نہایت تعظیم و تکریم بوقتِ ملاقات نواب خان سے کی۔ نواب خان کو کرسی پر بٹھایا۔ غفور اکرور اور سیّد عبید شاہ لوکوٹ دونوں فرش پر بیٹھ گئے۔ اور پائندہ خان دست بستہ مؤدبانہ انداز میں موقع پر کھڑا رہا۔

عظیم خان درّانی نے کہا بھائی جو گزر گیا۔ سو گزر گیا اب ہماری طرف سے امن و صلح ہے۔ میری تلوار اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ صلح ہوچکی ہے۔ اس لیے آپکی شکست فتح میں تبدیل ہوچکی ہے۔ اپنا علاقہ سنبھالو۔ اہل و عیال کو بلاؤ۔ اور اپنے علاقہ میں آباد رہو۔ میں چار یوم کے بعد واپس اپنے وطن چلا جاؤں گا۔

عظیم خان درّانی کا اِن باتوں سے یہ مطمعٔ نظر تھا کہ نواب خان اپنے اہل و عیال کو بلائے گا اور میں اِن سب کو کشتی میں بٹھا کر غرق کردوں گا۔ مگر خداوند کریم کو منظور تھا کہ یہی ترم تنولی کی ریاست بدستور قائم رہے۔

الغرض چار روز تک نواب خان کی خوب مہمان نوازی کی۔ اور بعد میں عظیم خان نے کہا کر آپ نے صلح کے باوجود اپنے اہل وعیال نہیں منگوائے۔ جس کی وجہ تمہارا فرزند پائندہ خان قید میں رہے گا۔ اس موقعہ کی نزاکت کو نواب خان بھانپ گیا کہ میرے دوست عبید شاہ لونکوٹ اور میرے عزیز غفور خان اگرور نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ بعد میں عظیم خان درّانی نے کہا کہ جب تک اپنے اہل وعیال کو نہ لاؤ گے پائندہ خان قید میں رہے گا۔

نواب خان نے عظیم خان درّانی سے کہا کہ جب تک پائندہ خان اہل وعیال کے لیے خود نہ جائے گا اُس وقت تک قوم امازئی اہل وعیال کو روانہ نہ کرے گی۔ بہتر ہے کہ پائندہ خان خود جاکر اہل وعیال کو لائے۔ جب نواب خان نے پائندہ خان کو حیلے بہانوں سے چھڑایا اور پائندہ خان کو نصیحت کی کہ آئندہ کسی حاکم و سردار دشمن سے ملاقات نہ کرنا۔ اور اپنی برادری کی خاطرداری کرنا اور جو پرگنہ میں نے مدد خان اور امیر خان کے لیے دیئے ہیں اُن کو دے دینا۔ اور اہل وعیال کو تسلی کرانا اور کہنا کہ خالقِ مرضی کو یہی منظور ہوگا۔ اور ملازمین کو درجہ بدرجہ سلام کہنا۔

اِن ناصحانہ الفاظ کے ساتھ الوداع الوداع کہتے ہوئے اپنے شجاع و دلیر پسر کو روانہ کیا۔ ؎ گیا یہ چشم نم ویلاں پائندہ خان ؏ پدر کے تردّد میں بے تاب جان۔

نوٹ :- ایک غلطی پہلے بھی ہو چکی ہے۔ اب اتنا بھی نہیں سوچا کہ میرے دشمن سربلند خان جن کی ریاست کو میں نے تہہ وبالا کیا ہے اور غفور خان جن کو جنگ میں شکست دی ہے اور وُہ بھی عظیم خان درّانی کے ساتھ ہیں۔ نواب خان نے اعتبار کرکے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔ سیّد عبید شاہ لونکوٹ نے جو دھوکہ دیا وہ تاریخ میں منافقانہ ہمیشہ کے لیے ثبت ہے۔ ایک سیّد خاندان کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

عظیم خان درّانی کے اس بزدلانہ فعل سے قوم درّانی کی توہین ہوتی ہے کہ قرآن مجید کو جرگہ کے درمیان لاکر دھوکہ دیا گیا۔ چونکہ یہ عہدی مسلمان اور ایک افغان قوم کی شان کے خلاف ہے۔

پائندہ خان کے ہمراہ جو لوگ اہل وعیال لانے کے لیے بھیجے گئے وہ واپس کر دیئے۔ یہ خبر عظیم خان درّانی کو پہنچی تو اُس نے نواب خان کو زنجیروں کے ساتھ جکڑا۔ اور اُس کے ساتھ

ایک پتھر باندھ کر قصبہ جہانگیرہ کے نزدیک دریائے لنڈہ میں پھینک دیا۔ آخر اس بدعہد عظیم خان درّانی نے قرآن مجید کے عہد سے پھر کر یہ مجرمانہ فعل کیا۔ یہ ذلیلانہ اور منافقانہ فعل فی الواقع درّانی خاندان کے دامن پر بدنما داغ ہے۔

ریاست تناول پر پائندہ خان تنولی کا متمکن ہونا:۔

روایت ہے کہ ماتم داری اور فاتحہ خوانی کے بعد رسوم دستار بندی ۱۸۱۷ء بمطابق ۱۲۳۳ھ سردار پائندہ خان اپنی آبائی ریاست پر متمکن ہوا۔ موضع پربیہ علاقہ یاغستان سے معہ اہل و عیال محمد خان و امیر خان برادران کے موضع گلی بدرال میں چند روز قیام کر کے پھر امب میں، اُس وقت قصبہ امب متصل کر بلیاں اسروری دریائے اباسندھ تھا آباد ہوا۔

خان موصوف شہرۂ آفاق اور سخاوت میں بے مثال ، شیریں زبان بوجہ ذہین رسا فہم زکا طرز ملک گیری سے خوب آگاہ اور رُعب دبدبہ دہمت و جرأت و نظم و نسق ریاست مہارت سپہ گری و سواری اسپ و نیزہ بازی و فن شناوری میں اُستادِ کامل تھا۔ مگر علوم کتابی سے ناآشنا تھا۔ اکثر محاربات سکھاں میں جرأتِ طبع و فکر رسائے سے بلند نام رہا۔

شہنشاہِ حقیقی نے پائندہ خان کو اتنا رُعب دیا تھا کہ اِدھر نام سُنا اُدھر دشمن کا دِل کانپ گیا سپاہ کو اس ڈھنگ سے آراستہ کرتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ خانِ موصوف نے ریاست پر متمکن ہونے کے بعد سردار مدد خان کو باپ کی وصیّت کے مطابق شنگلی عطاء کیا۔ سردار مدد خان نے قلعہ جات تعمیر کر کے سپاہ منظم کی۔ اور رعایا کو آباد کیا۔ وہاں پر مدد خان کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ خان رکھا۔ مدد خان کو تمام قوم نے آکر مبارکباد دی۔ اور سب کو انعام و کرام سے نوازا۔

جب مدد خان نے اپنے قلعہ کا نظم و نسق سنبھالا۔ مدد خان بھی دلیری و سپاہ میں شہرۂ آفاق تھا پائندہ خان بخوفِ خود شنگلی کا علاقہ واپس کر کے پرگنہ پھلڑہ عطا کیا۔ جبکہ سردار مدد خان سے پرگنہ بھی سردار پائندہ خان نے واپس لے لیا۔ اور جملہ اثاثہ نقد زیورات اور مستورات لے کر تخت و تاراج کیا۔ اور قلعہ بلوچھ گڑھ میں قید کر دیا۔ جبکہ سردار مدد خان

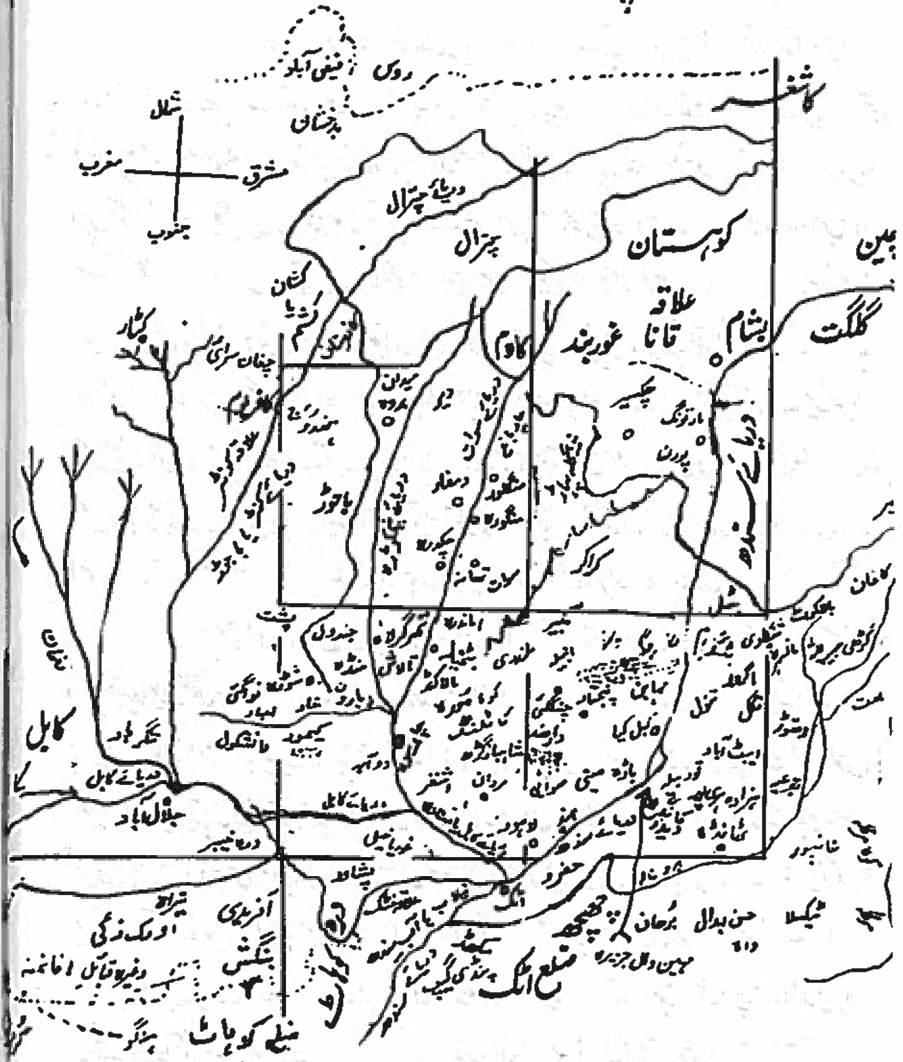
دست و پا گوشۂ قناعت میں ساز گار حالات کا منتظر رہا۔

(بمطابق صورت دیہی قوم تنولی بیان قوم تنولی ۱۸۷۱ء)

نواب خان کی وفات کے بعد پائندہ خان نے جب اقتدار سنبھالا تو قوم کے مدبرین آئے انہوں نے پائندہ خان سے باتیں کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اب نواب خان وفات پا چکے ہیں۔ ہم بھی اُسی طرح کے دفتری ہیں اور تو بھی اُسی طرح کا دفتری ہے کیونکہ ہر دو تناول قوموں نے جو اب لوڑ اور اپر تناول ہے۔ قوموں کے بتہ میں تقسیم ہو چکا ہے۔ چونکہ گل محمد خان کی حصہ داری علاقہ کھن میں تھی۔ جس میں گلی بدرال بھی واقع ہے۔ پائندہ خان اس بات کو طعنہ سمجھ کر سخت برہم ہوا۔ وہ اُس وقت خاموش ہو گیا۔ اُنہی دنوں کشمیر سے چار سو آدمی جو کشمیر سے غزنی جا رہے تھے نوکر رکھ لیے اور چھ ماہ کے اندر طاقتور ہو گیا اور بعد میں قوم کے معتبرین کو بلوایا اور کہا کہ اب بتائیں کہ آپ میں کون کونسے لوگ دفتری ہیں۔ قوم نے اُن معتبرین کے نام پیش کئے جنہوں نے دفتری ہونے کا دعویٰ کیا۔ پائندہ خان نے تقریباً چالیس آدمی قوم تنولی کے معتبرین کو دریائے سندھ میں ڈال دیا اور اُسی وقت قبیلہ ہندوال کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ سب لوگ مزارعے بن گئے۔

جہانداد خان کے بعد یہی پوزیشن رہی اب اکرم خان علاقہ تناول کا مالک ہے سوکال کا جو دفتر قبیلہ بلال کا تھا۔ زبردستی قبضہ کر لیا عہد درانیاں اور عہد سکھاں میں یہ علاقہ زیر تسلط رہا۔ بعد میں یہ علاقہ اُن کی جاگیر رہا۔ اب جو علاقہ گھڑیاں میں ہے۔ نواب اکرم خان دعویٰ کرتا ہے لیکن عملداری سکھاں میں چار قبائل نے قبضہ کیا۔ اعوان ہندوال۔ کیہال۔ جرل اور متھال تنولی وغیرہ بلکہ یہ متھال تنولی بحیثیت دفتری نہیں ہیں۔ دفتر اُن کا علاقہ تناول میں ہے۔ بلکہ یہ لوگ سب علاقہ کو کربندی میں کھاتے تھے۔ جو کہ بوجہ اسباب سپاہ گری رکھتے تھے۔ پہلے اصل مالک قوم تنولی حصہ داری قبیلہ بلال دریائے سندھ عشرہ اور اُس پار علاقہ دیرہ اور قبیلہ ہندوال کا چھتر بال وغیرہ، دربند اور خانگی قبیلہ بلال کی موضع بیڑ قبیلہ ہندوال کی پہلی خانگی علاقہ کھن میں "کل" تھی۔

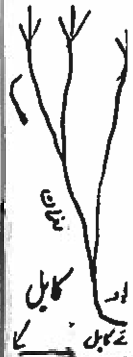
علاقہ پشاور یا گندھارا



یہ نقشہ پیمانے کے مطابق نہیں۔ صرف مقامات کی نشاندہی اور سمتوں کا اشارہ مقصود ہے۔

باب سوم

سکھوں کے ساتھ معرکہ آرائی اور سیّد احمد شہیدؒ کے حملے!



ہزارہ میں سکھوں کی آمد

بقولِ مہتاب سنگھ مصنف "تاریخ ہزارہ"، تحصیل ہری پور، مانکرائے کے ترک محمد خان وملوک کی اولاد ہیں۔ ہاشم خان ترک وکمال خان ترک پٹی کی مشترکہ حکومت کرتے تھے۔ راجہ ہاشم خان اپنے بھائیوں پر زور آور تھا۔

ایک دن آدھی رات کے وقت راجہ کمال خان نے متعلقین کو قتل کرکے پٹی ترک کا واحد مالک بن گیا۔ اور تمام بھائیوں پر تسلط جمالیا۔ کمال خان کا جنبہ محمد خان ترین کے ساتھ تھا محمد خان ترین نے اُن کی مدد کی۔ اور ۱۸۱۶ء میں ہاشم خان کو بالکل اپنی ریاست سے نکال کر بے دخل کر دیا۔

قبضہ فتح خان پسر کمال خان کا ہونے والا تھا کہ ہاشم خان پنڈی کی طرف سے جاکر سردار مکھن سنگھ کو اپنی مدد کے واسطے لایا اور مع فوج سکھاں کے ہزارہ میں لایا۔ اور محمد خان ترین کے ساتھ ۱۸۱۶ء میں سکھوں کے ہمراہ ہاشم خان سے جنگ ہوئی۔ محمد خان ترین نے شکست کھائی۔ محمد خان کے جائے مسکن گل ڈھیری مکھن سنگھ کے ساتھ بل کر جلادی۔ اور مکھن سنگھ نے اپنی گڑھی شاہ محمد تعمیر کرلی۔ اس طرح ۱۸۱۷ء سلسلہ اس قوم کا شکست ہوگیا۔ اور ایک سال یعنی ۱۸۱۸ء میں چہارم حصہ پختہ دلازاق اور ترین قوم سے وصول کیا۔ ۱۸۱۹ء میں مکھن سنگھ متعلقہ مہاراجہ رنجیت کے ہوگیا۔ پہلے یہ خودمختار جاگیر دار تھا۔ فساد رفع نہ ہُوا تو اُس نے چہارم حصہ دینے سے انکار کیا۔ ۱۸۲۰ء میں پھر بڑی شورش ہوئی۔ محمد خان ترین اور اس قوم ترک دلازاق نے مکھن سنگھ کے ساتھ موضع شاہ محمد میں لڑائی ہوئی۔ اور اس لڑائی میں مکھن سنگھ مارا گیا۔

اسی سال ۱۸۲۰ء میں دیوان رام لال۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے آیا۔ اور وہ بھی ناڑہ کی لڑائی میں مشوانی اور تنولیوں کے ساتھ مقابلہ میں مارا گیا۔ مجھیٹ سنگھ تازہ دم لشکر کے ہمراہ آیا۔ اور وہ بھی سمندر کتھہ ناڑہ میں قتل ہوا۔ ۱۸۲۲ء کی کمان اس ملک کی ہری سنگھ کو دی گئی۔ اِس قلعہ اور شہر کی بنیاد رکھی۔ اقوام کے سرکردہ لوگوں کو جاگیریں دینے کی تجاویز کو عملی جامہ پہنایا۔ قوم ترک کو بھی ایک ہزار روپیہ کی جاگیر دی گئی۔ مگر پھر بھی علاقہ میں فساد رفع نہ ہُوا

اگروار کو پائمال کر کے بہت سی عورتوں کو پنجاب کی طرف جاکر فروخت کر دیا۔ اور اسی سال ۱۸۲۴ء
میں ناڑہ کی لڑائی ہوئی تو قوم مشوانی و سید خان سے ہوئی۔ سردار ہری سنگھ نے شکست کھا کر پھر اسی
سال فتح پائی۔ جبکہ ہری سنگھ کو ثابت ہوا۔ جب تک یعنی ترک، دلازاق۔ ترین، مشوانی اور تنولی
وغیرہ کے سرکردہ لوگوں کو توپ سے اڑا نہ دیا جائے۔ شورش ختم نہ ہوگی۔ جو توپوں سے اڑائے
گئے۔ محمد خان ترین اور جلال خان دلازاق۔ شیر محمد خان۔ صالح محمد خان مشوانی۔ شیخا جدون بیڑ
عبداللہ چینبہ والے توپ سے اڑائے گئے۔ علاقے میں امن ہوگیا۔ اُس وقت ہاشم خان
اور فتح خان اس قوم کے سرکردہ مفرور تھے۔ سردار ہری سنگھ کے ہاتھ نہ آئے پھر سردار
تیجا سنگھ کے دور میں اُس وقت جبکہ جاگیر ایک ہزار روپیہ ہاشم خان کو جب دوبارہ
۱۸۳۸ء میں آکر ملا۔

اس عمل کا یقین نہیں ہے کہ ترک دورِ اول ۱۸۱۸ء کے بعد سلسلہ وراثت سے
پریشان رہے۔ جس نے گاؤں کو ایک سال اجارہ پر کھایا۔ اس وقت کھتری اجارہ مزارع
سے بہت لیا کرتے تھے۔

۱۸۳۴ء میں ہاشم خان ترک فوت ہوگیا آخر ۱۸۴۵ء میں جو آخری عہد سکھاں
تھا۔ یورش دیوان مولراج ہوئی۔ ایک اور فعل دخلِ سلطنت کا اُٹھ گیا اُس وقت جو لوگ تھے
انہوں نے علاقہ سے کچھ وصول کیا۔ ہنوز زیادہ وصول کرنے نہیں پائے تھے کہ مولراج اور
سکھوں کا قبضہ ہوگیا۔

۱۸۴۶ء میں یہ علاقہ راجہ گلاب سنگھ کو لاہور کے ماتحت شامل کر لیا۔

اور اسی دور میں دیوان ہری چند مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف سے اس علاقہ کو آیا۔ دیوان
ہری چند کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ ۱۸۴۶ء و ۱۸۴۷ء میں پھر یہ علاقہ سرکار ہوگیا۔ میجر ایبٹ
نے سرسری بندوبست اراضیات کیا۔ اُس وقت حیات خان، فتح خان متحفہ اور موضع مانکرائے
کے ہوئے۔ پھر ۱۸۴۸ء شورش چیتر سنگھ کی ہوئی۔ حیات خان پسر ہاشم خان۔ فتح خان پسر
کمال خان جو سرکردہ قوم ترک کے مخالف ہو گئے۔ جہاندا خان پسر ہاشم خان نے مخالفت نہ
کی۔ شورش بند ہونے کے بعد ۱۸۴۸ء میں مخالفین قید کیے گئے۔ اور کتاب مانکرائے بنام

مہندا خان ہوئی۔ اس سے روپیہ کا انتظام نہ ہو سکا۔ پھر ۱۸۵ء میں چراغ علی شاہ اور ملک خیرا کے نام بندوبست ہوا۔ اس مانکراۓ کے علاقے میں ہر کوئی قوم اپنے اپنے قبضہ کی رسید سے مشتمل نفع و نقصان رہے۔ بندوبست مال اور دیہہ میں تحقیقات ہو کر ہر کوئی بقدرِ قبضہ مالک ہوا۔ اور یہ قوم ترک بھی موضع مانکراۓ میں یہ کہہ کر مالک قرار پائی۔

ہزارہ کے ترک اُن قارلق ترک خاندانوں کی اولاد ہیں۔ جن کو تیمور لنگ نے چودھویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے حملہ سے واپس آکر ہزارہ میں آباد کیا تھا۔ ایک وقت ان کی غالب اکثریت اور حکومت تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ پٹھان اور دیگر اقوام ان کو اپنی جائیداد اور ملکیت سے بے دخل کر دیا۔ ۱۷۸۶ء میں اُن کو تیمور شاہ درانی کی خدمت میں درخواست کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ اِن کی استدعا یہ تھی کہ اُن کے آبائی مرکزی مقام مانکراۓ میں جس سے اُن کو عوز بخشی نے بے دخل کر دیا ہے واپس آباد کیا جائے۔ اِن کی درخواست منظور ہوئی۔ وہ ابھی تک مانکراۓ جو اس علاقہ میں ترکوں کا صدر مقام تھا۔ اب بھی موجود ہیں۔ لیکن اُن کی گزشتہ شان و شوکت ختم ہو چکی ہے اب صرف چند دیہات قوم ترک کے ہزارہ ڈویژن میں پائے جاتے ہیں

۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ۲۳۷۹ افراد تھے جبکہ ۱۸۹۱ء میں ان کی تعداد ۳۲۸۱ تھی وہ روبہ منزل قوم معلوم ہوتی ہے۔ اُن میں کوئی با اثر آدمی نہیں ہے اور نہ اُن میں کوئی قوت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ صرف ماضی قریب میں راجہ امان اللہ سپیکر صوبہ سرحد اسمبلی رہا ہے جو راجہ محمد ایوب کا فرزند ہے۔

جنگ گل ڈھیری

سکھوں کی پہلی جنگ ہمراہ ۱۸۱۷ء میں محمد خان ترین سے ہوئی۔ سکھوں کے حملے ہزارہ میں شروع ہوئے۔ سکھوں کی آمد ترک قوم کے رئیسوں کی باہمی آویزش سے ہوئی ہاشم خان ترک نے دوسرے پتہ کے ترک کمال خان کو قتل کیا۔ فتح محمد پسر مقتول نے محمد خان کی پناہ لی۔ محمد خان اپنے دور سے ہاشم خان کی وراثت مانکراۓ سے محروم کر دیا۔ انہی وجوہ کی

کی بناء پر ہاشم خان سرائے کالا کے جاگیردار سردار مکھن سنگھ کو بغرضِ جنگ ہمراہ لے آیا۔ سردار
مکھن سنگھ نے کل ڈھیری جائے سکونت محمد خان ترین پر حملہ کرکے بزورِ شمشیر قبضہ کرلیا۔
موضع شاہ محمد میں گڑھی تعمیر کرائی۔ اور پرانے قابضین سے نصف حصہ لینا شروع کردیا۔ وہاں
پر ایک سال اُس کا قبضہ رہا۔ بعد میں محمد خان ترین نے لشکر جمع کرکے دوبارہ سردار مکھن
سنگھ کے ساتھ جنگ شروع کردی۔ چھ ماہ تک جھڑپیں ہوتی رہیں۔ محمد خان ترین کے ہمراہ دلازاک
بھی شریک تھے۔ دونوں اطراف سے بردست دست بدست جنگ ہوئی۔ سکھوں کے لشکر
کو مجاہدینِ اسلام نے تہہ وتیغ کردیا سینکڑوں سکھ واصلِ جہنم ہوئے۔ مسلمان بھی شہید ہوئے
جبکہ مکھن سنگھ مجاہدینِ اسلام کی تاب نہ لاکر فرار بہ طرف شاہ محمد ہوا۔ مجاہدینِ اسلام نے
تعاقب کرکے متصل سکندرپور بہ ضرب گولی ہلاک کیا۔ اور سرائے صالح کو مجاہدینِ اسلام نے
تخت وتاراج کیا۔ لشکرِ مخالفین کا بہت سا اسلحہ مجاہدینِ اسلام کے ہاتھ آیا۔ اس طرح
سالارِ مجاہدین محمد خان ترین کو فتح نصیب ہوئی۔

جنگِ نگری بالا

سید مراد علی شاہ مصنف "تاریخ تنولیاں" کی روایت ہے کہ سردار مکھن سنگھ کی ہلاکت
کی خبر جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پہنچی تو سخت براہم ہوا۔ رئیس مجیٹھ امر سنگھ والیٔ ہزارہ کے
ایک جرار لشکر کے ساتھ برائے تسخیر ہزارہ روانہ ہوا۔

امر سنگھ جونہی ہزارہ پہنچا تو اس نے پروگرام بنایا کہ پہلے تناول پر حملہ کیا جائے کیونکہ
تنولی جنگجو ہیں۔ اگر ان کو فتح کرلیا تو باقی قومیں سر نہ اٹھا سکیں گی۔ لیکن قدرت کو منظور کچھ اور تھا۔
چونکہ رنجیت سنگھ نے محمد خان ترین پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ حملہ بھی اُس وقت قادرِ مطلق
کو منظور نہ تھا۔ امر سنگھ کو اس جہان سے مرنا تھا۔ سردار فتح علی خان رئیس کرڑال ناڑہ سے تو
امر سنگھ ملاقاتی ہوا۔ اور مشورہ دیا کہ آپ اوّل سردار محمد خان رئیسِ ناڑہ کو زیر کرو تو جملہ
قوم کرڑال مطیع ہوجائے گی۔ کیونکہ اس نے محمد خان ترین کے لیے برائے جنگ کمک لائی تھی۔
غرضیکہ سردار امر سنگھ بمع چار ہزار سکھوں کے ہمراہ فتح علی خان کے ہر دو سردار بہ طرف ناڑہ بغرض

جنگ روانہ ہوئے۔ یہ پروگرام طے ہوا کہ اس جنگ کے بعد یہاں سے کمک لے کر پہلے محمد خان
ترین اور بعد میں تنولیوں کا صفایا کیا جائے گا۔

ے تدبیر کنندہ بندہ ؛ تقدیر کند خندہ

سردار محمد خان راستہ ہی میں مل گیا۔ تو اُس کو امر سنگھ نے قید کر دیا۔ لشکر سکھاں نے ناڑہ
قلعہ میں پہنچ کر قیام کیا اتفاقاً بوقت شب سردار محمد خان فرار ہو گیا اُس کے دوسرے روز امر سنگھ نے "بر نشانِ
فتح" محمد خان کرڑال کے قلعہ ناڑہ کے مواضعات کو تباہ و برباد کیا۔ سردار محمد خان کا بہت زیادہ مال و اسباب
لوٹ لیا۔ دوسرے روز امر سنگھ باہمراہ فتح علی خان کرڑال کے ہمراہ پانچ صد فوج کی برگرفتاری محمد خان کے
بطرف مکول روانہ کیا۔ سردار موصوف محمد خان لڑائی کی تاب نہ لاتے ہوئے بطرفِ سمندر کھٹہ کے راستے
نگری بالا کے مجاہدینِ اسلام نے ہمراہ سردار موصوف محمد خان کے حالات کے مطابق موقع کی تاک میں سے
اور نگری بالا کا گاؤں خالی کر دیا۔ تو امر سنگھ نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ جب لشکر سکھاں بلند پہاڑی سے
درۂ منگلاں نشیب آب سمندر کھٹہ میں آیا۔ یہ کھٹہ کچھ اس طرح واقع ہے:۔ کھٹہ کی دونوں جانب
پہاڑ ہیں۔ ڈیڑھ میل کھٹہ سمندر دونوں پہاڑوں کے درمیان ہے۔

جب امر سنگھ سمندر کھٹہ میں پہنچا تو سردار محمد خان نے اپنی قوم کے مجاہدوں کو کھٹہ کی
دونوں طرف متعین کیا۔ محمد خان اور مجاہدین نے دونوں اطراف سے حملہ کر دیا۔ لڑائی شروع ہوئی
بندوقیں چلنے لگیں۔ سکھوں کے وار خالی جاتے تھے۔ تائیدِ ایزدی مجاہدین کے شاملِ حال تھی۔

جب فتح علی خان راہبر سکھاں نے ماجرا جنگ دیکھا تو وہ امر سنگھ کو چھوڑ کر بھاگ
گیا۔ امر سنگھ بقولِ نجومیاں نے جو بوقتِ پیدائش کہا تھا کہ یہ سمندر میں بوجہ لڑائی مارا جائے گا۔
تو یہ سوچ رہا تھا کہ لڑائی میں بچ جاؤں گا۔ چونکہ سمندر دُور ہے اور میری عمر ابھی دراز ہے۔

آخر کار سپہ سالار سکھاں نے تیر چڑھانے کا تصور کیا۔ بار بار تیر چڑھاتا تھا
مگر کمان نہ چلتی تھی۔ تو اُس وقت امر سنگھ نے کہا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ ہمراہیوں میں سے ایک نے
کہا کہ اس جگہ کا نام سمندر کھٹہ ہے۔ اس وقت امر سنگھ نے کہا کہ بقولِ نجومیاں درست ہے۔

رستم علی سردار جو برادر محمد خان سردار تھا۔ جو پہلوان کشتی میں زور آور تھا۔
بلند پہاڑی سے باآوازِ بلند کہا کہ سُنا ہے کہ امر سنگھ کشتی میں اُستادِ زمانہ ہے بہتر یہی ہے کہ دونوں طرف

کی لڑائی بند ہو جائے۔ تو تماشا دیکھیں کہ ہم دونوں کشتی کریں تو سردار امر سنگھ بھی بہادر تھا تو اُس نے باآوازِ بلند کہا منظور ہے۔ لڑائی دونوں طرف سے بند ہو گئی۔ اور یہ سردار عہد و پیمان کر کے کشتی کرنے لگے۔ آخر کار سردار امر سنگھ نے سردار رستم علی خان کو کشتی میں گرا دیا۔ تو اُس وقت ملازمین امر سنگھ نے بضربِ بھالا رستم علی خان پر وار کیا۔ جس سے رستم علی خان شہید ہو گئے۔
جب یہ دیکھا (خدا بخش خان) کرڑال و ملازم سردار ملوک نے کہ ہمارے سردار کو شہید کر دیا ہے تو اُسی وقت ہر دو افراد نے بضربِ شمشیر امر سنگھ کو قتل کر دیا۔ بعد میں مجاہدین نے یکبارگی سپاہ سکھاں پر حملہ کر دیا۔ ہمراہ محمد خان سردار کے پانچ صد سکھوں کو واصلِ جہنم کیا۔ مجاہدینِ اسلام کی فتح ہوئی جو سکھ بچ گئے وہ بھاگ کر واپس چھاؤنی سرائے کالا چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر یہ روئیداد سنائی۔

انسانی فطرت ہے کہ جب انسان تخریب کاری کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اپنے آپ کو حاکم سمجھ کر شعور کھو جاتا ہے۔ جیسا کہ امر سنگھ نے سردار فتح علی خان کا مشورہ مان کر سردار محمد خان کے علاقہ کو تباہ و برباد کرنے کے لیے حملہ آور ہوا اور سمندر کٹھہ جیسے مورچہ کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے حملہ آور ہوا۔ جس کا نتیجہ بعد میں مل گیا۔ اور قوم کرڑال سردار محمد خان کی مجاہدانہ زندگی اور سردار رستم علی خان کی بہادری و شجاعت پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

میرا سلام کہو شہیدِ ملت رستم علی خان کرڑال پر اور سلام ہو مجاہدینِ نگری بالا و سپہ سالار محمد خان پر کہ کرڑال قوم کے سپوتوں نے شہادت کے جذبہ سے سرشار ہو کر قوم کرڑال کے وقار کو اوجِ ثریا پر پہنچایا اور صد افسوس ہے کہ سردار فتح علی خان کی کہانی بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ کہ دشمن کی موت کے لیے خوش نہ ہو کہ تیری زندگی بھی جاودانی نہیں ہے۔

سکھوں کی لاشیں دو ماہ تک سمندر کٹھہ میں پڑی رہیں بعد میں ہندوؤں نے لا کر سرائے صالح میں جلائی تھیں۔ اور سمادھی بنائی گئیں۔ اسی اثنا میں جب قتل امر سنگھ و سردار مکھن سنگھ کی رپورٹ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو موصول ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوا۔ تو اس نے سردار ہری سنگھ کو فرمان دیا کہ آپ فوراً ملک ہزارہ جائیں اور کوہستان ہزارہ کو تسخیر کریں۔ اور اسی دوران رنجیت سنگھ ہمراہ شیر سنگھ، فوج اور رانی سدا کور کو بھی اپنے ساتھ لایا اور تربیلہ میں ایک قلعہ بنایا اور مالیہ پر نظر ثانی کی گئی۔ آخر کار رانی سدا کور نے محمد خان ترین کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔

شنگڑی پر سکھوں کا حملہ ۱۸۲۴ء

سربلند خان والیٔ شنگڑی نے جونہی سکھ لشکر کی آمد کی خبر سنی تو ایک فوجی دستہ موضع باندہ لوہاران میں بٹھا دیا۔ جب سپاہ سکھاں باندہ لوہاران پہنچی تو ان کی سخت مزاحمت کی گئی۔ مذکورہ راستہ میں قبیلہ مجیال کے ایک بزرگ رحم خان شہید ہوئے۔

روایت ہے کہ موضع لیسوال میں اپنے آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔ اس دستے کی شکست کے بعد سکھوں نے موضع شنگڑی پر حملہ کر دیا۔ اور تنولیوں نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ سکھ فوج نے اکثریت کی وجہ سے مکانوں کو جلانا شروع کر دیا۔ بعد میں افہام و تفہیم کے ذریعے صلح ہوئی۔ صلح کی شرط کے مطابق دریا بستی جو ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھی۔ وہاں سے اجاڑ کر نیچے میدان میں بنائی جائے۔ چنانچہ اس صلح میں معاہدہ کے تحت دریا بستی کی تعمیر اس پہاڑ کے دامن میں شروع کی گئی اس بستی کا نام کوکل رکھا گیا۔

یہ واقعہ ۱۸۲۴ء میں رونما ہوا۔ (یاد رہے کہ یہ گاؤں قوم تنولی کے مایۂ ناز فرزند مشہور مؤرخ و محقق محمد اسماعیل خان کا مولد و مسکن ہے۔

جنگِ مانگل

"تاریخ ہزارہ" کے مصنف مہتاب سنگھ اس امر کا شاہد ہے کہ (قلمی فارسی مسودہ) سردار ہری سنگھ مہاراجہ کا حکم ملتے ہی اپنے لشکر کے ساتھ مظفر آباد کشمیر سے روانہ ہوا۔ ۱۸۲۱ء منازل طے کرتا ہوا پکھلی میں داخل ہوا۔ یہاں پر محمد خان ترین کے اتفاق و اتحاد سے ہزاروں لوگ و افغان جدون اور تنولیوں نے جمع ہو کر موضع مانگل کا راستہ روک لیا۔ یہ راستہ تنگ اور دشوار گزار ہے ہری سنگھ نے کہا کہ مجھے مہاراجہ صاحب نے لاہور طلب کیا ہے لہٰذا آپ لوگ راستہ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں تا کہ میں نے لنگیترا کی مہم پر بھیجا جانا ہے لہٰذا اس کام کے لیے محمد امین خان سواتی کے چچا نجیب اللہ خان اور لالہ راج کنور جو کہ شنکیاری قلعہ کا کمان افسر تھا۔ وکیل بنا کر افغانوں کے پاس

بھیجا۔ لہذا اپنا راستہ چھوڑ دیں۔ مہاراجہ کے فوری حکم کے ساتھ ہی دیوان چند ندیم و شیر کا دربار مہاراجہ کی انگیخت تھی۔ وہ سردار ہری سنگھ کا مخالف تھا۔ اُس نے مہاراجہ کے کان بھر دیئے تھے۔ کہ ہری سنگھ آپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ لنگیترا میں جانا نہیں چاہتا۔ اسلیے سردار ہری سنگھ کی خواہش تھی کہ جلد دربار میں پہنچ جائے۔ اِس لیے صلح صفائی سے مانگل گزر جائے۔ نجیب اللہ خان اور لالہ کنور جتنی نرمی کرتے اور صلح سے بات کرتے افغان اُتنی ہی زیادہ ضد کرتے۔ افغانوں نے جواب دیا کہ جب تک سردار محصول بدرکا واجب ادا نہیں کرتا ہم گزرنے نہیں دیں گے۔ صبح کو پھر نجیب اللہ خان اور لالہ کنور کو بھیجا کہ مجھے بہت جلدی جانا ہے۔ یہ دونوں پھر جدونوں کے پاس گئے لیکن انہوں نے نہ مانا۔
ہری سنگھ نے مانسہرہ سے چل کر ڈیرہ سرحد جدون پربت پر پڑاؤ کیا۔ صبح کے وقت سکھوں نے مانگل کے قریب مورچہ بندی کردی۔ پھر وکیلوں کو جدونوں کے پاس بھیجا۔ یہ آخری اطلاع تھی۔ کہا آپ گھر کو چلے جاؤ پھر شکایت نہ کرنا۔ یہ وکیل اس موقع پر بھی مایوس لوٹے۔ اور ان کی جمعیت مورچہ بندی و غرورِ افغانان سے آگاہ کر دیا۔ یہ سُن کر ہری سنگھ نے کہا کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے بزرگوں کا قول ہے کہ تلوار آخری حیلہ و علاج ہے۔ سردار نے اپنی مُونچھوں کو تاؤ دے کر کہا جو بھی شکست کھا گیا وہ نادم اور پریشان ہوگا۔ پندرہ سولہ دفعہ سردار کو جوش آیا کہ حملہ کرے لیکن رات کا وقت تھا اس لیے خاموش ہو گیا۔ اور تمام رات سکھوں کے لشکر نے اپنے وضائف میں مصروف رہے۔ صبح سویرے لشکر کا انتظام کر کے دروازے اور ڈیوڑھی سے جانب شمال تھی۔ سیدھا اس پر حملہ کر دیا۔ چونکہ اتنا فاصلہ نہ تھا۔ سردار کے سپاہیوں نے سوار ہوتے ہی مانگل سے
افغانان بندوقیں سر کریں اور لڑائی شروع کردی۔ سپاہ سکھاں مانگل کی دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔ چند آدمی بندوقوں سے زخمی اور قتل ہوئے۔ لیکن سوار موصوف نے اس بات سے بے پرواہ ہو کر شمشیرِ برہنہ بدست گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے مانگل کے دروازے پر پہنچ گیا۔ سکھ سپاہ نے ہر طرف سے حملہ کر کے دیواروں پر چڑھ گئے۔ اور مکانوں کی چھتوں کے اُوپر جا پہنچے۔ چونکہ سکھوں کا ستارہ اقبال بلندی پر تھا۔ بغیر سیڑھی اور ستونوں کے چھتوں پر چڑھ گئے۔ اور لوگوں کا قتل شروع ہو گیا بہت سے لوگ مارے گئے اور خوف کے مارے نہتے لوگ مکانوں میں چھُپ گئے۔ اور سکھوں نے مکانوں کو آگ لگانا شروع کر دی۔ آگ لگتے ہی بہت سے لوگ مانگل سے نیچے کُود پڑے۔ جس سے

اُن کے ہاتھ اور پاؤں لوٹ گئے۔ تقریباً دو ہزار کے قریب آدمی مارے گئے۔ اور باقی لوگ معافی کیلئے حاضر ہوئے۔ اور جان بخشی ہوئی۔ ہری سنگھ کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔ کل مددگار جو ہزارہ تناول سے اور نارڑہ بیرن گلی وغیرہ سے آتے تھے۔ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ صبح کو جبدون کا علاقہ خاکستر کیا جاتا۔ لیکن رات کو جبدون لواں شہر اور دھمتوڑ کے کھتریوں کو ساتھ لے کر سردار ہری سنگھ کے سامنے حاضر ہوئے اور اپنی جسارت کا عذر کیا۔ "ہم لوگ مجبور تھے ہمارا کوئی قصور نہ تھا۔ یہ لوگ ہزارہ سے آئے۔ تنول، کوٹھیالہ اور بیتیلاں سے آئے اور بیرن گلی والے یہاں موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں مجبور کیا۔ کہ پشمینہ کا محصول ضرور لیں گے۔"

ہری سنگھ نے اُن کا قصور معاف کر دیا۔ اور کہا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر آباد ہو جائیں کسی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی۔ اور فیصلہ اس پر ہوا کہ فی گھر پانچ روپیہ اور آٹھ آنہ پر تمام علاقہ جبدون سے ہر سہ پتہ لواں شہر۔ مانگل۔ دھمتوڑ۔ رجوعیہ سے تاوان بطورِ معاملہ سرکار لیا جائے۔ پھر سردار ہری سنگھ نے جرمانہ وصول کیا۔ لواں شہری میں رہ کر تمام گھڑی مرمت کر کے سپاہی مقرر کئے۔ اس کے بعد وہ بمعہ فوج از راہِ جینبہ سے لواں شہر ہزارہ کی طرف روانہ ہوا۔

محمد خان ترین نے اپنا اہل و عیال گل ڈھیری لے گیا اور خود سری کوٹ چلا گیا۔ اور سردار لوستان خان ساتھ لے کر مہاراجہ والئی لاہور کے سامنے حاضر ہوا۔ اس کے بعد ہری سنگھ نے راجہ کو دربار میں جا کر بہت سے تحائف گھوڑے اور نقد روپیہ پیش کیا۔ راجہ نے تمام دربار کے سامنے آفرین کیا۔ اور مہاراجہ نے حساب کا کاغذ اپنے ہاتھ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یہ کشمیر کا حساب مانگل کی فتح بدلے سب قصور معاف کر دیا۔

ہری سنگھ نے شکریہ ادا کیا۔ تاریخ تناولیاں کے مصنف سید مراد علی شاہ کے قول کے مطابق تین آدمی موضع دریا علاقہ تناول کے تھے۔ ایک گجر قبیلہ کا تھا (میر اللہ خان) اور کبابت خان مجیال قبیلہ کے شہید ہوئے تھے۔ یہ تینوں افراد اپنے آبائی گاؤں میں مدفون ہیں۔ دعا ہے کہ ان تمام شہداء مانگل کو عزیق رحمت کرے۔

تاریخ تنولیاں کے مصنف سید مراد علی شاہ کی روایت ہے کہ ہری سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا حکم ملتے ہی فوراً جنگی تیاریوں میں مصروف ہوا۔ جنگی تیاری کے بعد براستہ مظفر آباد

سے آکر گڑھی حبیب اللہ خان و گڑھی نجیب اللہ خان برائے کمک ہمراہ لی اور مانگل کے مقام پر جدال
اور مقامی لوگ جو تقریباً چار ہزار تھے۔ جنگ ہری سنگھ کے ساتھ طرفین میں مقابلہ ہوا۔ اور
نجیب اللہ خان رئیس بہ سبب گولی بندوق زخمی ہوا۔ اور سردار ہری سنگھ نے خان موصوف کو
رخصت کیا۔

جنگِ منگلور ۱۸۲۳ء

جس وقت ہری سنگھ حاکم ہزارہ مقرر ہوا تو اُسے اُمید تھی کہ سربلند خان تنولی جو
تنولیوں میں صاحبِ قوت تھا۔ اطاعتِ سکھاں قبول کرلے گا۔ بنابریں مصلحتاً ہری سنگھ خاموش رہا۔
مگر حالات اُس کے برعکس دیکھ کر ہری سنگھ کو معلوم ہوا کہ سربلند خان تنولی نے لشکر بمقام منگلور
فراہم کرلیا ہے۔ سردار ہری سنگھ سپہ سالار نے دس ہزار کی فوج ہری پور میں جمع کرکے بعزمِ جنگ
سربلند خان تنولی جانب منگلور روانہ ہوا۔ چونکہ علاقہ تناول گھڑیاں میں صوبہ خان کے قبیلہ کے تناولی
تھے۔ سربلند خان نے بھی چھ ہزار فوج تنولیاں جمع کرکے جنگ شروع کردی۔ جنگ برمقام منگلور
شروع ہوئی۔ سپاہ سکھاں کی اکثریت تھی۔ لیکن سپاہ تنولیاں کا نہایت بے جگری سے مقابلہ ہوا۔
سپاہ تنولیاں میں مددخان کے علاوہ کئی افراد شہید ہوئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اِن شہداء کے اسمِ گرامی
نہ مل سکے۔ لیکن اِن گمنام شہیدوں کے مزار غالباً کھوارڑی میں موجود ہیں۔

قبیلہ لابیال مصلحتاً سربلند خان سے علیٰحدہ ہوئے باقی مقامی لوگ بھی واپس ہوئے
بمطابق تاریخ تنولیاں مرتبہ از سید مراد علی شاہ کہ جو لابیال شیروان جو ہمراہ لشکر سربلند خان تھا۔
ہری سنگھ کے ساتھ مل گئے تھے علاقہ تناول پر سکھوں کا قبضہ ہو گیا۔ سربلند خان خائف ہو کر
معہ اہل و عیال وہاں سے موضع تندولہ کے راستے بیل گاؤں میں سکونت پذیر ہوا۔

قلعہ شیروان میں سکھ فوج متعین کردی۔ ہری سنگھ ہری پور واپس ہو گیا۔ سربلند خان
نے ہمراہ لشکر قبیلہ مشوانی اور قبیلہ طاہر خیلی کے شیروان پر حملہ کردیا۔ اور قلعہ سے تقریباً آٹھ ہزار روپے
اور اسلحہ وغیرہ لوٹ لیا۔ قلعہ میں سپاہ سکھاں تھی۔ سب کو ہلاک کردیا۔ اور فتح کے بعد قلعہ شیروان،
شیر محمد خان کو ہمراہ پچاس ہزار نفر سواروں کے چھوڑ کر خود موضع سہکی چلا گیا۔ فتح قلعہ شیروان کو

خبر ہری سنگھ کو پہنچی۔ بہت غمناک ہوا۔ قمرالدین خان لابیال ساکن شیروان کو اپنا وکیل بنا کر بظاہر صلح و آشتی خفیہ ارادہ جنگ معلومات دریافت کرنے کے لیے سربلند خان کے روانہ ہوا۔ قمرالدین خان نے سربلند خان سے دوران گفتگو صلح کی باتیں شروع کیں۔ اور خفیہ طور پر ہری سنگھ کو جملہ حالات سربلند خان کی خبر دی۔

ان اطلاعات کے بعد بوقت نیم شب لشکر گراں ہری سنگھ موضع دروازہ آپہنچا اور قلعہ شیروان پر حملہ کرکے جنگ شروع کردی۔ شیر محمد اور اس کے ساتھی بہادری جنگ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ سربلند خان نے جب یہ خبر شہدائے لشکر بسرکش شیر محمد خان کی سنی۔ نہایت رنجیدہ ہوا اور قمرالدین لابیال کے منصوبہ کو سمجھتے ہوئے قمرالدین خان کو گرفتار کرلیا۔ اور پھانسی دیدی۔ اور خود سربلند خان بمعہ لشکر بھارہ کوہ شیروان، بھلڑہ اور براہ گذر کوٹ کھبہ سے دریائے سندھ عبور کرکے موضع چھتی چلے گئے۔ اور ہری سنگھ کی گرفتاری کے لیے سربلند خان اپنی سعی بے پایاں کی مگر خان موصوف ہاتھ نہ آیا۔ لاچار سردار ہری سنگھ واپس ہری پور چلا گیا۔ جو علاقہ تناول پرگنہ، کولائی، بدہنک اور بھلڑہ وغیرہ کا موروثی پائندہ خان کا تھا۔ ہری سنگھ نے قبضہ کرکے اپنی سپاہ مقرر کردی تھی۔ یہ تدبیر سوچ کر ہری سنگھ نے پائندہ خان کو ایک خط تحریر کیا کہ اگر سربلند خان کو گرفتار کرکے لائیں تو آپ کے جو علاقے میرے پاس ہیں واپس کردوں گا۔ تو پائندہ خان نے یہ شرط منظور کرلی۔ اور کہا اگر خداوند کریم نے چاہا تو سربلند خان کو گرفتار کرکے لاؤں گا۔

جنگ ہرناڑہ ۱۸۲۳ء

واقعات یوں ہیں کہ ۱۸۲۳ء میں محمد خان ترین رئیس گل ڈھیری محمد صالح خان حسن علی خان ملکا سری کوٹ و سربلند خان تنولی شنگڑی و دیگر رئیسوں نے بہ اتفاق لشکر گراں مقامی افراد و قبیلہ مشوانی بغرض جنگ ہری سنگھ بمقام ہرناڑہ جمع کیا۔ اور تمام علاقائی سرداروں نے عہد کیا کہ ہم اس جنگ میں کوتاہی نہ کریں گے۔ محمد خان ترین، مشوانیاں و سربلند خان پلال سب نے مل کر ایک ایک عظیم الشان لشکر جمع کرکے ہری پور سے ہرناڑہ پہنچے اور چند ٹلیئے قیام کیا۔

ہری سنگھ نے ہرناڑہ پہنچتے ہی حملہ کرکے جنگ شروع کردی۔ مجاہدین ہزارہ نے اپنی بہادری

بجوہر دکھائے۔ سردار جبیل سنگھ جھجیٹہ، دیوان رام دیال، روشناس سرداران نامی لشکر سکھاں میدان میں مارے گئے اور سردار ہری سنگھ بھی زخمی ہوا۔ اس موقع پر سکھوں کو عبرتناک شکست ہوئی۔ اور ہری سنگھ زخمی حالت میں ہری پور آیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو مکمل حالاتِ شکست سے مطلع کیا اور امداد طلب کی۔ اور جب یہ اطلاع رنجیت سنگھ کو ہوئی تو بڑی شان و شوکت سے ایک جری لشکر تیار کر کے خطۂ ہزارہ میں آیا۔

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آنے کی خبر مسلمانوں کو ہوئی تو سربلند خان تنولی، محمد خان ترین
راجہ ہاشم خان ترک بمعہ اہل و عیال کے سردارانِ قوم مشوانی دریائے سندھ کے اُس پار موضع کیاہ علاقہ یاغستان میں پناہ حاصل کی۔ جبکہ لاٹرہ، دوست مہاراجہ ہری پور سے بمقام تربیلہ آیا۔ اور لشکر سکھاں کے ہمراہ یلغار کرتا ہوا دریائے سندھ پار کر کے موضع لنڈی گیا۔ اُس وقت سردار پائندہ خان بمعہ خزانہ و عیال و لشکر خود سے قوم امازیاں میں سکونت پذیر ہوا۔ راستہ دشوار ہونے کی وجہ سے لشکر دریائے سندھ پر نہ ٹھہر سکا۔ لنڈی سے دریا عبور کر کے واپس تربیلہ میں قیام کیا۔ جب پائندہ خان کو خبر ہوئی کہ لشکر مہاراجہ واپس چلا گیا ہے۔ وہ بھی لشکر خود کے واپس امب آیا۔ اور بمقام تربیلہ ہاشم خان ترک و محمد خان ترین قائم امر سنگھ و مکھن سنگھ بوساطت دیوچند کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور معافی چاہی اور الطاف خلعت سے نوازے گئے۔ اور اپنے موروثی علاقہ میں آباد ہوئے۔ اور سربلند خان تنولی نے موضع بار گیا۔ یں براہِ چنی خلیفہ سیّد احمد بریلوی بمقام پنجتار حاضر ہو کر بیعت حاصل کر لی۔ اور قوم مشوانی کے سربراہ کے ساتھ واپس ہری پور آیا۔ اور یہاں سے واپس لاہور چلا گیا۔ سردار ہری سنگھ نے موقع دیکھ کر عوض خون سردار مکھن سنگھ کے محمد خان ترین کو قید کر کے نمک کھلا کر ہلاک کیا۔ اور خود ضروری امور کی جانب مصروف ہوا۔

پائندہ خان بہ امداد لشکر مداخیلیوں و امازیاں قلعہ دربند ۱۸۲۵ء جبکہ پرگنہ کولائی مدنہکسہ، پھلڑہ پر سکھوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے پائندہ خان ہمیشہ تدبیر جنگ میں مصروف رہتا تھا۔ آخر کار ۱۸۲۵ء ہی میں اقوام افغاناں حسن زئی و مداخیل یاغستان بمقام امب میں اتفاق کر کے لشکر جمع کیا۔ فیصلہ ہوا کہ مالِ غنیمت مداخیل و حسن زئی اقوام کا ہوگا۔ القصہ لشکر تنولیان افغان دریائے سندھ عبور کر کے قلعہ دربند کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ پر دو صد سپاہ سکھاں و لیش سنگھ قلعہ دار کو قتل کیا اور

اسباب قلعہ معہ اسلحہ کے لوٹ لیا۔ اور جو کھتری قلعہ میں بند تھے سب کو قتل کر دیا۔ منجملہ گوردیاں ولیر ریا، سیری ہروالی بازار دربند میں قتل کیا۔ باقی کھتریوں کو حسن زئی قید کر کے لے گئے۔ مالِ غنیمت بھی حسب علاقہ حسن زئی و مداخیل لشکر کو دیا گیا۔

قلعہ فتح کر کے قلعہ کو مسمار کر دیا گیا اور پائندہ خان واپس امب چلا گیا قوم حسن زئی نے جزیہ کی وصولی کے بعد قیدیوں کو رہا کیا۔ ہری سنگھ ہری پور سے معہ فوج قلعہ دربند کے واقعات کا سن کر پہنچا۔ قلعہ کو دوبارہ تعمیر کر کے سپاہ سکھاں متعین کر کے واپس ہری پور چلا گیا۔ پائندہ خان اس کا کوئی تدارک نہ کر سکا۔ اس کے بعد پائندہ خان نے سکھوں پر شبخون بار ہمراہ پانچ صد پیادہ دو صد سوار اسپ کے مہنداخان رامرہ جمعداران کے اول بھکر کھوئی گیا۔ رات کے وقت براستہ چندر اور گندف کے اوپر تربیلہ پر شب خون مارا۔ اثاثہ البیت سکنہائے نے تربیلہ کا تخت تاراج کیا افغانان تربیلہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر بعد فراہمی و کمر بندی مدد خان بمقابلہ لشکر خان موصوف کا کیا۔ لشکر کی کمی کے باعث مدد خان جنگ جو افغانانِ تربیلہ پسپا ہو کر فرار ہوئے۔ جہانگیر گوجر اس معرکہ میں مارا گیا۔ بوقت فرار افغانوں کے پائندہ خان نے حکم دیا کہ افغانوں اور کھتریوں کی چار چار عورتوں کو قید کر لو۔ حکم ملتے ہی فوج نے کھتریوں اور افغانوں کی چار چار عورتیں قید کر کے لائے۔ قلعہ تربیلہ میں تین صد سپاہ سکھاں بھی موجود تھی۔ قلعہ کے دروازے بند کر کے قلعہ بند ہو گئے۔ پائندہ خان فتح کے بعد مال و اسباب لے کر امب واپس آ گیا۔ دس ہندو اور افغان عورتوں کو برائے چندے عبرت کے طور پر قید رکھا۔ آخر منت سماجت جرگہ حمید خان و دوالداللہ خان ساکن کھبل کی تمام عورتوں کو رہا کیا گیا۔ مسماۃ ومی قوم کھتران کے صاحبِ جمال تھی۔ (جواہر) کھتری کو لبشرفِ اسلام کیا۔ پورا انتظام سکھاں اوپر تناول کے نہ ہو سکا۔ اس طرح مالنہرہ و شنکیاری کے کئی دفعہ سکھوں پر شبخون مارے۔ اور پائندہ خان کا مقابلہ کوئی نہ کر سکا۔ باوجود اس کے سکھوں کا لشکر بے پناہ تھا مگر شب خون کی صورت میں خان موصوف کا مقابلہ نہ کر سکا۔ سکھ رعایا پائندہ خان کا نام سن کر کانپ جاتی تھی۔ پائندہ خان کو پروردگارِ عالم نے اس قدر رعب عطا کیا تھا۔ بار بار سردار ہری سنگھ بنظرِ انتظام رفاہِ رعایا خانِ موصوف کو پیام برائے صلح و آشتی بھیجا۔ مگر خانِ ممدوح بموجب باپ کی وصیت کے سردار ہری سنگھ سے ملاقات نہ کرتا تھا۔ اگر دریائے

سندھ کے اس پار سپاہِ سکھاں متعین تھی۔ مگر پائندہ خان وقتاً فوقتاً اور اکثر اوقات دریائے سندھ پار کر کے تخت و تاراج کر کے مال و اسباب موضع امب لے جاتا تھا۔ سپاہ سکھاں سے کوئی انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ دلیروں کا زہرہ نام پائندہ خان سے پانی ہو جاتا تھا۔ اور سپاہ کو ممدوح خان اسبابِ غنیمت سکھاں رعایا سے مشاہیر دیتا تھا۔

پسِ منظر

جنگِ تناول حملہ سیّد احمد شاہ شہیدؒ ۱۸۳۰ء

اوّل یہ کہ پائندہ خان نے مدد خان کی حصہ داری پر قبضہ کر دیا تھا۔ دوم یہ کہ احمد علی خان و سربلند خان پسرِ پلال تنولی بوجہ دشمنی قتل ہاشم علی خان کے جو نواب خان، احمد علی خان اور سربلند خان کے ساتھ پائندہ خان پدرِ نواب خان نے بوجہ قتلِ ہاشم علی خان کی دشمنی میں پسرِ پلال کے علاقہ تناول تخت و تاراج کیا تھا۔ کئی جنگوں کے بعد ان کے علاقہ پر قبضہ کر دیا تھا بھینٹ گلی حسن زئیوں سے بزورِ بازو چھین لیا تھا۔ اور الف خان سے ملحقہ عشرہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

سید اکبر شاہ ستھانہ کے لڑکے سے احمد علی خان کی لڑکی کی شادی ہو چکی تھی۔ (مدد خان) ہندوال سربلند خان پلال احمد علی خان، نواب خان تنولی الف خان مداخیل، اور سید اکبر شاہ ستھانہ بوجہ دشمنی پائندہ خان سے خود مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

خان اگرور عنایت اللہ خان جس کی نواب خان پدر پائندہ خان سے جدی دشمنی تھی۔

غفور خان اگرور پسر عنایت اللہ خان جو پلال تنولیوں کا رشتہ دار بھی تھا۔ پہلے بھی بطورِ جرگہ غفور خان بہمراہ سید عبید شاہ نوکوٹ نے قرآن مجید کا واسطہ دے کر نواب خان تنولی کو اعظم خان درانی کے پاس لے گئے تھے۔ نواب خان تنولی دریائے لنڈہ میں غرق کیا۔ ان سب سرداروں نے جناب سید احمد شاہ کے پاس جا کر بیعت کر دی۔ اور پائندہ خان کے خلاف جناب سید احمد شاہ کو آمادۂ جنگ کیا گیا۔

روایت ہے کہ سید احمد شاہ ۱۸۳۰ء میں بعد از جنگ یار محمد خان حاکم پشاور و
کوہاٹ اور دوست محمد خان نے اوائل میں سید احمد شاہ سے بیعت کر دی تھی۔ اور کئی جنگوں میں شریک
رہے۔ لیکن بعد میں کچھ ایسے واقعات جو جناب سید احمد شاہ کے عمال کے ذریعے پیدا ہو گئے جو افغان
قوم نے اپنے عقیدہ اسلام اور افغان غیرت کے خلاف تھا۔ بیعت سے علیحدگی اختیار کرنے لگے۔ بدیں
حالات سید احمد شاہ نے افغانان پر جہاد کا فتویٰ دے کر مسلمانوں کے خلاف جہاد شروع کر دیا جس میں
سینکڑوں افغان مارے گئے تھے۔ آخر سید احمد شاہ کی فوج غالب آگئی۔ پشاور اور کوہاٹ وغیرہ
پر قبضہ کر دیا تھا۔ جگہ جگہ اپنے تھانے بنائے گئے۔ وہابی حکومت کی بنیاد ڈال دی۔ اور جناب
سید احمد شاہ بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد محمد خان رئیس ہنج تار بھی بیعت ہوئے۔ سید احمد شاہ پشاور سے
ہنج تار آگئے۔ جبکہ پائندہ خان کو بھی بیعت کا پیغام دیا۔ لیکن پائندہ خان بیعت کرنے سے ٹال مٹول
کرتا رہا۔ آخر ایک ملاقات جناب سید احمد شاہ و اسماعیل شاہ کی پائندہ خان سے ہوئی۔ وہاں
بیعت کی بات ہوئی۔ لیکن پائندہ خان لیت و لعل سے کام لیتا رہا۔ اور صاف جواب نہ دیا۔ لیکن
دوران ملاقات جناب شاہ اسماعیل اور سید احمد شاہ کے نوٹس میں وہ تمام باتیں لائی گئیں جو ان
اور ان کے مخالفین کے مابین پائی جاتی تھیں۔ اور اپنی امداد کا بھی یقین دلایا۔ جناب شاہ اسماعیل
اور سید احمد شاہ واپس ہنج تار پہنچے۔ اور ان کی دعوت بوقت ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اس لیے ان کو
دعوت میں گھی کے مٹکے، چاول اور شہد بقول مہر سیرف روانہ کیا گیا۔ جب واپس ہنج تار پہنچے تو مشیروں
کے ساتھ مشورہ کے بعد علاقہ تناول کے سردار پائندہ خان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔

سید احمد شہید ہمراہ اسماعیل شاہ با امداد سربلند خان تنولی اور مدد خان تنولی نے
پائندہ خان تنولی کی ریاست پر حملہ کر دیا۔ خلیفہ صاحب کا لشکر بمقام کینٹری مقیم رہا۔ پائندہ خان
در امرہ مہنداخان جمعداران کے ہمراہ اپنی سپاہ موضع مذکور میں موجود رہا۔ دونوں لشکروں
کے مابین دست بدست جنگ شروع ہوئی۔ کشت و خون کا بازار گرم ہوا۔ ہزاروں افراد ہلاک
ہوئے۔ پائندہ خان کی فوج کے عظیم حجام جانباز ہاشم خان و کمال خان اور سعد اللہ خان کام آئے۔
سید محمد، نور محمد اور مہنداخان جمعدار زخمی ہوئے۔ خلیفہ صاحب کے بہت سے ہمراہی حیات سے
باں و بے جان ہوئے۔ نفس الامیر خلیفہ صاحب کی فوج نے نہایت دادِ مردانگی دی کہ پائندہ خان

شکست کے بعد آئے۔ اور مع عیال و اطفال اسباب دریائے سندھ پار کرکے براستہ موضع بانڈی علاقہ اگرور و موضع ستمہ ہٹرہ میں قیام کیا۔ دوسرے دن خلیفہ صاحب نے علاقہ دربند کا نظم ونسق سنبھالا۔ اور علاقہ تناول پر قبضہ ہوگیا۔ بعد میں ایک پلٹن پانچ صد کی اپنے بہنوئی مولوی احمد علی کی سرکردگی میں با تالیقی سربلند خان، مدد خان محمد عباس خان تنولیاں ہمراہ انتظام پکھلاڑہ کے مقرر ہوئی۔ الغرض علاقہ تنول پر خلیفہ کی چھ ماہ تک حکومت رہی۔ یہ تیسرا جہاد تھا۔ جو سیّد احمد شاہ مجاہدین کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف بیعت نہ ہونے کی وجہ سے کیا۔ جس میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ لاکھوں روپیہ کی املاک و احوال ضائع ہوئیں۔ پشاور سے لے کر مکمل تناول پر خلیفہ صاحب کی حکومت قائم ہوگئی۔

ان واقعات کی روشنی میں محمد منشاء تابش قصوری تاریخ تنولیاں کے صفحہ نمبر ۵۰ پر یوں فرماتے ہیں: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاں بھی جاتے تھے وہاں کے باشندے اُن کے حسن وخلق اور حسن عقیدہ سے اس قدر متاثر ہوتے کہ دل وجان فرش راہ کرتے۔ اور کامیابی اُن کا استقبال کرتی۔" اس کے برعکس شاہ اسماعیل دہلوی اور مجاہدین کے لشکر کے ساتھ صوبہ سرحد پہنچے تو وہاں وہابیانہ تشدّد سے کام لے کر احناف کے معمولات کو کفر و شرک قرار دیتے۔ اپنے ہر مخالف کو بے دھڑک کافر کہتے ہیں پائندہ خان جیسے سکھوں کے شدید دشمن محض اس لیے کافر کہہ کر گردن زدنی قرار دیتے ہیں کہ اس نے سیّد صاحب کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ اس وقت اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت مولانا اخوند عبدالغفور قدس سرہٗ "سوات شریف"، جیسے بااثر عالم دین اور اپنے دور کے شیخ المشائخ مرشد طریقت ابتداء میں سکھوں کے ساتھ جہاد کے نام پر ساتھ دیتے ہیں ان کے عقائد اور تشدّد دیکھ کر الگ ہوجاتے ہیں۔ غیور پٹھانوں کی بیوہ لڑکیوں سے یہ مجاہدین جبراً نکاح کرلیتے ہیں اس سے عوام میں مخالفت کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں۔ ان حالات میں یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ سیّد صاحب اور شاہ اسماعیل کے قتل میں مسلمانوں کا عمل دخل ہوا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مجاہدین اکثر موقعوں پر صوبہ سرحد میں مسلمانوں کے خلاف شمشیر بکف رہے۔" (محمد منشاء تابش قصوری)

تاریخ ہزارہ صفحہ نمبر ۶۷ ڈاکٹر شیر بہادر: جس وقت پائندہ خان بعد از شکست سیّد احمد شاہ سے ملک اگرور کو آیا تو عبدالغفور خان پسر عنایت اللہ خان سواتی کی ہمشیرہ پائندہ خان سے منسوب تھی

اُس کے والد نواب خان نے پہلے نامزد کی تھی۔ علی، اُس وقت پائندہ خان کو کمزور سمجھ کر جو
اُس علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ جبراً عقد کرنے کا بندوبست کیا۔ اس پر پائندہ خان بہت ناراض اور برہم ہوا۔
(کتاب سید احمد شہید) میں جناب مہر اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ پائندہ خان اپنے دور
میں سکھوں سے جنگ کرتا رہا۔ خوانین ہزارہ سب مرعوب ہوگئے۔ پائندہ خان اپنے دور میں مرعوب نہ ہوا
پائندہ خان نے قبل از دعوت بیعت ملاقات سکھوں سے جنگیں لڑ چکا تھا۔ اور اس دوران بھی
سکھوں سے برسرِ پیکار رہا۔ رشتہ دار ہونے کے باعث احمد علی خان و سربلند خان اُتنا ہی مخالف
تھا چونکہ سید اکبر شاہ ستھانہ احمد علی خان کا رشتہ دار تھا۔ سرحدی جنگیں بجر خان اگرور سے بھی دشمنی
تھی اور غفور خان اگرور نے دھوکہ دے کر قرآن مجید کے عہد پہ نواب خان کو عظیم خان درّانی کے پاس
لے گیا تھا۔ اور نواب خان تنولی پدر پائندہ خان کو دریائے لنڈہ میں غرق کر دیا تھا۔

کتاب "وہابی تحریک ہندوستان" میں صفحہ نمبر ۹۱ پر ڈاکٹر قیام دین یوں فرماتے ہیں :۔
"اسی اثناء میں امب کے سردار پائندہ خان تناول کی طرف سے پیغامات موصول ہوئے۔ جن میں سید احمد
شاہ سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا گیا۔ اس کا کردار بھی انقلابی حوادث کے بغیر تعمیر ہوا تھا۔ اس کی
گدی نشینی بھی اِس علاقہ میں سکھوں کی آمد کے ساتھ ہوئی تھی ان کے مقابلہ میں یعنی سکھوں کے مقابلہ میں اپنی
گدی کو مضبوط بنا رہا تھا۔ وہ بہادر اور جری تھا مگر ایک چالاک، موقع شناس دشمن کے مقابلے میں برسوں
مسلسل اور غیر مساوی جنگوں نے اُس کے لطیف پہلوؤں کو مدھم کر دیا تھا۔ اور اُسے ہر چیز اور ہر شخص کو
مشتبہ بنا دیا تھا۔ اُس کی ریاست کشمیر کے ایک فوجی اہمیّت کے راستہ پر واقع تھی۔ اس لیے سیّد احمد شاہ
نے کشمیر کی مجوزہ پیش قدمی، اُس کی حمایت حاصل کرنے کے خیال سے اُس سے ملاقات کی۔ شاہ اسمٰعیل
کی زیرِ قیادت ایک ہراول دستہ بھیج دیا گیا تھا۔

پائندہ خان نے بہر حال امب کے راستہ جانے سے کشمیر پر دھاوا بولنے کی تجویز سے
اس لیے اختلاف کیا کہ ایسا کرنے سے سکھ خلاف ہو جائیں گے۔ آخر سید احمد شاہ زبردستی اُدھر سے
گزرے اور مقابلہ کیا۔ اور موضع امب میں پائندہ خان کو شکست ہوئی۔

نوٹ :۔ اُس دَور کا جائزہ یہ ثابت کرتا ہے کہ سکھ فوجیں ہزارہ پر مسلط ہو چکی
تھیں۔ مجاہدین ہزارہ سکھوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ مانسہرہ ہزارہ کے تقریباً تمام قلعہ جات

سکھوں کے قبضہ میں ہیں۔ سربلند خان۔ مدد خان۔ احمد علی خان اور نواب خان پلال سکھوں سے
شکست کھا کر پنج تار میں جمع ہو چکے تھے۔ تو اُس دوران کشمیر فتح ہونے کا خواب دیکھنے والے یہ
سوچ رکھتے کہ کشمیر کو فتح کیوں کیا جائے۔ ہزارہ کے گھروں میں آگ لگی ہوئی تھی۔ بستیاں سکھوں کے
مظالم سے جل رہی تھیں۔ عزت و ناموس برباد ہو رہے ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر ہزارہ کے ہوتے ہوئے
لشکر کشی کشمیر پر جائز تھی؟

دراصل سید احمد شاہ کے ہمراہی شاہ اسماعیل و دیگر رفقاء کو پشاور اور کوہاٹ
وغیرہ کے افغانوں کی فتح کے بعد اتنا بے لگام بنا دیا تھا کہ حکومت کے خواب وہ سرحد میں دیکھ رہے تھے
ملک گیری کی ہوس نے انہیں دیوانہ بنا دیا تھا چونکہ ہندوستان سے آئے ہوئے مجاہدین ان غیور
افغانوں نے صدیوں سرحد پر حکومت کی۔ آمروں کے مقابلے انہیں زیر نہ کر سکے۔ لیکن مٹھی بھر
ہندوستانی مجاہدین انہیں شکست دیتے ہیں۔

دراصل جناب سید احمد شاہ و اسماعیل شاہ قبائلی جنگوں و قبائلی دشمنی کے حالات
کا پورا جائزہ نہ لے سکے۔ ابتداً فتح ہوئی۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوگا؟ جس وقت پائندہ خان شکست
کے بعد شمدھڑہ میں قیام کرے گا تو اس کی حالت کیا ہوگی۔ ایک سردار جس کی صدیوں اپنی حکومت رہی
ہو اور بمعہ اپنے اہل و عیال کے ایک اپنے دشمن کے ملک میں پناہ گزین ہوا۔ جبکہ اس کے عزیز و اقارب
موت کے درپے ہیں۔ اور اس کی عزت لوٹنے کی منصوبہ ہو رہی ہے۔ تو شاید پائندہ خان نے خداوند
کریم کی دربار میں گڑ گڑا کر دعا کی ہو۔ تو اس کی دعا خداوند کریم نے قبول فرمائی۔ شاید خداوند کریم
کو پائندہ خان کی کوئی ادا پسند آئی کہ ایک ازلی دشمن سے پائندہ خان کی مدد کرا کر اُس اپنی مخلوق کی
امداد کر رہا ہے جو بالکل بے سہارا ہے۔ الغرض پائندہ خان بدیں واقعات سے مجبور ہو کر ایک خط بذریعہ
ایلچی سردار ہری سنگھ کو مانسہرہ کے مقام پر پہنچایا۔ ہری سنگھ نے یہ خط پڑھ کر مجلسِ مشاورت طلب کی
اوّل و آخر تمام پہلوؤں پر غور کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور کہا کہ سید احمد شاہ و پائندہ خان تنولی ہمارے
دونوں دشمن ہیں۔ جبکہ سید احمد شاہ نے علاقہ تناول تو فتح کر لیا ہے اور اگلے علاقہ میں داخل ہو جائے گا۔
بنا بریں پائندہ خان کی امداد کی جائے تاکہ ہمارا ایک نہ ایک دشمن ضائع ہو جائے
گا۔ آخر فیصلہ ہوا اور ایلچی کو واپس شمدھڑہ بھیجا۔ اور کہا کہ پائندہ خان اپنے بیٹے جہانداد کو بطور یرغمال

رکھے۔ تب امداد کی جائے گی۔ تو پائندہ خان پسرش جہانداد خان کو مانسہرہ ہری سنگھ کے پاس بھیج دیا
الغرض سکھوں کی دو پلٹنیں پائندہ خان کی امداد کے لیے آگئیں۔

"نصرت الٰہی"

نہ دیکھا کہ نصرت صبر کا انعام ہوتی ہے — نہ سمجھے تھے اطاعت باعثِ اکرام ہوتی ہے
برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا — جماعت کا باہم رکھنا جماعت کا باہم رہنا
یہی نصرمن اللہ کا اصول جاودانی ہے — یہی اسلام کی شرط حصول کامرانی ہے

ریاست ہندوال تناول پر قبضہ سیّد احمد شاہ کا مکمل کر کے مجاہدین کی ایک پلٹن ریاست پھلڑہ بھیج دی تو اُس وقت مانسہرہ میں ہری سنگھ کو خبر موصول ہوئی۔ ادھر ہری سنگھ جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔ تاکہ شرقی پرگنے ریاست ہندوال پر قبضہ کر لیا جائے۔ ادھر سے پائندہ خان کا خط ہری سنگھ کو پہنچ گیا۔ ہری سنگھ نے مانسہرہ سے دو پلٹنیں شمدھڑہ بھیج کر سردار پائندہ خان کو بمقام شمدھڑہ سے بمعہ اہل وعیال بمقام کالا میرا علاقہ تناول میں لے آئے اور خود ہری سنگھ ہمیان سنگھ اور فوج کشمیر سکھاں کے مانسہرہ سے پھلڑہ کی طرف روانہ ہوئے رات کو سرن کے کنارے مورچہ زن ہوئے۔ جب مولوی احمد علی کو یہ اطلاع ہوئی تو وہ بمعہ ملکی افراد کے اور ہمراہ مجاہدین دستہ کے زیر نگرانی سربلند خان، مدد خان اور محمد عباس خان تنولیوں کے دریائے سرن پر ناکہ بندی کر دی۔ آخر کار اسی مقام پر دونوں لشکر آپس میں ملاقاتی ہوئے اور جنگ شروع کر دی۔ دونوں اطراف سے فوجوں میں کشت وخون ہوا۔ کئی افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے نہایت ہی بہادری سے سکھ فوج کا مقابلہ کیا۔ دو مرتبہ سکھ فوج کی پسپائی ہوئی۔ جب سکھ فوج کا زیادہ نقصان دیکھا تو ہری سنگھ اور میان سنگھ پر خشمناک ہوا۔ اور خود ہری سنگھ نے سکھ فوجوں کی کمان سنبھالی۔ اور ایک زوردار حملہ کیا۔ بوجہ ہجوم غلبہ سکھاں کے مجاہدین کو سرن کے کنارے سے پسپا ہو کر ایک صاف میدان میں جنگ شروع ہوئی تو اُس وقت سربلند خان اور مدد خان و عباس خان نے مولوی احمد علی کو با اصرار سمجھایا کہ سکھ فوج کا غلبہ ہے۔ اور جنگ ہم ہار چکے ہیں ابھی جنگ ہمارے حق میں نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں سے واپس ہو جائیں۔ اب ہم خلیفہ صاحب کی خدمت میں جائیں اور بعد میں پروگرام بنا کر سکھ فوجوں کا مقابلہ کریں۔ اس بات پر سب مسلمان

سربراہاں نے اتفاق کیا۔ جو اُس وقت وہاں جنگ میں موجود تھے۔ لیکن مولوی احمد علی نے صاف انکار کیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں جنگ جاری رکھوں گا۔ الغرض یہ تینوں سردار بلند خان۔ مدد خان اور عباس خان بمع ملکی لوگوں کے واپس ہوئے اور ایک نوشتہ مولوی احمد علی سے لکھوالیا تاکہ مولوی احمد علی اور مجاہدین ہندوستانیوں کے خون کی تہمت ہم پر نہ آئے۔

آخر کار یہ لوگ وہاں سامنے پہاڑ پر جنگ کا تماشا دیکھتے رہے۔ آخر کار سکھ فوجوں نے جو چار ہزار سپاہ پیادہ و سواروں پر مشتمل تھیں۔ مجاہدین دستوں کو گھیر لیا۔ ہندوستانی پانچ صد شہید ہوئے۔ اور سکھ فوج کے ایک ہزار جوان ہلاک ہوئے۔ ہندوستانی مجاہدین بمعہ مولوی احمد علی کے سب شہید ہوئے۔ صرف دو مجاہد جو رام پور کے تھے۔ میدان میں جھوم جھوم کر سکھوں پر تلواریں چلا رہے تھے۔ جنہوں نے کئی سکھ فوجیوں کو ہلاک کیا۔ سکھ جرنیل ہری سنگھ نے باآواز بلند کہا کہ کوئی فوجی ان مجاہدین پر گولی یا بھالے کا وار نہ کرے جسے جرأت ہو تو تلوار سے جنگ کرے آخر تلواریں چلتی رہیں۔ مجاہدین شیر کی طرح حملہ آور ہوتے رہے۔ آخر ایک مجاہد کو تلوار کا زخم آیا۔ اور اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ دوسرے مجاہد اسلام کی ایک سکھ سے دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ اور ایک سکھ حملہ آور ہو کر شیر کی طرح مجاہدین پر وار کیا۔ مجاہدین اسلام نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے حملہ کیا خدا کی قدرت دیکھو کہ تلوار کا دستہ نکل پڑا۔ فوراً اسلامی شیر نے حملہ کر کے سکھ سے گلو گیر ہو گیا لیکن سکھ کی تلوار سے زخمی ہو کر جام شہادت نوش کیا۔ میدان سکھوں کے ہاتھ آیا۔ سربلند خان۔ مدد خان اور عباس خان نے خلیفہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا۔ اور تحریر شدہ سند جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ ہمارا قصور نہیں ہے۔ سید احمد شاہ نے جب مولوی احمد علی کی موت کی خبر سُنی تو بہت رنجیدہ ہوا۔ اِن ہندوستانی شہداء اور مولوی احمد علی کی قبریں پھلڑہ میں ہیں۔ خداوند کریم رحمت کرے۔

ہری سنگھ نے فتح کی خوشی منائی اور اپنے مردوں کو بر سم ہنوز گانڈا اب کو چھاؤنی مانسہرہ کو واپس کر دی۔ کیا اچھا ہوتا کہ موقع محل وقوع کے مطابق سربلند خان۔ مدد خان، عباس خان اور دیگر سرداروں نے کہا تھا کہ اگر مولوی احمد علی صاحب مان لیتے تو خونی حادثات سے بچ سکتے تھے۔ لیکن پشاور کی فتح یابی نے انہیں اتنا ہٹ دھرم بنا دیا تھا یہ اُس ہٹ دھرمی کا نتیجہ اُن کے سامنے آگیا۔

"حملہ کردن بر تناول پائندہ خان ہمراہ فوج سکھاں"

جو سپاہ سکھاں پائندہ خان کی امداد کے لیے آئی تھی۔ پائندہ خان کے پاس ایک ہفتہ تک مقیم رہی۔ جنگ کا منصوبہ تیار کر کے موضع چھتر بائی کی طرف جنگ کے لیے روانہ کی۔ چھتر بائی میں ہندوستانی مجاہدین کا لشکر جمع تھا۔ دونوں فریق صف آراء ہوئے اور جنگ شروع ہوئی۔ بہت سے ہندوستانی مارے گئے۔ جس کی وجہ سے اُن کے حوصلے پست ہو گئے۔ اِدھر موضع چھتر بائی میں جو ہندوستانی بچ گئے تھے وہ بھاگ کر بمقام دربند امب میں سیّد احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ صاحب امب سے ڈیرہ اٹھا کر بمعہ اہل و عیال اور فوج کے ہمراہ پنج تار کی طرف روانہ ہوئے۔ پائندہ خان فتح کی حالت میں دوبارہ اپنی موروثی ریاست ہنڈوال پر قابض ہوا۔ اور سجدۂ شکر بجا لایا۔

؎ خزاں کے دن گئے پھر آئی بہار ہوا دُور صحن گلستان سے خار

القصّہ بعد بندوبست و اطمینان خان موصوف نے افسرانِ سپاہ کو بقدرِ مراتب انعام و اکرام سے نوازا اور رُخصت کیا۔ اور پائندہ خان نے سکھوں کے سپہ سالار سے اپنے فرزند جہانداد خان کو طلب کیا۔ تو سردار ہری سنگھ نے شرط رکھی کہ پائندہ اگر خود ہم سے فرزند کی رہائی کی التجا کرے۔ لیکن خان موصوف نصیحتِ پدر کے مطابق کسی حاکم سے نہ ملتا تھا۔ اس لیے پائندہ خان کے فرزند کی رہائی نہ ہوئی سیّد احمد شاہ نے سربلند خان مدد خان اور عباس خان کو رخصت کیا چنانچہ سربلند خان بذریعہ مشیرانِ خاص کے ہری سنگھ سے ملتجی امن و پناہ کا ہوا۔ ہری سنگھ جرم سربلند خان معاف کر کے جاگیر چوڑ پنڈ عطا کر دی۔ اور سربلند خان بمعہ اہل و عیال موضع مسطور میں آباد ہوا۔ انہی دنوں علاقہ پشاور کے سب افغان سیّد احمد شاہ کے مقرر کردہ عمال کے ظلم و تشدّد کے خلاف ہو کر جہاں جہاں تھانہ میں ہندوستانی مقیم تھے قتل کر دیئے گئے۔ اور کچھ فرار ہو کر سیّد احمد شاہ کے پاس موضع پنج تار میں آ گئے جبکہ خلیفہ صاحب موضع پنج تار سے تکری ندہاڑ کی طرف چلے گئے۔



"خان اگرور پر پائندہ خان کی یورش کا پسِ منظر"

واقعات کچھ یوں ہیں :- نواب خان پدر پائندہ خان کو سنہ ۱۸۱۷ء بمطابق سنہ ۱۲۳۴ھ
عفور رخان اگرور نے عظیم خان درانی سے مل کر بطورِ جرگہ قرآن مجید موضع پر بیہ سے عظیم خان درانی
کے دربند میں لائے اور عظیم خان درانی، نواب خان کو قید کر کے دریائے سندھ میں غرق کر دیا۔
یہ تھے عفور رخان اگرور۔ پائندہ خان بے بسی کی حالت میں سنہ ۱۸۳۰ء میں جو سیّد احمد شاہ سے دورانِ
جنگ شکست خوردہ موضع شمدھرہ ملک اگرور میں قیام کیا تو عبد الغفور خان نے پائندہ خان کے قتل
کا منصوبہ بنایا۔ اور ہمشیرہ پائندہ خان جو پہلے سے منسوب تھی۔ زبردستی عقد کرنے کا۔ جس کی
اطلاع پائندہ خان کو ہو گئی۔ لیکن وہ محفوظ اُسی دوران کالا ڈھیرا میں قیام کیا۔ القصہ بعد از فتح اپنی آبائی
ریاست جو سیّد احمد شاہ نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ اپنی ریاست کا نظم و نسق سنبھالنے کے بعد جب
اُسے اطمینان حاصل ہوا تو اُسی دوران اُس کا بڑا دشمن سیّد احمد شاہ بعد از شکست تناول و شکست
علاقہ پشاور، مردان ملک یوسف زئی سے علاقہ تھکری ندہاڑ کوچ کر چکا تھا۔ تو اُسی دوران پائندہ خان
نے اپنی ملکی سپاہ و امداد قوم تنولی علاقہ بکھلی کے اگرور پر حملہ کر دیا۔

واقعاتِ جنگ بمطابق بیان صفدر علی خان عرف (تنولی سپو بابا) میں سال سنہ ۱۹۶۱ء میں
علاقہ تناول بمقام سہرا لنوان شہر علاقہ نوکھن میں صفدر علی بابا سے ملاقاتی ہوا۔ جو اُس وقت صفدر علی بابا
کی زائد از سو برس کی عمر تھی۔ بیان کیا کہ پائندہ خان بہ مشورہ قوم تنولی اور علاقہ پکھلی کے تناولیاں سے
امداد طلب کی۔ اُس وقت علاقہ پکھلی گاندھیاں میں مست خان کی خانگی تھی۔ جو یک جد تھے۔ مست خان
برادر ہیبت خان تھا۔ پسرش مست خان اور فقیرا خان جو اُس وقت ہمشیریاں میں آباد تھا۔ اور پسرش
قاسم خان بھی گاندھیاں میں مقیم تھا۔ ہمراہ برادری تنولیاں لنگ، میراجیا۔ ہمشیریاں اور دیگر قوم تنولی
آباد تھے۔ ۵۰۰ پیادہ سوار لشکر زیر نگرانی قاسم خان و فقیرا خان علاقہ اگرور لڑائی میں بطورِ امداد
بھیجا تھا۔ پکھلی کے سواتیوں نے بھی عبد الغفور خان کی مدد کی تھی۔ جنگِ اگرور میں دو دو تین ماہ تک
جنگ ہوئی۔ اور تنولیاں ہندوال کا تمام اگرور پر قبضہ ہو گیا۔ خان عبد الغفور خان اور کمال خان دونوں

بھائی فرار ہو کر تنگری ندہاڑ چلے گئے۔ اور علاقہ اگردر کا نظم ونسق پائندہ خان نے سنبھالا۔ اُسی دوران نواب
محمد فرید دربند میں مقیم تھے۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں سید مبارک شاہ وزیر تھے۔ خان محمد عمر خان بگرالی سے بھی ملاقات
ہوئی تھی۔ جو میرے ساتھ بڑی عزت سے پیش آئے۔

دورانِ ملاقات نواب محمد فرید خان نے ایک پیش گوئی کی اور کہا کہ انقلاب تناول کا زمانہ
تھا۔ تناول میں انقلاب تنولی قوم نے لایا ہے۔ انہوں نے قومی نقصان کیا ہے۔ مجھے اور میری اولاد کو جو
ان کی قسمت میں ہوا ملتا رہے گا۔ انہوں نے اپنی قوم تنولی کی حکومت جو ۵۰۰ سال سے تھی ختم کر دی۔ لیکن ایک
بات اور ہے۔ قوم تنولی کی امان امب ہے جب تک امب ہے قوم تنولی کی حکومت رہے گی۔ جس وقت
امب ختم ہو گیا تنولی حکومت ختم ہو جائے گی۔ جب ایک تنولی اپنی غیور قوم کی داستان قلمبند کر رہا ہے تو
مجھے وہ باتیں یاد آگئیں۔ جو نواب صاحب نے کہی تھیں۔ واقعی نہ اب امب ہے نہ امب والے حکمران نہ
وہ تشخص قوم تنولی کا ہے۔

واقعات بعد از فراغت جنگ سید احمد شاہ، پائندہ خان وسکھوں میں کش مکش پائندہ خان
اور میاں سنگھ میں دو سال سے جاری تھی۔ واقعات یوں ہیں شیر محمد خان تنولی کو سکھوں کی طرف سے
کولائی، کرپلیاں اور لالوگلی بطور جاگیر دی ہوئی تھی۔ اور شیر محمد خان کو قلعہ قادر آباد بر کنارے دریائے
سندھ بٹھا دیا گیا تھا۔ سردار میاں سنگھ نے سواروں کو ملاحظہ کے بہانے سے اُسے قلعہ ہری کشن گڑھ
میں بلایا۔ اور معہ ایک دو معتبران کے قید کر دیا۔ گھوڑے ساز و سامان ضبط کر لیا۔ اور سواروں کو خالی
ہاتھ واپس کر دیا۔ شیر محمد خان اور ایک معتبر شخص "گلا" کو قید کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد -/۴۰۰۰ روپیہ لے کر
رہا کر دیا۔ شیر محمد خان تنولی اپنی رہائش کے بعد اپنے عیال و اطفال کو دریائے سندھ کے اُس پار عشرہ
موضع امب میں رہائش پذیر تھا۔ اس واقعہ کے بعد پائندہ خان کے دل میں مزید کدورت پیدا ہوئی۔
کہ ایک تو اس کا بیٹا جہانداد خان بھی یرغمال کر رکھا تھا۔ موقع کی تاک میں تھا۔ اسی اثنا میں
نہال نامی سپاہی جو گلی قلعہ میں متعین تھا کسی کام کے لیے پائندہ خان کی جاگیر میں آگیا۔ پائندہ خان کے
آدمیوں نے اس کو راستہ میں قتل کر دیا۔ اُس کے ہتھیار لے آئے۔ یہ ہتھیار پائندہ خان نے میاں سنگھ
کے پاس بھیج دیئے۔ کہلا بھیجا کہ افغانوں نے ان سپاہیوں کو قتل کر دیا تھا اور ہتھیار لے جا رہے تھے
ہمارے آدمیوں نے ہتھیار لے لیے۔ اس بات سے دونوں کی دوستی کا اظہار ہوا۔ پائندہ خان کے

بھائی کو ایک گھوڑا اور ایک دستہ باز بطورِ تحفہ لے کر میاں سنگھ کے پاس بھیج دیا۔ سردار میاں سنگھ نے ایک جوڑا اطلائی برائے پائندہ خان کے لیے بھیجا اور اکبر علی خان کو بھی خلعت دے کر رخصت کیا۔ چند ایام کے بعد پائندہ خان کے چار آدمی معتبر برائے خریداری اسپاں و زین ہری پور آئے۔ گھوڑے زین وغیرہ خرید کر امب کو بھیج دیں۔ دوسرے دن خود میاں سنگھ سے رخصت لے کر واپس ہوئے اور رات کو صوابی میں ڈیرہ کیا۔ سردار میاں سنگھ نے اپنے آدمیوں سے مشورہ کر کے اِن چار آدمیوں کو گرفتار کرنے کے لیے اپنے سوار بھیجے جو گرفتار کر لائے۔ اور بطورِ یرغمال رکھ لیا۔ اس گرفتاری پر سیداں صوابی بھی سخت رنجیدہ ہوئے کیونکہ ان کے گھر سے یہ گرفتاری ہوئی تھی۔

جنگ ۱۸۲۲ء قلعہ قادر آباد پر پائندہ خان کا حملہ

یہ واقعات کچھ یوں ہیں:۔ سید احمد شہید کی جنگ کے بعد جہانداد خان بپسرش پائندہ خان کو رخصت کیا۔ ہری سنگھ نے جہانداد خان کو بدستور یرغمال رکھا۔ بدیں بنا پائندہ خان ہمراہ اپنے امیر خان کے زیر کمان ۵۰۰ تنولیوں کے ساتھ بشمول رام رٹہ جمعدار کے دریائے سندھ عبور کر کے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ قلعہ قادر آباد میں فتح محمد خان پلال کی سرکردگی میں سکھ سپاہ متعین تھی۔ حملہ ہونے کی صورت میں بہت سارا اسلحہ و سامان چھوڑ کر سپاہ بھاگ گئی۔ اور قلعہ قادر آباد پر تنولیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اسلحہ و سامان وغیرہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ امیر خان تنولی بعد از فتح سجدہ شکر بجا لایا۔ اور فتح محمد خان نے ہری پور میں جا کر ہری سنگھ کو قلعہ کے بارے میں مطلع کیا تو اُس کے بعد ہری سنگھ نے خود بمعہ ۲۲۰۰۰ ہزار سپاہ سکھاں کے اسلحہ و دیگر سامان بے پایاں لے کر موضع دیرہ میں مورچہ زن ہوا۔ اور جہانداد خان کو ساتھ لایا۔ اور قلعہ قادر آباد پر حملہ شروع کر دیا۔ تین ماہ تک سپاہ سکھاں حملہ کرتے رہے۔ جواباً تنولی مجاہدین بھی سپاہ سکھاں پر حملہ کر کے اُن کے کئی سورمے ہلاک یا زخمی کر دیئے۔ جنگ کی کمان خود پائندہ خان نے سنبھال رکھی تھی۔ قلعہ کی کمان امیر خان برادر پائندہ خان کی تھی۔ قلعہ سے بندوقچی فائر کرتے تھے۔ تنولی توپیں عشرہ میں نصب تھیں اور اردگرد کے پہاڑوں پر بھی توپیں نصب تھیں۔

جن سے سپاہ سکھاں پر فائر کرتے تھے جس کی وجہ سے سپاہ سکھاں کا بہت نقصان ہوا۔ ہزاروں سکھ ہلاک ہوئے جبکہ تنولی مجاہدین تعداد میں بہت کم تھے اور سکھ مجبور ہو گئے۔ ہری سنگھ نے فیصلہ کیا کہ جہانداد خان پسر پائندہ خان جو سکھوں کے یرغمال تھا۔ مورچے کے سامنے لاکر باندھ دیا جائے تاکہ تنولی توپ خانہ خاموش ہو جائے۔ اور ہم قلعہ قادر آباد کی طرف مارچ کر کے قبضہ جمالیں۔

ہری سنگھ نے ایک ایلچی پائندہ خان کی خدمت میں روانہ کیا کہ اگر آپ نے جنگ بند نہ کی تو جہانداد خان کو مورچہ میں توپوں کے سامنے باندھ دیا جائے گا۔ پائندہ خان نے جواباً کہا کہ اگر جہانداد خان کی زندگی ہے تو اُسے کوئی نہیں مار سکتا۔ آپ اپنا عہد پورا کریں ورنہ جنگ جاری رہے گی۔ پائندہ خان نے ہری سنگھ کو مزید کہا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔ کوئی انسان تمام عمر زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔ میں تو آپ کے ظلم اور بدعہدی کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کر رہا ہوں۔ لہٰذا جب تک آپ عہد پورا نہیں کریں گے جنگ جاری رہے گی۔

پائندہ خان ایلچی کے ہاتھ اپنے فرزند جہانداد خان کے لیے پیغام دیتا ہے "بیٹا موت و زندگی خداوند کریم کے ہاتھ میں ہے وقتِ مقررہ سے قبل انسان نہیں مر سکتا۔ آپ ثابت قدم رہیں انشاء اللہ میں پُر امید ہوں کہ فتح حق کی ہوگی انشاء اللہ آپ کی اور ہماری ملاقات ضرور ہوگی۔"

جب ایلچی واپس ہری سنگھ کے پاس آیا۔ جہانداد خان کو توپوں کے سامنے مورچہ میں باندھ کر رکھ دیا۔

بندھے تھے پشت پر ہاتھ اور پیروں میں زنجیریں
نظر آتی تھی اُسے آزادیٔ فطرت کی تصویریں

جہانداد خان کے نام پائندہ خان کا پیغام:۔

خیالِ مرگ سے بے فائدہ انسان ڈرتا ہے
بغیر اذنِ خالق کوئی جیتا نہ مرتا ہے
تیرے شایاں نہ دنیادار کا جامہ نہ زاہد کا
ملا ہے درگاہِ حق سے تجھے درجہ مجاہد کا

آخر کار ہری سنگھ نے جہانداد خان کو توپوں کے سامنے مورچوں پر لٹکایا۔ پدر

پائندہ خان نے دیکھا تو خداوند کریم سے دعا کر کے تنولی مجاہدوں کو کہا کر آپ نعرہ تکبیر بلند کریں گے اور ساتھ ہی خود بھی نعرہ تکبیر بلند کر کے توپوں کے دہانے سکھوں کے مورچوں کی طرف کھول دیئے کئی صد سکھ ہلاک یا زخمی ہوئے۔ مگر خداوند کریم نے جہانداد خان کو کوئی گزند نہ پہنچایا۔

نوٹ:۔ جس وقت پائندہ خان نے دیکھا کر سامنے اس کا فرزند ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اور جب اُسے اپنا فرزند نظر آیا تو حید کے فرزند اِس مقام کو دیکھو۔ پسر لٹکا ہوا۔ پدر کے سامنے توپ کے دہانے پر مقابلِ دشمن کے زخمے میں ہو۔ اُس وقت استقلال مجاہد اعظم پائندہ خان کا کیا نقشہ پیدا کرتا ہے۔ افسوس کہ ایسے مجاہد اعظم پائندہ خان اور اُس کی غیور قوم پر کفر کا فتویٰ دے کر ان کی گردن زدنی حلال کی جاتی ہے اور اُس غیور قوم تنولی کے فرزندِ عظیم مجاہدین کو قتل کیا جاتا ہے۔ اور اُن کی آبائی ریاست پر قبضہ کیا جاتا ہے۔

آخر کار استقلال جہانداد خان و پائندہ خان کا دیکھ کر ہزاروں سکھوں کو بھی ہلاک دیکھ کر ہری سنگھ مجبور ہوا اور اپنا ایلچی پائندہ خان کی طرف روانہ کیا۔ اور جہانداد خان کو توپوں کے سامنے سے کھول دیا اور وعدہ کیا کہ اگر آپ قلعہ قادر آباد کو خالی کر دیں تو جہانداد خان کو آپ کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ پائندہ خان نے صلح کے بعد قلعہ قادر آباد کو خالی کر دیا۔ امیر خان برادرِ خود جو قلعہ قادر آباد کا انچارج تھا کو واپس بُلا لیا۔ اور قلعہ کے اندر ایک پلٹن سکھ تعینات کر دی۔ ڈیرہ میں سکھوں کی چھاؤنی تباہ کر دی اور تنولی مجاہد بھی واپس اپنے گھروں کو گئے۔ ہری سنگھ مع جہانداد خان کے لاہور میں رنجیت سنگھ مہاراجہ کے دربار میں گیا۔ جب ہری سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں جہانداد خان کی رہائی کی درخواست کی اور بیان دیا کہ پائندہ خان بڑا زبردست شجاع اور بہادر ہے اس سے کوئی بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ پنڈہ قلعہ قادر آباد پر قابض ہو گیا تھا۔ یہ ہزار حیلہ پنڈہ سے قلعہ قادر آباد پر قبضہ کر کے جہانداد خان کو آپ کے حضور میں لایا ہوں۔ جس پر مہاراجہ نے فرمایا۔ پینڈہ تو ہے لیکن نام اردہ کہے۔ مہاراجہ نے برواج مُلک پنجاب کے پائندہ خان کا الف دُور کر دے۔ پینڈہ کے معنی حملہ کرنے والا سمجھا تھا ہری سنگھ نے جواباً عرض کیا کہ اردہ نا ہی پینڈہ تو چنانچہ یہ بات اب تک واسطے تعجب زبان مردمان ہزارہ کے ہے۔

الغرض مہاراجہ رنجیت سنگھ نے وعدہ کا ساتھ نہ دے کر ہری سنگھ کو حکم دیا کہ جب تک پائندہ خان حاضر خدمت نہ ہو گا جہانداد خان پسر شش پائندہ قید میں رہے گا۔ جبکہ چھ[6] برس تک۔

تک جہانداد خان کو سکھوں نے یرغمال رکھا اُس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک وفد نواب سعد اللہ خان سکنہ کوٹ کو اپنی جانب سے معتبر مقرر کرکے بذریعہ پروانہ گیارہ نفر سواروں کے لاہور سے پائندہ خان کے پاس بھیجا۔ اور اس پروانہ میں یہ درج تھا کہ اگر آپ ہم سے ملاقات کریں چونکہ آپ سے ہمیں ملاقات کا شوق ہے۔ بعد ملاقات کے باعزت حرمت عطار خلعت و انعام و ملک جاگیر دے کر معہ جہانداد خان کے رخصت کیا جائے گا۔

جب نواب سعد اللہ خان نے نصیحت آمیز طریقہ سے مشورہ دیا کہ آپ مہاراجہ کے دربار میں جاکر ملاقات کریں۔ مگر پائندہ خان کو اپنے باپ کی نصیحت یاد تھی۔ پہلے روز وفد کی خوب مہمان نوازی کی گئی۔ پھر اس کے دوسرے دن نواب سعد اللہ خان کو مع علی محمد خدمتگار کے قید کر دیا۔ اور گیارہ نفر سواروں کو بُلا کر رہا کر دیا۔ جب تک مہاراجہ میرے فرزند کو نہ چھوڑے گا تب تک نواب سعد اللہ خان کو نہیں چھوڑوں گا۔ سوار بے نیل مرام لاہور چلے گئے۔ مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیغام پائندہ خان عرض کیا۔ جبکہ نواب سعد اللہ خان مع علی محمد گارڈ کے ایک سال تک پائندہ خان کی قید میں بمقام امب رہا۔ اور سات سال جہانداد خان مہاراجہ کی قید میں رہا۔

پائندہ خان کے نیک خواہوں نے اس کو کہا کہ وکیلوں سے ایسی بدسلوکی نہ کی جائے لیکن پائندہ خان نے کوئی کان نہ دھرا۔ اور اس نے کہا جہانداد خان کی غلامی بھی اس کے بغیر مشکل ہے جب مہاراجہ مجھ پر حملہ کرے گا تو سعد اللہ خان کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ اگر مہاراجہ کی فوج میرے تعاقب میں ہوگی تو اُس کو بھی دریائے رتنڈہ میں ڈال دیا جائے گا۔

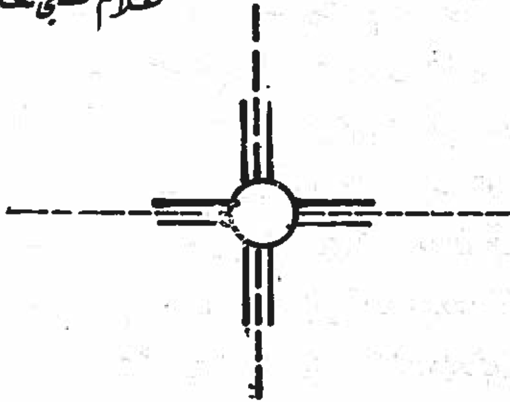
جب ان واقعات کی اطلاع والئی لاہور کو ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ مجبور ہو گیا کہ جہانداد خان کی رہائی کے بغیر سعد اللہ خان کی رہائی مشکل ہے۔ اور سردار ہری سنگھ کے نام پروانہ جاری کیا گیا کہ جہانداد خان کو حضور والا کی دربار میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ جہانداد خان ہری سنگھ کے معتبروں کی معیت میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس وقت جہانداد خان کو ماہولی سنگھ کاردار علاقہ کنہار کے سپرد کیا گیا کہ اُس کو پائندہ خان کے حوالے کیا جائے مگر اس کو یعنی جہانداد خان کو پائندہ خان کے حوالے کرکے سعد اللہ خان کو واپس لائے۔ ماہولی سنگھ کاردار نے جہانداد خان کو خانیزمان خان سکنہ گندگر طاہر خیلی (ش ب) کے حوالے کر دیا۔ خانیزمان خان

جہانداد خان کو خود لے کر پائندہ خان کے امب لائے۔ جب جہانداد خان امب آئے تو پائندہ خان نے سعد اللہ خان کو خلعت دے کر خانیزمان خان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ اس کے بعد جہانداد خان کو کسی حاکم یا سردار کے پاس نہیں بھیجا۔ اور نہ ہی خود کسی سکھ سردار کے پاس گیا۔ جہانداد کی ملاقات کے بعد خوشی منائی گئی۔ اور لوگوں میں خیرات تقسیم کی گئی۔ اور کئی عزباد کو خلعت عطا کی گئی اور خداوند کریم کے حضور سجدۂ شکر بجا لایا۔

لعقیدت پائندہ خان :۔ ؎

(۱) بہت سوئی تیری قسمت بہت آرام فرمایا ✤ مبارک ہو کر بیداری نے پھر اقدام فرمایا
(۲) تجھے اے مردِ مومن جوش میں آنا مبارک ہو ✤ مئے توحید پی کر ہوش میں آنا مبارک ہو
(۳) ہوئی میعاد پوری امتحانِ زیردستی کی ✤ ہے تیرے ہاتھ پر موقوف ہے تقدیر ہستی کی
(۴) بحمد اللہ ہوا پھر جاہ و پیمان کارواں تیرا ✤ تیری گردش کے بعد آ ہی گیا دورِ زمان تیرا

غلام نبی خان



جنگ پائندہ خان دیوان سنگھ قلعہ بھاروکوٹ ۱۸۳۲ء

روایت ہے کہ سردار ہری سنگھ ۱۸۳۵ء بمطابق ۱۲۲۵ھ لشکر محمد اکبر خان بن دوست محمد خان والیٔ کابل کے ہاتھ بہرام خان بن خلیل کے ہاتھ جو رئیس پشاور تھا جو گولی بندوق سے مارا گیا۔

ہری پور میں باقری مان سنگھ وجودھ سنگھ کرنیل۔ بلندر سنگھ صوبیدار کی دو پلٹنیں جنگی موجود تھیں۔ لالہ مہتاب سنگھ عامل ہزارہ تھا۔ پائندہ خان قصدِ تسخیر قلعہ بھاروکوٹ کا کیا۔ ملکی سپاہ جمع کر کے بجمعیت چار ہزار کے خان موصوف امب سے روانہ ہو کر ڈیرہ موضع صوابی میرا میں لگایا۔

دوسرے روز وہاں سے کوچ کر کے بمقام جوڑ پنڈ میں آکر ڈیرہ لگایا۔ تیسرے روز علی الصبح قلعہ کے سامنے مورچہ بندی کر دی۔ جناب سیّد قاسم شاہ، سیّد جمال شاہ اور حضرت نور سادات صوابی میرا۔ قطب شاہ سکنہ لنگرو۔ جمال شاہ سکنہ تربیلہ ابراہیم خان۔ میرا خان۔ اور سید خان کو بلوا کر کہا کہ آپ دیوان سنگھ کو میرا پیغام بزمیٔ کلام دے کر دیوان سنگھ سے جواب لائیں۔ بعد از ملاقاتِ جرگہ سادات نے دیوان سنگھ کو پیغام دیا کہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا کہ آپ قلعہ خالی کر دیں۔ اگر آپ کو یہ بات ناپسند ہو تو میدانِ جنگ میں آجاؤ۔ دیوان سنگھ نے جواب دیا کہ آپ کی صلح پر کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اس لیے جنگ میں ہتھیار چھوڑنا بزدلوں کا کام ہے۔ فتح و شکست گروجی کے ہاتھ میں ہے۔ جرگہ جب سادات صوابی و خانان تربیلہ واپس آیا تو غازی پائندہ خان نے تولی مجاہدین کو حکم دیا اسی اثناء میں مجاہدین افغانان ملکی کمبل و ٹوپی نے جو جہاد کی غرض سے غازی پائندہ خان کے ساتھ آئے تھے خان موصوف سے درخواست کی کہ پہلا حملہ اس شرط پر کریں گے کہ قلعہ کا تمام مال غنیمت ہمارا ہوگا۔ خانِ موصوف نے افغانان کی شرط کو تسلیم کر لیا اور اپنی مہر ثبت کر دی اور حکم دیا کہ آپ حملہ کریں بشرطیکہ قلعہ فتح ہو گیا تو تمام مال و اسباب آپ کا ہوگا ؎



(مہر پائندہ خان از کتاب سرگزشت)

اجازت ہے تم کو کرو جا کے رزم
خدا کی مدد اور مردوں کا عزم

مگر ایک تلوار سپر جو سردار میاں سنگھ کی ہے اور ایک گھوڑی منشی ٹھاکر داس کی ہے
وہ دونوں میں لوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ سردار موصوف کی تلوار بیش قیمت تھی اُدھر میاں سنگھ رعب و دبدبہ
غازی پائندہ خان کے قلعہ سے نہ نکلا۔ صرف زبان لاف زن کی تھی۔ جب افغانوں نے دیکھا کہ دیوان
سنگھ قلعہ سے باہر نکلتا ہے تو افغانوں نے ملکی سپاہ ۳۰۰۰ ہزار کے قلعہ پر حملہ کر دیا سب سے پہلے
ایک سو افغانوں نے قلعہ پر حملہ کیا تھا۔ تو قلعہ کے اندر سے بندوق سے فائر کر کے سپاہ سکھاں نے
دس بارہ افغانوں کو شہید کر دیا۔ یہ حادثہ دیکھ کر افغان مجاہدین قلعہ سے واپس آ گئے۔

خانِ موصوف نے یہ حالت دیکھی تو نعرہ تکبیر کے باآوازِ بلند کہا کہ (تنولیو تساں پنج
جنڑاں کوئی مُنہ تھیا) کہ قلعے نکا تروڑا۔ خان کے اِن الفاظ کے جواب میں رامڑہ جمعدار نے
اِسی جوش میں باآواز بلند یوں کہا (خان کے آکھن) کہ تنولیاں رنجے جنڑاں کوئی مُنہ تھیا جیہڑا قلعہ نہ
تروڑل ،، خدا دا حکم ہوَل تے قلعے کا تروڑل،، وہ پھر اپنے مجاہدین کی جانب مخاطب ہو کر بولا
"آؤ اَو تنولیو مڑے پچھے،، تب وہ جا کر قلعے کی دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ جس جگہ اُوپر دیوار پر
سکھ نہیں تھے۔ اور ایک آدمی آ کر میرے کندھے پر کھڑا ہو جائے۔ یعنی مجاہدین اسلام تنولی
ایک دوسرے کے کندھوں پر کھڑے ہو گئے جو کہ ایک سیڑھی بن گئی۔ اس طرح تنولی مجاہدین نے نعرہ
تکبیر بلند کیا اور قلعہ کی دیوار پھاند کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ پھر دروازہ بھی کھُل گیا۔ اور قلعہ
کے اوپر سے خان نے خود چھلانگ لگائی تھی۔ جس سے خان کا پاؤں زخمی ہو گیا تھا۔ قلعہ کے اندر تلواریں
بجلی کی طرح چمکنے لگیں۔ سکھ بھی بڑی بہادری کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ مگر تنولیوں کے رُعب
سے سکھ ششدر رہ گئے۔ دیوان سنگھ کا مقابلہ شیر خان متھال تنولی سکنہ کچھی سے ہوا۔

دورانِ جنگ متیال خان تنولی جھوم جھوم کر تلوار کے وار کر رہا تھا۔ دیوان سنگھ
بھی بہادری کے جوہر دکھا رہا تھا۔ آخر متیال خان بضربِ تلوار زخمی ہو گیا۔ تو دیوان سنگھ اور خیرا
جمعدار کا مقابلہ دست بدست تلوار شروع ہوا۔ زمین سے نعرہ تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔ خیرا جمعدار
شیر کی طرح حملہ کرتا۔ لیکن دیوان سنگھ بھی بہادر تھا۔ حملوں کا جواب بہادری سے دیتا۔ اور تیغ زنی
ہوتی رہی۔ القصہ مختصر یہ کہ خیرا جمعدار کا وار دیوان سنگھ کو لگا اور ہلاک ہوا۔ قلعہ میں۔۔ اللہ جوان

ماسوائے جھنڈا سنگھ کے سب ہلاک ہوئے۔ جبکہ جھنڈا سنگھ فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ خداوند
کریم نے پائندہ خان کو فتح نصیب فرمائی معہ سجدہ شکر بجا لایا۔

نوٹ :- قلعہ کی دیوار سے پائندہ نے خود بھی چھلانگ لگائی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کے پاؤں
میں کیل لگ گئی اور وہ زخمی ہو گئے تھے۔ دیوان سنگھ کے قتل کے بعد شمشیر دیوان سنگھ خیر احمد دار خان موصوف
کی خدمت میں پیش ہوا اور انعام لے کر واپس ہوا۔ اور جو مالِ غنیمت قبضہ میں آیا وہ سب مجاہدین میں
تقسیم کر دیا۔ خانِ موصوف اُسی وقت موضع چوڑ پنڈ میں گیا صبح اس کے امیر خان ولد ابراہیم خان
سردار مان سنگھ، بلدان سنگھ اور صوبیدار لالہ مہتاب سنگھ عامل کے پاس گیا اور یہ کہہ کر بھیجا کہ
۴ ہزار روپے میرے پاس بھیج دو میں آپ کا انتظار موضع چوڑ پنڈ میں کر رہا ہوں اگر یہ رقم ادا
نہ کی گئی تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ امیر خان و ابراہیم خان سید خان یہ پیغام لے کر مان سنگھ
کے پاس ہری پور پہنچے تو اُس وقت مان سنگھ کی دو بلا لوٹن سنگھ ہری پور میں موجود تھیں۔ تو مان سنگھ
نے صلاح و مشورہ مشیرانِ خود قاضی غلام احمد رئیس سکندر پورہ لکھمی داس چودھریاں امیر حسن شاہ
شاہ سید موضع تیر سے چندہ ڈال کر مبلغ ۴ ہزار روپیہ امیر خان کے سپرد کیا۔ اور وہ موضع چوڑ پنڈ
میں آیا۔ اور یہ رقم پائندہ خان کے حوالے کر دی۔ اور یہ رقم لے کر غازی پائندہ خان واپس موضع
امب آیا۔ جبکہ سید احمد شاہ و شاہ اسماعیل شاہ دہلوی ارباب بہرام خان بعد از شکست موضع چیتر بائی
۱۸۳۰ء میں بمع لشکر موضع پنج تار میں علاقہ یخر سے چلے گئے تھے۔ الحاصل بعد فراہمی فوج جرار بعزم
تسخیر ملک کشمیر کے پنج تار سے جانب بالاکوٹ روانہ ہوئے تھے۔ بمقابلہ شیر سنگھ کے خلیفہ سید احمد شاہ اور
شاہ اسماعیل ارباب بہرام خان رئیس پشاور کے معہ لشکریاں بمقام بالاکوٹ شہید ہوئے۔

انجام

سرانجام دیتا ہے مرگ ہلاک — چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک
زبردست ہو یا کہ زیردست — اجل کے مقابل میں سب کو شکست
نہ کچھ ساتھ آیا نہ کچھ جائے گا — مگر کام تیرے عمل آئے گا۔
کہ اس طرح سے زندگانی بسر — کہ کرتے رہیں یاد تجھ کو بشر
خدا کی اطاعت میں رہے ہر نفس — زیادہ حرص ہے تو اور اللہ بس (غلام نبی خان)

علاقہ اگرور پر پائندہ خان کا قبضہ

انہی ایام میں پائندہ خان نے خان اگرور عبدالغفور خان کو شکست دے کر اگرور پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ دونوں بھائی عبدالغفور خان اور کمال خان ٹکری ندہاڑ چلے گئے تھے۔ یہ خان ندہاڑ ٹکری کے پاس مقیم تھے۔ ۱۸۳۱ء میں جنگ بالاکوٹ میں سید احمد شہید و شاہ اسماعیل کی شہادت کے بعد مجاہدین نے پہلا پڑاؤ نندہاڑ ٹکری میں کیا۔ تو پائندہ خان کے مجاہدین سے دوستانہ مراسم قائم ہوئے۔ انہی تعلقات کی بناء پر مولوی ولی محمد اور مولوی نصر الدین جو اُس وقت مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے۔ علاقہ اگرور کے انتظام کے لیے دعوت دی۔ اور موضع جسکوٹ کے قلعہ میں قیام کیا۔ اراضی بھی مجاہدین کو دی گئی۔

اسی دوران خان ٹکری کے خلاف بغاوت ہوگئی۔ اور وہ بھاگ کر پائندہ خان سے امداد کا طالب ہوا۔ تو پائندہ خان نے مولوی صاحب سے امداد کی اپیل کی۔ اور اسلامی لشکر کو شاہجی خان ٹکری کی پشت پناہی کے لیے بھیج دیا۔ مولوی ولی محمد نے وہاں جا کر عبدالغفور خان اور کمال خان کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور الائی تک غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر وہاں پر اُن کی حکومت قائم ہوگئی۔ دوسری طرف درہ کونش میں سکھ عملداری تھی۔ بٹل میں سکھوں کا قلعہ تھا۔ سکھوں کے ساتھ جنگ کی تیاری کی گئی جنگ بھی ہوئی۔ اور پائندہ خان نے اس جنگ میں جو بٹل میں سکھوں کے خلاف لڑی گئی شریک جنگ تھا۔ اور اسی دوران علاقہ پکھلی و کونش میں جہاں جہاں سکھوں کے قلعہ جات اور فوج معتبر رہتی۔ پائندہ خان بمعہ مجاہدین کے شبخون مار کر سکھوں کو ہراساں کرتے رہے۔ بلکہ کئی شب خونوں میں سکھوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ بلکہ اسی دوران گاندھیاں کے گاؤں کو تین مرتبہ جلا دیا تھا۔

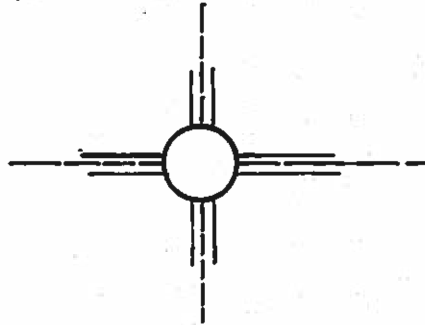
سکھ گاندھیاں میں بٹل کی جنگ میں دونوں فریق بغیر ہار جیت کے واپس ہوئے جو کہ سکھوں کی چھاؤنی تھی۔ تاریخ ہزارہ کے مطابق اس پر سکھوں نے درپردہ مقامی خوانین کو ہم خیال بنانے کی مہم تیز کر دی۔ جس میں ہزارہ اگرور شامل ہے۔ بٹل اور نندہاڑ میں مجاہدین کی اطاعت مان لی گئی تھی۔ اسی دوران پائندہ خان نے مجاہدین کا ساتھ دیا تھا۔ اور خان اگرور عبدالغفور خان وغیرہ مجاہدین کے مخالف

سو گئے تھے۔ "سرگزشت مجاہدین مہر" صفحہ ۲۸ میں یوں بیان کرتے ہیں۔ اچانک ایک دن مولوی صاحبان کو اطلاع ملی کہ عفور خان و کمال خان گرور بارک خان بٹل۔ محمد خان سکھوں کے ساتھ رابطہ رکھتے ہیں۔ اسی شبہ کی بناء پر ایک رات مجاہدین نے ان تینوں کو قتل کر دیا۔ اور پائندہ خان کو مجبوراً اسلامی لشکر بلانا پڑا۔ چونکہ علاقہ کے لوگ مجاہدین کے مخالف ہو گئے تھے۔ اس طرح پائندہ خان اسلامی لشکر کو بلا کر ستھانہ بھیج دیا۔ مولوی ولی محمد ہندوستان چلے گئے تھے اور مولوی نصر الدین نے ارسلان خان زیدہ کی امداد سے لوٹپی پر قبضہ کر لیا۔ اور خان پنج تار فتح محمد خان سے لوٹپی کا گاؤں لے لیا۔ اس کے بعد مجاہدین نے لوٹپی میں قیام کیا لیکن ایک رات اچانک فتح محمد خان نے حملہ کر کے سب مجاہدین کے ہمراہ مولوی نصیر الدین کو شہید کر دیا۔ قتلِ عفور خان و کمال خان اور بارک خان ٹبل کی داستان یوں بیان کرتا ہے۔ "مجاہدین ہزارہ" کے مصنف کے مصنف داؤد کوثر یوں رقمطراز ہے۔

"جب کورٹ میں عبدالغفور خان قاصد سے خط ملا اس امر کا ثبوت تھا کہ عبدالغفور خان معاندانہ حرکتوں کے لیے بدستور سرگرم عمل ہے اور سازشوں کا جال پھیلا رہا ہے اس حالت سے مجبور ہو کر مقامی لوگوں اور مجاہدین نے خود عبدالغفور خان و کمال خان و بارک خان کو ختم کرنے کی سکیم بنائی چنانچہ ملاں گلزار خیبری۔ نور محمد خیرو جلال آبادی اور اخوند گل پشاوری پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ عبدالغفور خان کو ٹھکانے لگانے کے لیے چوہان گئے۔ وہاں پہنچ کر مسجد میں جا ٹھہرے جس کے تینوں اطراف سے پانی بہتا ہے۔ مسجد کی سمت ہموار میدان ہے۔ عبدالغفور خان اپنے دو آدمیوں کے ساتھ مسجد میں آیا۔ اور وہ حقیقتِ حال کو بھانپ گیا۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھا پھر یہ کہتے ہوئے اٹھا کہ میں گڑھی جا کر آپ لوگوں کے لیے کھانے کا بندوبست کروں۔ اخوند گل نے ساتھیوں سے کہا دیکھئے کیا ہوتا ہے ہلہ بول دو سب لوگ تلواریں لے کر دوڑے۔ عبدالغفور خان نالے کی طرف دوڑا۔ نور محمد نے قرابین ماری اور اور نشیب میں گر کر جاں بحق ہوا۔ قرابین کی آواز سنتے ہی درمیانی پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے ان لوگوں نے حسب پروگرام بندوقیں داغ دیں۔ کوٹ میں عبدالغفور خان کے مارے جانے کی خبر اس وقت پہنچ گئی۔ کمال خان پہلے ہی اپنے آدمیوں کے ہمراہ آیا ہوا تھا۔ ملاں لعل قندھاری اور مقیم خان کے مشورہ کی غرض سے کمال خان کو چھت پر لے گئے۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ جسے دیکھنے کے بہانے پر ملاں لعل محمد نے لے لیا۔ مقیم خان نے قرابین ماری۔ کمال خان گرتے ہی ختم ہو گیا۔ اور صرف

یہ آواز کمال خان کے منہ سے نکلی مقیم خان نے دغا کیا۔ اس بات کی اطلاع قلعہ شاہی خان اُس وقت شیخ ولی محمد کے پاس پہنچی تو موصوف اور مجاہدین رنجیدہ ہوئے۔ کریم بخش سہارنپوری اور ملاں الہام الدین کو ضروری انتظامات کے لیے چھ ہان بھیج دیا۔ انھوں نے عبدالغفور خان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ بعد ازاں عبدالغفور خان و کمال خان کے بال بچوں اور ان کے دونوں بھتیجوں اللہ داد خان اور جمعہ خان کی دیکھ بھال کے لیے خاطر خواہ اہتمام کیا۔"

نوٹ:۔ جناب سیّد احمد شہید جو ایک تحریکِ اسلامی لے کر ہندوستان سے سرحد کے پہاڑوں تک پہنچے۔ سمجھ نہیں آتا کہ ان کے ساتھ جو لوگ اتنی دُور سے آکر جہاد میں شریک ہوئے تھے پسِ پردہ کس کا ہاتھ تھا۔ چونکہ اِن واقعات کی روشنی میں جو سامنے آئے ہیں۔ وہابیانہ تشدد سے لے کر اختلاف کے معمولاتِ کفر اور شرک قرار دیتے ہیں۔ کفر کا فتویٰ لگا کر گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔ معمولی شبہ پر خان عبدالغفور خان و بے گناہ کمال خان و بارک خان مندرائی کی گردن کردی جاتی ہے۔ بغیر حکم کے امیر جو اُس وقت شیخ ولی محمد ہے قتل کیا جاتا ہے اور بعد میں خود اقرار کرتے ہیں۔ خفگی و رنجیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور نہ امیر وقت اُن سے پوچھ سکتا ہے کہ آپ نے یہ ناجائز فعل کیا ہے۔ اِسی طرح اِن لوگوں نے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا قتل و غارت کیا۔ اور یہی وہ لوگ جنہوں نے تحریکِ اسلامی کو ختم کیا اور خود بھی ختم ہوئے۔



بھیر کُنڈ پر پائندہ خان کا حملہ

فتح اگرور کے بعد پائندہ خان اور مجاہدین کا اتفاق ہو چکا تھا جبکہ مجاہدین کا امیر
شیخ ولی کو مقرر کیا تھا۔ مولوی نصیر الدین بھی نندہاڑ میں قیام پذیر تھے۔ جبکہ جبکوٹ کا قلعہ مجاہدین کو
سکونت کے لیے دیدیا تھا اور علاقہ اگرور کا نظم و نسق مولوی نصیر الدین کے حوالے کیا ہوا تھا۔ تو
اُس دوران جہاں جہاں سکھوں کے قلعہ جات یا چھاؤنیاں تھیں موقع پر شب خون مارتے تھے تو اُس
دوران علاقہ پکھل مانسہرہ میں کئی سکھوں کو رات کو ہلاک کیا تھا۔ جہاں پر سکھوں کی چوکیاں اور
تھانے وغیرہ تھے۔ ان کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ جو آج تک مخالفین نے لوگوں کے ذہن میں بٹھا رکھا ہے کہ
پائندہ خان مار دھاڑ کرتا تھا۔ بلکہ یہ حملے سکھوں کے خلاف ہوا کرتے تھے نہ کہ ملکی لوگوں کے خلاف۔ البتہ
جو خوانین سکھوں سے ملے ہوئے تھے۔ وہی لوگ اس بات کا پروپیگنڈہ کرتے تھے۔ اُنہی دنوں بھیر کُنڈ
کے قلعہ میں سکھوں کی فوج تعینات تھی۔ جبکہ بھیر کُنڈ کے نزدیک مشرق میں جو تین میل کے فاصلہ پر واقع
گاندھیاں کے مقام سکھ چھاؤنی تھی اور اس میں ایک بریگیڈ فوج سکھاں رہتی تھی جس کا کمانڈر کرنل
بھوپ سنگھ تھا اسی چھاؤنی سے تمام علاقہ پکھل کو سکھ کنٹرول کرتے جبکہ کرنل بدھ سنگھ کمانڈر پکھل
تھا۔ اور جنرل محمود شاہ توپ خانہ کا انسر تھا جبکہ ہزارہ کی فوج کا مرکز شنکیاری تھا۔

پائندہ خان نے جس وقت بھیر کُنڈ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تھا تو اُس وقت سکھوں کی
چار ہزار فوج کرنل بھوپ سنگھ اور کرنل بدھ سنگھ کی زیر کمان بھیر کُنڈ میں مورچہ زن تھے۔ اور
صفدر علی خان عرف سیئو بابا سکنہ سہر اتنادل جس کی عمر سو سال سے زائد تھی ۱۹۶۱ء میں ملاقاتی ہوا اور
بیان کیا کہ جب بھیر کُنڈ میں سکھوں کے قلعہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تو علاقہ تنادل گھڑیاں و علاقہ
پکھلی کے قوم تنولیاں سے مشورہ کیا کہ جب قوم تنولی علاقہ گھڑیاں و پکھلی میں شریک جنگ تھے۔ جس میں
پکھوال کا ملک دیدار خان لڑائی کے دوران دونوں ٹانگیں کٹ چکی تھیں اور شہید ہوئے۔ یہی لوگ تنولی
اور مجاہدین کے لشکر میں شامل تھے راہنمائی کرتے تھے۔ چونکہ اس علاقہ پر سکھوں کا مکمل قبضہ تھا

جب تنولی لشکر ۵۰۰ سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ مقام نیلور پہنچا۔ اور قیام کا پروگرام بنایا تھا کہ رات کو حملہ کیا جائے۔ جبکہ مولوی نصیر الدین کے زیر کمان مجاہدین ۱۵۰ افراد کا دستہ تھا۔ جب سیکورٹی کا دستہ خاکی کے اُس پار بھیر کنڈ کی طرف گیا تو سکھوں نے ڈب بھیر کنڈ کے علاقہ میں پانی چھوڑ دیا تھا۔ وہ تمام علاقہ دلدل بن چکا تھا جس میں کچھ گھوڑے جو راہنمائی کرتے پھنس گئے۔ جب پائندہ خان کو علم ہوا کہ ہمارے گھوڑے پھنس گئے۔ تو فوراً کمک بھیج کر گھوڑوں کو واپس لائے۔ سکھ فوج جو تین چار روز سے مورچہ زن تھے۔ اور جنگ کی تیاری میں تھی۔ سکھوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ تنولی لشکر واپس ہو رہا ہے۔ سکھ بے فکر ہو گئے۔ دوسرے روز نیلور سے ماڑی صفدر شاہ سرن سے لشکر تنولیاں پار ہو کر حملہ کیا۔ اور باقی ماندہ فوج تنولیاں تربلا سے آ کر قلعہ سکھاں وسپاہ کو بمقام بھیر کنڈ کا دریائے سرن گھیر لیا۔ اور چاروں طرف سے زوردار نعرۂ تکبیر کی آواز گونجنے لگی۔ کئی سکھ ہلاک ہوئے اور جو باقی بچ گئے وہ بدحواسی کی حالت میں بہت سا اسلحہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

فتح پائندہ خان کی قسمت میں تھی۔ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد پائندہ خان مع اپنی سپاہ تنولیاں کے اپنے علاقہ میں چلا گیا۔ اس جنگ کی سرگزشت مجاہدین ہزارہ کے صفحہ نمبر ۲۹ میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

جب پائندہ خان نے بھیر کنڈ کے قلعہ سکھاں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تو انہوں نے مولوی نصیر الدین کو پیغام بھیجا اور بلوایا اور مشورہ کے ساتھ مجاہدین کے تقریباً ۱۵۰ نفر جن کی سربراہی مولوی نصیر الدین کر رہے تھے۔ کل ڈھائی ہزار سپاہ تنولیاں کے پائندہ خان نے براستہ بھونج درہ و نیلور کے مقام پر گیا۔ اور بھیر کنڈ پر یورش کر دی۔ طرفین میں دست بدست جنگ ہوئی آخر کار سکھ بدحواسی کی حالت میں قلعہ دار میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ آخر پائندہ خان مابین مجاہدین صلح ہو چکی تھی یہ جو جنگیں لڑیں اور فتح حاصل ہوئی تو مجاہدین بھی پائندہ خان کے ہمرکاب تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مانسہرہ پر پائندہ خان نے ملحقہ علاقہ مانسہرہ پر یورش کر دی۔ چونکہ مانسہرہ میں بھی سکھوں کا تھانہ و قلعہ تھا۔ اور حدود باندی میں سکھوں نے قلعہ بنا رکھا تھا اپنے پروگرام کے مطابق جہاں پر سکھوں کی فوج ہوتی تھی۔

شب خون مار کر سکھوں کو ہراساں کیا جائے۔ سکھ فوج کو اُلجھا دیا جائے تاکہ کوئی بڑا حملہ نہ کر سکیں
یہ گوریلا جنگ تھی۔ پکھل اور مالسنہرہ کے مقام پر کئی شب خون مارے گئے تھے۔ تنولی قوم کے لوگ اس
گوریلا جنگ میں پائندہ خان کی امداد کرتے تھے۔ جو خاص کر اس علاقہ میں رہتے تھے۔ اس طرح مالسنہرہ
پر حملے کے دوران ڈب مالسنہرہ کے مقام پر سخت مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں سکھ لشکر کے ساتھ اہالیانِ
مالسنہرہ کے سواتی بھی شریک تھے۔ جن کی سربراہی سدھم خان جہانگیری کر رہا تھا۔ اُس دوران مالسنہرہ
شہر دو حصوں میں تقسیم تھا۔ حصہ زیریں کا خان تنولی شاہولی خان تھا۔ اور دوسرا حصہ سدھم خان کی
خانگی میں تھا۔ بمقام ڈب نزد مسجد احمد دین دست بدست جنگ ہوئی۔ سکھ فوج کا بہت نقصان ہوا
جس میں سدھم خان جہانگیری بضرب نیزہ رامڑہ جمعدار و پائندہ خان مارا گیا۔ جس کی قبر مالسنہرہ میں
واقع پل نزد ڈاک بنگلہ میں ہے۔ اس کی وفات کے بعد پسر کلاں محمد زمان خان کو مالسنہرہ کا
خان و نمبردار تسلیم کیا۔ تین جندرات موضع دارہ داخلی مالسنہرہ میں جائداد دی گئی۔ مالسنہرہ چیڑ ٹبہ
میر احمد علی کے گاؤں عطا کئے تھے۔ دوران جنگ شہر کی مدافعت کے لیے۔ بڑی بے جگری سے مقابلہ
کیا گیا۔ لیکن شاہولی خان تنولی نے پائندہ خان کا ساتھ دیا۔ پائندہ خان شہر میں فاتح کی حیثیت
سے داخل ہوا۔ لیکن بعد میں خوانین نے شاہولی خان کی سخت مخالفت کی بلکہ نمبرداری بھی ختم کرا دی
اور وہی پوزیشن ۱۸۷۲ء میں بحال رہی۔ شاہولی خان کی اولاد بطورِ مزارعان رہی نمبرداری
بھی ضبط ہو کر فیض طلب خان نمبردار ہوا۔ اب شاہولی خان کی اولاد مالسنہرہ دارہ میں ہے۔ اور
اب یہ لوگ اچھی حالت میں ہیں اور صاحبِ جائداد ہیں۔ اِن تمام واقعات کو "مُجاہدین ہزارہ"
کے مصنف داؤد کوثر نے بھی صفحہ نمبر ۱۳۱ پر رقم کیا ہے۔

اس کے بعد مالسنہرہ سے ہو کر موضع حدو باندی میں جہاں سکھوں کا قلعہ تھا تخت تاراج
کیا اور ساتھ ہی گاؤں سفیدہ پر شب خون مارا۔ سفیدہ کے مقام پر بھی سواتیوں اور سکھ
فوج کے ساتھ مقابلہ ہوا تھا۔ ہر دو گاؤں میں سکھ بستیاں بھی قائم تھیں۔ جلا کر خاکستر کر دی گئیں

اُسی دوران سفیدہ کا خان حمزہ خان جہانگیری تھا۔ چونکہ پہلے جنگِ اگرور میں
عبدالغفور خان کی مدد کی تھی۔ اُسی دوران جنگ میں پائندہ خان کا قبضہ اگرور پر ہو گیا تھا۔ اسی
دشمنی کے سبب حمزہ خان سفیدہ سے فرار ہو کر علاقہ بوئی ٹلوگراں چلے گئے تھے۔ اور پانچ سال کے بعد

واپس آئے۔ جب وقت ۱۸۳۶ء میں سکھوں نے اگرور سے پائندہ خان کو نکال دیا۔ یہ بھی سکھوں کی
مدد سے واپس آکر سفید میں آباد ہوئے۔ اب حمزہ خان کی اولاد میں قابلِ ذکر شخصیات موجود ہیں

اس واقعہ کو سکندر خان جہانگیری مانسہروی جنہوں نے ایک قلمی نسخہ سکندر نامہ اپنی
یادداشت چھوڑی ہے۔ پسرش محمد سلیم خان سے دستیاب ہوا۔ سکندر نامہ کے صفحہ ۱۸۰ پر یوں فرماتے ہیں

”قوم تنولی کا سواتی قوم سے تصادم اوّل قوم اور اُس کی ہمسایہ قوم کی دیرینہ مخالفت
ابتدأً زمانہ۔ قوم تنولی کے سربراہ پائندہ خان کے وقت سے شروع ہوئی۔ ملک غیر آباد ہونے اور
حکومت سکھاں کے وقت کی بدانتظامی کے باعث ملحقہ علاقہ جات میں سرگرمی سے لوٹ مار رہی۔
چونکہ قوم تنولی ایک ہی سردار کے ماتحت ہونے کی وجہ سے منظم تھی۔ دیگر اقوام کا کوئی خاص سردار
نہ ہونے کی وجہ سے منتشر رہی۔ لوٹ مار کو زیادہ تر قوم تنولی نے پسندیدہ شغل قرار دیا۔ دوم
دیگر قوم سواتی وغیرہ نے حکومت سکھاں سے وقتاً فوقتاً امداد طلب کرتی اور اپنی ہمسایہ قوم سے مقابلہ
کیا۔ خاص مانسہرہ شہر پر حملہ پائندہ خان کے وقت حکومت سکھاں نے میدانِ ڈب نزد موجودہ مسجد حاجی
احمد دین اہالیانِ مانسہرہ کو یکجا کر کے قوم تنولی کا مقابلہ کرایا۔ چنانچہ باشندگان دیہہ جنگی قیادت
اور بچاؤ سعود خان سدھم خان کے سپرد تھی۔ جو میرے دادا جمعہ خان کے دادا تھے۔ اٹھارویں صدی کے دوران
مقابلہ ڈب میں رامٹہ جمعدار پائندہ خان والیٔ امب بضرب نیزہ شہید ہوا۔ جس کی قبر کا نمونہ سابقہ
قبرستان مانسہرہ نزد ڈپل ڈاک بنگلہ جہاں آجکل تحصیل کونسل ہاؤس ہے۔ موجود ہے۔ خان مرحوم کی ہم
سب موجودہ نسل چٹی ڈھیری، مانسہرہ، چرہ بٹ کے جد امجد تھے۔ اُس کی وفات پر سکھ حکومت نے
اُن کے پسر محمد زمان خان کو مانسہرہ کا خان تسلیم کیا اور جاگیر وغیرہ عطا کر کے عزت افزائی کی۔

بعدہٗ۔۔ رش کے علاقہ میں باقاعدہ جنبہ کی بنیاد ڈال دی ایک طرف تو قوم تنولی کا نواب
محمد اکرم خان نواب آف امب کی سرکردگی میں رہی بعد میں کچھ دیگر معتبرین اختلاف قوم سواتی نے بھی
جنبہ اور ریرہ میں نواب امب کی حمایت کی۔

اِدھر قوم سواتی کے سرکردہ خوانین درہ جات۔ کاغان۔ کونش۔ پکھل، بھوگڑمنگ
اور کانڈھی نے اکابرینِ خان گیدڑپور بالاکوٹ مانسہرہ خان گڑھی حبیب اللہ سمندر خان، خان
اگرور خان بہادر علی گوہر خان مرحوم نے مورچہ جمایا ہوا تھا۔ جس کا تمام نزلہ خانِ اگرور پر گرا۔ اور

یوں رقم ہوا۔ وادی اگر ور کا واحد مالک خان علی گوہر خان سواتی تھا۔ اور اس کی حدود نواب امب کی حدود سے ملحقہ تھی۔ جس کی بناء پر دشمنی شدت اختیار کر گئی۔

آگے صفحہ نمبر ۷۹ پر سدھم خان کے حالاتِ زندگی یوں تحریر کرتے ہیں:۔

ہمارے جد اعلیٰ خان سدھم خان مطابق یادداشت شجرہ نسب عزت خان کی اولاد سے ہیں یہ زمانہ حکومتِ مغل اور سکھ کے دوران مانسہرہ خاص میں سکونت پذیر رہے۔ اور حملہ پائندہ خان تنولی کے وقت اہالیانِ مانسہرہ کی مدافعت میں نگران تھے۔ اِن کی زندگی میں تمام علاقہ میں کوئی دفتری ریکارڈ یا جائیداد کی یادداشت کسی حکومت کے پاس نہ تھی۔ جس قدر کوئی اراضی کاشت کرتا۔ اُس وقت اُس کا تاوان حکومت کے اہلکار وصول کر لیتے تھے۔ تمام علاقہ گنجان جنگل کی شکل میں تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نیلاں کا نالہ اور ڈب ایک شکار گاہ تھی۔ جہانگیر بادشاہ کشمیر کو جاتے وقت یہاں شکار کرتا تھا۔ میں نے اپنے دادا کے نوکر سے سُنا تھا۔ اُس وقت کی خوراک کنگنی بجائے چاول کے کھائی جاتی تھی کیونکہ گندم تو ناپید تھی۔ البتہ مکئی لوگ ضرورت کے تحت کاشت کرتے تھے۔ زیادہ تر خوراک کا انحصار دُودھ، مکھن اور گوشت پر تھا۔ آگ کے لیے چقماق کا پتھر استعمال کیا جاتا تھا۔ کسی کو یکجا سکونت کی فرصت نہ ملتی۔ بدامنی کا زمانہ تھا۔ غُربت کا زور تھا۔ نمبردار یا جاگیردار نام کا کوئی نہ تھا۔ صرف قوم میں جو آدمی معتبر ہوتا اُسی کو پگڑی دی جاتی۔ اور اُس کا حکم کو ماننا پڑتا۔ یہی حالت ہمارے اکابرین کی تھی جن کو آجکل خان کہتے ہیں۔ دورانِ مقابلہ مدافعت قوم تنولی مقام ڈب میں اہالیانِ شہر کے تحفظ میں بضرب نیزہ جمعدار پائندہ خان کے ہاتھوں شہید ہو کر ریسٹ ہاؤس مانسہرہ کے قریب دفن ہوئے۔

چہارم:۔ اُس کے زمانہ میں مانسہرہ دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک حصہ داری زیریں قوم سواتی کی سربراہی میں تھا۔ جس کی سربراہی خان مرحوم کو تفویض تھی۔ دوسرا النصف حصہ شہر قوم تنولی کی نگرانی میں تھا۔ خان کی وفات پر سرداران قوم سکھ نے اپنے پرانے قلعے بیلہ پر اُس کے پسر کلاں محمد زمان خان کو طلب کیا۔ جو ابھی نابالغ تھے۔ ایک وفادار زمیندار قوم کا گجر تھا۔ یعنی پڑدادہ نظام الدین گجر مانسہرہ نے اُن کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے قلعہ میں سردار سکھاں کے دربار میں پیش کیا۔ انہوں نے ازراہِ خدمت والدش خان سدھم خان شہید۔ تین دیہات میں مستاجری جس کو آجکل نمبرداری کہتے ہیں۔ اور تین جندرات مانسہرہ میں اور تقریباً کچھ اراضی تقریباً ایک ہزار کنال بطورِ خدمات

زبان تحریری دی۔ جس کی یاداشت اُن کی سندات مندرجہ حصّہ دوم سے بخوبی ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا سکھ متاجری کی بنیاد رکھی۔ تاہم دفتری ریکارڈ نہ دارد۔ سند حکومت سکھاں خان محمد زمان خان۔ خدمات دورانِ حکومت سکھاں ذیل عطیات دیئے۔

اراضی (۱) ۵ بیگھ سمت سنہ ۱۸۹۳ء - ۵ اچیت سمت سنہ ۱۹۵۳ء - ۸ ہاڑ سمت سنہ ۱۸۹۹ء (۲) ۱۵ ہاڑ سمت سنہ ۱۹۵۳ء - ۱۹ اچیت سمت سنہ ۱۹۵۳ء - ۱۹ ہاڑ سمت سنہ ۱۹۵۳ء بجانب سردار کرم سنگھ۔

(۱) جب محمد زمان خان کو حکومت نے خان تسلیم کیا تو اُن کو ایک ہزار (۱۰۰۰) کنال اراضی واقعہ رقبہ داراجو کر اب بھی ہمارے قبضہ میں ہے۔

(۲) تین قطعات جندر واقع رقبہ مانسہرہ تین دیہات مانسہرہ چھپڑ بٹہ اور میراجمد علی کی ممتاجری و نمبرداری۔

(۳)۔ موضع خوشحال میں بارہ صد روپیہ از سکہ غندہ جاگیر عطا کی۔ بمطابق پٹہ ۱۲ بہادوں سمت ۱۸۹۸ء

آگے چل کر تحریر کرتے ہیں کہ :۔ چونکہ اُس وقت کوئی جاگیر ممتاجری اراضی وغیرہ کی منتقلی قابلِ اعتبار نہیں تھی۔ لوگ بدامنی کے خوف سے بھاگ کر دُور دراز کے علاقہ جات میں پناہ گزین ہوتے تھے۔ ان کا اشارہ تنولیوں کی طرف تھا۔ چونکہ اُس دور میں تنولیوں نے سکھوں کے خلاف گوریلا جنگ شروع کی ہوئی تھی۔ اُس دور میں جو لوگ سکھوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ گھر بار چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ اور پناہ گزین ہوتے تھے۔

آگے تحریر کرتے ہیں :۔ چنانچہ خان مرحوم نے دو دفعہ اپنا گھر بار چھوڑا۔ اور ایک دن بلھگ بالا اور دوسری دفعہ اپنے ایک ماموں شیر زمان خان کے پاس بوئی میں قیام کیا تھا۔ حکومت یا دربار سکھاں کی ہدایت تھی کہ اگر کوئی واپس آئے تو اس کی جائیداد ضبط نہیں ہوگی۔ قوم تنولی کا لیڈر پائندہ خان تھا۔ اور سواتیوں کا خان محمد زمان خان تھا۔ آخری دفعہ جب بوئی گئے تو وہاں آپ کو سب سے پہلے انگریز حاکم یعنی ریذیڈینٹ ہزارہ بانی ایبٹ آباد (مسٹر ایبٹ) کا ایک حکمنامہ مورخہ ۵ اپریل ۱۸۵۳ء کو ملا۔

نوٹ :۔ اُس دور میں پائندہ خان وفات پاچکے تھے تنولیوں کا سردار جہانداد خان تھا۔

آپ فوراً مانسہرہ چلے گئے۔ اور وہاں امن ہو گیا ہے اور مانسہرہ کے دوسرے حصّہ پر ہمراہی فیض طلب خان مقرر کیا گیا ہے۔

اُس دَور میں مانسہرہ شہر کے دو اطراف تھے۔ ایک محمد زمان خان سواتی۔ اور دوسری طرف تنولی۔ اس تاریخ سے فیض طلب خان جد والد محمد حسین خان خانخیل وارد مانسہرہ ہوا۔ جس کی تفصیل ذیل ہے جب پائندہ خان کا لشکر لوٹ مار کی خاطر علاقہ پکھل میں وارد ہوا تو لوگ اپنا تحفظ خود کرتے طوائف الملوکی تھی۔ مانسہرہ میں شجاعان اور بہادر اشخاص کی کمی نہ تھی۔ اُس زمانہ میں سپاہ خود وغیرہ نہ تھے۔ پتھروں سے مقابلہ کر کے حملہ آوروں کو ہلاک کرتے تھے۔ خاص مانسہرہ شہر میں پائندہ خان تنولی کا اُس وقت کوئی شہری مقابلہ نہ کر سکا۔ اگرچہ لوگ تندومند اور اتفاق کرنے والے تھے۔ ہر حملہ پسپا کر کے رکھ دیتے۔ اُس وقت بدقسمتی تنولیوں کا خان شاہولی خان تھا۔ جس کو پائندہ خان نے تنولی قوم کا واسطہ دے کر کہا کہ جب میں رات کو حملہ کروں تو شمالی جانب نزد مسجد بٹ کرڑہ کانٹوں کا دروازہ کھول دینا تاکہ بطورِ فاتح مانسہرہ سے گزر سکوں۔ چنانچہ شاہولی خان نے اُس کی آواز پر لبیک کہا اور راتوں رات اُس کو فاتح مانسہرہ بنا دیا۔ صرف ایک مکان نذرِ آتش کر کے لشکر پائندہ خان کامیاب ہو گیا۔ علی الصبح جب اہالیانِ مانسہرہ نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے تحقیقات سے شاہولی خان کی کارستانی معلوم کر لی۔ چونکہ اُس کی خانگی و عزت ہوا کرتی تھی۔ شاہولی خان کو معزول کر دیا۔ اور جدّا مجد محمد زمان خان کو دوسری طرف کی راہنمائی کی توجہ دیدی۔ انہوں نے بدیں وجہ انکار کیا۔ کہ میں دو دفعہ اس رہبری سے تنگ آکر دوسرے دیہات میں جلا وطن رہا ہوں۔ اس قدر بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے معتبرین کا ایک وفد علاقہ شملائی وغیرہ میں ایک بزرگ سید ضامن شاہ یا سید شاہزمان شاہ رہتے تھے۔ بھائی خان کے پاس اپنے طرف کا خان مقرر کرانے گیا۔ خان فیض طلب خان بزرگ مذکور کے عقیدت مندوں میں تھے۔ اُس نے کہا کہ فیض طلب کو لے جاؤ۔ یہ وُہ وقت تھا جب قوم خانخیل کا علاقہ سرکار میں داخل ہو چکا تھا۔ تصدیق۔ میجر ایبٹ کی چٹھی مورخہ ۱۵ اپریل ۱۸۵۳ء کو بنام محمد زمان خان عارضی مقیم بولی کو دی گئی کہ فیض طلب خان مانسہرہ بھی آپ کے ہمراہ ہو گا۔ امن ہو چکا ہے۔ یہ ہے صحیح تصدیق اس زبانی دعویٰ کیا کہ ہم خانخیل قوم سواتی کے خان ہیں۔ اب تک فخریہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قوم سواتی کے خان ہیں۔

بہر حال مانسہرہ پہنچ کر طرف تنولی میں خانگی مقرر ہوئی۔ بعد ازاں سرکار انگریزی عملداری میں کاغذات پیمائش کا کام جاری ہوا۔ جس کا صدر مقام ہری پور تھا۔

غالباً ۱۸۷۲ء میں بندوبست اوّل ہزارہ میں ہوا۔ یہ جائیداد ہر قسم مالکان و تابعین کے حوالہ کر دی گئی۔ اور نمبرداری و جاگیرداری جو پہلے حکومت سکھاں نے جاری رکھیں بدستور ان کی تقلیداً انگریزی حکومت نے کی۔ اولاد شاہولی خان مانسہرہ بندوبست میں بطور مزارعان درج ہوئے جس کی اولاد مانسہرہ ماسٹر نواب خان دارہ میں موجود ہے۔ جب محمد زمان خان لوئی سے مانسہرہ سے آئے تو حکومت انگریز سے مطالبہ کیا کہ جاگیر خوشحالہ جو بارہ ۱۲ قلندر روپیہ نقد دی جائے۔ حکومت نے انکار کیا کہ پہلے ہی منسوخ ہو چکی ہے۔ اس کے بدلے میں ایک جاگیر کا پٹہ عین حیات محمد زمان خان مبلغ -/۱۰۰ ایکصد روپیہ کر دیا۔ اور یک صد روپیہ بطور انعام مستقل نمبرداری دی گئی۔

محمد زمان خان ۱۴ اگست ۱۸۸۱ء کو وفات پائے۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کا صاحبزادہ جمعہ خان دربار لیفٹیننٹ گورنر پنجاب میں معتبر کرسی نشین درباری لیے گئے۔ جس نے ۱۹۰۴ء میں وفات پائی (ماخذ از سکندر نامہ صفحہ نمبر ۹۷ تا ۱۰۳) مرتبہ از سکندر خان جہانگیری)

نواب محمد اکرم خان امب کا علاقہ انگریزی میں دخل جائداد صفحہ نمبر ۸۴ میں یوں تحریر ہے

نواب امب نے میدان خالی دیکھا علاقہ انگریزی میں اپنی جائیداد وسیع کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ سب سے پہلے موضع خوشحالہ داخلی داتہ میں پیرزادگان داتہ سے اُن کا ملکیتی گاؤں خرید لیا۔ اس کو قوم سواتی سے اندرونی تعلقات استوار نہ ہوئے تھے۔ معززین اور اکابرین قوم سواتی نے نواب صاحب مذکور کی اس حرکت دست اندازی علاقہ کو محسوس کر کے اس کے خلاف منظم حرکت کی اور بذریعہ استدعا دعا دی۔ عدالت میں اس پر مقدمہ دائر کر دیا۔ گاؤں جو حدود قوم سواتی سے تھا واپس کر لیا۔ اور اسی طرح انہوں نے حکومت سے بھی کاغذات میں نوٹ کرا لیا کہ نواب امب یا اُس کی اولاد علاقہ سرکار میں آئندہ جائیداد نہیں خرید سکتی۔ یہ پابندی کافی عرصہ جاری رہی۔ لیکن خداوند کریم کو منظور ہوا کہ جمعہ خان مرحوم کی پوتی کا عقد بزرگان طرفین کی وفات کے بعد نواب محمد اکرم خان مرحوم کے پسر غلام حیدر خان سے قرار پایا۔ جن کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک کا نکاح جو میری خواہرزادی خان بگوائی محمد عمر خان کے صاحبزادے عالم زیب خان سے ہوا۔ دوسری خواہرزادی ہمشیرہ پڑھنے کی

شادی محمد فرید خان صوبہ خانی بیٹر لوئر تناول سے ہوئی۔

نوٹ :۔ یہ طویل مضمون جناب سکندر خان نے اس لیے تحریر کیا ہے کہ ماضی کے بہت سے حالات کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ جس سے دو بڑی قوتوں کے تنازعات کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ خان موصوف نے تنولی وسواتی دشمنی کا دور پائندہ خان سے شروع کیا ہے۔ لیکن یہ تصادم کا دور ۱۸۱۳ء کے وقت سے ہوا جو عنایت اللہ خان کے دور میں ایک بڑی خوفناک جنگ سے شروع ہوا۔ جس کی وضاحت مضمون عنایت اللہ خان کے تناول پر حملہ میں کی گئی۔

دیگر واقعات خان اگرور عبدالغفور خان نے نواب خان والئی ریاست کو دھوکہ سے کرلے جانا۔ اور درانیوں سے قتل کرانا۔ عبدالغفور خان کا منصوبہ پائندہ خان کے قتل کا یہ سب واقعات درج ہیں جس کے نتائج پائندہ خان کے اگرور کو فتح کرنے کی صورت میں نمودار ہوئے۔ بعد میں سواتیوں نے صلح کرکے سکھوں سے تنولیوں کے ساتھ دشمنی کی بناء پر جنگ ہوئی۔

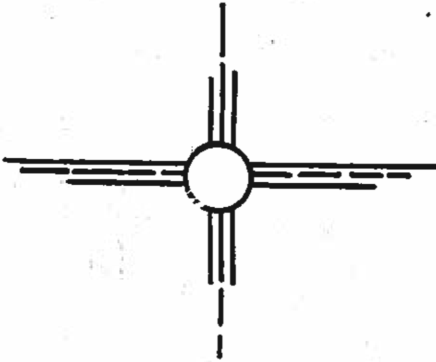
یہ وہ واقعات ہیں جو مؤلف نے بڑی جگر سوزی کرکے سامنے لائے ہیں۔ نواب خانزماں خان کے دور میں دو بڑی قوموں کا صلح ہونا ثابت کرتا ہے کہ اگر انسان اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ دے تو سب مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ اور آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ بن جاتے ہیں۔

حالات :۔ رشتہ پڑھنہ صفحہ نمبر ۱۷ پر یوں بیان کرتے ہیں کہ :۔ علاقہ تناول کے والئی ریاست امب دربند برادر خورد خان عبداللطیف کے عقد میں میری ہمشیرہ تھی۔ جس کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف دو دختران ہیں۔ ایک عالم زیب خان بگوائی دربند ہے۔ دوسری محمد فرید خان خان آف بیٹر دزیر صوبہ سرحد کے گھر ہر دو کی اولاد موجود ہیں۔ صفحہ نمبر ۹۱ پر گاندھیاں کے خان مہند علی خان کے خاندان قوم تنولی سے ہیں۔ میر زمان عرف میرا خان سکنہ چپٹ ڈھیری کی شادی ہوئی۔ جس کی اولاد جلال خان۔ فیروز خان وغیرہ ہیں۔ فیروز خان دربند کے نزدیک دریائے سندھ میں ڈوب کر مرگیا۔ میرزمان کے عقد میں اکبر علی خان ولد مست خان کی لڑکی تھی۔ اور موضع ہمشیریاں میں میرے چچا ارسلا خان کی پہلی شادی خان فقیرا خان بابا ہمشیریاں کی دختر سے ہوئی تھی۔ جس کی اولاد نرینہ کوئی نہ تھی۔ صرف ایک دختر تھی جس کا نکاح عبدالجبار خان سے ہوا۔ فقیرا خان مرحوم کے دو پسران محمد اکبر خان۔ علی بہادر خان ہو گزرے ہیں۔ جو اچھے صاحب جائیداد اور امن پسند اشخاص

خیال کئے جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ جو رشتہ داریاں جو سکندر خان نے بیان کیں۔ قوم تنولی سے یہ خوانین گاندھیاں ہمشیریاں اور پڑھنہ یک جدی ہیں۔ اور خوانین جیجی ڈھیری سواتی یک جدی ہیں۔

آگے تحریر کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب مرحوم نے سابق قومی مخالفت کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ رشتہ تنولی خاندان میں دیا۔ جس کی مخالفت علاقہ بھر کی قوم سواتی نے کی آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ ہمشیرہ مذکورہ کے مقابلہ میں ایک معمولی گھرانے کے فرد سے شادی کرلی۔ بعد میں اُس کو گزراوقات کرنے میں تکلیف اٹھانی پڑی۔ تمام قوم نے یہ مشورہ دیا کہ حق مہر کا دعویٰ کرکے اپنی خستہ معاشی حالت کو درست کریں۔ جب مقدمہ کی نوبت آئی تو اُس بدبخت شخص نے یکدم بلا سوچے سمجھے ایک طلاق نامہ بھیج دیا۔ اور وہ آجکل مانسہرہ میں اپنی زندگی گزار رہی ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے:۔ "مومن ایک سُوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جا سکتا۔"



حملہ سکھاں بر تناول ریاست ۱۸۳۸ء

حالِ احوال طوفان دریائے سندھ میں غرق ہونا۔ سپاہ سکھاں اس قیامت خیز واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں :۔ اگر ملک تناول پر برائے نام عملداری سکھاں تھی اور سکھوں نے چاروں طرف اپنے قلعے تعمیر کر لیے تھے۔ اور فوج سکھاں متعین کر لی تھی۔ مگر سردار پائندہ خان جس وقت قابو پاتا دریائے سندھ عبور کر کے مار دھاڑ و تخت و تاراج کر کے مال و اسباب غنیمت بھی ساتھ لے جاتا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ مقابلے میں آتا۔ لشکر سکھاں پائندہ خان کے نام سے تھرتھراتے۔ اس وجہ سے انتظام سکھاں تناول کا نہ ہو سکتا تھا۔ آخر کار شام سنگھ اٹاری والا بیس ہزار فوج سکھاں اور بے تحاشا خزانہ و آتشیں اسلحہ لے کر تادیب سردار پائندہ خان کے دربار لاہور سے مامور کیا۔ بعد از طے منازل کے علاقہ تناول پہنچ کر کنارہ دریائے سندھ موضع کھر کوٹ سے لالوگلی تک لشکر خیمہ زن ہوا۔ جبکہ سردار پائندہ خان معہ فضل خان لوٹی والا۔ مدد خان سکنہ دیگر اامازئی اور دیگر سرداروں نامدار کی پانچ ہزار جمعیت سوار پیادہ اسلامی مجاہدین کے امب سے دریائے سندھ اُتر کر بلندی کوہ دھمن کوٹ میں مقیم ہوا۔ دو صد مجاہدین پیادگان کو حکم دیا کہ متصل لشکر غنیم جا کر بندوقیں سر کرو جب سکھ حملہ آور ہوا۔ آپ خود پسپا ہو کر آجاؤ تاکہ اس حیلہ سے درہ تنگنائی دھمن کوٹ میں آجائیں۔ اور اپنے کیے کی سزا پائیں۔ اگر ایسا ہوا تو انشاء اللہ ایک سکھ کا زندہ بچ جانا محال ہو گا۔

بہر کیف غازی پائندہ خان کا یہ مطلب تھا کہ فوج سکھاں کو درہ تنگنائی میں محصور کیا جائے۔ مجاہدین نے اپنے سالارِ اعظم کے حکم سے ایسا ہی کیا۔ تو سردار شام سنگھ چھ ہزار فوج سکھاں کے تعاقب کرتے ہوئے دھمن کوٹ میں آئے۔ تو اللہ کی شان دیکھیے کہ دریائے سندھ میں قہر الٰہی تلاطم میں آیا۔ یعنی بلند کوہ سے دریائے اباسندھ کا طوفان نمایاں ہوا۔ پانی صد ہا نیزہ چڑھ گیا۔ یہ واقعہ ۱۸۳۸ء کا ہے۔ جملہ باشندگان شہر رفیع و شریف دربند و امب و

سپاہ سکھاں۔ قلعہ دربند قبل طوفان شورِ دریا سے چوکس ہو کر جان شیریں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔
جملہ اثاثہ اور مال واسباب اور گھر بار چھوڑ کر منہ موڑ کر خراب وخستہ بے ہوش یک بینی دو گوش
قلعہ کوہ میں پناہ گزین ہوئے۔ جس وقت طوفان نے قلعہ کی عمارت کو ٹکر ماری تو عجیب ومہیب
آواز آئی۔ حاصل کلام۔ شہر دربند و قلعہ دربند قصبہ امب نزدِ طوفان ہو کر بالکل دریائے
بُرد ہو گئے۔ سپاہ سکھاں تمام خزینہ وسامان توپ ہائے معلوم نہیں کہاں نہیں کدھر تھی کدھر گئی
جو کہ ۱۴ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ فوج کو دم لینے کی فرصت نہ ملی۔ اور اسی طرف طوفان کی وجہ سے
کئی درخت جڑ سے اُکھڑ گئے۔ لوگ بسببِ خوف بوہڑ کے درختوں پر بیٹھ گئے۔ وہ درخت بھی
دریائے سندھ کی نذر ہوئے۔ ہزاروں خاک کے پتلے بھی پانی میں بہہ گئے۔ اس طوفان کی وجہ
سے ساکنانِ کنارہ اباسندھ امیر وغریب ایک جیسے ہوئے۔ جان لبوں پر تھی۔ بدن عریاں تھے۔
گویا محشر کا سماں تھا۔ سکھوں کی اتنی کثیر فوج سے ایک شخص کا بھی پتہ نہ لگا۔ البتہ سردار شام سنگھ
اٹاری والا کی فوج جو ۶۰۰۰ تھی از سپاہ جو تعاقب کناں تھی۔ بلند کوہ طوفان کی زد سے بچی ہوئی تھی۔
سردار پائندہ خان اپنی ریاست میں اتنی بڑی تباہی کو دیکھ کر بدرجہ اُتم حیران ہوا۔
بعد از تامل اپنے وزیر محمد عرفان کو بدیں پیغام سردار شام سنگھ کے پاس بھیجا کہ شامتِ اعمال
جانبین اور فساد نیت متخاصمین سے قہرِ خداوندی نازل ہوا۔ سامانِ طرفین غرق ہو کر کچھ نہ
رہا۔ اگر دیدہ عبرت نورانی ہے۔ یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اپنے گھر جاؤ۔ چونکہ سردار شام سنگھ
شکستہ دل اور خوفزدہ تھا۔ یہاں ڈھونڈ کر غنیمت سمجھا اور معہ لشکر سکھاں دھمن کوٹ سے واپس
آیا جہاں لشکر کا پہلے ہی قیام تھا۔ نہ وہاں لشکر تھا نہ سامان۔ بس تھا وہاں اللہ کا نام۔
اِدھر پائندہ خان نے اپنے تیراکوں کو بہ طرفِ دریا بھیج کر حالات سے آگاہی کی۔
دوسرے روز واپس آئے تو انہوں نے سب حالات سنائے۔ تو انہوں نے عوام کی خیریت اور
خزانہ کے بچ جانے کا سنایا تو خان موصوف نے کہا قربان جاواں مال۔ جان ہے تو پھر مال بھی مل
جاوے گا۔ غنیمت سے خزانہ معمور ہے۔ تونگری و افلاس کا دستورِ زمانہ ہے۔
دوسرے روز دریا کی حالت معمول پر آگئی۔ بعد میں پائندہ خان دھمن کوٹ سے
آ کر امب چلا گیا۔ اور قصبۂ امب کو نئے سرے سے آباد کیا۔ مجھے نواب محمد فرید خان والئی امب

کا ایک سخن یاد آیا۔" احقر ایک جرگہ کے ساتھ ۱۹۶۱ء میں جناب نواب سے ملاقاتی ہوا۔ گفتگو کے
دوران نواب نے فرمایا (امب) تنولی کی امان ہے ۔ جب امب ختم ہو گیا تو تنولی ریاست بھی ختم ہو
جائے گی۔ جبکہ یہ واقعات میں ۱۹۸۷ء میں تحریر کر رہا ہوں۔ تو مجھے وہ بات جو نواب مرحوم نے کہی تھی
اب تصدیق ہوتی ہے کہ نہ آج امب ہے اور نہ وہ امب والے اور نہ اب ریاست تنولی کی ہے۔
جو بات اُس وقت نواب فرید خان کے مُنہ سے نکلی تھی آج وہ حرف بہ حرف پوری ہوئی ہے۔"

اس بات پہ اہل بصیرت غور فرمائیں کہ پائندہ خان کی کیا مشیت تھی۔ اور سردار شام سنگھ کی
کیا رغبت تھی ۔ اور قادرِ مطلق کی کیا مشیت تھی ۔

ہیچ مشتِ خاک کی کوئی اصل نہیں ÷ دونوں جہاں کا مالک پروردگار ہے
تو ہردم سوچتے ہیں منصوبے اذیت کے ÷ معانی بھولتا ہے آدمی جب آدمیت کے
تمنائے حصولِ اختیار شخص و ذاتی ÷ سگ دیوانہ کی مانند ہے ان سب کو دوڑاتی

(غلام نبی خان)

" واقعات جنگ کردن سربراہی پائندہ خان برائے سید نور شاہ ۔ غازی بابا جدِ
سادات کاغان (صفحہ نمبر ۱۳ تا ۲۲۱ تاریخ ہزارہ) قوم سواتی سے۔ نزد مانسہرہ بمقام تھنی "
واقعات یوں ہیں :۔

سید نور شاہ المعروف غازی بابا علاقہ کاغان کو قوم سواتی۔ کونشی و براجی اقوام کے
ذریعہ فتح کیا۔ اٹھارویں صدی میں وادی کاغان تا جلاس اپنے رفقاء۔ شرف دین ۔ نور محمد کونشی وغیرہ
سمیت اسی وادی میں سکونت پذیر ہوئے۔ غازی بابا سادات کاغان اُس وقت پہلے بھوگڑ منگ
میں رہائش پذیر تھے۔ علاقہ فتح کرنے کے بعد غازی بابا کو معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں بت پرست آباد
ہیں تو برائے تبلیغ دین کے لیے چلے آئے۔

سید ضامن شاہ تبلیغ اسلام کر کے علاقہ تھور و بھاک اور جلاس میں مسجدیں تعمیر کروائیں تو

بعد ازیں سید ضامن شاہ کو معلوم ہوا کہ لوگ پھر بُت پرست ہو گئے ہیں۔ بعد میں غازی بابا و قاضی مُلّان
کے ساتھ ہو کر علاقہ چلاس میں تبلیغ اسلام کی۔ واپسی پر جب دیکھا تو کاغان کا علاقہ بہت پسند آیا تو
آپ نے علاقہ کاغان کو رہائش کے لیے پسند کیا۔ یہ علاقہ گوشہ نشینی اور خُدا کی یاد میں مشغول رہنے کے لیے
موزوں تھا۔ اور اُس وقت سید عبادت گزاری میں عمر بسر کرتے تھے۔ کہیل سے نیچے کا علاقہ سواتیوں
کے قبضہ میں تھا۔

غازی بابا بعد از تعلیم و تبلیغ کے واپس بھوگڑمنگ آئے تو سواتیوں کے پاس گئے۔ وہ حصّہ
جو سواتیوں کے قبضہ میں تھا۔ جاگیر میں لینے کا مطالبہ کیا۔ سواتیوں نے انکار کیا۔ وہ علاقہ پکھلی۔ بٹگرام
علاقہ اگرور کاغان جو سید جلال بابا نے فتح کر کے قوم سواتی کو دیا تھا۔ لیکن آج اُس علاقہ کا ایک معمولی ساخطہ
کو سواتیوں سے سیّد جلال بابا کی اولاد طلب کر رہی ہے لیکن وہ دینے سے انکاری ہیں۔ پھر اس کے
بعد جناب غازی بابا قوم تنولی کے پاس جاتا ہے۔ چونکہ قوم تنولی کا جدامجد کا پیر۔ سیّد پیر امام بابا تھا
جو سوات سے یہاں تناول میں جاکر اپنے راہبر یعنی پیر کی حیثیت میں لائے تھے۔ سیّد پیر امام بابا برادر زادہ
سیّد جلال بابا تھا۔ سیّد غازی بابا کے جدی تھے تو اُس وقت قوم تنولی میں ایک مایۂ ناز ہستی پائندہ خان
سربراہ قبیلہ ہندوال تنولی ریاست کا تھا۔ غازی بابا سادات پیر امامی جو سیّد غازی بابا کے جدی
تھے۔ وہ علاقہ تناول میں ریاست ہندوال میں مقیم تھے۔ اُن کی وساطت سے پائندہ خان کی خدمت
میں یہ سب ماجرا سنایا۔ اور امداد طلب کی کہ قوم سواتی سے علاقہ کاغان لیا جائے۔

چونکہ غازی بابا علاقہ کاغان کو اپنی جاگیر سمجھتا تھا۔ اور پائندہ خان نے اپنی قوم سے مشورہ
کر کے قوم تنولیاں نے لبیک کہا۔ اور لشکر کی تیاری شروع کردی۔ اس مہم میں ہر دو قبائل ہندوال اور
پلال دونوں نے اتفاق کیا۔ اور غازی بابا کے لشکر میں سربراہی پائندہ خان کے شامل ہوئے۔ اِدھر
جب قوم سواتی کو غازی بابا کی لشکرکشی کا علم ہوا تو سواتیوں نے بھی ایک عظیم لشکر جمع کر کے بمقام تھنی
نزد مانسہرہ پر مورچہ زن ہوئے۔ پکھلی کے تنولی بھی قاسم خان بن مست خان کی سربراہی میں اپنی
اپنی برادریوں کی قوت جمع کر کے وہ بھی بمقام تھنی تنولی لشکر کے ساتھ جا ملے۔ کئی روز تک مورچہ
بند رہے۔ بعد گفت و شنید باہمی سواتیاں و تنولیاں یہ فیصلہ ہوا کہ ہم نے اپنے پیر کے ساتھ بدعہدی
کی ہے۔ تو تنولیوں کو پیغام دیا کہ ہم آپ کی شرط تسلیم کرتے ہیں کہ ہم مہانڈری سے اوپر کما بن

کے ہر دو اطراف سے اوپر کا سب علاقہ کاغان غازی بابا کی جاگیر تسلیم کرتے ہیں اور اب ہم اُس سب علاقہ سے دستبردار ہیں ۔ اور بنا بریں فیصلہ ہوا اور جنگ ٹل گئی ۔ اُس وقت آپس میں تحریری معاہدہ ہو گیا ۔ اور غازی بابا سے برائے جرگہ معافی مانگی ۔ فتح غازی بابا کی سرپرستی میں تنولیوں کی ہوئی ۔
اور غازی بابا سادات کاغان اُس سے پہلے بھوگڑ منگ میں رہائش پذیر تھے ۔ سادات مع اہل وعیال کاغان میں جاکر سکونت پذیر ہوئے ۔ اُس کے بعد تنولی قوم بھی سید غازی بابا کو اپنا پیر تسلیم کرتے ہیں ۔
اب غازی بابا و جلال بابا کی زیارت بھوگڑ منگ میں واقع ہے ۔ زیارت کے ساتھ ایک سیری اب بھی ہے وہاں غازی بابا کے مجاور رہتے ہیں ۔ اب سالانہ عرس مبارک بھی منعقد ہوتا ہے ۔ یہاں عرس میں اب بھی علاقہ پکھلی ، علاقہ تناول ، اور بھوگڑ منگ کی گوجر برادری ، سچاں کلاں اور ڈھوڈیال کے سواتی ہزاروں کی تعداد شریک ہوتے ہیں ۔

۱۹۸۲ء میں ایک عرس کمیٹی بنائی گئی جو مندرجہ ذیل ہے ۔

۱۔ صدر سید نور احمد شاہ کاغان جو غازی بابا کی اولاد میں سے ہیں ۔
۲۔ جنرل سیکرٹری :۔ غلام نبی خان تنولی ساکنہ گاندھیاں جو قاسم خان تنولی کی اولاد سے ہیں ۔
۳ :۔ خزانچی :۔ بابو عبدالرؤف خان سواتی سکنہ سچاں کلاں
۴ :۔ آفس سیکرٹری :۔ سجاد خان سواتی بھوگڑ منگ

منتظم اعلیٰ و نگران سادات بجول و سادات دیولی جو کہ سید جلال ہیں ۔

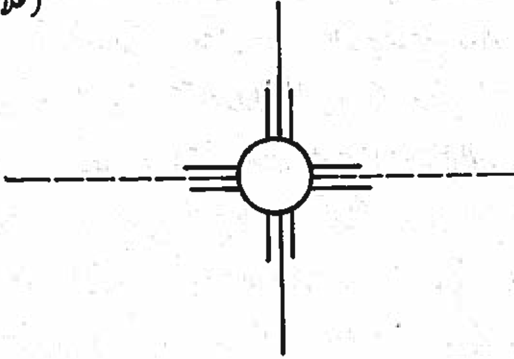
۱۔ سید امیر علی شاہ صاحب کاظمی جو خطیب ایبٹ آباد ہیں ۔
۲۔ سید مغفرت علی شاہ صاحب کاظمی جو خطیب سچہ کلاں ہیں ۔
۳۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی جو بالاکوٹ گگن کے رہنے والے ہیں اور گوجر برادری سے تعلق رکھتے ہیں ۔

یہ تینوں علماء کرام شعلہ بیان مقرر خوش الحان وشیریں زبان و جید عالم ہیں ۔ اُن کی سعی سے علاقہ بھر کے عوام متاثر ہیں ۔ اور عرس مبارک میں شریک ہوتے ہیں ۔
سادات برادری کے جو علماء ہیں انہوں نے موجودہ دور میں بریلوی عقائد کے لیے بہت بڑا کام کر رہے ہیں ۔ سید امیر علی شاہ کاظمی نے ایک مدرسہ اسلامیہ ایبٹ آباد میں کھول دیا ہے

وہاں دینی تعلیم دی جاتی ہے اجس سے سینکڑوں طالب علم مستفید ہو رہے ہیں۔ اور ایک مدرسہ اسلامیہ جالیہ مولانا عبدالغفور ہزاروی نے بالاکوٹ میں بنایا ہے۔ یہاں سے بھی سینکڑوں طالب علم مستفید ہو رہے ہیں۔

احقر بھی اپنی لبساط کے مطابق جو امداد کرتا ہے اس مشن کی تکمیل کے لیے کرتا رہے گا خداوندکریم ہم سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم سب اسلام کی خدمت کر سکیں۔

(غلام نبی خان)



مہاراجہ گلاب سنگھ

واقعات یوں ہیں کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہمراہ مہاراجہ شیر سنگھ مع اپنے فرزند کنور پرتاپ سنگھ کو ہزارہ کا منتظم مقرر کیا۔ مہاراجہ شیر سنگھ ہمراہ پسر خود راجہ کنور پرتاپ سنگھ ہمراہ بائیس ہزار فوج سکھاں کے براستہ گڑھی حبیب اللہ پرگنہ پکھلی بمقام گاندھیاں میں ڈیرہ جمایا جبکہ گاندھیاں میں سکھوں کی چھاؤنی تھی اور وہاں سکھوں کی ایک بریگیڈ فوج رہتی تھی۔ چھاؤنی کا انچارج کرنل بھوپ سنگھ تھا۔ اور علاقہ گاندھیاں میں مست خان کی خانگی تھی۔ ایک جرگہ جس میں رئیس برہان، سردار حبیب شاہ اصغر شاہ بھوجدرہ کو پائندہ خان کی خدمت میں بھیجا۔ مدد خان اور پائندہ خان دونوں گاندھیاں آئیں۔ مہاراجہ کا خیال تھا کہ سردار پائندہ خان کو پرگنہ کولائی و مدہنک وغیرہ دے کر راضی کیا جائے۔ لیکن سردار پائندہ خان وصیت اپنے باپ کے کسی حاکم یا راجہ کے پاس نہ جاتا تھا۔ اس لیے وہ نہ آئے۔ جبکہ مدد خان فیض علی خان بن شاہولی خان و گاموں خان کھوتری بمقام گاندھیاں میں مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس دوران مست خان تنولی و پائندہ خان یک جنبہ تھے۔ جنگِ اگرور بھیر کنڈ جو سکھوں سے لڑی گئی تھی یک جنبہ تھے۔ جب پائندہ خان گاندھیاں مہاراجہ کے جرگے بھیجنے کے بعد بھی نہ آیا تو بعد میں مہاراجہ نے مدد خان کو ریاست ہندوال کا والی مقرر کر دیا اور مست خان کو علاقہ پکھلی کا کاردار مقرر کیا۔ گاموں خان اور فیض علی خان نے مدد خان کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ الغرض مدد خان کی مدد خان کے واسطے بارہ ہزار فوج سکھاں کرنل امارہ سنگھ اتاری و الاسردار بھون سنگھ دو جرنیلوں کے ساتھ علاقہ تناول میں داخل کر دی گئیں۔ کنارہ اباسند جو علاقہ پائندہ خان کا تھا متعین کر دی راجہ خود پشاور چلا گیا۔ تناول کی رعایا نے بھی مدد خان کے ساتھ الحاق کر دیا۔ خان کمزور ہو گیا۔ وہ کوئی جنگ اور نہ ہی شب خون مارنے کی پوزیشن میں تھے۔

کچھ عرصہ بعد ۱۸۴۲ء میں پائندہ خان نے علاقہ غیر یاغستان سے نو ۹ ہزار کا لشکر مجاہدین

تیار کر کے علاقہ جمبیڑی پر حملہ کر دیا۔ مدد خان ہمراہ فوج سکھاں جو کہ پانچ ہزار پر مشتمل تھی۔ ایک اعلیٰ توپ خانے کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی۔ طرفین کا کافی نقصان ہوا۔ لیکن سکھ افواج نے توپوں سے زبردست حملہ کیا۔ مجاہدین یاغستان ۲۵ مجاہد شہید ہو گئے۔

پائندہ خان نے مصلحتاً اپنی سپاہ غازیاں کو واپس کر دیا۔ چونکہ توپخانہ کے مقابل ہونا مشکل تھا۔ بعد میں بہ کمک لشکر ملک صاحب خان رئیس کابل کی جمعیت فوج لے کر بمع مجاہدین علاقہ غیر دوبارہ میدانِ جنگ جمبیڑی میں آئے اور سکھوں پر زوردار حملہ کیا۔ جس میں سکھ فوج کے بے شمار فوجی مارے گئے۔ جنگ میں سکھ فوج پسپا ہو رہی تھی تو اُس وقت نواب خان بن سربلند خان تنگڑی و فیض علی خان بن شاہولی خان رئیس پھوہار و گاموں خان ککوتری و نادر خان جمعدار پھرباڑی ان سب رئیسوں نے ایک زبردست فوج تیار کر کے میدانِ جنگ لائی۔ اور فوج سکھاں کی امداد کے لیے پہنچ گئے۔ جس کی وجہ سے سکھوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ جس وقت پلال تنولیوں کی سپاہ جمبیڑی میں آ رہے تھے تو اُس وقت فوج سکھاں کے ۲۰۰ سپاہی جمبیڑی کے ساتھ ایک درہ تھا داخل ہوئے تو یاغستانی مجاہدوں نے حملہ کر کے ہلاک کر دیئے۔ باقی ساری سکھ فوج بھاگ کر جمبیڑی آ گئی۔ بہت سا مالِ غنیمت مجاہدین نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جو فوج سکھاں وہاں بچ گئی تھی نواب خان و عبداللہ خان نے بڑی حکمتِ عملی کے ساتھ واپس کی گئی۔ پھر اس کے بعد زبردست جنگ ہو رہی تھی۔ ایک طرف پائندہ خان اور مسلمان لشکر اور دوسری طرف مدد خان برادرِ پائندہ خان یک جدی نواب خان و عبداللہ خان وغیرہ سکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔ ملک تناول میں جنگ لڑی جا رہی تھی۔ جو موروثی ریاست ہنڈوال ہے تو اُس وقت پائندہ خان وہ بہادر سپوت تنولی جس کا نام سُن کر سکھ جرنیلوں کے دل کانپ جاتے تھے۔ لیکن اب ستارہ گردش میں تھا اس واسطے سپاہ مجاہدین مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے واپس ہوئے۔ پائندہ خان واپس امب آئے اُنہی دنوں وہ اُنہی دنوں سخت بیمار ہوئے مرض اسہال سے ۱۸۴۴ء میں اس دنیا فانی سے رحلت فرمائی۔ قالو انا للہ و انا الیہ راجعون۔

؎ زبردست ہو یا کہ زیردست ؛ اجل کے مقابل میں سبھی کو شکست۔

مدد خان کا ریاست پھلڑہ پر متمکن ہونا سنہ ۱۸۴۰ء

وفات پائندہ خان کے بعد راجہ گلاب سنگھ نے معرفت سردار دھونگل سنگھ نے آپس میں فیصلہ کیا کہ جہانداد خان پسر شہ پائندہ خان کو ریاست ہندوال امب پر قائم کیا جائے اور پھلڑہ جو پہلے مدد خان کو دورِ حکومت پائندہ خان نے پہلے وقت میں بطورِ گزارہ دیا ہوا تھا۔ وہ دیا جائے۔ چونکہ سکھ حکومت نے بدیں وجہ فیصلہ کیا کہ سب ریاست ہندوال کا کنٹرول بذاتِ خود مدد خان نہیں سنبھال سکتے تھے۔ سکھوں کو ریاستِ تناول میں افواج رکھنے کے لیے بہت زیادہ خرچہ برداشت کرنا پڑتا تھا۔ سکھ علاقہ تناول میں کافی لڑائیاں لڑ چکے تھے۔ جس کی انہیں بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی تھی۔ اتنی بڑی فوجی طاقت ضائع ہونے کے باوجود بھی تناول پر پوری گرفت نہ کر سکتے تھے پائندہ خان کی وفات کے دوران گو سکھوں کا کنٹرول تناول پر تھا لیکن با امداد تنولیاں پلال وغیرہ کی مدد کے ساتھ تھا۔

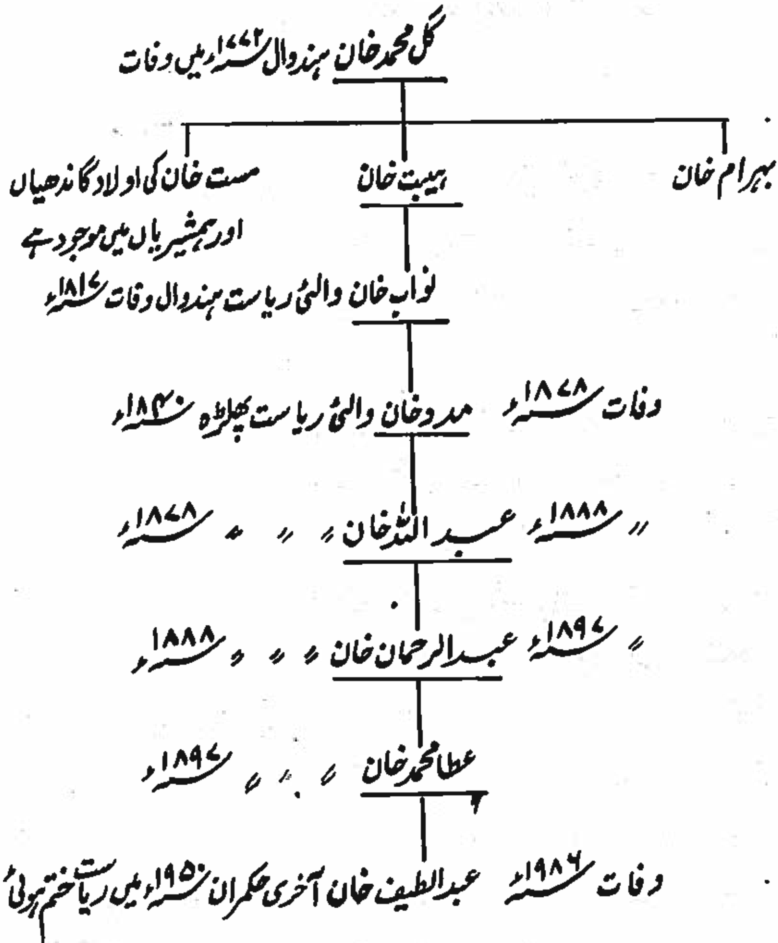
چونکہ سکھوں کی عملداری برائے نام تھی۔ سکھوں نے بہتر سمجھا کہ جہانداد خان کو بھی راضی کیا جائے۔ اور مدد خان جو سکھوں کا طرفدار تھا اُس کو بھی راضی رکھا جائے۔ بناء بریں ریاست پھلڑہ میں مدد خان کی حکمرانی تسلیم کر لی گئی۔ موجودہ ریاست جو امب تھی جہانداد خان کی ریاست تسلیم کر لی گئی۔ اور یہ بات دونوں حکمرانوں نے تسلیم کر لی۔ اس کے بعد ہر دو ریاستوں میں امن قائم ہو گیا۔ جہانداد خان کے تدبر سے گو سرحدی جنگیں ہوئیں لیکن کامیاب رہا اور باہمی تنولیوں کی کشمکش کم رہی۔ اور مدد خان نے بھی ریاست پھلڑہ میں تاحیات تسکین کی زندگی گزاری۔ جب کہ پائندہ خان نے یہ ریاست پھلڑہ مدد خان کو دی تھی۔ لیکن اس کو برقرار نہ رکھ سکا۔ اسی وجہ سے پائندہ خان اور مدد خان کے مابین کشمکش شروع ہوئی۔ جبکہ مدد خان نے سکھوں کے ساتھ مل کر پائندہ خان کا مقابلہ کیا۔ افسوس کہ ان دو بہادر سپوتوں کے مقابلہ کی وجہ سے

قوم تنولی کے وقار کو بہت نقصان پہنچا۔ اگر پائندہ خان برادر مدد خان کے ساتھ بدسلوکی
نہ کرتا تو یہ واقعات رونما ہوتے جن واقعات کی تفصیل پچھلے ابواب میں دی گئی ہے۔ مدد خان بھی نہایت
دلیر، جری، خوش اخلاق صاحب مروت تھا۔ پائندہ خان کی طرح عقلمندی، سیاسی شعور، سنجیدہ، تاریخی
لحاظ سے اچھے کردار کا مالک تھا۔ جب دوبارہ مدد خان ریاست موروثی پر قائم ہوا تو اپنی ریاست
کا انتظام بڑے احسن طریقہ سے کیا۔ جہانداد خان نے اپنے عہد میں اس ریاست کو برقرار رکھا۔
اور نواب اکرم خان نے بھی اپنے عہد میں ریاست پھلڑہ کی حیثیت کو برقرار رکھا۔ مدد خان انگریز
سرکار کا بھی معاون رہا۔

۱۸۵۷ء میں باغی فوج جو سوات سے آرہی تھی۔ اُن کا راستہ روکا۔ ۱۸۵۸ء اس
اُس کو ان خدمات کے صلہ میں خلعت دی گئی۔ ۱۸۶۸ء میں وفات پائی۔ مدد خان کی وفات کے بعد
اُس کا بڑا بیٹا عبداللہ خان والیٔ ریاست پھلڑہ ہوا۔ عبداللہ خان اپنے والد مدد خان کے ساتھ
کئی جنگوں میں شریک رہا۔

عبداللہ خان ایک جرائت مند شخص تھا۔ عبداللہ خان کے دور میں بھی ریاستِ
پھلڑہ کا انتظام بھی احسن طریقہ سے ہوا۔ جبکہ ۱۸۸۸ء میں عبداللہ خان کی وفات ہوئی۔ اُس کا
بڑا بیٹا عبدالرحمان خان جان نشین ہوا۔ ۱۸۹۶ء میں عبدالرحمان کی وفات کے بعد عطا محمد خان
والیٔ ریاست ہوا۔ اور عطا محمد خان نے اپنی تدبیر سے اپنے چچاؤں محمد عمر خان۔ محمد اکبر خان۔
دوست محمد خان، اور غلام حیدر خان کو اپنی ریاست سے اُن کو کئی گاؤں گزارے کے طور پر دیئے
جو موجودہ دور میں اُن کی ملکیت تصور ہوئی۔ یعنی ان کی اولاد بدستور قابض ہے عطا محمد خان بھی
ایک سنجیدہ اور نیک شخصیت تھی۔ بہت سخی اور غریب پرور تھا۔ بعد از وفات اُس کا بیٹا عبداللطیف
خان والیٔ ریاست ہوا۔ اور ۱۹۵۰ء کو ریاست میں انقلاب آیا۔ عبداللطیف خان نے بوجہ
انقلاب اپنی رہائش مانسہرہ میں رکھ دی آخری ایام تنگدستی کے گزارے۔ وفات سے کچھ دن
پہلے اس کا بڑا بیٹا پھلڑہ میں لے گیا۔ جہاں انہوں نے ۱۹۸۶ء میں وفات پائی۔ اِنّا للہ و
اِنّا الیہ راجعون۔

گل محمد خان کا مختصر شجرۂ نسب



باب چہارم

تنولی انگریزی دور میں

شمال

نقشہ بمطابق کتابِ مقدس ۔ باب یوشع نبی

فلسطین اور شام

عہد قضاۃ میں

بنی اسرائیل

بحیرۂ روم

لبنان

نفتالی

منسی بن یوسف

افرائیم بن یوسف

بنیامین

یروشلم

یہوداہ

شمعون

اردن

شرق اردن

جد

عمون

علاقہ موآب

ادوم یعنی اولاد عیسو بن اسحاق

مصر

قاہرہ

تبوک

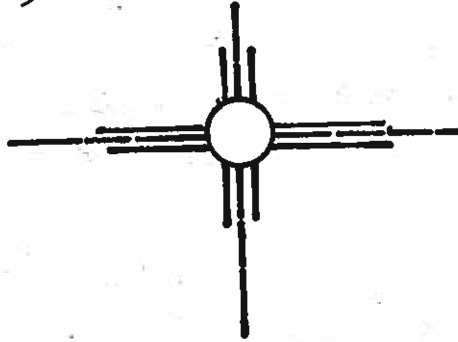
یہ نقشہ پیمانے کے مطابق نہیں۔ صرف مقامات کی نشاندہی اور سمتوں کا اشارہ مقصود ہے۔

نواب جہانداد خان حکمران ریاست تناول ۱۸۴۰ء

جہانداد خان اپنی ریاست تناول ہندوال پر عہد سکھاں ۱۸۴۰ء میں قائم ہوا۔
پیشہ سخاوت کو اختیار کیا بزرگوں سے بھی سخاوت میں سبقت لے گیا۔ عالم میں بڑی شہرت حاصل کی
راوی کہتے ہیں کہ حسب ضرورت ایک شخص نے دُور سے آکر دس ہزار روپیہ کا سوال کیا۔ سردار جہانداد
خان نے دس ہزار روپیہ عطیہ کے طور پر دیدیا۔ ۱۸۴۶ء میں سردار ہری چند حاکم ہزارہ ہُوا تو اُس نے
سندِ پرگنہ بکوالائی۔ بدنہک کے اُس دَور میں پرگنے سکھوں کے قبضہ میں تھے۔ جہانداد خان
کو تحریر کردیا۔ پورا دخل نہیں ہوا تھا۔
۱۸۴۸ء میں جب انگریز آئے تو موجودہ ہزارہ ڈویژن پر قبضہ کرلیا۔ (میجر ایبٹ)
رونق افروز ہوکر دونوں پرگنے جو ابھی تک داخل نہیں ہوا تھا۔ قبضہ دلایا۔ یاغستانیوں سے اچھے
تعلقات تھے۔ اُن کو بھی ذہنی فراست سے فساد بند کرایا۔ اور ۱۸۴۰ء میں حکمران ریاست امب
رہ کر خوشحال و اقبال مندی کے ۱۸ سال ۱۰ ماہ حکومت کی۔ ماہ نومبر ۱۸۵۹ء مطابق ۱۲۵۷ھ کو اسے
دُنیا فانی سے رحلت نصیب ہوئی۔ اس کی قبر متصل پائندہ خان امب میں مدفون تھا۔ اب چونکہ
تربیلہ ڈیم کی وجہ سے امب اور دربند کا علاقہ زیرآب ہے۔ پائندہ خان جہانداد خان، اکرم خان
خانیزمان خان نواب محمد فرید خان کی قبور شیر گڑھ میں منتقل ہوگئیں۔ اگلے باب میں جہانداد
خان کی زندگی کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

پائندہ خان کی وفات کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ نے معرفت سردار ہرنگل سنگھ کے
جہانداد خان کی دستار بندی کرائی۔ سابقہ ریاست تناول ہندوال کا جہانداد خان والیٔ
بنا اور گزارہ کے طور پر علاقہ بھلاڑہ مدد خان کو دیدیا۔ ہر دو حکمرانوں نے رضامندی سے
ایک دوسرے کو تسلیم کرلیا۔ گو اُس وقت ریاست ہندوال پر سکھوں کا برائے نام قبضہ تھا۔
بامر مجبوری سکھوں نے یہ شرائط تسلیم کرلیں جس کی وجہ سے جہانداد خان کے راضی ہونے سے
سکھ ریاست ہندوال پر قبضہ نہ کرسکتے تھے۔ اور مدد خان بھی تمام ریاست کو کنٹرول نہیں کرسکتا

تھا۔ اور یہی معاہدہ جو مابینِ جہاندادخان اور مددخان ہوا تھا۔ وہ آخری وقت تک قائم رہا۔ ہر دو کا آپس میں اتفاق رہا۔ گو معمولی رنجشیں اولاد مددخان وجہاندادخان کے مابین رہیں جو کبھی معمولی طریقے سے ظاہر ہوتی تھیں لیکن کوئی ایسا بڑا واقعہ ظاہر نہیں ہوا۔ جو پائندہ خان و مددخان کے دور میں ہوئے تھے۔ جہاندادخان ۱۸۳۰ء میں یرغمال کے طور پر ہری سنگھ کے پاس مانسہرہ بھیج دیا گیا۔ سات سال تک اپنے دشمنوں یعنی سکھوں کی قید و بند میں گزارے۔ ایک دور ایسا آیا کہ جہاندادخان کو ہری سنگھ نے دورانِ جنگ قلعہ قادر آباد کی توپوں کے آگے باندھ دیا گیا۔ لیکن قوم تنولی کے اس عظیم مجاہد نے صبر و استقامت سے ثابت کر دیا۔ اور قوم تنولی میں جہاندادخان جیسے عظیم لوگ پیدا ہوئے۔ اور ثابت کر دیا کہ اسلام اور اس کی خاطر جان کی قربانی دینے کی صلاحیت موجود ہے۔ میری رائے آج بھی قوم اِس پر جتنا فخر کرے کم ہے۔



حسن زئیوں کا سرحدی چوکیوں پر قبضہ

مہم کاغان کے بعد انگریزوں کا قبضہ کاغان پر ہوگیا۔ تو انگریزوں نے ہزارہ کا نظم و نسق ہاتھ میں لینے کے بعد اپنی ایک مجلسِ انتظامیہ بنائی۔ جس کا نام "پنجاب بورڈ آف ایڈمنسٹریشن" تھا کے مجموعی اختیارات کے تحت محکمے قائم کئے گئے۔ ان میں سے ایک محکمہ نمک کی سرحد پار سے درآمدگی کی نگرانی کرتا تھا۔ محکمہ کے دو مقامی افسروں کو کارنگ اور پیٹلے نے ان راستوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ جہاں ممنوعہ نمک آتا تھا اُن کو رپورٹ "ملی کہ نمک امب کی سرزمین سے گزر کر دریائے سندھ کے اردگرد کے علاقوں میں جاتا ہے" دورانِ تفتیش وہ حسن زئیوں کے آزاد علاقہ میں جا پہنچے۔ حالانکہ انہوں نے افسرانِ مجاز کی مرضی کے خلاف کارروائی کی تھی۔ بعض نامعلوم افراد نے اِن دونوں کو قتل کر دیا۔ جن کا شبہ تھا کہ اُنہیں حسن زئی قبائلیوں نے قتل کیا ہے۔ جبکہ حسن زئیوں کو بھی یہ شبہ ہوا کہ ہماری نمک کی تجارت متاثر ہوگی۔ اس فعل کو حسن زئیوں نے اپنے حق میں ناجائز قرار دیا۔ جبکہ انگریزوں نے جہانداد خان اور اُن کے جاگیردار حسن زئی قبائل تھے۔ شبہ ظاہر کیا گیا کہ بمعہ جہانداد خان کے حسن زئی اس قتل کی سازش میں شریک ہیں۔ اور انگریزوں نے مطالبہ کیا کہ اس کے علاقہ میں جو حسن زئی رہتے ہیں انہیں بطور یرغمال دیئے جائیں۔

"تاریخ ہزارہ کے صفحہ نمبر ۲۷۹ کے مطابق جہانداد خان نے وہ حسن زئی جو اس کے ملک میں رہتے تھے۔ دینے سے انکار کر دیا۔ جبکہ حسن زئیوں نے دو انگریز افسروں کو قتل کر دیا تھا۔ اس بات کے باوجود کہ اُس وقت جو دشمن تھے۔ یعنی حسن زئیوں کو اکسایا اور انہوں نے ریاست ہندوال کی دو چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ جبکہ سرحدی چوکیوں پر بہت تھوڑے بد قسمتی یعنی کارندے اور چوکیدار تعینات تھے۔

یہ واقعہ یعنی دو انگریز افسروں کا قتل کوہ وسیاہ کی مہم کا پیشِ خیمہ بنا۔ اُدھر جہانداد خان نے اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا۔ بعد از منظوری گورنر سرحد ۱۸۵۱ء بہ کمک انگریزی سپاہیوں کے کرنل میکسن کی سرکردگی میں جن میں ایک دستہ پولیس و فوج شامل

تھی۔ باقی سب تناولی لشکر تھا۔ جہانداد خان ہمراہ سرکاری فوج کے ساتھ مل کر حسن زیئوں کو شکست دی اور انگریزی فوج نے حسن زیئوں کا گاؤں جلا دیا۔ اور ریاست ہندوال کی سرحدی چوکیوں چمبیڑی اور شنگلائی سے حسن زیئوں کو نکال دیا۔ عنایت علی جو سھانہ میں قیام کیے ہوئے تھے انہوں نے حسن زیئوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسن زئی ہوں۔ قبائیوں کو حسن زیئوں کا۔ بدلہ لینے پر اُکسایا۔ اور وہاں بمعہ قبائل حسن زیئوں کے حملہ کر کے کوٹلہ قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جبکہ اس دور میں سعی کر رہے تھے۔ تناول پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کی جائے۔ عنایت علی صاحب نے اپنے رفقاء سے مشورہ کر کے یہ کام شروع کیا تھا۔

آخر ۱۶ فروری ۱۸۵۳ء کو عنایت علی صاحب کو اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ اور تنولی لشکر نے کوٹلہ قلعہ میں داخل ہو کر حملہ کر دیا۔ اور ایک دستہ میجر ایبٹ کی کمان میں آیا تھا۔ جب تناولی لشکر کوٹلہ پہنچا۔ عنایت علی کی فوج جو کرم علی کی زیر کمان قلعہ میں داخل ہوئی تھی۔ سب راہیٔ ملک عدم ہوئے۔ صرف عنایت علی فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔ قلعہ میں جو اسلحہ تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ عنایت علی کوٹلہ کی لڑائی میں فرار ہونے کے بعد علاقہ چملی تواگی میں آباد ہوا۔ کچھ عرصہ بعد سوات چلے گئے۔

غلام خان ترین کی رہائی کے لیے قلعہ ہری کشن گڑھ وارہ پر فوج کشی غلام خان ترین والیٔ ریاست تناول جہانداد خان کا دوست تھا۔ دوران فوج کے جانے کے بعد میجر ایبٹ نے غلام خان ترین کو ہری پور قلعہ میں بند کر دیا۔ غلام خان ترین کی خبر جب جہانداد خان والیٔ ریاست تناول کو ہوئی تو جہانداد خان اپنی ملکی سپاہ کے ساتھ ہری پور پہنچا۔ جب میجر ایبٹ کو اطلاع ہوئی تو جہانداد خان بمعہ اپنی فوجوں کے ہری پور آ رہا تھا۔ تو اس نے غلام خان ترین کو قلعہ ہری پور سے نکال کر اٹک بھیج دیا۔ (تاریخ ہزارہ صفحہ نمبر ۱۴۲ پر میجر ایبٹ کی ڈائری)

نواب امب کا وکیل جہانداد خان نواب صاحب کو اکسا رہا تھا کہ اپنے دوست غلام خان ترین کو طاقت کے زور پر رہا کرنے کی کوشش کرے۔ اتفاق سے ایسا ہی ہوا کہ جہانداد خان کافی پیدل اور سوار فوج لے کر ہزارہ میں داخل ہوا۔ جس نے غلام خان ترین کو قلعہ ہری کشن سے نکال کر اٹک پہنچا دیا گیا۔ لیکن میں نے بغیر اجازت اس طرح آنے سے معذرت کی۔ لیکن میری پارٹی

غلام خان ترین کو لے کر اٹک پہنچ گئی تھی۔

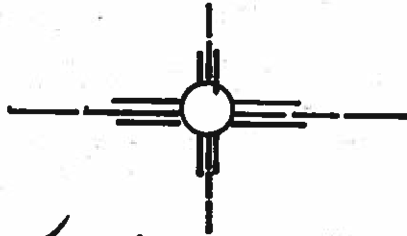
میجر ایبٹ کی ڈائری تصدیق کرتی ہے کہ جہاندادخان نے اپنے ایک دوست کی خاطر قلعہ ہری کشن پر حملہ کرنے کے لیے آیا تھا لیکن اُس کو انگریزی فوج نے نکال کر اٹک پہنچا۔ یہ تھا جہاندادخان کا کردار جو اپنے دوست کے لیے ہر قربانی پر تیار تھا۔

؎ دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست ٭ در پریشانی مالی درماندگی۔

تاریخ ہزارہ صفحہ نمبر ۲۷۸۔ پائندہ خان کی وفات کے بعد جہاندادخان نواب ہوا۔ سکھوں کی پہلی جنگ کی وجہ سے سکھوں میں افراتفری تھی۔ نواب جہاندادخان نے اس سے فائدہ اٹھاکر ۱۸۴۶ء میں اپنے آبائی قلعے جو سکھوں کے قبضے میں تھے حملہ کرکے واپس لے لیے۔ لیکن دُور اندیشی کی بنا پر شاید سکھ دوبارہ حملہ آور نہ ہوں۔ اُن کے مغلوب سپاہیوں سے اچھا سلوک کیا۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ ظاہر ہوا۔ جنگ کے اختتام پر ہزارہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا گیا۔ اس کی طرف سے دیوان ہری سنگھ مالیہ جمع کرنے کے لیے آیا تو اُس نے جہاندادخان کو اُس کے آبائی علاقے اُس کے سلوک کے پیشِ نظر بمعہ کولائی۔ بدنہک اس کو جاگیر میں دیدیا گیا۔ جب ہزارہ سکھ دربار کو دیدیا گیا تو سکھ دربار کی طرف سے جب میجر ایبٹ ہزارہ میں آیا کہ بندوبست و انتظام کرے تو نواب جہاندادخان پہلے پہل میجر ایبٹ کے پاس نہ آیا۔ جب سلم کھنڈ فتح ہو تو طاہر خیلی کی طاقت منتشر ہو گئی اور اس نے بھی اطاعت کی طرف قدم اٹھایا۔

سال ۱۸۴۷ء میں ہری پور میں میجر ایبٹ کے پاس آیا تو میجر ایبٹ نے اُس کی آبائی جاگیر بمعہ کولائی بدنہک نواب صاحب کے نام منتقل کردی۔ لیکن کولائی کا انتظام براہِ راست اپنے ہاتھ میں رکھا۔ نواب جہاندادخان اُس کے بعد انگریزوں کا معاون رہا۔ اس کے باوجود چتر سنگھ نے بغاوت کردی۔ اور بڑی سعی کی۔ اور ترغیب دی۔ لیکن وفادار رہا۔ اگرچہ بعد میں اس نے حسن زئیوں کو جو اس کے علاقے میں رہتے تھے۔ بطورِ یرغمال دینے سے انکار کردیا۔ جب انگریزوں کے "کارن اور ٹیپ" دو افسروں کو قتل کردیا تھا۔ پھر یہ واقعہ کوہ سیاہ کی مہم کا پیشِ خیمہ بنا۔ ۱۸۵۷ء میں نواب صاحب نے اپنی ریاست میں اپنے قلعوں کو مضبوط کیا۔ اور امن وامان برقرار رکھا۔ اور انگریز سرکار کی امداد کے لیے سپاہی بھی مہیا کیے۔

۱۸۵۸ء میں حملہ ستھانہ میں وہ خود اپنی فوج کی کمان سنبھالی اور اس کے صلہ میں نواب کا خطاب پایا۔ اور پانچ ہزار روپیہ کی خلعت کی سفارش کی گئی۔ لیکن اس کی منظوری سے پہلے ہی وفات پائی۔ وہ اچھی سیرت کا مالک تھا۔ لیکن شجاعت و دلیری میں اپنے باپ سے بہت کم تھا۔ وہ اپنے وزیروں کے ہاتھ میں تھا۔ خاص کر لوستان خان جس کے حق میں شبہ تھا کہ مسئلہ متذکرہ بالا قتل میں دو انگریزوں میں اُس کا ہاتھ تھا۔ آخر کار سیاسی قیدی کی حیثیت سے لاہور جلاوطن کردیا۔



قتل قاضی غلام احمد رئیس سکندر پورہ

روایت مصدقہ ہے کہ سرداران سندیا۔ والوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو باہمی مشورہ سے قتل کر دیا تو دربارِ لاہور میں ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ اُس وقت حاکم علاقہ ہزارہ دوسری بار دیوان مولراج آیا۔ مختصر باستماع خبر فساد لاہور ۱۸۴۵ء میں سب سے پہلے نواب خان پلال، سردار حسن علی کرڑال، خانیزمان خان طاہرخیلی، غلام خان ترین، صالح ملک مشوانی سری کوٹ اور دیگر رئیسانِ علاقہ نے متفق ہو کر سید اکبر شاہ ستھانہ کو بادشاہ مقرر کر دیا۔ اور ملکی سپاہ فراہم کر کے سکھوں کا قلع قمع جس قدر کرتے تھے مکمل طور پر تباہ کر دیتے اور سکھوں کے قلعوں میں جو مالِ غنیمت ملا تھا وہ نواب خان شنگری کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ ملکی سپاہ پر خرچ کرے۔ دیوان مولراج خوفزدہ ہو کر سکھوں کی دو پلٹنیں اُس کی تحویل میں تھیں۔ قلعہ ہری کشن میں محصور ہوا۔ قاضی غلام احمد رئیس سکندر پورہ جو عدالتِ سکھاں کا مجسٹریٹ تھا۔ وہ بھی بہ سبب خوف قلعہ میں مع اہل وعیال پناہ گزین ہوا۔ اور لالہ مہتاب سنگھ کاردار و دیگر رعایا کے لوگ سر بلند خان شنگری جس کا وسیلہ تھا وہاں پر پناہ گزین ہوئے۔

ملکی سپاہ نے پانی کھنڈر نگیلا کا جو ہرکشن گڑھ میں جاتا تھا۔ توڑ کر دریائے دوڑ میں ڈال دیا۔
فوج سکھاں پانی کی تنگی کی وجہ سے قلعہ سے نکل کر پانی کے اوپر جنگ شروع کر دی اور دیوان مولراج
کی جانب لاہور فرار ہو گئے۔ اس طرح ہزارہ میں بغاوت شروع کر دی۔ ہر ایک شخص خودسر ہوا۔
اسی اثنار میں میجر ایبٹ ہزارہ تشریف لائے۔ اور اسی دوران چتر سنگھ نے بھی شورش کر دی۔
اُس وقت جو لوگ سکھوں کے ساتھ تھے وہ سب اپنے گھروں کو چلے گئے۔

سربلند خان مرضِ اسہال کی وجہ سے فوت ہوا۔ اور سردار نواب خان جوڑا
پنڈ سے جانب کھبل روانہ ہوا اور وہاں ہی پناہ گزین ہوا۔ میجر ایبٹ نے نواب خان کو علاقہ
کھبل سے طلب کیا اور جاگیر موروثی جوڑا پنڈ کی عطا فرمائی۔ اور بعد ریاست شنگری پر
براجمان ہوا۔ جو موروثی ریاست نواب خان کی تھی ۱۸۴۵ء میں قاضی غلام احمد حسب معروف
موضع رجوعیہ سے مانگل کی طرف گیا۔ اتفاقاً بوستان خان بن رحم خان جدون مع چند اور
آدمیوں کے مانگل میں موجود تھا۔

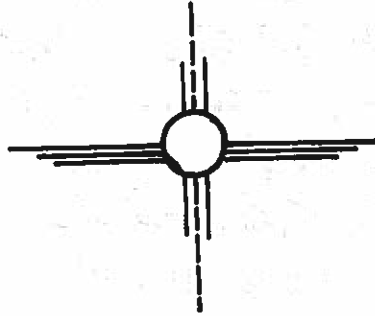
قاضی غلام احمد نماز پڑھ رہے تھے کہ بوستان کے کہنے پر "سرو" نام کے
نوکر نے بسبب عداوت قتل کر دیا۔ دیوان مولراج کے حکم پر مسمی رحم خان ولد بوستان خان
کو جرم گاؤ کشی میں پھانسی دی گئی اور اہلِ ہنود نے پھانسی دے کر گھاس ڈال کر جلا دیا تھا۔
دراصل بوستان خان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ میرے والد کو پھانسی قاضی غلام احمد نے دلوائی ہے
حالانکہ قاضی غلام احمد ماسوائے مقدمات گاؤ کشی کے اور کیا کرتے تھے۔ قاضی صاحب کی تجہیز و
تکفین موضع ڈھیری میں کی۔ اور قاضی موصوف نہایت بامروت اور عالی المرتبت شخصیت کے حامل تھے
قاضی صاحب عملداری سکھاں ۱۸۴۱ء میں بعہدہ قضاۃ مقرر ہوئے تھے۔ اور
۱۸۴۵ء تک ماسوائے گاؤ کشی کے تمام مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ دیوان مولراج نے
جب صوابی میں ایلیں پائندہ خان سے ملاقاتی ہوا تو قاضی صاحب ہمراہ دیوان مولراج تھے۔ اُسی
دوران قاضی صاحب نے اچھا کردار ادا کیا تھا۔ جناب قاضی صاحب بہترین شیریں سخن اور بلند
پایہ عالم تھے۔ انہوں نے تین فرزند چھوڑے جن کے نام یہ ہیں۔ قاضی سید عالم۔ میر عالم اور نور عالم
تھے۔ پھر اس کے بعد قاضی میر عالم خواندہ رفاہ علم جو ایک نیک انسان تھے سپرنٹنڈنٹ ضلع مقرر ہوئے

وادی کاغان پر انگریزوں کا قبضہ ۱۸۵۲ء

سادات کاغان کے سخت سلوک کی شکایات کاغان کے گوجروں نے میجر ایبٹ سے کیں۔
اور جاسوسوں نے میجر ایبٹ کو یہ اطلاع بھی دی کہ سادات کاغان کے مجاہدوں سے مل کر بغاوت کی تیاریاں
کر رہے ہیں اور ڈھونڈ قوم کو اکسا رہے ہیں۔ لہٰذا میجر ایبٹ نے ضامن شاہ رئیس کاغان کو گرفتار
کر کے اپنے ساتھ ہری پور میں رکھا۔ لیکن ضامن شاہ کی درخواست پر "بورڈ آف ایڈمنسٹریشن" نے
لاہور سے ضامن شاہ کو ضمانت پر رہا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور میجر ایبٹ نے اُسے رہا کر دیا مگر
اُس کے لڑکے کو اپنے پاس رکھا۔ چنانچہ وہ بھی بھاگ کر کاغان چلا گیا۔ حالات بگڑتے چلے گئے۔ یہاں
تک کہ کمشنر پشاور کرنل میکسن ہزارہ آیا تو سید ضامن شاہ اُس کے بلانے پر اُس کے پاس نہ آیا۔
لہٰذا ایبٹ کو فوج کا ایک دستہ دے کر بالاکوٹ سے کاغان بھیجا۔ لیفٹیننٹ پیرس ایک اور دستہ
لے کر کمشنر کے ساتھ کاغان کی طرف آیا۔ اور نیوی کے سپاہی وادی بھوگر منگ کی طرف براستہ
موسیٰ دا مصلیٰ کی طرف سے چڑھ کر کاغان کی طرف بڑھے۔ سادات نے کوئی مقابلہ نہ کیا۔ بلکہ اطاعت
قبول کر لی۔ سزا کے طور پر ساداتِ کاغان کو کاغان سے مُلک بدر کر دیا۔ اور تا حکم ثانی پکھلی میں
رہنے کا حکم دیدیا۔

مہم کے دوران میجر ایبٹ کی یہ تجویز تھی کہ کاغان میں پولیس چوکی قائم کی جائے۔
تاکہ علاقہ میں امن قائم ہو جائے۔ کمشنر کی رائے تھی کہ پہلے سڑک بنائی جائے تاکہ بوقتِ ضرورت
اس چوکی کو فوری طور پر امداد دی جائے۔ دو افسران کا اختلاف رہا۔ آخر میجر ایبٹ کو ہزارہ سے
جانا پڑا۔ لیکن وادی کاغان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ (بحوالہ کتاب "ہندوستان میں وہابی تحریک")
ڈاکٹر قیام الدین نے شمال میں وادی کاغان کے سادات بالخصوص وہاں کے سید ضامن
شاہ سے جو وہابیوں کا زبردست حامی تھا۔ جھگڑے بھی مول لیے۔ بظاہر سادات کے خلاف جھگڑے
کا سبب ان کے بعض گوجر اسامیوں کی اُن مظالم کے خلاف شکایت تھی۔ مگر یہ محض ایک بہانہ تھا
کیونکہ تحقیقات کے دوران صرف سادات کے دشمنوں کی داستان پر کان دھرتا تھا۔

اصل سبب یہ شبہ تھا کہ سادات وہابیوں سے ساز باز کرتے تھے۔ یہ وہابی دوسرے قبائل جیسے ڈھونڈ وغیرہ کو انگریزوں کے خلاف عام شورش برپا کرنے کے لیے اکسا رہے تھے۔ ایک فوج جو چھ رجمنٹوں چھ توپوں اور بہت سے قبائلی رنگروٹوں پر مشتمل تھی۔ سادات کے خلاف بھیجی گئی اور ان کو شکست دیدی گئی۔ سید ضامن شاہ کو بے دخل کیا گیا اور وادی کاغان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ فوری مقصد حاصل ہو گیا۔ تو میجر ایبٹ اور اُس کے بالا دست افسران کے مابین مزید اقدامات کے لیے سوچ و بچار شروع ہوا۔



بابا اخوند سلاق

وُہ طوغہ کے تھے یعنی طوغہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ طوغہ خیل میں ترین افغان ہیں ان کے والد ماجد علاقہ خٹک میں مقیم تھے۔ اخوند سلاق جوکہ ابراہیم لودھی کی کوشش سے تنولیوں کے سربراہ چاڑہ خان کو تلوار اور ممارا خان کو بیش فیض عطا کی اور کہا کہ جاؤ فتح ہوگی۔ تنولیوں کے لشکر کو ۱۴۲۷ء میں ترک کی بارہ ہزار فوج پر غلبہ پاکر یہ علاقہ فتح کیا۔ اور اس علاقہ کا نام تناول رکھا۔ اُن کے چار فرزند تھے۔ جن کے نام یہ ہیں :- میاں بابا۔ شیخ بابا۔ باجا بابا اور سیری بابا۔ اِن کی اولاد بٹگرام میں ہے۔ اور کچھ علاقہ کلائی پورن میں آباد ہیں سیری بابا کی اولاد سیری نزد دارتنگ اور کابل گرام میں آباد ہے۔ شیخ بابا کی اولاد دریائے سندھ کے اُس پار مشرقی جانب دوڑمیرہ میں آباد ہے۔ باجا بابا کی اولاد سیری علاقہ پورن میں آباد ہے۔

اخوند سلاق بابا کی اولاد میرا احمد خیل کے ساتھ مرغز میں آباد ہے جو اخون خیل مشہور ہیں اور ان کے کچھ گھرانے موضع چمینی میں آباد ہیں۔ علاقہ گدون میں اور رہایش کے اوپر جلولہ بتہ بابا زئی اور موضع درہ تحصیل صوابی میں مقیم ہے۔ علاقہ کونش مانسہرہ "ملوکڑہ" بٹل میں کچھ گھرانے آباد ہیں۔ اور ان کے خاندان (طوغہ) موضع جنگدرہ۔ خدوخیل کے ساتھ رہتے تھے

اخوند سلاق کے بھائی پیر سباق کا مزار شریف بلگرام موضع رستم کے نزدیک سکنہ بازار میں واقع ہے اور اخوند سلاق بابا کا مزار کابل میں ہے۔ یہاں پر انہوں نے بلکہ تمام افغان علاقہ میں اسلام کی خدمت ہے۔ علاقہ چملہ۔ کوریا جسے پہلے کورہ کہتے تھے۔ بذبان اخوند سلاق کی اولاد سیدّ جہاں شاہ کا تعلق اخوند سلاق بابا کی اولاد سے ہے۔ اُن کی زیارت کابل گرام میں ہے یہ تینوں گاؤں چینئی۔ میانہ۔ کدالہ۔ کابل گرام کوریا میں ہمارے پانچ خاندان آباد ہیں۔ چینئی میں اخوند زادہ صاحب کے نواسے آباد ہیں۔ (بی بی حمدہ) اُن کی اولاد سے بڑوچھ سے شجرہ نسب لایا۔ علاقہ سمہ بڑوچھ میں رہتے ہیں۔ یوسف زئی۔ منڈسری۔ اکانڈئی۔

برکزئی۔ مداخیل۔ تنولی دریا کے اُس پار بیلی۔ جیلانی ایک پیمانہ غلّہ بطورِ نذرانہ دیتے ہیں۔ تناول میں لوگ تقریباً ایک پیمانہ غلّہ دیتے ہیں۔ چملہ کا تمام علاقہ بطورِ عزت شاہ کا لقب دیتے ہیں۔ شاہ جہان شاہ بن سید نجیب شاہ بن عمر شاہ بن لنقول شاہ سکنار کوریا علاقہ بونیر چملہ۔

اخوند درویزہ صاحب

آپ کے بزرگوں میں سب سے پہلا شخص جو لمغان سے آیا تھا ننگرہار میں جیون بن عنبی تھا۔ جیون بن عنبی جدِ امجد جناب اخوند درویزہ صاحب کا تھا۔ ۹۲۰ھ بمطابق ۱۵۴۱ء میں جب یوسف زئیوں نے سوات اور بونیر کے علاقہ پر قبضہ کیا تو تقسیم قوم میں (شیخ مل) نے اراضی خود تقسیم کرتے ہوئے بزرگی کے پیشِ نظر تیس آدمیوں کا حصہ دیا۔ حضرت اخوند درویزہ کے والد شیخ گدائی اگرچہ علماء میں شمار نہیں ہوتا مگر بزرگوں میں مقام ضرور حاصل تھا۔ وہ علماء دوست تھے۔ آپکی والدہ ماجدہ بی بی قرارہ بھی نیک سیرت اور پاک دامن عورت تھیں۔ اِن سے کبھی نمازِ فرض اور نمازِ تہجد بھی قضا نہیں ہوئے جیون کے سات فرزند تھے اِن میں سے ایک کا نام (ہستہ تھا) کے بیٹے احمد اور احمد کے بیٹے کا نام دوغان تھا۔ دوغان علاقہ مہمند سے نکل کر علاقہ یوسف زئی میں آیا تھا۔ موضع باپینی میں سکونت اختیار کی۔ دوغان کا بیٹا سعدی کا بیٹا شیخ گدائی کا بیٹا اخوند درویزہ تھا۔ آپ علاقہ بونیر میں اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر آئے، وہاں نورانی چہرے تھے۔ انہوں نے کہا احسن الطالقین۔ رب العالمین پھر وہ غائب ہو گئے۔ آپکی والدہ نے کچھ شیرینی دے کر مولانا محمد احمد کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کے یہ پہلے استاد تھے۔ بیعت پیر بابا۔ سید علی ترمذی سے ہوئی آپ نے علم فقہ و تاریخ کی کئی کتابیں لکھیں۔ روحانی فیض ہوا۔ کئی لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ عمر کا آخری حصہ علاقہ یوسف زئی سے نکل کر پشاور میں گزرا۔ آپ کی وفات ۱۰۴۸ھ بمطابق ۱۶۳۸ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار پشاور سے جنوب مشرق کی طرف ایک میل

کے فاصلہ پر ہزارخوانی روڈ پر واقع ہے۔ یہ قبرستان ۵۰۰ ایکڑ پر محیط ہے اور یہ آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ روایت ہے جو بچہ کند ذہن ہو وہ آپ کے مزار پر پانچ یا سات مرتبہ قرآن پاک کی تلاوت کرے تو اللہ کے فضل سے اس بچے کی زبان میں روانی پیدا ہو جاتی ہے۔

شجرۂ نسب اخوند درویزہ بابا

جدِّ امجد اخون درویزہ بابا ـــ جنتی بابا

جیون بابا

متہ بابا

احمد بابا

روغان بابا علاقہ یوسف زئی پابینی میں آباد ہوئے۔

شیخ گدائی کو اراضی بوقت تقسیم دی گئی۔

بابا محمد ابن عرف درویزہ بابا

میاں کریم داد عرف شہید بابا۔ مزار شریف سوات میں

میاں دولت بابا

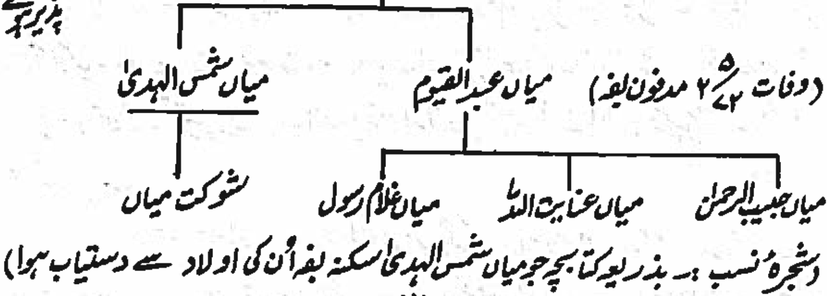
میاں حافظ بابا

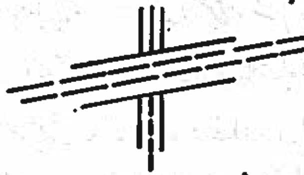
میاں قریب اللہ بابا

میاں عبداللہ بابا

میاں معصوم اللہ بابا

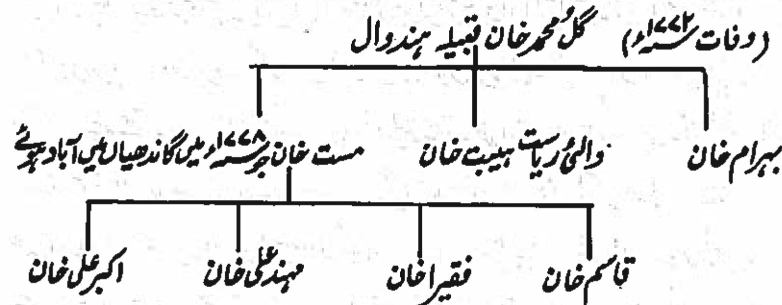
(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)





شجرۂ نسب مست خان

علاقہ پکھلی گاندھیاں بموجب صورت دیہی گاندھیاں سنہ ۱۸۷۱ء پرگنہ پکھلی



گاندھیاں بعینہٖ دیہہ ہٰذا وراثتِ قوم سواتی گوت سرکی مشہور رہے۔ عہدِ اسلام میں کسی وارث کا عمل دخل نہیں ہوا۔ اُس وقت تنولی خان اکثر مار دھاڑ کیا کرتے تھے (مست خان) ہمارا احواری صاحب قوم تنولیوں میں سے تھا۔ بصیغہ دیہہ ہٰذا کو دخل پاکر بنجر اور غیر آباد زمین کو اپنے اثر سے آباد کیا۔ اصل وارثین سے کوئی بھی دخل نہ مانع حصول بصیغہ کا ہوا۔ بلکہ وارثینِ قوم سواتی نے اس امر کو غنیمت سمجھا۔ سمجھ کر اپنی پناہ تصوّر کرلی۔ عملداری سکھاں میں جو کبھی باہم سکھوں اور تنولیوں میں لڑائی ہوتی تو زور پکڑ لیتا تھا۔ اسی صورتحال کے تحت اس کے

ہاتھوں بے دخل ہو جاتا۔ مگر جلد ہی قابض ہو جاتا۔ ان ایام میں بے دخلی میں منجملہ مالکان نہ کوئی آیا۔ اور نہ ہی کوئی متخواستگار ملکیت ہوا۔ اپنی زندگی میں بمعہ چار پسران کے فقیرا خان پسر کلاں کو ہمشیریاں میں آباد کیا۔ باقی پسران قاسم خان۔ مہندلی خان اور اکبر علی خان بعد از وفات دیہہ ہذا پر قابض رہے۔ باہمی کوئی تقسیم نہیں ہوئی۔ اس وقت اراضی مقبوضہ قبضہ بالا ۲۰ دسمبر ۱۸۷۱ء مالکان کا قبضہ قرار دیا۔

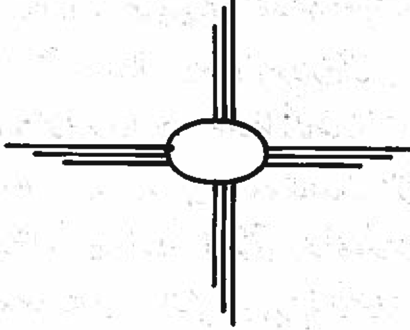
(۲) مست خان مورث اعلیٰ ویران جگہ کو عہد اسلام میں آباد کیا۔ عملداری سکھاں میں پائندہ خان امب والا نے بسبب خصومت سکھاں تین مرتبہ اس گاؤں کو جلایا۔ مگر مورث اعلیٰ جلانے کے بعد آبادی کو بدستور آباد کر لیتا تھا۔ اسی وجہ سے بے دخل نہیں رہا۔ (طوطا خان) جبا گوجر، شیر علی، سبز علی اور معز اللہ ساتھ شامل ہوتے اور اولاد اُن کی بدستور رہی۔

"**وجہ تسمیہ گاؤں**"۔ پہلے کسی کافر گاندھے نام اپنے نام پر آباد کیا جو بعد میں آبادی گاندھیاں کے نام سے مشہور رہا۔ عملداری اسلام میں مالیہ جو وصول ہوتا تھا۔ اُسے مست خان خود کھاتا تھا۔ مگر جب کوئی حاکم اس راستہ سے کشمیر کو جاتا تھا جو قوم سواتی بطور نذرانہ جمع کر کے دیتی جس میں یہ علاقہ شامل ہو کر از خود ادا کرتا تھا۔ عملداری سکھاں میں کاردار سکھاں رہا۔ معاملہ بروئے ٹکن ملحقہ علاقہ سے وصول کرتا تھا۔ مگر ہم مالکان خود مالیہ سرکاری سکھاں ادا کر دیتے تھے۔ اور مزارعین سے پہاولی لیتے تھے۔ عملداری سرکار۔ جنس۔ نقد منجملہ مالکان کے قاسم خان ولد صفدر علی خان نمبردار ہو گیا۔ بدستور مالیہ وصول کرتا رہا۔ مست خان نے جو کہ عہد اسلام میں گاندھیاں و ملحقہ علاقہ پکھلی۔ لنگ۔ میراجیا۔ ہمشیریاں۔ بالوڈھیری و تنولی چک لیسٹر کوٹ پر بدستور قابض رہا۔ جس کی اولاد گاندھیاں ہمشیریاں اور پرگنہ پکھلی میں آباد ہے۔ تنولی چک قبضہ کردن ۱۸۸۳ء بمطابق صورت دیہی تنولی موضع لیسٹر کوٹ قانون نمبر ۵ ۱۸۸۳ء بعد از قحط کلاں۔

(تنولی) | عبداللہ ولد عزیز | بندوبست ۱۸۷۲ء
حقوق مستثنیٰ

تفصیل انساب مع تشریح

یہ کُل ساکنان موضع گاندھیاں کے ہیں۔ علاقہ شنکیاری اراضی موسومہ کنگڑ پیرا علیحدہ بطورِ چک محدود ہے اور شامل مختص لبڑ کوٹ ہے۔ سب کتابی ہیں اور اصل زمین کا حال یہ ہے کہ عہد سکھاں میں جس کو تخمیناً عرصہ چالیس سال یا کم و بیش گزارے ہیں۔ اِس زمین کنگڑ پیرا کا ٹھیکہ بنام مست خان باپ قاسم خان کی طرف سے زمین چکوتہ پر رکھاتے تھے۔ اب اکتیس سال سے پٹہ تحریر کردہ اسّی روپیہ ڈبل مقرر ہوا۔ قاسم خان نمبردار کو زمین دیدی۔ اور ہمیشہ کے لیے اِس زمین کا نفع و نقصان قاسم خان کا ہے۔ اگر سرکار سے کمی بیشی ہو تو اُس کا ذمہ دار بھی قاسم خان کا ہے۔ اور باقی زمیندار کاشتکار قاسم خان کے ہیں۔ بیدخلی چکوتہ کا اختیار قاسم خان کو ہے۔" نور عالم پٹواری"



مُست خان کی آمد علاقہ پکھلی قبضہ کردن گاندھیاں ۱۷۶۸ء

بعد از وفات گل محمد خان ۱۷۷۲ء جن کے تین فرزند تھے۔ ہیبت خان۔ مست خان اور بہرام خان۔ بڑے فرزند ہیبت خان کی دستار بندی ہوئی۔ مست خان کو علاقہ کھن میں حصہ داری مندرجہ دیہات دیئے گئے تھے۔ ملور باندھی۔ اڑیالہ۔ چرکوٹ۔ چوڑاکوٹ۔ گلی کوٹ اور نواں شہرہ (سہرا) وغیرہ دیئے گئے تھے۔ ببک سہرا کی دی گئی۔

گل محمد خان گلی میں رہائش پذیر تھے۔ علاقہ کھن (علاقہ کُل ابھی گلی بدرال کا ملحقہ علاقہ حصہ داری گل محمد خان کی تھی۔ ہندوال ریاست کی سرداری گل محمد خان کی تھی۔ جبکہ ہیبت خان کی شادی صوبہ خان پلال والئی لوئر تناول تھا۔ مست خان کی شادی صفی اللہ خان بن مظفر خان بن رحمت خان ہندوال تنولی سے کرائی گئی۔ بہرام خان کی شادی کے متعلق تحقیق کی گئی لیکن معلوم نہ ہو سکا۔ بہرام خان لاولد تھا۔ نرینہ اولاد کوئی نہ تھی۔ بلکہ ایک دُختر تھی۔ جس کی شادی سادات ستھانہ کے خاندان کے ساتھ ہوئی۔ بنا بریں بابا بہرام خان تنولی جو کہ ۱۳۰ سال سے زائد عمر پاکر وفات پائی۔ جو کہ سید احمد شہیدؒ کے ایک دستہ کا انچارج تھا۔ بالاکوٹ کی جنگ میں اس لیے بچ گئے کہ یہ ہراول دستہ کے طور پر سید احمد شہیدؒ کے حکم پر کشمیر کی جانب چلے گئے تھے۔ ۱۹۲۵ء میں بمقام ستھانہ وفات پائی اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔

جب سید احمد شہید سے تنولیوں کی جنگ ہوئی تو بابا بہرام خان سید احمد شہید کے ساتھی تھے۔ بلکہ بالاکوٹ کی جنگ میں بوقتِ شہادت سید احمد شاہ بریلوی کے ہمراہ تھے۔ ''سیرت احمد شاہ بحوالہ کتاب جہر'' کے کچھ بیان بابا بہرام خان تنولی کے متعلق درج ہے۔ یعنی اُن کی زبانی شہادت کے کچھ واقعات قلمبند ہوئے ہیں۔ جب ہیبت خان سردار قوم تنولی ہوا تو گلی بدرال اور علاقہ کھن اور کل کے علاقہ سے بھائیوں کو حصہ داری نہیں دی گئی۔ بلکہ رحمت خان ہندوال تنولی کا علاقہ حصہ داری میں پہلی تقسیم میں دیا گیا تھا۔ اُس میں سے چھ مواضعات دیئے گئے۔ چونکہ مست خان کی شادی بھی اِسی خاندان کے رحمت خان کی پوتی سے ہوئی تھی۔

بنا بریں رحمت خان کی اولاد نے بہ مواضعات دینے پر رضامندی بھی ظاہر کر دی تھی۔ اور مست خان کی خانگی کو بھی تسلیم کر لیا تھا۔ باوجود اس بات کے مست خان نے علاقہ تناول میں رہنا پسند نہ کیا۔ چونکہ مست خان کا مطالبہ تھا کہ مجھے جو جائیداد دینی ہے تو اپنے والد صاحب کی جائیداد سے دی جائے لیکن اس بات کو ہیبت خان نے تسلیم نہ کیا۔ اسی بات سے ناراض ہو کر علاقہ پکھلی میں آکر سکونت اختیار کی۔

اب واقعات آمد علاقہ پکھلی کے متعلق بیان کئے جائیں گے۔ مست خان نے بالاتفاق سیدو خان ہندوال تنولی اور اولاد رحمت خان جو نانیال تھے۔ مشورہ کر کے صوبہ خان پلال تنولی کا آخری دور تھا اور بہوہار زبردست خان عرف صوبہ خان پلال تنولی کے پاس آئے۔ اُس دور میں صوبہ خان کی خانگی تمام تناول اور علاقہ پکھلی پر تھی۔ باہمی مشورہ سے علاقہ شیروان میں بوچھی اور کالاکوٹ میں قیام پذیر ہوئے۔ اور علاقہ کھن میں نمشیرہ میں سکونت پذیر تھے۔ اُسی دوران مانکرائے میں سید نوری بادشاہ ولی اللہ تھے۔ بمعہ اپنے ننھیال کے بیعت ہوئے اُسی دوران ایک تلوار سید نوری بادشاہ نے مست خان کو عطا کی۔ اور ایک پگڑی بھی دی اور دُعا دی کہ اب علاقہ پکھلی میں جاؤ خُدا وندکریم تم کو ایک قطعہ اراضی عطا کرے گا اُس وقت مست خان کے ساتھ ایک بہت مضبوط دستہ سوار و پیدل کا تھا۔ کچھ روز قیام کرنے کے بعد علاقہ گاندھیاں پر قبضہ کر لیا۔ بالوڈھیری پر پہلے ہی قبضہ ہو چکا تھا۔ پھر موضع لنگ پر قبضہ کیا۔ اسی دوران ہمشیریاں گاؤں اور سوال گاؤں پر قبضہ کیا اور ۱۷۸۰ء کے لگ بھگ علاقہ لبرکوٹ کے کچھ حصہ پر قبضہ کیا۔ اُس وقت قحط کلاں کا دور تھا۔ سواتی بے دخل تھے اور آپس میں متحد نہ تھے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد میراجیا پر بھی قبضہ کر لیا۔ ایک تنولی ریاست پکھلی میں قائم کر دی گئی۔ اور میراجیا۔ جیا بابا ہندوال تنولی اور اُس کے دو بھائیوں کی حصہ داری ہوئی۔ موضع لنگ شیر علی خان وغیرہ برادری کی حصہ داری ہوئی۔ اور گاندھیاں اپنے تین لڑکوں قاسم خان۔ مہندی خان اور اکبر علی خان کو دی گئی۔ ہمشیریاں کا گاؤں پسر کلاں فقیرا خان کو دیا گیا۔ تنولی چک جو لبرکوٹ کا تھا قاسم خان پسر خود کو بطور خانگی دیا۔ بعد میں جو تنولی خاندان ساتھ آئے تھے۔ طوطا خان ہندال نصر اللہ خان جلوال کشمیری۔ گوجر۔ گکھڑ اور جرل اعوان بھی تھے۔ پہلے یہ لوگ بحیثیت مزارعین

قابض تھے۔ لیکن ۱۸۷۲ء میں عہد انگریزاں کے بعد دفعات نمبر ۵-۸ کے دخیلکار ہوئے۔ بعد
بعد میں اس علاقہ میں مغل اور سلیمانی بھی آکر آباد ہوئے۔ یہ لوگ پاکستان بننے کے بعد مالک ہوئے اور
حقوق ملکیت ملے۔

۱۸۷۲ء میں گاندھیاں میں نمبردار قاسم خان کی اولاد، ہمشیریاں میں فقیرا خان کی اولاد
کی نمبرداری ہوئی۔ میراجیا میں جیا خان بابا کی اولاد کی نمبرداری اور لنگ میں راجولی خان شیر خان و
نواب خان کی اولاد جو کہ پالنڈھیری میں شریک ہیں نمبردار ہوئے۔ اور مسوال سے سید و خان ہنڈوال
واپس تناول چلا گیا تھا۔ مسوال میں اعوان آباد ہوئے۔ اور وہی مالک تصور ہوئے۔ صورت ہی
سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہے۔

مست خان نے ایک شادی پکھلی میں آکر موضع لبر کوٹ میں سواتی جہانگیری خان راجہ
خان کی ہمشیرہ سے ہوئی جو لاولد فوت ہوئی۔ پسر کلاں کی شادی فقیرا خان جس کی ہمشیریاں میں
نمبرداری تھی۔ ملک پور ترلی پکھلی سواتی۔ میاں غازی خان کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ جو اُس وقت قوم
سواتی میں صاحب قوت تھا۔ ترلی پکھلی میں قوم سواتی کا خاندان موجودہ دور میں بھی صاحب اقتدار
ہے۔ جبکہ انیسویں صدی میں حاجی خان فقیرا خان و حاجی ملک گوہر خان قومی لیڈر جو اسی خاندان سے تھے

قاسم خان بن مست خان کی شادی علاقہ لوئر تناول موضع پادا مظفر خان سلیمانی پٹھان
کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ اب ان کا خاندان موضع پاوا پھلاں دی باندی۔ زیارت میرا میں آباد ہے۔
فقیرا خان ہمشیریاں اکبر علی خان گاندھیاں زیادہ رشتہ داریاں مدد خان کی اولاد سے ریاست
پھلڑہ سے ہوئیں۔ اور اب نواب خان شنگرئی کی اولاد سے رشتہ داریاں ہوئیں۔ مست خان
نے علاقہ پکھلی کا رخ کیا تھا۔ تو "شیروان" سربلند خان شنگرئی والوں نے بہت امداد دی تھی
شیروان لابیال برادری والے بھی آئے تھے۔ اور اب شیروان برادری والوں کے بزرگوں
کی قبریں بھی گاندھیاں میں ہیں۔

یہاں مست خان کی رشتہ داریاں اس لیے تحریر کی ہیں کہ قوم سواتی پکھلی والوں
سے رشتہ داریاں ہونے کی وجہ سے موجودہ دور میں بھی اس خاندان کی ایک دوسرے سے
رشتہ داریاں ہوتی ہیں باہمی تعلقات خوشگوار ہیں اور علاقہ لوئر تناول داپر تناول کی قوم

تنولی سے بھی رشتہ داریوں کی وجہ سے اچھے تعلقات قائم ہیں ۔ مست خان کی بیعت نوری بادشاہ
بخاری سکنہ مانکرائے ہری پور میں ہوئی تھی اور ساتھ جو قوم میں آئی تھیں انہوں نے بھی سید نوری بادشاہ
کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ۔ موجودہ دور میں وہی لوگ میراجیا ، ترہاترلہ ۔ بیلہ لبرکوٹ ۔ ہمشیریاں اور
لنگ میں آباد ہیں ۔ سید نوری بادشاہ کی اولاد کو اپنے خرمن سے یک پیمانہ غلہ دیتے ہیں سید نوری
بادشاہ کی بیٹھک اب بھی مانکرائے میں ہے ۔ اور اُسی خاندان سے سید عارف شاہ گاندھیاں
تشریف لائے ۔ علی اکبر شاہ بھی اُنہی کی اولاد سے ہیں اور گاندھیاں میں مقیم ہیں ۔ اور انہوں
نے سال میں تقسیم کی ہوئی ہے ۔ یعنی سال میں ایک فصل کا غلہ سید عارف شاہ اور دوسرے سال کی
فصل کا غلہ سید اکبر شاہ سابقہ مریدوں کی اولاد سے وصول کرتے ہیں ۔

سید نوری بادشاہ کا مزار ڈیرہ اسماعیل تحصیل پہاڑپور بمقام بلوٹ شریف میں ہے
سجادہ نشین مخدوم عطاء الرحمان شاہ چن پیر شاہ کالوٹ والے ہیں اور سید نوری بادشاہ کی
اولاد سے ہیں ۔

مست خان کی دین سے رغبت تھی صاحب قوت ۔ سخی ۔ بارعب سادات شریف
کا قدردان تھا ۔ اپنے اُس دور میں گاندھیاں میں ایک اعلیٰ مسجد تعمیر کروائی تھی ۔ اور وہاں ساتھ ہی
درس قرآن اور علم فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی ۔

۱۸۰۰ء کے دوران اُس دور کے جید اور اعلیٰ عالم حضرت مولانا محمود علاقہ گاندھیاں
کے قاضی بھی تھے ۔ جو کہ شرعی فیصلے کیا کرتے تھے ۔ اور درس و تدریس خود اور علماء دیا کرتے تھے
اور ان کی تعلیم کی بدولت گاندھیاں سے اونچے پائے کے عالم پیدا ہوئے ۔ اور ملحقہ سب علاقے
میں اُن کے عقائد حنفی تھے ۔ تمام مسلمان مستفید ہوئے ۔ عہدِ اسلام تمام فیصلہ جات شرعی ہوا
کرتے تھے ۔ بلکہ صورت دیہات کے لحاظ سے کسی قسم کا لگان اُس وقت حکومت کو ادا نہ کرتے تھے
برائے نام حکومتیں ہوا کرتی تھیں ۔ دینی طلباء کے اخراجات قوم کے لوگ خود برداشت کرتے تھے
کچھ علماء کو سیریاں دی جاتی تھیں جناب مولانا محمود غوثِ زمانہ جو گاندھیاں میں مزار ہے جو
راستہ کے کنارے موجودہ مسجد کے سامنے ہے ۔ ان کے بعد اُن کے صاحبزادے حضرت مولانا
محمد داؤد قاضی و استاد درس و تدریس دیتے تھے ۔ پھر اُن کے بعد اُن کے بعد محمد حسین و آپ

روف "جی" صاحب درس و تدریس دیتے تھے۔ غالباً ۱۹۰۴ء میں وہ سلہڈ ایبٹ آباد چلے گئے۔ البتہ حضرت محمد حسین جی صاحب ۱۹۲۰ء تک گاندھیاں میں رہے پھر وہ بھی دوسرے بھائیوں کے ساتھ سلہڈ تشریف لے گئے۔ وہیں سکونت پذیر ہوئے۔ حضرت "جی صاحب" محمد حیات بن سمندر خان بن قاسم خان بن مست خان نے علم قرآن و علوم فقہ حضرت جی صاحب سے حاصل کی۔ جن کی وفات ۱۹۶۴ء میں ہوئی اور عمر تقریباً ۹۵ سال تھی (غلام نبی)۔

شجرہ نسب عثمانی علماء

- حضرت مولانا محمد محمود صاحب غوثِ زمان
  - مولانا محمد داؤد
    - مولانا محمد حسین جی (لاولد)
    - عبدالرؤف (لاولد)
    - مولانا عبدالرحمان
      - عبدالغفور
      - عبدالجلیل
      - عبدالقیوم

مست خان کی تاریخِ وفات صحیح معلوم نہیں ہو سکی۔ وہ عہدِ سکھاں کے آخری دور میں بھی موجود تھے اُن کی عمر تقریباً سَو سال سے زائد تھی۔ پسر کلاں ہمشیریاں میں فقیرا خان کی دستار بندی ہوئی اور گاندھیاں میں قاسم خان کی دستار بندی اراضی لبڑکوٹ قاسم خان کو اپنی زندگی میں مست خان نے دیدی تھی۔ قوم تنولی کے دستور کے مطابق دستار بندی ہوتی ہے۔ دستار بندی سب سے بڑے لڑکے کی ہوتی ہے۔ قاسم خان فقیرا خان کے دَور میں باہمی رشتہ داریاں ترلی پکھل غازی خان سواتی لبڑکوٹ راجہ خان جہانگیری سواتی سے باہمی تعلقات اچھے تھے۔ زندگی خوشحال تھی۔ مست خان کے آخری دور میں پائندہ خان سے صلح ہو چکی تھی۔ اور نواب خان شنگرئی سے اور خانانِ شیروان سے بلکہ جنگ اگرور میں عبدالغفور خان سے پائندہ خان کی بھی صلح ہو چکی تھی۔ اُس میں ہر دو بھائی قاسم خان و فقیرا خا:

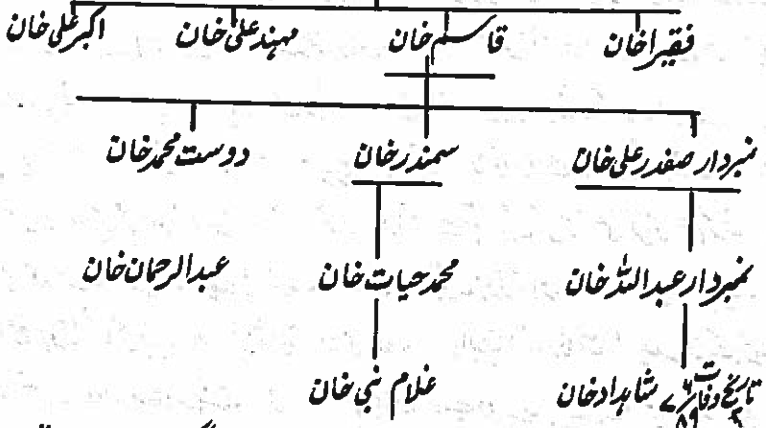
بمعہ اپنی تنولی برادری کے پکھلی کی اس لڑائی میں بحیثیت قومی لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ مدد خان والئی پھلڑہ سے پہلے بھی اچھے تعلقات تھے۔ بعد میں مدد خان و مست خان کی اولاد کی باہمی رشتہ داریاں گوجرہ، تھنی۔ شاہ کوٹ اور رخیل میں ہو چکی تھیں۔ ڈب مانسہرہ کی لڑائی جو سکھوں اور سواتیوں سے لڑی گئی۔ اور بھیر کنڈ کی لڑائی جو سکھوں سے لڑی گئی تھی۔ قاسم خان و فقیرا خان ہمراہ پائندہ خان جنگ میں شریک تھے۔ جگہ جنگ تھنی نزد مانسہرہ جو غازی بابا کی سواتی قوم سے ہوئی سب شریک تھے۔

بعد از وفات قاسم خان کے بڑے بیٹے صفدر علی خان کی قومی دستور کے مطابق دستار بندی ہوئی۔ اُس دَور میں مہند علی خان و اکبر علی خان جو قاسم خان کے چھوٹے بھائی تھے وُہ صاحب قوت، سخی اور بہادر تھے۔ اُن سب نے مل کر صفدر علی خان کی دستار بندی کی تھی سب برادری آپس میں متفق تھی۔ ہمشیریاں میں فقیرا خان کی وفات کے بعد اکبر خان کی دستار بندی ہوئی۔ حاجی محمد اکبر خان حج کو گئے۔ حج پر روانگی سے قبل دُعا کرائی تھی کہ خداوند کریم میری موت مدینہ شریف میں کرے۔ اُن کی دُعا قبول ہوئی اور وفات مدینہ شریف میں واقع ہوئی اُن کی قبر بھی مدینہ شریف میں ہی ہے۔ حاجی اکبر خان کی وفات کے بعد اُن کے بڑے بیٹے عطا محمد خان کی دستار بندی ہوئی۔ عطا محمد خان نے اپنے دور میں بہت بڑی جائیداد خرید کر بنائی تھی۔ عطا محمد خان کی وفات کے بعد سات فرزند چھوڑے لیکن دستار بندی کے تحت بڑا لڑکا انور خان نمبردار ہوا۔ خان شنگری عطا محمد خان کا داماد تھا۔ صفدر علی خان گاندھیاں والے کی وفات کے بعد اُس کا بڑا بیٹا عبداللہ خان نمبردار ہوا۔ اُن کے سات لڑکے تھے۔ لیکن اپنی زندگی میں دستار بندی خانگی بمعہ دیگر برادری کے محمد حیات خان بن سمندر خان کو دی جو کہ صفدر علی خان کا بھتیجا تھا۔ ان سب تنولی خوانین سواتی خوانین پکھلی و خانانِ تناول و خان گڑھی، سادات، کاغان، پیرزادگان داتوی سے اچھے تعلقات تھے۔

بنا بریں اُس دور کو اچھا دَور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اُس وقت گھوڑے پالے جاتے تھے۔ یہ سب خانگیاں نیزہ بازی اور گھوڑا دوڑ کی مشتاق تھیں پیرزادہ داتہ۔ خوانینِ گڑھی۔ سادات کاغان۔ خوانین تناول و خوانین گاندھیاں اور

وسہمشیریاں نیزہ بازی میں حصہ لیتے تھے ایک بات مشہور ہے کہ نیزہ بازی کے لیے گڑھی کے خان کے پاس ایک کار دار ہوتا تھا۔ نیزہ بازی اور کبڈی مشہور کھیل ہوتے تھے۔ ہزاروں افراد جمع ہوتے تھے اگر کسی جگہ کا کوئی سوار بھی نیزہ کا وار صحیح کر جائے تو کاردار صاحب اونچی آواز سے کہتا ("شاباگڑھی والیا) تو لوگ بہت خوش ہوتے۔

مختصر شجرہ



سمندر خان نہایت خوبصورت، سخی اور عبادت گزار تھے حضرت میاں بلو صاحب" بھیر کنڈ والوں سے بیعت تھے۔ زاہد ہونے کی وجہ سے برادری اور ملحقہ علاقہ میں اعلیٰ مقام تھا۔ قاسم خان کی وفات کے بعد صفدر علی خان نمبردار ہوا۔ اور دستار بندی بھی ہوئی۔

سمندر خان کی وفات ۱۹۰۴ء میں ہوئی تھی۔ اراضی لبڑ کوٹ جو قاسم خان کی خانگی وملکیت تھی۔ صفدر علی خان نے اپنے دونوں بھائیوں کی حصہ داری پر قبضہ کر لیا۔ اور لبڑ کوٹ میں سمندر خان اور دوست محمد خان کی جملہ جائیداد پر بھی قبضہ کر لیا۔ اُس نے جواز یہ پیش کیا کہ میں سب بھائیوں میں بڑا ہوں یہ میری خانگی ہے۔ حالانکہ ۱۸۷۲ء کے بندوبست میں سب بھائی شریک چلے آرہے تھے۔ آخر مقدمہ ہوا تو صفدر علی خان نے ایک سو کنال سے زائد اراضی نمبردار یار علی خان کو دی اور کہا کہ یہ اراضی ہمارے بزرگوں نے صفدر علی خان کو دی ہے۔ اس میں دوسرے بھائیوں کی حصہ داری نہیں ہے۔ یہ مقدمہ

محمد حیات خان بن سمندر خان نے کیا تھا۔ محمد حیات خان کی طرف سے شہادت " آزاد خان تنولی" نے دی اور کہا کہ یہ جائیداد ۱۸۷۲ء کے بعد تقسیم ہو چکی تھی اور میں مزارعہ سمندر خان کی طرف سے تھا۔ مگر جتنی گرداوری بھی ہوئی وہ صفدر علی خان اپنے نام کراتا رہا۔ آزاد خان تنولی کی اولاد اب گاندھیاں میں موجود ہے۔ آخر کار محمد حیات خان نے ہائی کورٹ سے مقدمہ جیت لیا۔ اور دونوں بھائیوں کو جائیداد مل گئی۔ دوست محمد خان اور سمندر خان کی حصہ داری ہوئی۔ سمندر خان کے حصہ داری محمد حیات خان کو ملی۔ جو اب اُن کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ اس دوران یہ کُل رقبہ ۸۰۰ اکنال تھا۔ اس مقدمہ کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔

درخواست

جناب عالی

بحضورِ تحصیلدار بندوبست مانسہرہ

اراضی موسومہ کنگر میرا واقع رقبہ لبڑکوٹ واحد سائل کی دخیلکاری ہے جو زیر کاشت مزارعان شکمی ہے۔ مزارعان سے لگان خود سائل کا ہے جس میں سمندر خان ہر سہ برادران کا کوئی حق نہیں ہے اب پٹواری کی باچھ میں سہ سمندر برادران کا لگان درج ہے۔ مزارعان نے ثابت کر دیا ہے۔ جو ناجائز ہے اور فدر باچھ غلط ہے۔ گزارش ہے کہ فدر باچھ درست فرماکر برادرم کا نام اُس سے نکالا جاوے۔ ۲۶ ر جولائی ۱۹۰۷ء

درخواست دہندہ

صفدر علی خان ولد قاسم خان گاندھیاں

نشان انگوٹھا صفدر علی خان

رجسٹر اندراج درخواست نمبر ۹۷۹

محکمہ نقول کو درخواست دی گئی

اراضی رقبہ شاملات میں موضع لبڑکوٹ سے جو دخیلکار بنام صفدر علی ولد قاسم خان تنولی ساکن گاندھیاں تحصیل مانسہرہ انتقال نمبر ۱۲/۹۰ مصدقہ ہے اور بندوبست حال میں صفدر علی خان کے ساتھ سمندر خان و دوست محمد پسران قاسم خان کاغذات مال میں شریک درج ہو گئے ہیں۔ انتقال کی نقل بیرت بذریعہ اجرت ارجنٹ URGENT عطا فرمائی جاوے

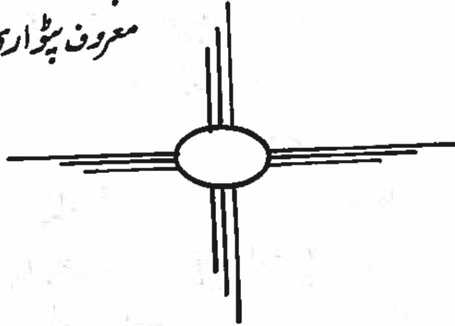
رپورٹ رجسٹر جناب عالی!
بذریعہ .P.O ارسال فرمائی جاوے
پرسوں تک

۱۶ ر اکتوبر ۱۹۰۶ء اسٹامپ پرچکٹ R ۱/۱۶
one Anna
60 1906 ON ANN.A

صفدر علی خان سکنہ گاندھیاں

انتقالات موضع کنگرمیرا داخلی لبڑکوٹ ابتدا سال ۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۵ء ملاحظہ ہو کر نقل ارسال مطبوعہ ہووے۔

پشتے اسٹامپ پر:۔ صفدر علی بذریعہ غلام حسین سکنہ علی خان ہزارہ ابتدائی سال ۱۹۰۰ء لغائیت ۱۹۰۵ء رجسٹر نمبر ۱۰۵۶ چک کا غذات دیکھی گئی۔ اور پر جلہ جمعبندی سال ۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۰ء دستخط بحروف شکستہ کا ہے یہ انتقال کہاں سے آیا۔ انتقال تب ہوتا کہ پچھلے کاغذات میں اِن کا نام نہ ہوتا۔ سائل اندراج اُن کے حق میں غلطی پر معمول کرتا ہے اُس کو رفع چاہتا ہے
معروف پٹواری ۱۹۰۶ء ۳۰ ر اکتوبر



تعارف گاندھیاں

عہدِ اسلام میں ترکوں اور مغلیہ دورِ حکومت میں بھی اس کا نام گاندھیاں تھا بموجب صورت دیہی گاندھیاں عہدِ اسلام سے قبل کسی گانڈے نام کے کافر نے آباد کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا نام گاندھیاں مشہور رہوا۔ مانسہرہ سے آٹھ کلومیٹر آگے شمال میں پکھلی کے وسط میں واقع ہے اور شنکیاری سے ۹ کلومیٹر جنوب مغرب کی طرف اور ۷ کلومیٹر دُور لفہ واقع ہے۔ لفہ پکھلی کا سب سے بڑا شہر ہے۔ گاندھیاں کا علاقہ سرسبز و شاداب ہے یہاں پانی کے چشموں کی بہتات ہے۔

گاندھیاں کے سامنے کھٹہ اچھڑ بہتا ہے۔ جو خاکی کے مقام پر سرن میں مل جاتا ہے۔ عہدِ اسلام میں جب کوئی سواری کشمیر کو جاتی تھی تو ہاتھی میرا جو ملحقہ گاندھیاں ہے پر کیمپ ہوا کرتے تھے۔

عہدِ سکھاں کے دوران گاندھیاں میں ایک بڑی چھاؤنی تھی جس میں چار ہزار فوج سکھاں رہتی تھی۔ ایک بریگیڈ ریزرو فوج بھی رہتی تھی۔ جس کا کرنل بھوپ سنگھ تھا جو مان سنگھ کا بھتیجا تھا۔ عہدِ سکھاں ۱۸۳۸ء میں مہاراجہ کشمیر ہمراہ پسر خود راجہ کنور پرتاپ سنگھ ہمراہ بائیس ہزار فوج کے یہاں آیا تھا۔ جس جرگہ میں رئیس برہان سردار نجیب شاہ۔ اصغر شاہ بھوجدرہ۔ فیض علی خان۔ گاموں خان ککھ تری۔ مدد خان برادر پائندہ خان مہاراجہ کشمیر کے پاس آئے تھے تو پائندہ خان حاضری سے انکاری ہوا تھا۔ جبکہ مہاراجہ شیر سنگھ نے ایک اہم فیصلہ کر کے مدد خان کے ہمراہ بارہ ہزار فوج سکھاں سے ریاست ہندوال کا قبضہ دلوایا تھا۔ گاندھیاں کا گاؤں بہ خصوصت سکھاں تین دفعہ پائندہ خان نے جلا دیا تھا لیکن مست خان اِسے آباد کر لیتا تھا۔ شاہراہ مانسہرہ سے براستہ پالو ڈھیری گلی باغ کو جاتی ہے۔ اور گاندھیاں میں سے یہ شاہراہ گزر کر جاتی تھی۔ خاکی براستہ گاندھیاں ہاتھی میرا کشمیر کو بھی جاتی تھی۔ گاندھیاں علاقہ پکھلی کا سنٹر رہا ہے اور مرکزی مقام کنڈے پکھل رہا ہے۔ جو اب بھی ہے۔

انگریز کے دور میں ۱۹۱۸ء کو پہلا پرائمری سکول گاندھیاں میں محمد حیات خان

کے حجرہ میں کھولا گیا جس کے پہلے ہیڈ ماسٹر ایوب صاحب کلگانی تھے ۔ جو اب بھی بقید حیات ہیں ۔
تنولی برادری کا مرکز علاقہ پکھلی میں گاندھیاں ہی تھا۔ جب کوئی قومی مشورہ ہوتا تو گاندھیاں
میں جمع ہوتے تھے ۔ گاندھیاں کا گاؤں ایک ٹیلے پر واقع ہے جو مست خان مورثِ اعلےٰ نے آباد
کیا تھا۔ اُس دوران خاص کر عہد سکھاں میں گاؤں کے اگلے حصہ میں بڑی دندی ہے جبکہ پچھلے
حصہ کے ساتھ بھی دندی ہے اور ایک فصیل بھی بنائی ہوئی تھی ۔ سامنے کی طرف ایک بڑا ترٹ
بنا ہوا تھا ۔ اور ایک بڑا دروازہ تھا جو رات کو بند ہوتا تھا اُس دروازہ کی جگہ کو اب بھی
ترٹ کہتے ہیں ۔ یہاں ایک اسلامی تعلیمات کا مرکز بھی رہا ۔ یہاں بڑے بڑے علماء درس و
درس و تدریس دیتے تھے ۔

اب موجودہ گاندھیاں میں ایک دفتر یونین کونسل ہے لڑکے اور لڑکیوں کے ہائی
سکولز بھی ہیں ۔ ہسپتال ، نیشنل بینک ، ہسپتال مویشیاں اور دفتر زراعت بھی ہے لوگ
آسودہ حال ہیں ۔ یہاں کے مکین زراعت پیشہ ۔ بیوپاری ، اعلےٰ سروسوں مثلاً فوج میں
سپاہی سے لے کر کیپٹن اور کرنل کے عہدوں پر بھی فائز ہیں ۔ محکمہ مال میں ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کے
عہدے پر فائز رہے ۔ ملک آمان خان تنولی ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر ریٹائرڈ ہے ۔ چیف انجنیئر
خوشحال خان اور محمد یوسف خان ڈی ایف او جیسی قابل ہستیاں اب بھی موجود ہیں قاضی
اسلم جو ایک تعلیم یافتہ ، خوشحال چیف انجنیئر واپڈا ہیں ۔ اور سرزمین گاندھیاں ہی مست خان
اور اس کی اولاد سے قاسم خان ۔ اکبر علی خان ، صفدر علی خان ، سمندر خان ، محمد حیات خان ،
حسین خان ۔ کالا خان ، خانیز مان خان اور ارسلہ خان جیسے مجاہد لوگ ہو گزرے ہیں اور
اب موجودہ دور میں بھی تعلیم یافتہ اور جری افراد موجود ہیں ۔ قومی سیاست میں بڑھ چڑھ
کر حصہ لیتے ہیں ۔ اکثریت مسلم لیگ ذہنوں کی ہے ۔ جن مندرجہ بالا اہم شخصیات کے اُوپر کی
سطور میں نام درج ہیں وہ تحریکِ خلافت اور تحریک پاکستان کے کارکن رہے ہیں اور یہ
قوم تنولی کی باکردار شخصیات تھیں ۔

سمندر خان

سمندر خان بن قاسم خان ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۴ء میں وفات پائی۔

حضرت میاں بلو صاحب بھیر کنڈ والے جو غوث زمان تھے اُن سے بیعت ہوئے۔ جبکہ مولانا محمد داؤد گاندھیاں میں قاضی تھے۔ اور درس بھی دیا کرتے تھے۔ وہ ستر اسّی طالب علموں کو علم فقہ وغیرہ کی تعلیم دیتے تھے۔ جو طالب علم علاقہ غیر، بٹگرام اور آلائی سے آکر تعلیم حاصل کرتے تھے اُن کی سرپرستی بھی سمندر خان ہی کیا کرتے تھے۔ زاہد و تقویٰ میں لاثانی تھے۔ زیادہ وقت مسجد میں گزارتے تھے۔ علم دوست تھے۔ شادی اپنے چچا خان ہمشیریاں فقیرا خان کی صاحبزادی سے ہوئی تھی دوسری شادی ڈھوڈیال سے ملکال سواتی جمعہ خان کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی۔ تیسری شادی موضع لنگ کے تنولی ہندوال قبیلہ کے خاندان سے ہوئی تھی۔ جن سے صرف تین صاحبزادیاں تھیں

اپنی زندگی میں ہی اپنے فرزند کی شادی بجنہ کے دودال سواتی جو صاحبزادہ کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت صاحبزادہ یوسف رح کی دختر نیک اختر سے کرائی۔ صاحبزادہ یوسف رح کی شادی دختر اتنر اللہ خان سے ہوئی تھی۔ جو کہ دودال بجنہ کے رہنے والے تھے عبدالحمید خان بجنہ کی ہمشیرہ تھی۔ وہ اپنے دور کے مشہور خان تھے۔

مصنف کتاب ہذا غلام نبی خان بن محمد حیات خان والدہ ماجدہ تھیں۔ صاحبزادہ حضرت یوسف غلام نبی خان کے نانا تھے۔ غلام نبی خان کی والدہ ماجدہ نے ۱۹۳۶ء میں وفات پائی۔ جبکہ قبلہ والد صاحب بزرگوارم محمد حیات نے ۱۹۶۴ء میں وفات پائی۔

سمندر خان نہایت ہی سخی، خوبصورت، متقی و پرہیزگار اور نیزہ بازی کا بھی شوق رکھتے تھے۔ اس دوران تنولی خان اچھی نسل کے گھوڑے پالتے تھے۔ نیزہ بازی اُن کا معمول تھا۔ بعد از وفات سمندر خان نے ایک لڑکا۔ چار صاحبزادیاں، اور ایک بیوہ ۱۹۰۴ء میں چھوڑی۔ اُن کا مزار گاندھیاں میں ہے۔ سمندر خان بیمار ہوئے مگر۔ بیماری کے دوران بھی مسجد میں نماز کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے فرمایا کہ میرے پیر حضرت میاں بلو صاحب نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپکی وفات کے وقت آپکے

پاس ہوں گا۔ لیکن افسوس کہ میرا وقتِ رُخصتی شاید نزدیک ہے۔ حضرت میرے پاس نہیں ہیں۔ انہوں نے جب یہ بات فرمائی تو حضرت اُس وقت موضع سربھنہ علاقہ رش میں اپنے مریدوں کے پاس تھے تو انہوں نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ نانگا سمندر خان یاد کر رہا ہے۔ شاید ہم سے رُخصت ہونے والا ہے۔ گھوڑی زین کرو میں گاندھیاں جا رہا ہوں۔ تو جناب حضرت میاں بلو کی گھوڑی موضع سربھنہ سے گاندھیاں پہنچ آئی اور اپنے مریدوں کو جو سربھنہ کے پٹھان تھے۔ ان کو کہا کہ آپ گاندھیاں آجائیں۔ شاید سمندر خان رُخصت ہوجائے۔ جب حضرت میاں بلو گاندھیاں تشریف لائے تو آپ سمندر خان کو نانگا کہہ کر پکارتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ سمندر خان سورۃ یٰسین کی تلاوت کر رہے ہیں۔ جب حضرت میاں بلو کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ نے السلام علیکم کہا۔ حضرت میاں بلو نے فرمایا کہ نانگا ہم سے رُخصت ہوکر جا رہے ہو۔ شاید میں بھی جلد ہی آپ کے پاس آجاؤں۔ میں نے یہ وعدہ پورا کیا کہ آپ کے پاس آگیا ہوں۔ میاں بلو نے جب بات کہی تو سمندر خان ہاتھ ملا کر الوداع ہوئے۔ اس دنیا فانی سے ہمیشہ کے لیے جُدا ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

گاندھیاں میں جلوال قبیلہ علاقہ تناول موضع چوٹیاں گاڑاں سے نصر اللہ خان اور جیون خان آکر آباد ہوئے تھے۔ جن کی پھوپھی صاحبہ کی شادی قاسم خان بن مست خان سے ہوئی تھی۔ نصر اللہ خان جلوال، گاندھیاں میں اُس کی اولاد اب بھی موجود ہے۔

حیات خان بن نصر اللہ خان جلوال نتولی سمندر خان کا پیر بھائی تھا۔ اور دوست بھی تھے۔ ایک دوسرے سے بہت بہت محبت تھی۔ جس وقت حیات خان جلوال نے یہ سُنا کہ سمندر خان وفات پا چکے ہیں تو خاموشی سے کہنے لگے کہ سمندر خان آج رخصت ہو چکا ہے ہم اب یہاں کیا کریں یہ بات کہتے ہی اپنے بھائیوں سے کہا کہ آپ کلمہ پڑھیں تاکہ ہم بھی سمندر خان کے ساتھ ایک جگہ ہوجائیں۔ یہ بات کرتے حیات خان اُسی وقت اس دُنیا فانی سے رخصت ہوگئے جبکہ پہلا جنازہ حیات خان اور ان کے ایک گھنٹہ بعد سمندر خان کا نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اِن دونوں نے ایک ساتھ اس دُنیا فانی سے رحلت فرمائی۔ یہ تھا پیار اِن دونوں کا۔ ان کا نماز جنازہ بھی حضرت میاں بلو نے پڑھائی۔ دونوں کے مزارات ایک ہی جگہ گاندھیاں میں ہیں اور ان

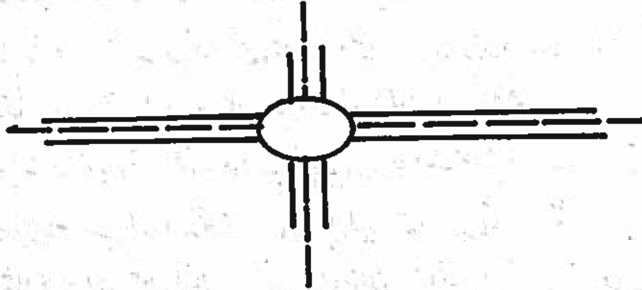
کے نمازِ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔
(بہ روایت لوز محمد میاں پوتا حضرت میاں بلو صاحب بجیر کنڈ")

محمد حیات خان بن سمندر خان پیدائش ۱۸۶۹ء وفات ۱۹۶۴ء

محمد حیات خان سمندر خان کی وفات کے اُن کے نقشِ قدم پر چل رہا تھا علماء دوست اور مسجد میں جو طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے ان کی سرپرستی بھی انہی کی ذمہ داری تھی۔ والد صاحب کی زندگی میں بیعت ہوئے۔ حضرت میاں بلو صاحب سے ہی بیعت لی تھی۔ والد کی وفات کے بعد ان کے چچا نے لبڑکوٹ کی اراضی پر قبضہ کر لیا تھا۔ جس کا ذکر تحریر کر چکا ہوں۔ آخر اپنی اراضی حصہ داری دوبارہ واپس لے گی۔ صفدر علی خان نمبردار علاقہ میں صاحب قوت شخصیت تھے۔ لیکن انہوں نے حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی میں ہی دستار بندی خانگی محمد حیات خان کی کرادی تھی۔ اور نمبرداری پسر کلاں عبداللہ خان کی ہوئی۔ جو قومی دستور کے مطابق تھی۔ محمد حیات خان با اثر، سخی، صاحب قوت اور باہمت شخصیت کے حامل تھے۔ تمام برادری میرا جیا۔ ہمشیریاں اور گاندھیاں نے مل کر دستار بندی کی تھی۔ قبائل سواتی خاندان بجنہ سے شادی ہوئی۔ ڈھوڈیال کے جہانداد خان، خانخیل اور گیروال کے میاں سکندر شاہ کاکاخیل و باغوار شنکیاری کے اخوند زادہ شریف اللہ سب ہم زلف تھے۔ یہ سب باعزت مقام والے لوگ تھے۔ پکھلی۔ تناول۔ سنگڑی عطا محمد خان۔ لابیال۔ شیروان محمد اکبر خان بن ناصر خان جاگیردار باہمی رشتہ داریاں تھیں۔ ریاست پھلڑہ میں خانخیل محمد امان، عبداللہ خان اور محمد مراد خان سے اچھے تعلقات تھے۔ یعنی ہر دو تناول و علاقہ پکھلی میں باعزت مقام رکھتے تھے۔ لوٹر تناول کے محمد اکبر خان نوابا۔ قاضی صاحبان، راجہ ترک بجالی سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ باہمی برادری تنولیاں کا جھگڑا ہوتا تو صلح کرادیتے۔ اور جرگہ انہی کے پاس ہوتا اور دونوں فریق رضامند ہو جاتے۔ انہیں گھوڑوں کا بہت شوق تھا ہمیشہ ان کے پاس اچھی نسل کے تین چار گھوڑے ہوتے تھے۔ نیزہ بازی بھی ہوا کرتی تھی۔ وہ خود بھی نیزہ بازی کیا کرتے

تھے۔ عموماً سفر گھوڑوں پر ہوا کرتا تھا یہ بھی گھوڑے پر ہی سفر کرتے تھے۔ شکار کے بہت شوقین تھے۔ باز اور بٹیر کا شکار کرتے تھے۔ زراعت میں دلچسپی رکھتے تھے اور زراعت کیلئے اچھی تخم پیدا کرتے تھے۔ سخی اور دسترخوان کشادہ رکھتے تھے۔ اراضی فروخت کر کے بھی سائل کو دے دیتے تھے۔ آخری عمر میں کافی اراضی رہن کر چکے تھے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی سائل آجاتا جو کچھ پاس ہوتا سب کچھ دے دیتے تھے۔ شکار عموماً شیروان اور تناول میں جایا کرتے تھے۔ علاقہ چھچھ سے سوار آکر گھوڑوں کی سواری کے لیے ٹریننگ دیتے تھے۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے بیٹا اگر میں روپیہ جمع کرتا تو میرے پاس بہت دولت ہوتی۔ آپ لوگ مجھے فضول خرچ نہ جانیں یہ دولت میں جو خرچ کر رہا ہوں یہ فی سبیل اللہ ہے میرے بعد میری اولاد کو ملیگا یہ میں جمع کر رہا ہوں۔

آخر کار ۱۹۶۴ء میں تقریباً ۹۵ سال کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ اور سوگواران میں چار فرزند اور پانچ دختر چھوڑی ہیں۔



نواب محمدؒ اکرم خان تنولی ۶ نومبر ۱۸۵۸ء

واقعات یوں ہیں کہ:۔ نواب جہانداد خان کشتی میں دریائے سندھ عبور کر رہے تھے تو ان کی موت واقع ہوئی۔ جبکہ اُس کا لڑکا محمد اکرم خان کی اُس وقت ۹ سال کا تھا۔ اور یہ خدشہ تھا کہ مدد خان جو پائندہ خان کا بھائی تھا۔ نوابی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن میجر بیچر ڈپٹی کمشنر ہزارہ نے کمال ہوشیاری کے ساتھ اس خطرہ کا سدِّباب کیا۔ اور مدد خان نے سب سے پہلے خان محمد اکرم خان کی دستار بندی کی اطاعت قبول کرلی۔ ریاست کا انتظام محمد اکرم خان کی دادی صاحبہ کے سپُرد کردیا۔ جو نہایت عقلمند اور ذہین بی بی تھیں انہوں ایک مجلس قائم کی گئی جو بوقتِ ضرورت مشورہ کیا کرتے تھے۔ چند برسوں کے بعد کاروبارِ ریاست نوجوان نواب نے خود سنبھال لیا۔ ۱۸۶۸ء میں کالا ڈھاکہ کی لڑائی میں یعنی دوسری مہم میں بڑی بہادری اور شجاعت کا ثبوت دیا۔ جبکہ انگریزوں نے اس کو نواب بہادر کا خطاب دیا۔ اور جنوری ۱۸۷۰ء کو پانچ صد روپے کا الاؤنس ملا۔ ۱۸۸۸ء میں کالا ڈھاکہ کی لڑائی کے صلہ میں "سر" کا خطاب ملا۔ (وہ ستارۂ ہند کا خطاب تھا۔ سیرت و اطوار اپنے دادا پائندہ خان کی طرح بہادر اور مضبوط کردار کا مالک تھا۔ اپنی ریاست کا انتظام نہایت تدبر سے کیا۔

اگرچہ عمر کے آخری پندرہ سالوں میں بیمار رہا لیکن عزم اور حوصلہ میں فرق نہ آیا اس میں اتنا سیاسی شعور تھا کہ وہ اپنے مخالفین کا بہتر توڑ کرتا رہا۔ اپنے عہد کے دوران ریاست کو وسیع کیا۔ ملحقہ قبائل حسن زئی اور مداخیل کے ساتھ اچھا سلوک تھا۔ ابراہیم خان نے حسن زئی کی لڑکی کے ساتھ شادی کرلی تھی۔ نواب محمد اکرم خان کی وفات کے وقت اس کے پندرہ بیٹے تھے۔ لیکن خان زمان خان ولی عہد ہوا۔ لیکن آخری عمر میں نواب صاحب ناراض ہو گئے اور نواب صاحب نے خیال کیا کہ عبداللطیف خان کا بحیثیت ولی عہد تقرر کیا جائے لیکن برطانوی حکومت نے منظور نہ کیا۔ نواب محمد اکرم خان کے بعد خانی زمان خان کا ولی عہد ہوا۔ سب بھائیوں نے

اس کی خانگی اور لوازل تسلیم کرلی۔ اراضی تقسیم (پڑھنہ) عبدالطیف خان کودی اور اس کے بھائی بھی پڑھنہ میں حصہ دار ہوئے۔ اور سب بھائی گزارہ خور ہوئے۔

جنگ اگرور

واقعات یوں ہیں کہ ۲۹ جولائی ۱۸۶۸ء کو خان اگرور عطا محمد کی ایما پر قوم اکازیاں وچغرزیاں و سیدان تکی و سیدان لوہاڑی قوم ملکی وگیری وغیرہ ۵۰۰ سو کا لشکر جمع کر کے تھانہ اوگی اور چند دیہات مزید جلا دیئے گئے۔ جبکہ تھانہ اوگی میں شہزادہ محمد اسماعیل تھانیدار تھا۔ شہزادہ محمد اسماعیل کی رپورٹ پر ایبٹ آباد سے دو پلاٹون گورکھا مع توپ خانہ کے اوگی پہنچ کر خان اگرور عطا محمد خان کو پکڑ ایبٹ آباد جیل لے گئے چونکہ اس واقعہ کی سازش کا الزام خانِ اگرور عطا محمد خان کے ذمہ تھا بعد میں خان اگرور کو لاہور بھیج دیا گیا۔ اس واقعہ کے ضمن میں نواب امب سے انگریزوں نے امداد مانگی تھی۔ تو اس جنگ کی امداد کے لیے منشی عطاء اللہ، عبداللہ خان اور ارسلہ خان پھلڑہ عنایت اللہ خان رئیس شنگڑی و دیگر رئیساں قوم تنولی کے قبائل بھندوال اور پلال نے متفق ہو کر نواب محمد اکرم خان کی سرپرستی میں میدانِ جنگ اگرور آئے۔ اور نواب محمد اکرم خان بمعہ حسین جمعدار اور ملازمین معہ سپاہِ تنولی کے شیر گڑھ کے مقام پر پہنچے اور بعد از انتظام فوج کے میدان اگرور میں آئے۔ عبداللہ خان پھلڑہ کو موضع دلبوڑی میں ارسلہ خان پھلڑہ کو گھنیاں میں اور عنایت اللہ خان رئیس شنگڑی موضع شمدھڑہ ان تینوں جگہوں پر مورچہ زن ہوئے۔ جبکہ لشکر یاغستان پندرہ ہزار جمع ہو کر موضع منجورہ میں آئے۔ نواب محمد اکرم خان کی زیر کمان چار ہزار فوج کو حملہ کرنے کے لیے کہا گیا۔ نواب محمد اکرم خان نے نعرۂ تکبیر اس جوش سے مارا کہ لشکر تنولیوں کے نعرہ تکبیر سے پہاڑ گونج اٹھے۔

محمد اکرم خان کے طرفین نے اپنی اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ محمد اکرم خان نے بذاتِ خود اپنے پہلے وار بضرب تلوار نشان بردار کو ہلاک کر دیا اور جنگ دست بدستہ شروع ہوئی لشکر یاغستان بہت زیادہ تھا۔ وزیر محمد عرفان خان کا برادر زادہ عبدالجبار خان مارا گیا۔ لشکر

تنولیاں مع اپنے سالار اکرم خان کے شیروں کی طرح حملہ کرتے تھے۔ چار ہزار لشکر تنولیاں پندرہ ہزار پر غالب آئے۔ لشکرِ اگروریاں یاغستان فرار ہو کر پہاڑوں کے اوپر مورچہ زن ہوئے۔

جب لشکر یاغستان فرار ہو گیا تو اُسی روز تیرہ ہزار سرکاری فوج معہ ساز و سامان بہت بڑے توپ خانے تین پلاٹون مہاراجہ کشمیر کی اگرور پہنچ آئی تو اُس وقت ڈپٹی کمشنر نے ایک ملکی رئیس کو یاغستانیوں کی طرف بھیجا۔ اور کہا کہ اگر کسی کو کوئی عذر ہو تو بذریعہ قومی جرگہ آئیں۔ ورنہ بعد میں ہر قسم کے نقصان اور جنگ کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ عدم حاضری کی صورت میں جنگ کرانے کی سزا دی جائے گی۔ سادات تلی بھی حاضر ہوئے جرگہ جعفریاں بوساطت فضل خان لوڑپی، اور جرگہ حسن زئیاں اور قوم اکازئیاں ۸۰ نفر کے بوساطت نواب محمد اکرم کے حاضر ہوا۔ جرگہ کے تمام عذر سُن کر تمام جرگہ والوں کو باعزت طور پر واپس کیا۔ جرگہ والوں کے ساتھ اُنہی کی مرضی کے مطابق فیصلے کئے۔ اور صلح بھی ہو گئی لیکن قدرت شاہ پھڑ ہاری والے نے حاضری نہ دی۔ سرکاری فوج نے حملے کر کے اُن کے تمام دیہات جلا دیئے۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ تھے اُن کو بھی سخت سزائیں دیں۔ بعد میں تمام فوجیں اپنے اپنے علاقہ میں روانہ ہوئیں۔ مہاراجہ کشمیر کی فوج بھی واپس ہوئی اور سپاہ تنولی بھی اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔ بموجب صلح نامہ خان اگرور عطا محمد خان و اللہ داد خان جاگیرداران کو لاہور سے آزاد کر کے واپس اگرور لایا گیا۔ اور وہ اپنی جاگیر پر دوبارہ فائز ہوئے۔

نواب محمد اکرم خان کو بہادری کے صلہ میں خطاب نوابی (ستارۂ ہند) سے نوازا گیا۔ اور پانچ صد روپیہ پنشن ماہوار تاحیات دیا گیا۔ باقی رئیساں قوم تنولیاں کو بھی انعام و خلعت سے نوازا گیا۔ یاد رہے کہ اگرور میں جو جنگیں خان اگرور کے خلاف لڑی گئیں۔ اُن میں قوم تنولی کے قبائل پلال و ہندوال سب شریک تھے۔

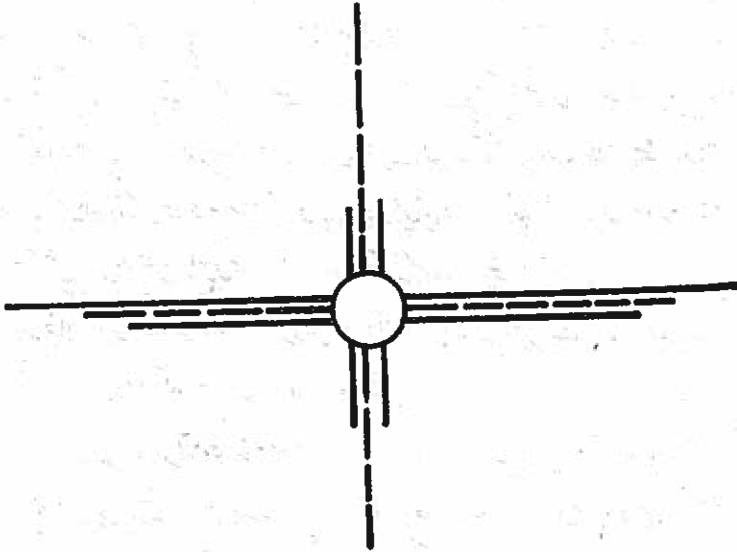
—— ؁ء۔ پہلی جنگ عنایت اللہ خان اگرور نے جو حملہ تناول ریاست پر مُلک گیری کی ہوس میں کیا تھا۔ نواب خان تنولی نے باوجود تنولیاں لشکر کی قلت تھی۔ لشکر سواتیاں علاقہ عنبر سے سب جمع کر کے آیا۔ ذلت آمیز شکست کھائی۔ عبدالغفور خان خان اگرور نے قرآن مجید کے وعدہ پر نواب خان کو عظیم خان درّانی کے پاس لے گیا اور نواب خان کو عظیم خان درّانی نے

قرآن مجید کا پاس نہ کرتے ہوئے دریائے لنڈہ میں ڈال دیا۔ خان اگرو رعبدالغفور خان کی خواہش پوری ہوگئی۔

۲:۔ پائندہ خان جب سید احمد شہید ؒ سے شکست کے بعد بے بسی کی حالت میں اگرور آیا تو عبدالغفور خان اگرور نے پائندہ خان کے قتل کا منصوبہ بنایا اور اس کی عزت سے بھی کھیلنے کا منصوبہ بنایا مگر یہ منصوبہ پورا نہ ہوا۔

یہ وہی واقعات ہیں جن کے ذریعہ تنولیوں اور سواتیوں کے باہمی تعلقات خراب ہوئے اور آپس میں دشمنی پیدا ہوئی۔

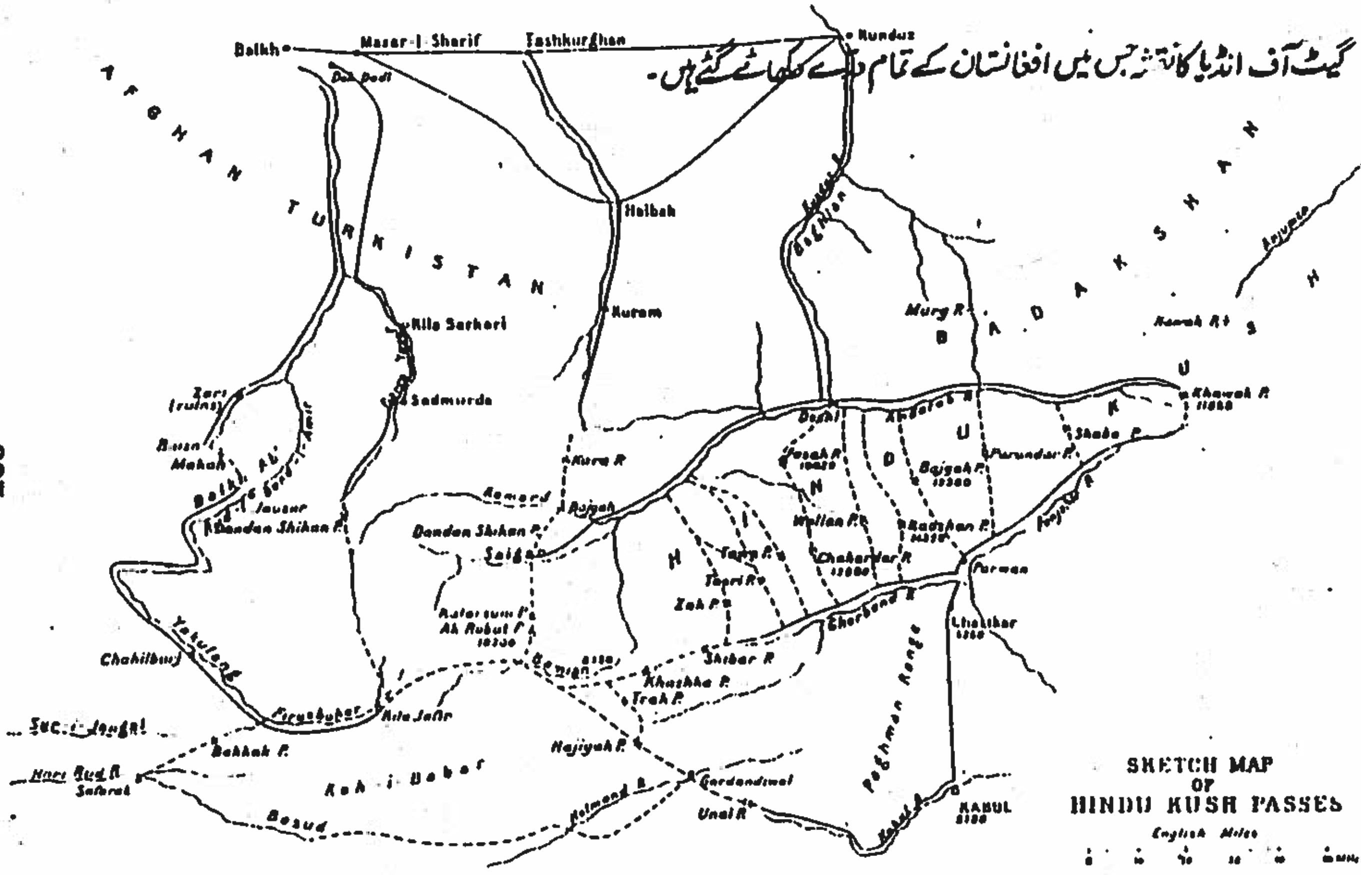
مجھے اُمید ہے کہ قارئین میری رائے سے مکمل اتفاق کریں گے۔



باب پنجم

ریاست امب کا ماضی و حال

گیٹ آف انڈیا کا نقشہ جس میں افغانستان کے تمام راستے دکھائے گئے ہیں۔



SKETCH MAP
OF
HINDU KUSH PASSES
English Miles

نواب خانیزمان کا دورِ حکومت!

نواب محمد اکرم خان کی وفات کے بعد ۱۹۰۷ء میں نواب خانیزمان خان کی دستار بندی ہوئی۔ اور والیٔ ریاست ہوئے۔

واقعات یوں ہیں کہ نواب محمد اکرم خان نے اپنے بڑے بیٹے خانیزمان خان کو ولی عہد قرار دیا لیکن ۱۹۰۴ء یا ۱۹۰۵ء میں نواب خانیزمان خان سے کسی بنا پر ناراض ہو گئے بجائے اس کے عبداللطیف خان کو ولی عہد بنانے کی خواہش ظاہر کی۔ جس کے لیے فضا ہموار کرنے کی تگ و دو شروع کر دی۔

محمد خواص خان اپنی "سرگزشت پریشان" میں یوں رقمطراز ہیں کہ جب ۱۹۰۴ء ۱۹۰۵ء میں پسران نواب صاحب میں ولی عہد کا تنازعہ شروع ہوا۔ نواب محمد اکرم خان نے خانیزمان خان کے خلاف کارروائی شروع کی تو اکثر موقعوں پر نانا مرحوم کو اس کام کے لیے عدالت میں منجانب نواب صاحب پیروی کرنی پڑی۔

بنا بریں نانا مرحوم غلام جان خان کو اس جرم کی پاداش میں ریاست بدر ہونا پڑا۔ چونکہ غلام جان خان خوانین پڑھنہ عبداللطیف خان سے وابستہ ہونے کی صورت میں چند ماہ اس دوران ایبٹ آباد جیل میں نظر بند کیا گیا۔ جب برطانوی حکومت نے قومی دستور کے مطابق بڑے بیٹے کا حق سمجھتے ہوئے نواب اکرم خان کی وفات کے بعد نواب خانیزمان خان جانشین مقرر ہوئے۔

نواب خانیزمان خان ایک بارعب، اعتدال پسند، دیندار، سخی، غریب دوست، اور جری شخصیت کے حامل تھے۔ نواب خانیزمان خان نے اپنی ایک درسگاہ بھی بمقام دربند قائم کی۔ جس میں دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور غرباء کے لیے ہسپتال بھی بنائے۔ اُن کے ملحقہ قبائل سے بھی اچھے تعلقات تھے۔ خاص کر قوم سواتی سے کئی سالوں سے جھگڑے اور دشمنی تھی۔ سواتیوں سے اچھے تعلقات قائم تھے۔

اپنے بھائیوں کو پڑھنہ کا علاقہ بطور حصہ داری دیا گیا۔ لوئر تناول کے قوم تنولی اور علاقہ پکھلی سے بھی اچھے تعلقات تھے وقتاً فوقتاً وفود کی نواب صاحب کے پاس حاضری ہوتی تھی۔ علماء کرام سے اچھے تعلقات تھے علماء کرام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وفد انجمن اسلامیان پکھلی لغہ بحضور جناب نواب خانیزمان خان اس وفد کے آنے پر علاقہ پکھلی کی پوری قوم سواتی کی نمائندگی ہوتی ہے۔

یہ وفد ۳ فروری ۱۹۱۴ء کو روانہ ہو کر دربند پہنچا اراکین کے نام مندرجہ ذیل ہیں دوست محمد خان گیدڑپور محترم علی گوہر خان۔ احمد خان گیدڑپور، ولی محمد خان سواتی۔ جہانگیری جاگیردار اوگرہ نزد مانسہرہ۔ خان محمد ایوب خان۔ اللہ داد خان مانسہرہ۔ وقت خان محمد عثمان خان سکنہ ٹانڈہ۔ حاجی عبید اللہ خان سکنہ لغہ، مُلاں غلام محمد اخوندزادہ سکنہ لغہ۔ سلطان محمد خان رئیس بالاکوٹ۔ محمد قلیچ خان ساکن بالاکوٹ، مولانا ابوالفتح فضل ربی لغہ۔ محمد امیر زمان خان سکنہ شمدھرہ۔ مولوی فضل حق ساکنہ بانڈی ڈھونڈاں تحصیل ایبٹ آباد۔ قاضی محمد عیسیٰ ساکن ڈھوڈیال۔ مولوی گلاب شاہ شیرپور۔ بلبل پکھلی مولوی محمد سلیمان خان ڈھوڈیال جبکہ پشتو اور فارسی کا منظوم سپاسنامہ انہوں نے بنائے آمد پیش کیے اور اُردو کا ایک طویل سپاسنامہ جو نقرئی بکس میں پیش کیا گیا۔ بہرحال اس وفد کا استقبال مہمان نوازی محبت اور اخلاص رخصتانہ مختصر ذکر یوں ہے۔

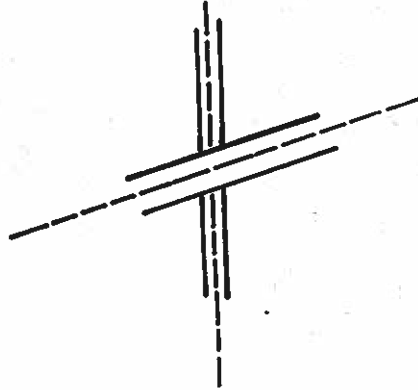
عالی جاہ!

آپ سے گزشتہ و موجودہ دور کے واقعات و حالات پوشیدہ نہیں ہیں جو ہر طرف سے اتفاق و اتحاد کے لیے مسلمان پکار اُٹھے ہیں۔ چنانچہ ہمارے علاقہ کی دو بڑی قومیں تنولی اور سواتی ہیں۔ جو نفرت انگیز رقابت خطرناک مادہ مُدت سے قائم تھا۔ اُس کا قلع قمع ہمیشہ کیلئے آنجناب کے مبارک ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔ اس تعلقِ حمیدہ اور اتحاد سعید کی یاد آئندہ ہمیشہ آپ کے نامِ نامی سے منسوب رہے گی۔

۴ فروری ۱۹۱۴ء کو اس وفد کے رُخصت کرنے کے لیے خود نواب ممدوح بمعہ اپنے خاص مشیران کے تین چار میل تک گئے اور بعد ہر ایک سے ہاتھ ملانے کے الوداع فرمایا

یہ کارروائیاں کوئی ۱۹/۲۰ صفحات پر وہاں مفصل ذکر میں رجوع کریں۔ اور لطف اندوز ہوں۔ سپاسنامہ منجانب اسلامیانِ پکھلی۔

بحضور رالدلع النور بندگان متعالیٰ رفیع المرتبہ قوی اشعرک والعظمت سکندر دوران نواب محمد خانیز مان بہادر فرمان روائے ریاست تناول وامب وملحقات آن دام اقبالہم وجلالہم۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہ تو نامہ بنام آں خداوند	کہ دلہارا بدطہارد و پیوند
سرنامہ بنام پادشاہے	کہ زر دلہا بدلہا ساخت درائے
سرنامہ بنام ذوالجلالے	کہ انسان درعطا کردہ کمائے
بہ لغت سرور فخر دو عالم	رسولؐ سید اولادِ آدم

حمد سپاس بے پایاں و نالش فزواں خداوند کارساز۔ مالک الملک، خالق الخلق کو سزاوار ہے اور صلوٰۃ بے نمایات حضرت سرور کائنات فخر موجودات کی شان ہے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ اللہ اکبر و للہِ الحمد۔ امابعد

حضور عالی!

ہم فدویان اہلِ اسلام کے خادمان و اراکین وفد و ممبران انجمن اسلامیانِ پکھلی منجانب تمام مسلمانان علاقہ پکھلی جناب والا کی فیاضانہ و کریمانہ مقناطیسی کشش کے باعث حضور الامع النور ہو کر توجہ التفات و فیض نمایات کے بصدقِ دل شکر گزار ہیں جس کی تائید کثرت سے دستخطی فارم شامل ضمیمہ ہذا ہیں۔

حضور والا جس مہر محبت کے ساتھ جناب والا نے انجمن اسلامیانِ پکھلی کے وفد کو شرف ملاقات عطا فرما کر معروضات کی سماعت و مقبولیت فرمانے کا مژدہ سنایا ہے اس کیلئے تمام مسلمان علاقہ ممنون رہیں گے۔

عالی جاہ! آپ سے گزشتہ موجودہ دور کے واقعات و حالات پوشیدہ نہیں ہیں حالانکہ خاص کر مسلمانوں کی ترقی اقبال و ازبار کے عجیب و غریب تاریخی واقعات اظہر من الشمس ہیں۔

مسلمان صرف اِنَّمَا المؤمنون اِخوۃ کے زریں اصول پر کاربند رہ کر اتفاق کی بدولت اقطاع عالم پر مدت تک حکمرانی کرتے رہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے جہاد اور بہت سے اسلامی نشانات و فضائل کو خیرباد کہہ دیا اور اتفاق کی سدِ سکندری کو بھی منہدم کر دیا۔ اسلام اور مسلمانوں پر اس نااتفاقی

کی وجہ سے جو مصائب چاروں اطراف سے نازل ہو چکے ہیں۔ اِن کی عبرت افزاء نظائر ہمارے پیشِ نظر ہیں۔ اور کس قدر اِن واقعات سے عبرت دلائی ہے۔ جو ہر لحاظ سے اتفاق و اتحاد کے لیے مسلمان پکار اُٹھے ہیں۔ چنانچہ ہمارے علاقہ کی دو بڑی قومیں تنولی اور سواتی ہیں۔ جو نفرت انگیز رقابت اور خطرناک مادہ مدت سے قائم تھا۔ اِس کا قلع قمع ہمیشہ کے لیے آنجناب کے مبارک ہاتھوں سے ہو رہا ہے اس تعلق حمیدہ اور اتحاد سعید کی یاد ہمیشہ آپ کے نامِ نامی سے منسوب رہے گی۔ اور انجمن اسلامیانِ پکھلی کے تاریخی باب کا ذکرِ خیر ہمیشہ کے واسطے سنہری حروف میں درج رہے گی۔ اور آپکی یادگار ہمارے دلوں میں قائم و دائم رہے گی۔ اور سلسلہ اتحاد کے استحکام اور ہر دو قوموں میں محبت اور اُلفت قائم کرنے کی وجہ سے آپ کے جانباز مشیر بالخصوص نائب الریاست رحمت اللہ خان بہت بہت شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان کے دانشمندانہ طریقِ عمل نے مسلمانوں پکھلی کو آپ کا دلدادہ اور شیدائی بنا دیا ہے۔

صد شکر صد سپاس بہ درگاہ کردگار — شد شایدم او من از پردہ آشکار

درمان شاید اثر نیک گرفتہ است — دست خاکہ بود در آغوش انتظار

عزیب نواز ہم اراکین منجانب کل قوم جناب کو نہایت وثوق کے ساتھ یقین دلاتے ہیں کہ آئندہ ہمیشہ کے لیے سب تعلقات ہماری طرف سے انشاء اللہ مخلصانہ رہیں گے اور جناب کے اخلاقِ حمیدہ اور فضائلِ برگزیدہ کی وجہ سے جو ہر ایک فرد و بشر کو جناب سے بڑی کمی تعلیم کی پائی جاتی ہے۔ اس کمیٔ تعلیم کے باعث مسلمانوں کی قوم میں کسی قسم کی بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو کر تباہی و بربادیٔ قوم کا پیش خیمہ بن جاتی ہیں۔ تمام ترقی یافتہ اقوام صرف تعلیم کی بدولت آج معراجِ ترقی پر نظر آ رہی ہیں۔ یورپین اقوام میں وہی قوم عروج حاصل کر چکی ہے جو تعلیم میں سب سے زیادہ سبقت لے چکی ہیں۔ مسلمانوں نے تعلیم کی طرف بے توجہی اور لا پرواہی کی آتنی قعر مزلت کی گرتے رہے۔ ہمسایہ قوم نے اس تعلیم کی بدولت ہزاروں فوائد حاصل کیٔے۔ اور ہماری نیک دل پسند گورنمنٹ برطانیہ نے ہم کو فرائض مذہبی کی بجا آوری ہر قسم کی تعلیم و تمدن ترقی کے لیے اجازت عام فرما رکھی ہے۔ گو بلحاظِ سرکاری مدارس تعلیم کے لیے ہرگز کافی نہیں کہے جا سکتے۔ لیکن گورنمنٹ کی امداد کے بھروسہ پر اِس وقت ہندوستان میں کئی قومی درسگاہیں جاری ہو

چکی ہیں۔ اور تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہے۔ افسوس کہ صوبہ سرحد میں کافی دیر کے بعد تعلیم کی طرف
توجہ مبذول ہوئی۔ بجز اسلامیہ کالج پشاور، مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم و ترقی کا اس وقت کوئی خاطر خواہ
انتظام نہیں ہو سکا۔ خصوصاً ضلع ہزارہ میں تعلیمی حالت نہایت یاس انگیز ہے۔ آجکل ہمسایہ
قوم کے دو اسکول قائم ہیں۔

مسلمانانِ ہزارہ کی لاپرواہی اور غفلت سے اس وقت تک ایک سکول کی بنیاد بھی
ابھی محفوظ نہیں ہو سکی۔ انجمنِ اسلامیان پکھلی حضور والا کی بیدار مغزی اور قوم پرستی اور حمیت
اسلامی کی نہایت ہی شکر گزار ہے کہ خاص دربند میں ایک درسگاہ کا قیام فرما کر اپنی روشن خیالی
کا مستند ثبوت دے کر مشکور فرمایا۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ مدرسہ اور اسلامیہ دربند
دار العلوم کے درجہ تک ترقی کر سکے۔ اور اس چشمۂ فیض سے عام لوگوں کو بے شمار فوائد علمی
نصیب ہوں۔ نیز مشیرانِ خاص کی مساعی جمیلہ قابلِ تحسین ہے۔

جناب والا یہ امر فی الحقیقت قابلِ مسرت ہے کہ ہر ملک میں تعلیمی لہریں نہایت زور و
شور سے پھیل رہی ہیں اور ہر مقام پر تعلیمی چرچہ جاری ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے مذہبی حقوق کی
حفاظت اور قومی تعلیم کی غرض سے تھوڑے عرصہ سے انجمن اسلامیان پکھلی کا قیام عمل میں آیا اور
اس کے زیرِ اہتمام ایک دینی مدرسہ اور اسلامی مدرسہ قیام پذیر ہوا۔ بفضل اللہ تعالیٰ اس
قلیل عرصہ میں حیرت انگیز ترقی کی ہے اور اس وقت نہایت کامیابی اور تسلی بخش امید افزا
طریقہ سے چل رہا ہے۔ آجکل دو صد طلباء زیرِ تعلیم ہیں اور چھ معلم اور چند ملازمین تعینات
ہیں۔ مدرسہ کی نسبت اعلیٰ درجہ کی رائے ظاہر ہو چکی ہے اور معائنہ ٹیم نے بھی بے حد خوشنودی کا
اظہار فرمایا۔ چنانچہ چند رائیوں کا اقتباس بصورتِ معذرت شامل ہذا ہے۔ حال ہی میں ایک
یتیم خانہ بھی ہوا تھا جس پر یکصد روپیہ ماہوار اوسطاً خرچ تھا۔ لیکن سالِ رواں سے ۲۵۰ روپیہ
ماہوار کا خرچ ہوگا۔ چنانچہ ایک معلم ۲۵ روپیہ ماہوار مشاہرہ پر طلب کیا گیا ہے۔ اور سالِ
رواں میں دو دینیات کے زائد معلم مقرر ہوں گے۔ نیز ایک دار الاقامت، بورڈنگ ہاؤس
بیرون جات کے طلباء کے لیے قائم ہوگا۔ چنانچہ مجلس منتظمہ نے سالِ رواں کے لیے ساڑھے تین
ہزار روپیہ کا اندازِ خرچ لگا کر تخمینہ منظور کر لیا ہے۔ نقشہ رپورٹ بطورِ ضمیمہ پیش ہے

اس مدرسۂ اسلامیہ بفہ کی کوئی عمارت نہیں ہے لیکن سابق شفاخانہ سرکاری عارضی طور پر
پر جناب ڈپٹی کمشنر نے انجمن کی درخواست پر عطا فرمایا ہے۔ خدانخواستہ اگر لوکل گورنمنٹ کمرہ جات
لینے کے لیے مستعد ہو جائے تو انجمن اسلامیہ کو ایک نہایت رنجیدہ پریشان کن مصیبت کا سامنا
کرنا پڑے گا۔ اور کثیر التعداد روپے کے صرف سے ایک بھاری بلڈنگ کھڑی کرنی ہوگی جس کا مجموعی
خرچ ۳۰ یا ۴۰ ہزار روپیہ سے کم نہ ہوگا۔ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اس قسم کے خیالات ہیں
جو مجموعی خرمنِ امید پر بجلی کے گرنے جیسا کام دے رہے ہیں۔ اور ہم ایک لحظہ بھی ان اندوہناک
حالات سے بے فکر نہیں رہ سکتے۔ اور نہ ہی منتظمین و کارکنان و ممبران انجمن کو کامل بے فکری اِس
اس اضطراب سے نصیب ہو سکتی ہے۔ جب تک ایک معقول سرمایہ داری کا نظام نہ کیا جائے تعلیمی
سکیم کو وسعت دینے کے لیے ہم تیار نہیں ہو سکتے۔ نہ ہی قومی تعلیم کے فوائد سے کما حقہ مستفید
ہو سکتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند علی گڑھ کالج ندوۃ العلماء حمایت الاسلام لاہور کے واسطے چھوٹے
بڑے نواب اور تمام امیر و رؤسا کی طرف سے جاگیریں اور پنشنیں مقرر ہیں اور معقول و گرانقدر
عطیات سے دستگیری فرمائی جاتی ہے جس کی کفالت سے تمام چھوٹی چھوٹی درسگاہیں بے فکری
سے چل رہی ہیں۔ اور تمام قومی امراد کی اعانت و معاونت پر قائم ہیں نواب علیہ بیگم صاحبہ
بھوپال ۳۰ سے زیادہ درسگاہیں اور بیش بہا جاگیریں عطا فرما چکی ہیں۔ اور شاہ حیدرآباد
اور نواب رام پور نے لاکھوں روپیہ کی امداد سے قومی کالجوں کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ خود
حضور والا مایہ فخر ناز نے بھی نہایت عالی حوصلگی، بلند خیالی سے اسلامیہ کالج پشاور کو ایک لاکھ کا
گراں قدر عطیہ سے امداد فرما کر اپنے اعلےٰ جوہر فیاض و قومی ہمدردی کا نمایاں ثبوت دیا ہے۔ ہم
مسلمانانِ علاقہ خواہشمند اور امیدوار ہیں کہ جناب والا اپنے قیمتی مشوروں سے انجمن کو مشکور
فرما کر انجمن کی دستگیری رسم پرستی فرماتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ جس بے قراری
سے نتیجہ کے لیے تمام مسلمانانِ علاقہ منتظر ہیں اس کا اظہار و احاطہ قلم سے باہر ہے۔ ہم خطرناک
سازش کے انکشاف پر صدقِ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہم حضورِ والا کے فرمان
پذیری، خیر خواہ خاکساران احمد خان صدر انجمن پکھلی و ممبران انجمن اسلامیہ پکھلی۔

مہر آنریری سیکرٹری
انجمن اسلامیہ پکھلی

۴۸۶

"جواب ایڈریس منجانب نواب صاحب

برادران اولی الاحترام اصحاب وفد کی جانب سے جو بعنوان سپاسنامہ تحریر پیش
ہوئی جس کا ہر جملہ سچی اسلامی اصول اور صادقانہ محبت کی بنیاد پر شاہد ناطق ہے زیادہ موزوں
تھا کہ اولاً ہماری طرف سے تشکر نامہ بطور شکریہ قدوم وشکریہ جذبات صادقہ اسلامیہ وقومیہ
آپ صاحبان کی خدمت میں پیش ہوتا کیونکہ مجھے اُن صاحبان کی تشریف آوری پر دلی مسرت
ہوئی۔ اور اس قیمتی اور قابلِ قدر وفد سے جس قدر میرا دل مشکور ہے۔ میں ہی محسوس
کر سکتا ہوں۔ جن مقاصد اور اغراض کی بناء پر ایسی یگانگت وقومی وحدت کی رفتار زمانہ
حال کے مطابق ہماری شکستہ قوم کو ضرور رہنی ہے۔ اس کے بیان اور اظہار میں بھی آپ صاحبان کی
طرف سے شرح سبقت ہو سکتی ہے ثانیہ تکرار تحصیل ہے۔ پس میری طرف سے آپ صاحبان کی
خدمت گرامی میں بشمول شکریہ وہی مقاصد و الفاظ پیش ہوئے ہیں۔ جو آپ ہی کے الفاظ جامع
دُہرائے جائیں۔ خدا تعالیٰ کا ہزار شکر ہے کہ مطابق عادت قدیم ازلیہ کے ھو الذی یرسل
الریاح بشرا بین یدی رحمتہ الایاس،، اسلامی دنیا میں اب بہت خوش کن لہریں حصولِ
تعلیم مذہبی و دنیوی کی نظر آنے لگی ہیں۔ اور یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ صاحبان
کی اسلامی غیرت نے جوش مارا اور انجمن اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ اس محکم ارادہ واسلامیہ کا عملی
نمونہ بن کر ظاہر ہو گیا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے روز افزوں ترقی پذیر ہے اور یقین
ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ انجمن بہت کچھ ترقی کرے گی۔ چونکہ آپ صاحبان کو معلوم ہوا ہو گا کہ
میں نے اس معاملہ پر غور کرنے کے بعد ایک اسلامی سکول کی بنیاد بمقام دربند قائم کی ہے
جس کی عمارت اتمام کو نہیں پہنچ سکی کام شروع ہے۔ اور سلسلہ تعلیم بھی شروع ہو چکا ہے
ساٹھ کے قریب بچے ہیں۔ جو نو آموز داخل ہو چکے ہیں۔ اور میرا ارادہ ہے کہ اعلیٰ پیمانے پر
ہائی سکول بناؤں علاوہ ازیں ایک دوسرا مدرسہ بھی اس ریاست میں نہایت ضروری ہے کیونکہ
یہاں مساکین مریضوں کا علاج معالجہ بھی ناقابلِ تلافی دقت تھی۔ جس کے لیے میں نے معقول رقم

وقف کرکے ایک خیراتی شفاخانہ قائم کرادیا ہے۔ جس کی عمارت ایک عمدہ اور اعلیٰ پیمانہ پر تیار ہورہی ہے۔ یعنی ہم کو بھی ایک شکستہ و ریختہ لکڑیوں سے گاڑی بنانے اور اس کو چلانے کی ضرورت ہے میں انجمن اسلامیانِ پکھلی کی دل سے قدر کرتا ہوں اور انجمن موصوف سے دلی ہمدردی رکھتا ہوں۔ اور انجمن کی ترقی و بہبود کو اپنی ضروریات سے بھی مقدم خیال کرتا ہوں اسی بناء پر حالاتِ مذکورہ میں احباب اخوان و قدسے متوقع ہوں کہ وہ میری طرف سے بالفعل ۲ ہزار روپیہ نقد اور ۲ صد روپیہ مستقل امداد کو قبول فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں میں وقتاً فوقتاً دیگر اہم ضروریات کے متعلق انجمن اور دیگر قومی خدمات سے پہلو تہی نہیں کروں گا۔ بلکہ خلوص کے ساتھ حتی الوسع فرض برادرانہ انشاءاللہ ادا کروں گا۔

دستخط :-

خادم نواب صاحب بہادر

<u>نقل سند جاگیر عطاکردہ جناب نواب بالقابہم بنام انجمن اسلام پکھلی !</u>

عزیز القدر سرغام اللہ۔ مشیر مال و سیّد عبدالجبار، انجمن اسلامیہ پکھلی کے لیے مبلغ ۶ سو روپیہ سالانہ دینا منظور کرلیا ہے۔ جاگیر بد نہک کی رقم سے یہ ششماہی میں ۳ سو روپیہ بلا لوٹک دیا کریں۔ اور خیرات میں محسوب ہوا۔ اور حساب سے مجرا ہوا۔ لوٹ مہر ہر ششماہی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ خیرات دائمی ہے۔

مہر و دستخط

نواب صاحب بہادر والئی ریاست امب تناول

مرقوم ۲ ر فروری سنہ ۱۹۱۴ء

ازمقام :- دربند



"سپاسنامہ منظوم فارسی

منجانب :- انجمن اسلامیہ پکھلی ہزارہ ۱۹۱۴ء بحضور نواب صاحب امب تناول"

به تحمید خدا اہلِ جہاں شام سحر بینم
به نعت مصطفیٰ خیر الوریٰ جن و بشر بینم

ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، حیدرؓ بن ابوطالب
درخت پائیدار و شاخ و بابرگ ثمر بینم

ز اولی الامر منکم از تناول والئ عادل
ز بیم و شوکتش گرگ و بُزاں در یک گزر بینم

ز جودش ہر وجود جالۂ عیش و چرب پوشید
جفا جور و تقویٰ، از عدلش جامہ در بینم

با ادراک ذکا فہم و فراست گوئے سبقت بُرد
به قامت چوں سہی سرو بصُورت چوں قمر بینم

با استقلال و خوش خلقی سر و زیر نگیں کردہ
بوقت کارزارش فوج چوں شیرِ ببر بینم

با اجرائے شفاخانہ مکاتب دوئے جاں ہر
بیماری و بدفعلی معطر پاک تر بینم

ہنود و مُسلم و عیسائش دو نظر یکساں
تعصب، خشم و نخوست از خیالش دور تر بینم

مداخیل و امازئیؒ راز تالیف قلوب خود
به مہر خلعت اُلفت مبہم شیر و شکر بینم

مثال حاتم و نوشیرواں در ذکر شان تو
نے ز بید تراں چوں اُمتِ خیر البشر بینم

نے بینم جواں مردے دفائی القوم باہمت
مگر خانیزمان سرکار والا نامور بینم

با امیدِ اجابت وفد در جامہ نے گنجد
کہ دہ انبار بہر انجمن از سیمّ و زر بینم

اُمید غنچہ پکھلی بخندہ کس نے آرد
با ادبار فلاکت قوم خود باچشمِ تر بینم

به غفلت قوم فتنہ سر ز بالیں بر نے آرد
متاعِ نقد اسلامی ہمہ زیر و زبر بینم

عطائے دائمی دائم بود کار نکوکاراں
بحمد اللہ کسی جوہر بہ طینت مستقر بینم

لباس ماہمی پکھلی کشیدن در روز خواہد
مگر سرگرد گان قوم خود را کا الحجر بینم

ہمہ میدان پکھلی بود خشکی جرعہ آبے جست
به سرسبزی ز جود فیض تو سحر و شجر بینم

ز عین فیض عام تر باسلامیہ پشاور
نہال بچگانِ قوم خود ذ حلق تر بینم

مبارکباد حفظ تعالیٰ اللہ ایں گلین
ذ خاد حاسد بدخواہ دولت بے ضرر بینم

ولیعہدش فریدون خان طال اللہ عمرہ، — بہ تہذیب و تمدّن از بزرگاں خوب تر بینیم
بہی خواہ ریاست رحمت اللہ خان نائب را — بہ تدبیر جہاں داری زاتو رفوق تر بینیم
بہ نظم و نسق ضرغام اللہ خان صاحب مشیرمال — ہمہ دشت و جبل میدان پُر از گنج و گہر بینیم
میاں صاحب عبدالجبار شاہ فخرِ ریاست را — بہ علم تجربہ عقدہ کشا دو نکتہ در بینیم

ذ آفاتِ بلیاتِ زمانہ ایں ریاست را
بحفظ حافظ ایزد تعالیٰ بے خطر بینیم

ولی عہد فریدون خان کا درست نام محمد فرید خان ہے جس نے مورخہ ۲۱ ردسمبر ۱۹۷۰ء میں وفات پائی

رحمت اللہ خان (متوفی ۵۴-۱۹۵۳ء)

ضرغام اللہ (متوفی ۱۹۴۰ء)

از ڈائری دوست محمد خان :-

۵ ، نومبر سال ۱۹۱۲ء خانصاحب اپنی ڈائری میں تحریر کرتے ہیں کہ ہری پور کے مقام پر ہمراہ علی گوہر خان برخوردار کے جناب والئی امب نواب خانیزمان خان سے ملاقات ہوئی اُس دور میں انگریز جلسہ کمیٹی کرتے تھے جس میں ہزارہ کے رؤسا سب شریک ہوتے تھے ۔ نیزہ بازی و دیگر ثقافتی کھیل بھی ہوا کرتے تھے جن میں طاقت کا مظاہرہ ہوتا تھا ۔

۷ ، نومبر سال ۱۹۱۲ء کو ڈپٹی کمشنر ہزارہ روس کیپل تشریف لائے اور مندرجہ ذیل رؤسا جو جلسہ بمعہ اپنے پیادہ سوار گھوڑوں کے شریک ہوئے ۔

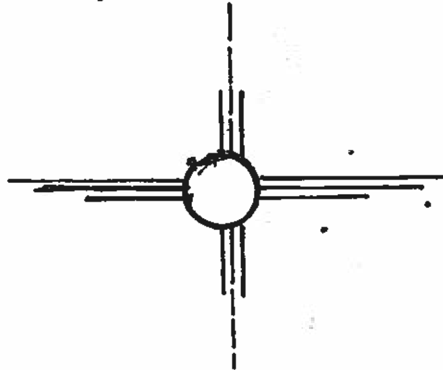
نمبر شمار	نام	پیادہ	سوار	میزان
۱	نواب خانیزمان خان والئی امب	۵۰۰	۱۰۰	۶۰۰
۲	خان صاحب بیڑ	۱۰	۸	۱۸
۳	خان بھوہار	۴۰	۱۰	۵۰
۴	راجگان خانپور	۵۰	۸۰	۱۳۰
۵	خان صاحب گڑھی	۲۵۰	۲۰	۲۷۰
۶	سلطان لبرئی برکات خان	۵۰	۲۵	۷۵
۷	خان کھلابٹ	۵۰	۳۰	۸۰
۸	قاضیان سکندرپور	۴۰	۳۰	۷۰
۹	سرداران ڈھیری	۵۰	۱۵	۶۵
۱۰	سرداران کوٹ	۴۰	۸۰	۱۲۰
۱۱	خان گیدڑپور	۲۵	۱۸	۴۳

نمبر شمار	نام	پیادہ	سوار	میزان
۱۲	باندہ پیر خان	۵۰	۳۰	۸۰
۱۳	خان کو ٹھیالہ	۲۰	۱۰	۳۰
۱۴	پنیاں	۲۰	۱۵	۳۵
۱۵	احمد خان سرائے صالح	۳۰	۳۰	۶۰
۱۶	گنگر مشوانی	۵۰۰	-	۵۰۰
۱۷	سیداں کاگان	۲۰	۴۰	۶۰
۱۸	باندہ عطائی خان	۲۰	۵	۲۵
۱۹	طاہر خیلی خانان	۳۰	۱۵	۴۵
۲۰	ترک مانکرائے	۲۰	۱۰	۳۰
۲۱	باڈر پولیس اگرور	۲۰	۱۰	۳۰
۲۲	باندہ ملی خیل	۳۰	۲۰	۵۰

اُس دَور کے ہزارہ کے قبائل فنونِ سپہ گری کے شوق اور مختلف قبائل کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سر نواب خانیزمان کے عہد کے وزراء اور اُنکی جلاوطنی یکم مارچ ۱۹۱۴ء

یہ وزراء چار بھائی تھے۔ رحمت اللہ خان۔ عبدالرحمان۔ ضرغام اللہ اور صفی اللہ اُن کو شیخ کہا گیا ہے۔ کبھی صفو، جگو کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ رحمت اللہ سب سے بڑا بھائی تھا۔ زیادہ شہرت رحمت اللہ نے ہی پائی۔ جو نائب ریاست تھا۔ ضرغام اللہ مشیر مال تھا۔ انہیں دونوں کے خط علی گوہر خان کی فائل میں موجود ہیں۔ ان کی جلاوطنی کے دو دور گزرے۔ ایک دفعہ نکالنے کے بعد پھر واپس آئے تو پھر جب دوسری دفعہ نکالے گئے تو شاید واپس ریاست میں داخل نہ ہو سکے جو خط فائل میں ہیں وہ اُن کے اچھے دَور کے ہیں۔ اُن خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ریاست کے عروج نصف النہار پر تھے۔ رحمت اللہ نائب ریاست متوفی سنہ ۱۹۵۳ء اور صفی اللہ "صفو" متوفی سنہ ۱۹۳۸ء جو مجسٹریٹ امب رہا ہے۔ ضرغام اللہ عرف جگو متوفی سنہ ۱۹۴۰ء جو مشیر مال بھی رہا ہے۔ عبدالرحمان مجسٹریٹ شیر گڑھ تھا۔ سپاسناموں میں اِن دو صاحبان کا نام ذکر مداح بڑے احترام سے کیا گیا ہے۔ بہی خواہ ریاست رحمت اللہ خان نائب بہ تدبیر جہانداری بہ نظم و نسق ضرغام اللہ خان صاحب مشیر مال ہمہ دشت و نیل میدان پر از گنج و گہر بینم۔



رحمت اللہ خان کا ایک خط بنام علی گوہر خان ۔ جنگ سوات چلہ سوارہ سال ۱۹۲۳ء جو لشکر سوات اور لشکر تنولیاں کے درمیان ہوئی تھی ۔

بمادر عالی جاہ!

تہنیت نامہ موصول ہوا ۔ جنگ کا عجیب سماں تھا ۵ تاریخ کو لشکر ریاست دربند سے روانہ ہوا ۔ دشمن غاصب مذموم اور عہد شکنی کی بے خبری میں علاقہ چلہ پہنچا وہ ایسا وقت تھا کہ دشمن کے قلعہ جات ناوہ گئی وغیرہ میں برائے نام بیس بیس سپاہی تھے ۔ اگر خدا کو منظور ہوتا اور حملہ کیا جاتا تو قلعہ جات انشاء اللہ فتح ہو سکتے تھے ۔ مگر کچھ تو اندرون بونیر جوڑ توڑ اور کچھ مظلومین چکیسر وغیرہ کو مطلع کرنا مطلوب تھا ۔ اور زیادہ تر ہمارے افسران کی خواہش تھی کہ افواج سوات کو جن کے نادر شاہی یا چنگیز خان جیسے ظالمانہ حملوں سے تمام سرحدی قبائل میں محشر برپا تھا موقعہ دیا جائے کہ وہ اپنی مضبوط طاقت سے لڑنے کے لیے میدان میں نکلیں اور ایک آزادانہ جنگ سے قسمت آزمائیں ۔

آخر ایسا ہی ہوا کہ بروز جمعرات گزشتہ ڈیڑھ ہزار فوج سوار پیادہ سوات سے کھلے میدان میں ہماری ایک جنگ ہوئی ۔ جس میں دشمن کثیر تعداد میں مردہ انسان و گھوڑے میدان میں چھوڑ کر بھاگا ۔ اور خدا نے ہماری قلیل بے ترتیب جماعت کو فتح یاب کیا ۔ مال غنیمت ایک گھوڑا اور بہت سا اسلحہ ہمارے ہاتھ آیا ۔ اور موضع سوارہ میں غلہ کے بے شمار انبار تھے ۔ ہمارا قبضہ ہوا ۔ اگر ہماری فوج تھک گئی ہوتی تو انشاء اللہ جنگ فیصلہ کن ہوتی مگر خدا کو یہی منظور تھا کہ بمقام بونیر لشکر سوات سے دوبارہ جنگ ہوئی ۔ دشمن یہ قلعہ ناوا گئی پناہ ہو کر محصور ہو کر محصور ہو گیا ۔ کل ہفتہ کے دن دوسری لڑائی کی تاریخ تھی ۔ اہل ملک نے بھی سلسلہ لوہ کر ڈکر بند کر رکھا تھا اور قوم نے ایک قلعہ میاں گل مزید شکست خوردہ کے بعد سالار ترنی قبضہ کر کے لشکر سوات کی آمد کا سلسلہ بند کر دیا ۔ اقوام سرحدی شمالی چکیسری وغیرہ بھی شامل جنگ ہو چکے ہیں ۔ دعا کریں کہ خداوند کریم اپنی لاتعداد مخلوق کو آزادی دے اور جن کی املاک غضب کی گئیں اور عورتوں کی عصمت خراب کی گئی ہے ان کو قتل کیا گیا ہے خدا اس قلیل جماعت کی مدد فرمائے ۔ اس خبر کو

اخبار میں مشتہر کرنا آپکی مرضی پر منحصر ہے۔

آپکا رحمت اللہ
۲۲/۷/۱۹۲۳

پسِ منظر جنگ سوارہ

میں سے خود جنگ سوارہ کے حالات قلمبند کرنے کے لیے ۲۶ دسمبر ۱۹۸۶ء کی رات کو علاقہ چملہ جنگی گاؤں پہنچا تو میری پہلی ملاقات عبد الرزاق خان تنولی قوم بھوجیال خیل سے ہوئی رات کو جنگی گاؤں میں عبد الرزاق خان کے حجرہ میں قیام کیا وہاں قوم تنولی بوجیال کے پندرہ گھرانے آباد ہیں جنہوں نے احترام سے میری مہمان نوازی کی جنگی گاؤں کے نزدیک کوریا گاؤں واقع ہے جس میں اخوندزادے قیام پذیر ہیں۔ جو اخوند سلاق بابا کی اولاد ہیں اور ساتھ روگاؤں تنولی ڈھیری کانگرہ ہیں۔ جس میں تنولی آباد ہیں جو کہ سریاں۔ بوجیال اور متھال قوم تنولی سے ہیں۔ صحیح تاریخ تو وہ نہ بتا سکے۔ البتہ یہ کہا ہے کہ ہمارے بزرگ کہتے تھے کہ پائندہ خان کے دور میں ہمارے بزرگ یہاں آکر آباد ہوئے ہیں۔ اُن کی زبانی معلوم ہوا ہے علاقہ چملہ کے مختلف گاؤں میں تقریباً ۳۰۰ نفر قوم تنولی کے ہوں گے۔ اور یہ سب پشتو بولتے ہیں بلکہ انہیں تنولی زبان یا ہندکو زبان بالکل نہیں آتی۔ ویسے انہوں نے کچھ شجرے بھی بتائے ہیں جو کہ کتاب ہذا کے آخر میں تحریر کیے جائیں گے۔ بہرحال وہاں کے بزرگوں سے جو حالات جنگ سوارہ معلوم ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

حضرت شاہ رحیم۔ سید نجیب شاہ ساکنان کوریا علاقہ چملہ رقمطراز ہیں کہ علاقہ بونیر میں عرصہ دراز سے خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ مختلف گاؤں کے خوانین اور معززین کے مابین رسہ کشی و کشت وخون کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا۔ اُنہی خوانین اور معززین میں سے الیاس خان سکنہ ڈگر۔ بونیر غورے خان ساکنہ ایلئے۔ لطیف خان سکنہ کلپانی ایک فریق تھا۔

ا ا مہ شہ تنہ ر ر آ ر گا قل ڈہ ر کے شہ سہ کہ جب کو پرکا جنگ تھا

اور شہزادہ گل میاں سکنہ سر سرہ وادی لالے میاں وغیرہ دوسرے فریق تھے۔ اور موضع کداں اخون خیل علاقہ چملہ میں مقیم تھے۔ آخر تنگ آکر اُس نے اپنے فریق خوانین کو اکٹھا کیا۔ اور بادشاہ میاں گل عبدالودود نے بونیر پر حملہ کردیا۔ اور علاقہ بونیر چملہ پر قبضہ کردیا۔ اور اس طرح فریق ثانی مدت خان سکنہ کلیانی اور شہزادہ گل میاں ملیں سر سرہ وادی اور سید خاندان ناواگئی نواب تناول کے پاس جاکر پناہ حاصل کرلی۔ اب جبکہ اُن خوانین کی جو بونیر میں طاقتور فریق تھا۔ بادشاہ میاں گل کی حکمرانی ناگوار گزری اور وہ بھی اس سے تنگ آئے ہوئے تھے اور فریق اوّل چونکہ نواب تناول کے پاس پناہ گزین تھا۔ لہٰذا انہوں نے نواب تناول کو بادشاہ سوات سے جنگ لڑنے پر آمادہ کیا۔ بنابریں لشکر تنولیاں معہ اُن پناہ گزینوں کے علاقہ تناول سے روانہ ہوکر عصر کے وقت موضع کوریا علاقہ چملہ پہنچا۔ وہاں پر لشکر تنولیاں نے ڈیرہ ڈال دیا اور کوریا گاؤں میں ایک بلند چٹان پر ایک ترکھان مسمی محمد الوزر کے گھر پر توپ نصب کردی اور ناواگئی قلعہ پر تین فائر کئے۔ جبکہ باقی تنولی فوج کوریا کے سامنے جنگل کی طرف روانہ ہوکر کانگڑا اور تنولی ڈھیری کے اردگرد ناواگئی قلعہ کے سامنے تنولی ڈھیری گاؤں میں توپیں نصب کردیں اور سوارہ کے گاؤں کے سامنے مورچہ بندی کردی گئی۔ تنولی ڈھیری اور کانگڑا کے دونوں گاؤں تنولیوں کے ہیں۔ سب خالی کردیئے تھے۔ اُن دنوں جو تنولی وہاں آباد تھے سب تنولی فوج کے ساتھ شامل ہوگئے۔ جبکہ کوریا کے اخوندزادگان بھی تنولی فوج کی حمایت میں تھے۔ عمر خان سکنہ سوارہ۔ سربلند خان سوارہ۔ مہربان شاہ سکنہ سوارہ نے وہاں سے تنولی لشکر کو اطلاع دی کہ سوارہ گاؤں خالی ہے اور آپ فوراً حملہ کردیں۔

چنانچہ سالار لشکر نے کوریا سے مقامی لوگوں کے بیس افراد کو ایک دستہ بناکر جس کی کمان غلام شاہ کررہے تھے۔ راستہ کی صفائی کے لیے پہلے ہی روانہ کردیا تھا۔ جب صبح کو لشکر سوات سوارہ پہنچا تو چونکہ رات کو تنولیوں نے حملہ نہیں کیا تھا صرف قلعہ ناوہ گئی پر کوریا سے فائر کئے تھے۔ جبکہ سوارہ گاؤں میں تین پلاٹون یعنی تین صوبہ داریاں آگئیں۔ جنگ صبح کو شروع ہوئی۔ تنولیوں نے ایک زبردست حملہ کیا۔ لشکر سوات توپوں کی زد میں تھا۔ لشکر سوات کا بہت بھاری نقصان ہوا۔ بلکہ لاشیں اور بہت سا اسلحہ وغیرہ چھوڑ کر

بھاگ گئے اور تنولیوں نے چیلہ کے علاقے اور ناوہ گئی پر قبضہ کر لیا۔ لشکر سوات کو شکست ہوئی
راوی کے بیانات کے مطابق تین صوبہ داریاں فوج سب مکمل طور پر تباہ ہو گئی کہتے تھے کہ صوبہ داری
میں ۸۰۰ فوجی ہوتے تھے لیکن رحمت اللہ خان کے خط کے مطابق یہ ڈیڑھ ہزار فوج کا حملہ تھا۔ جو کہ تقریباً
سب ختم ہو چکے تھے۔ لشکر تنولی کو باقاعدہ براستہ جنگل راشن آ رہا تھا۔ تو لشکر سواتی کو
پتہ چلا کہ تنولی لشکر کا روشن دریا کے پہاڑ کے راستہ سے آتا ہے تو انہوں نے اُسی راستہ پر
حملہ کر دیا۔ تنولی لشکر نے جوابی حملہ کیا تو وہاں پر سواتیوں کو شکست ہوئی اور بہت سا اسلحہ و لاشیں
چھوڑ کر بھاگ گئے اور سالارزئی کے علاقہ پر مکمل قبضہ ہو گیا۔ علاقہ لونیر سب تنولیوں کے قبضہ
میں آ گیا۔ اور تنولی لشکر کڑاکڑ کے پہاڑ پر مورچہ زن ہو گیا۔ اور ملکی لشکر ورما کی پہاڑ کے
پچھلے حصہ سے سوات پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جنگِ سوارہ میں پہلے مورچے تنولی
ڈھیری کی ایک جھلک بزبانی نوابزادہ اورنگزیب خان پسرِشش نواب میجر سر خانیزمان جو اُس مورچہ
پر کمان کر رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ تنولی لشکر سات آٹھ ہزارہ کے سوار پیادہ پر مشتمل تھا۔ جو کہ
آتشیں اسلحہ سے لیس تھا۔ تین بڑی اور چھوٹی توپیں بھی تھیں۔ سواتی لشکر ہم سے کئی گنا بڑا
تھا۔ پہلی جھڑپ تنولی ڈھیری میں ہوئی۔ اور اسی مورچہ پر ہماری فتح اور شکست کا دارو
مدار تھا۔ تنولی لشکر نے بڑی جرأت سے مقابلہ کیا۔ اور سواتی لشکر نے بھی بڑی بہادری سے
مقابلہ کیا۔ اور کئی مواقع پر ایک دوسرے کے بہت نزدیک آ گئے۔ اور دست بدست جنگ
بھی ہوئی۔ تنولیوں کے پندرہ سپاہی کام آئے۔ سواتی لشکر لاتعداد چار یا پانچ صد اُسی مورچہ
میں مارے گئے۔ اور زخمیوں کا کوئی شمار نہیں ہو سکا۔ آخر سواتی لشکر جو بچ گیا اپنی لاشیں اور
کئی صد زخمی میدانِ جنگ میں چھوڑ کر فرار ہوئے اور بہت سا اسلحہ و گودام غلہ تنولیوں کے
قبضہ میں آیا لڑائی صبح سے شام تک ہوتی رہی شام کے بعد میدانِ جنگ صاف ہو گیا تنولی ڈھیری
کا مورچہ تنولیوں کے ہاتھ آیا اور یہی لڑائی تنولیوں کی فتح کا سبب بنی۔ اور پھر اس کے بعد
لشکر قلعہ ناوہ گئی و علاقہ سالارزئی پر بھی قبضہ ہو گیا۔

یہ نوٹ :- یہ جنگ سوارہ لڑی گئی۔ پسِ منظر حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مظلوموں کی فریاد رس

سننے کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ مظلومینِ چکیسر و بونیر حملہ کی امداد کر کے ظلم سے آزادی و غلامی و والیٔ سوات
میاں گل عبدالودود اور حکمرانوں سے دلوائی جاوے۔ لیکن خداوند کریم کو یہ منظور نہ تھا۔ گو حکمرانِ
سوات کو ایک بڑی قیمت مظلومینِ چکیسر و بونیر حملہ کے ظلم کی پاداش کی ادا کرنا پڑی۔ یہ دیکھیں کہ
فتح جنگ کے کتنے اچھے آثار موجود تھے۔ اور لشکر کو بعد میں اس بے ترتیبی سے واپس کیا گیا۔ مفتوحہ
علاقے بھی مدِ مقابل کے لیے چھوڑ دیئے گئے۔ لیکن غداروں کی غداری سے اب بھی ظاہر
ہو جاتی ہے کہ اُن سالار شیخوں صفو و جگو کا نام آج بھی زبانِ خلق عام ہے کہ اُن غداروں نے رشوت
لے کر لشکر کو واپس کر دیا تھا۔ اور یہ نمک حرامی کا داغ اُن کے ماتھے پر چسپاں ہے اور ان کو آخر
اِس غداری کی سزا بھی مل گئی جنگ سوارہ کے بعد میں نے میدانِ جنگ کو بھی دیکھا تو مجھے وہاں پر ایک
تاریخی منظر دکھائی دینے لگا۔ یہ وہی جگہ ہے "سوارہ" شامی گاؤں کے نام جو چملہ میں موجود ہے۔
یہ وہی جگہ ہے جب سلطان محمود ناصر ۳۸۸ھ یا ۴۰۳ھ میں فتح کے بعد الوزخان کو جب حاکم چملہ
مقرر کیا تھا۔ یہی سوارہ دارالخلافہ تھا۔ پانچ پشتوں تک الوزخان کی اولاد امیر خان عرف بیردلیو
تک یہیں حکمران رہے۔ اور اِسی میدان میں امیر خان کی شہادت ہوتی ہے۔ اور تنولی ڈھیری
اور کانگڑا کے ساتھ ایک بہت بڑا پرانا قبرستان ہے اُس میں جھجو بابا نام کی ایک زیارت بھی ہے
یہی قبرستان تنولی خاندان کے آباؤ اجداد کا ہے اس قبرستان میں کہو وغیرہ کے پرانے درختان موجود
ہیں اور یہی سوارہ کا میدان ہے جہاں پال خانؒ امیر خان کی شہادت کے بعد اپنی قوم کو نکال کر سمرد
جمرود کی طرف لے گیا تھا۔ ساتویں ہجری تھی خدا کی قدرت دیکھئے کہ چودھویں صدی میں اُس مجاہد
امیر خان عرف بیردلیو خان جو کہ نواب خانیزمان کی سترھویں پشت میں سے ہے۔ جس کے حکم سے ایک
جرار لشکر مظلومین کی امداد کے لیے جاتا ہے جس کا سالارِ اعلیٰ خان محمد عمر خان برادر نواب خانیزمان
ہے۔ جنگِ سوارہ کا نقشہ بنا کر حملہ کر دیتا ہے۔ اور دشمن اپنی کئی صد لاشیں چھوڑ کر فرار ہو
جاتا ہے میاں گل عبدالودود صاحب بھی قلعہ نادہ گئی میں موجود رہ کر سواتی لشکر کو جنگی ہدایت دے
رہا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ قلعہ سے بھاگ کر نادہ گئی مسجد میں چلے گئے تھے۔ جاسوس کی اطلاع کے مطابق
وہاں توپ کا فائر ہوا لیکن وہ بچ گئے۔ القصہ مختصر وہی میدان امیر خان عرف بیردلیو کی شہادت گاہ
لاشوں سے بھری پڑی وہی سوارہ وہی چملہ آج فتح ہو جاتا ہے اور امیر خان فرزند فاتح کی حیثیت

برنہ ہے لیکن غداروں کی غداری کی وجہ سے یہ فتح بحال نہیں رہ سکی لیکن ایک بات آج اُس جگہ پر اُسی امیر خان کی اولاد موجود ہے اور وہاں پر اُس قطعۂ اراضی کی مالک ہے اور ساتھ ہی جبگی گاؤں بھی ہے بہرام خان پدر النور خان نے قلعہ کا چارج لیا تھا جس میں احمد حسن مہمندی کو قید میں رکھا تھا "یہ جبگی ہندو نسل سے تھا جس کے نام سے جبگی گاؤں آباد ہوا۔ یہی وہی غدار شیخ صفو اور جگو ہیں جن کے نام پر مدح پڑھی جاتی ہے۔ (غلام نبی)

میاں خانزادہ بن شاہ نظر اخوانزادگان کوریانے یوں بیان کیا ہے کہ:۔

تنولی لشکر کے صفو و جگو صاحب اختیار تھے۔ اِن دو صاحب اختیار سالاروں نے والیٔ سوات میاں گل عبدالودود کے ڈیرہ داری یعنی سواتیوں سے رشوت لے لی اور تنولی لشکر کو واپس کر دیا۔ اس طرح بغیر کسی دباؤ کے لشکر تنولی واپس ہوا تو بعد میں لشکر سوات نے دوبارہ قبضہ علاقہ چملہ بونیر بلکہ امازئی پر بھی قبضہ کر لیا۔ بعد میں لشکرِ سوات نے بونیر چملہ کے عوام پر سخت تشدد جاری رکھا۔ جبکہ قوم تنولی جو چملہ میں اب بھی آباد ہے اُن پر ریاست سوات نے ملازمت بھی بند کر دی جو کوئی تنولی ملازمت کی درخواست دیتا تو تنولی کے نام پر درخواست رد کی جاتی لیکن تنولی قوم جو وہاں مہابن میں آباد ہے اپنے آپ کو مالِ کاغذات میں تنولی ہی اندراج کراتے ہیں

تنولی جنبہ کے جنبہ داروں کے نام درج ذیل ہیں جو کہ اُس دور کے مشہور خوانین تھے۔

اسیم خان ولد درویزہ خان باز میر خان ولد درویزہ خان۔ غورے خان سکنہ ایلئی۔ مست خان سکنہ کلپانی۔ شہزاد میاں سکنہ سرسرئی تواری میر خان سکنہ نواگئی۔ عمر خان سکنہ سوار۔ مہربان شاہ سکنہ سوارہ۔ غلام شاہ میاں سکنہ سوارہ۔ موجودہ دور میں بھی انہی بزرگوں کی اولاد آباد ہے۔

میاں عبدالودود کا جنبہ بونیر:۔ میرو ولد درویزہ۔ امداد خان ولد پاشدہ خان۔ نقشی ولد حسن تحصیل گدیزی۔ سردار بلند خان۔ میر صلاک خان ولد پاپین خان سکنہ کوندگر۔ مینہ الدین سکنہ ارز باچا گل بونیر۔ بابوزئی سکنہ ایلئی۔ عبدالکریم سکنہ پاشا کاٹھا۔

بحوالہ تاریخ سلسلہ آزاد خان پٹھان اللہ بخش یوسفی۔

یوسف زئی کی تاریخ صفحہ نمبر ۴۷۴ تا ۴۷۵ میں صرف اتنی بات تحریر کی گئی ہے کہ علاقہ بونیر کے باشندے مقامی جھگڑوں یا بیرونی حملوں میں نواب دیر یا نواب امب سے امداد طلب کرتے تھے۔ لیکن میاں گل عبدالودود ان لوگوں میں یعنی بونیر میں ایسی فضا قائم کر دی تھی کہ وہ بونیر پر حملہ کرنا نہیں چاہتا۔ اور دورا ہا بونیر میں اپنے طرفداروں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بونیر سے نواب امب کے لشکر کو واپس کردیں۔ کیونکہ امب کا لشکر پہلے ہی وہاں پر موجود تھا۔ چنانچہ نواب کا لشکر واپس ہو گیا۔ تو میاں گل عبدالودود نے ۱۹۲۳ء میں بونیر پر قبضہ کر لیا۔

نوٹ :۔ جناب اللہ بخش یوسفی اتنی بڑی جنگ کو جو قبائل سواتیاں و تنولیاں ہیں کبھی نہیں ہوئی اس جنگ کے واقعات سواتی فوج کا قتلِ عام ہوا اور اتنا بڑا واقعہ تنولی سالاران صفو، جگو نے رشوت لے کر تنولی لشکر کو واپس کیا جو آج بھی ۶۵ سال گزر جانے کے بعد بھی سب بزرگوں و بونیر کے عوام کے دل و دماغ میں موجود ہے معلوم نہیں کہ کس بناء پر ان واقعات کی اصلیت کو خارج کر دیا۔ لیکن میں اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ یہ الفاظ جو درج کئے ہیں والیٔ سوات نے عوام میں کچھ ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ خوانین آپس میں الجھ گئے تھے۔ آخر ایک فریق برائے طلب امداد والیٔ سوات سے طالب ہوا تو انہوں نے فوراً حملہ کر کے بونیر پر قبضہ کر لیا۔ اور دوسرے فریق کو نواب صاحب کے پاس جانا پڑا۔ حتیٰ کہ جنگ ہوئی۔ آخر کار بونیر پر قبضہ والیٔ سوات کا ہو گیا۔ اور دونوں فریقوں نے آزادی کے بجائے غلامی حاصل کر لی۔ جو قومیں آپس میں متحد نہیں ہوتیں۔ اور تفرقہ بازی میں مبتلا ہو جاتی ہیں وہ ہمیشہ غلامی کی زندگی گزارتی ہیں۔

القصہ مختصر یہ کہ :۔ ایک روایت کے مطابق جس میں تنولی لشکر نے بونیر کو فتح کر لیا۔ اور ملکی لوگ و چکیسر کے عوام بھی والیٔ سوات کے ظلم سے تنگ آئے ہوئے تھے سب تنولی لشکر کے ساتھ شریک جنگ ہو کر سوات پر لشکر کشی کی تیاری میں مصروف ہوئے تو اُس وقت میاں گل نواب دیر سے امداد طلب کی۔ اور اتنا خوفزدہ ہو گئے تھے سوات سے نکل کر دیر کی طرف جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس کے بعد نواب دیر کے ہمراہ مالاکنڈ میں پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس آئے۔ یہاں سے یہ بات تجویز ہوئی کہ نواب کے سالار جو جنگ میں تھے اُن کو دولت کی لالچ دے کر لشکر کو واپس کیا جاوے۔ یہ دونوں سالار صفو، جگو شیخ تھے تو انہوں نے رشوت لے تنولی افواج کو واپس کیا تھا۔ چونکہ تنولیوں میں یہ بات عام پائی جاتی تھی کہ اپنے امیر کا حکم مانتے ہیں جب بعد میں بھی معلوم ہو جائے کہ اس امیر نے ناجائز حکم دیا تھا پھر اس کو معاف بھی نہیں کرتے تنولیوں نے قبائلی جنگیں لڑیں یا سکھوں سے لڑے۔ ان کی فتح یابی کا سبب یہی تھا کہ بوقتِ جنگ اطاعتِ امیر تھی بلکہ تمام قوم افغان میں بوقتِ جنگ اطاعتِ امیر کا جذبہ موجود ہے۔

نواب محمد فرید خان کا دورِ حکومت ۱۹۳۶ء تا ۱۹۵۰ء

نواب محمد فرید خان، نواب خانیزمان کی وفات کے بعد ۱۹۳۶ء میں ہنگو سے رہا ہو کر آیا تو ہندوال ریاست امب کا والئی ریاست ہوا۔

۱۹۳۲ء میں نواب خانیزمان کسی وجہ سے نوابزادہ محمد فرید خان سے ناراض ہو گئے تھے حالانکہ قومی دستور کے مطابق آپ بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے ولی معزر کر دیئے گئے تھے۔ ۳۱ مئی ۱۹۳۳ء کو آپ کو ریاست بدر کیا گیا۔ نظر بندی کا دور کوہاٹ و ہنگو میں گزارا۔ آپ صاحب تدبیر، اعتدال پسند شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کی سخاوت مشہور تھی۔

آپ کے دورِ حکومت میں ریاست میں شرعی نظام تھا۔ قاضی مقرر تھے جو شرعی فیصلے کرتے تھے ریاست کی تمام مساجد میں امام مقرر تھے جن کو والئی ریاست کی طرف سے زمین بطور سیری دی ہوتی تھی۔ مسجدوں میں اسلامی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور یہی اسلامی نظام حکومت سابق والئی ریاست کی تقلید تھی۔ خاندانی رقابتوں اور وزراء مشیروں کی زیادتیوں کی زیادتی کی وجہ سے ریاست میں ۱۹۵۰ء میں انقلاب برپا ہوا اور یہ ریاست پاکستان میں شامل ہو گئی۔ آپکی وفات ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔ آپ اپنے آبائی قبرستان شیر گڑھ میں مدفون ہیں۔

نواب محمد فرید خان کی جلاوطنی

(بحوالہ کتاب گوہر نایاب صفحہ نمبر ۹۵۔ مؤلف خواص خان)

سال ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ نواب صاحب مرحوم خانیزمان خان اپنے بڑے بیٹے نواب محمد فرید خان سے کسی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے۔ اب وہ ولی عہدی کے لیے اپنے دوسرے بیٹے اورنگ زیب خان کو ترجیح دیتے تھے۔ اُس وقت کے وزراء اور مشیرانِ ریاست نے بھی نواب صاحب کے کان محمد فرید خان کے خلاف بھرنے شروع کر دیئے۔ یہ واقعات ۱۹۳۰-۳۱ء

ہی سے شروع ہو گئے چنانچہ بالآخر بہ اجازت لوکل گورنمنٹ ولی عہد محمد فرید خان کو ۱۳ مئی ۱۹۲۳ء کو ریاست بدر کر دیا گیا۔ تو دہ کوہاٹ و ہنگو میں قیام پذیر کے لیے نظر بند کر دیئے گئے۔

اس سازش میں مرزائی عناصر کا ہاتھ تھا شاہجہان میاں، سید عبدالجبار شاہ اور نگزیب خان بلکہ سر ظفر اللہ خان تک کا نام لکھا گیا ہے حاجی علی گوہر خان ۲۷ مئی ۱۹۲۳ء کو ان کی ملاقات کے لیے ہنگو روانہ ہوئے۔

بخدمت جناب سر میجر نواب صاحب بہادر

سلام مسنون!

کے بعد مؤدبانہ عرض ہے کہ اراکین انجمن اسلامیہ پکھلی اور باشندگان علاقہ موجودہ شورش علاقہ تناول ریاست کو نہایت رنج و افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ چونکہ آنجناب انجمن اسلامیہ پکھلی کے مربی اور محسن ہیں۔ نیز ایک ہمسایہ والئی ملک میں اس لیے آپکی ہر پریشانی یا تکلیف میں اراکین انجمن کو دکھ اور درد پہنچتا ہے۔ اراکین انجمن اور باشندگانِ علاقہ ہمدردی اور اپنی ہر قسم کی خدمات پیش کرتے ہیں۔

(۲) باشندگان علاقہ بالخصوص اراکین انجمن اسلامیہ کو نہایت صدمہ اور افسوس ہوا ہے کہ اعدائے ریاست اور بدخواہان ملک نے اپنی خود غرضی کو کامیاب بنانے کے لیے خاص سازش کے تحت آپکو اپنے فرزند لختِ جگر ولی عہد محمد فرید خان سے بدظن بنا کر اس کو ریاست بدر کر دیا اور نیز اُن کے خلاف بلاوجہ حکومت کو شکایت فرما کر ایک خطرناک مثال آئندہ کے لیے پیش فرمائی۔

(۳) مسلمانانِ علاقہ آپکی خدمت میں مؤدبانہ عرض پرواز ہیں کہ آنجناب اپنے احکام پر نظر ثانی فرما کر کمالِ شفقت اور رحمدلی کا ثبوت پیش فرمائیں

(۴) انجمن اسلامیہ اور معززین علاقہ کا اندریں بارہ آپکی صفات میں ایک وفد کے ذریعے ایک معروضات پیش کرنے کی خواہش ہے۔

برائے عنایت ڈیپوٹیشن کو باریاب فرما کر معروضات کی سماعت فرمادیں۔ اور

ڈیپوٹیشن کی بازیابی کا وقت ا:ر مقام سے اطلاع بخش دیں۔ کیونکہ آپ کے شرف ملاقات کے بعد ہی ایک ڈیپوٹیشن ہزایکسی لینسی یعنی جناب گورنر صاحب بہادر صوبہ سرحد کی خدمت میں حاضری کے لیے ملتجی ہوگا۔

منتظر

جناب کا فرمان پذیر جواب

سیکرٹری انجمن اسلامیہ پکھلی ہزارہ علی گوہر خان

۱۸/۵/۳۳

مندرجہ ذیل مضمون گورنر سرحد کو دیا گیا :۔

(۲) ڈپٹی کمشنر ہزارہ کو نقل دی گئی۔

I :۔ ولی عہد محمد فرید خان ریاست امب کی جلاوطنی پر وفادار رعایا حکومت برطانیہ نہایت غمگین اور پریشان ہے۔

II. خود غرض اشخاص کی سازش اور غلط اطلاعات پر سر نواب صاحب کو بدگمان اور بدظن کیا گیا ہے۔

III۔ حکومت برطانیہ کے آئینی معدلت گستری کے سراسر خلاف ہے۔

براہ کرم احکام جلاوطنی کو واپس اور ولی عہد کے حقوق بحال ہوں۔

اخبارات کو جو مضمون بھیجا :۔

۱۴ رمئی ۱۹۳۳ء کو لوکل گورنمنٹ کے حکم سے سر نواب خانیز مان خان صاحب۔تناول کی استدعا پر ولی عہد خان محمد فرید خان کو جلاوطن کر کے کوہاٹ بھیجا گیا۔

باشندگان تناول و مضافات علاقہ ہزارہ اس ناجائز و غیر منصفانہ و جابرانہ عمل دخل سے سخت ناراض ہیں اور علاقہ میں اضطراب ہے ولی عہد پر جو الزامات عائد کیے گئے ہیں وہ بعض خود غرض اشخاص کی سازش اور ذاتی عداوت کا نتیجہ ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا اور لوکل گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس معاملہ میں اپنی دانشمندی

کا ثبوت دے کر مظلوم اور ستم رسیدہ نوابزادہ محمد فرید خان کو باعزت طریقہ سے واپس کر کے اصل سازش کا سراغ اور تحقیقات کو گرفت میں لاویں۔ پریس کو اس جابرانہ اور خلاف کارروائی پر احتجاج بلند کر کے ملک کے ایک اہم فرض کو ادا کرنا چاہیے۔

علی گوہر خان سیکرٹری انجمن اسلامیہ تانار

دیگر :۔ ہز ایکسی لینسی صاحب گورنر صوبہ سرحد

منجانب :۔ علی گوہر خان سیکرٹری انجمن پکھلی اسلامیہ

ولی عہد محمد فرید خان امب سٹیٹ کی جلاوطنی پر وفادار طبقہ رعایا سرکار عالیہ پر نہایت پریشانی لاحق ہے۔

نوابزادہ یقیناً حکومت انگریزی اور اپنے باپ کا وفادار اور خیر خواہ تھا بعض خود غرض اور ولی عہد کی ذاتی دشمنوں کی سازش کا نتیجہ ہے کہ نواب صاحب کو بدگمان اور بدظن کیا گیا اس کو صفائی کا موقع نہیں دیا گیا برائے مہربانی احکام جلاوطنی منسوخ فرما دیں۔ سردست نوابزادہ کو ہاٹ جیسے گرم مقام سے کسی سرد مقام پر تبدیل فرمایا جاوے۔

سیکرٹری انجمن اسلامیہ پکھلی

یہ خط بنام علی گوہر خان

ہنگو ۱۵/۳/۲۶

از طرف :۔ نوابزادہ محمد فرید خان

برادرم عالیجاہ علی گوہر خان صاحب

السلام علیکم!

۲۶/۳/۱۰ کا گرامی نامہ دیر سے مجھے موصول ہوا یاد فرمائی برادرانہ جدوجہد کے لیے۔ بدرجہ غایت مشکور ہوں۔ البتہ واقعی باعثِ پریشانی ضرور ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر قوی اُمید و بھروسہ ہے اور گورنمنٹ عالیہ کے انصاف پسند روایات بفضلہ مایوس نہیں۔

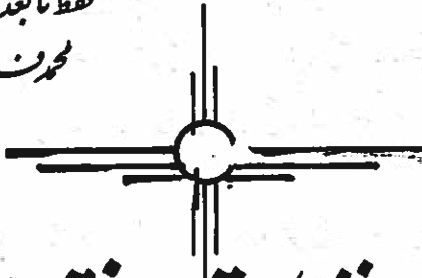
جناب بجائے یہاں تشریف لانے کے اپنی سرگرمیوں کو وہاں ہی جاری رکھیں کام کی جگہ وہ ہے۔ سول اینڈ ملٹری وغیرہ کو نہ بولیں۔

مزاج و خدمات لائق سے یاد فرماتے رہا کریں۔ دشمنوں نے ۲۱۔۱۹۲۰ء سے لیکر

میرے اخراج تک جو سازشیں بنائی تھیں وہ سب سازشی کاغذاتِ اصل جن سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ میرے قابو آگئے ہیں۔

فقط تابعدار بھائی

محمد فرید



پسِ منظر ریاست امب انقلاب ۱۹۵۰ء

یہ روایت نوابزادہ اورنگ زیب خان پسر کش نواب میجر سرخانیزمان خان والئی امب

(۱) نواب میجر سرخانیزمان خان کی وفات ہی کے دور سے شروع ہو گیا تھا خوانین پڑھنہ کے دل میں پرانی قدورت باوجود نئے رشتے ہونے کے بھی دُور نہ ہو سکی۔

برادرم محمد فرید خان جو اپنے والد کی دِلی ناراضگی کے باعث ہنگو میں زندگی گزار رہے تھے چچا صاحب عبدالطیف خان پڑھنہ کے ساتھ خفیہ طور سے وعدہ کیا کہ نواب صاحب کی وفات کے بعد اگر آپ نے میرے ساتھ مدد کی اور میں نواب ہو گیا تو تمام لاولدیاں جو نواب صاحب نے لے لی ہیں۔

سلطان محمد خان پڑھنہ کو پرانا اصلی حصّہ ،۔ چین سیر اور جو بنگلہ چچا صاحب عبدالطیف خان کا شیر گڑھ میں ہے واپس کروں گا۔ برادرم فرید خان نواب ہونے کے بعد لئے کئے ہوئے وعدوں سے منحرف ہو گئے۔ بلکہ اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ شیر محمد خان ولد سلطان محمد کو دیا ہوا تھا توڑ لیا جس کے باعث خاندانی دشمنی از سرِ نو عروج پر آگئی۔

(۲) نواب میجر سر خانی زمان خان نے اپنی رعایا کو اپنے بچوں کی طرح پالا تھا کسی کو نوکری میں دے دو میتیں دی ہوئی تھیں، کسی کو چار اور کسی کو پورا شہر عطا کیا ہوا تھا۔ محمد فرید خان نے نواب

ہوتے ہی سب ملازمین سے زمین بدین صورت واپس کرلی جو دو ہل کی زمین کھاتا تھا اُس کو ایک ہل جس کے پاس چار ہل کی زمین تھی دو ہل کی زمین کردی۔ شہروں اور قصبوں کا تو نام ہی نہ رہا۔ جو جاگیریں دیئے جاتے تھے یعنی یہ تمام مراعات ختم کردی گئیں

(۳) ریاست کے تمام عہدوں پر باہر کے لوگ آ گئے۔ ریاست کے قومی لوگوں کے دلوں کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی۔ ریاست کے عہدوں پر جو لوگ فائز تھے اُن کو اپنے ہی پیٹ پالنے کا سروکار تھا۔

(۴) چوتھی سب سے اہم بات یہ تھی کہ سیّد مبارک شاہ جو بالکل ان پڑھ تھا ریاست کے تمام اختیارات اُس کے پاس تھے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عملی طور پر ریاست کا حکمران وہی تھا۔ اور اُس نے اپنوں سے بیگانہ کردیا۔ بھائی اور رشتہ دار الگ الگ بٹھا کر ایک طرف ریاست کے خزانے پر ہاتھ صاف کرتا رہا دوسری طرف غریب رعایا کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتا رہا۔ اپنے چچا کے لڑکے سیّد نواب شاہ کو علاقہ کھن کا مجسٹریٹ بنا۔ بیار رعایا ظلم کی چکّی میں پستی رہی لیکن چوں چراں کی مجال نہ تھی۔ اندر ہی اندر سے لاوا پکتا رہا۔ پاکستان کے بنتے ہی تحریکِ بغاوت شروع ہوئی اور اُس وقت ختم ہوئی جب باقی ریاستوں کی طرح ریاست امب بھی ہزارہ میں مدغم ہوگئی۔

نوٹ:۔ مؤلف نے ریاست کے باشعور لوگوں سے ملاقات کی اور ریاستی انقلاب کے پس منظر کی تائید اورنگ زیب خان کے خیالات سے ہوتی ہے۔

خاص کر تناول میں قومی لوگ یعنی قوم تنولی کے جذبات اب بھی سیّد مبارک شاہ کے خلاف ہیں۔ چونکہ انقلاب کے دوران نواب فرید خان قومی مطالبات منظور کرنے پر رضامند ہو گئے تھے۔ لیکن سید مبارک شاہ نے ایسا نہ ہونے دیا۔

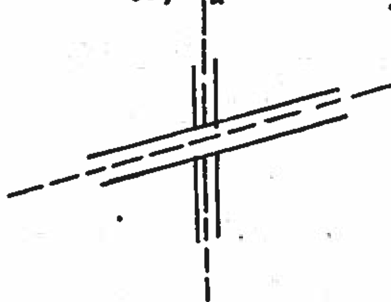
مؤلف نے شیر گڑھ کے مقام پر سیّد مبارک شاہ سے ملاقات کی۔ دوران ملاقات میں سوال کیا کہ قوم تنولی کے ذہن میں ہے کہ سیّد مبارک شاہ نے اپنے دورِ حکومت میں قوم سے زیادتیاں کی ہیں لیکن سیّد مبارک شاہ نے جواباً کہا کہ میں نے قوم تنولی کی خدمت کی ہے اور ریاست کا وفادار رہا ہوں۔

نظامِ حکومت

ریاستِ امب دو علاقہ جات پر مشتمل تھی۔ ایک علاقہ امب دریا کے اُس پار اور ایک علاقہ دریا کے اِس طرف جس کو اپر تناول کہا جاتا ہے۔

دریا کے اُس پار امب میں نواب صاحب کو کلی اختیارات حاصل تھے جس کا انتظام فیصلہ جات مقدمات شریعت کے ماتحت تھے اور اپر تناول کے علاقہ میں ماسوائے قتل کے باقی سب اختیارات نواب صاحب بہادر کے ہاتھ میں تھے جو حکومتِ برطانیہ کے قانون کے تحت چلائے جاتے تھے۔ چار قاضی بھی مقرر تھے۔ جو ایک ایک ہفتہ حاضر رہ کر کام کرتے تھے۔ تقریباً پانچ صد مساجد میں امام مقرر تھے۔ جن کو ریاست کی طرف سے زمین بطورِ سیری دی ہوتی تھی۔ کوتوال مقرر تھے لوگوں سے معلومات حاصل کرتے کہ کون نماز پڑھنے میں کوتاہی کرتا ہے اور وہ یہ رپورٹ قاضی کو کرتے تھے۔ بے نمازیوں کو باقاعدہ بطورِ سزا جرمانہ کیا جاتا تھا۔ یہ تمام مقدمات تحریری ہوتے۔ ریاست میں مسجد میں دینوی سکول بھی ہوتے تھے ان سب کا انچارج قاضی عبداللہ تھا۔ جس کی باقاعدہ رپورٹ والئی ریاست کو ہوتی تھی۔

نوٹ:۔ ریاست کے بہت سے علماء و عمر رسیدہ لوگوں سے تائید ہوئی جن میں نوابزادہ اورنگزیب خان، سید مبارک شاہ سے تائید ہوئی۔ (غلام نبی)



موجود

آمدنی ریاست

(بحوالہ کتابچہ زمان شاہ جو ۱۹۵۰ء میں تحریر کیا گیا)

آمدنی ریاست تقریباً ۱۵ لاکھ تھی جس کی تفصیل یوں درج ہے۔

امب تناول کے بہترین نظم ونسق کی خاطر ریگولیشن ۱۹۰۵ء میں عمل میں لائی گئی۔ غلہ ہر قسم یعنی گھی، شہد، سبزی، میوہ جات، مرغ، انڈے، بکرے، چمڑے، اون، لکڑی، جت اور گھاس وغیرہ۔ جنسی اشیاء جو فصلانہ کی صورت میں عوام سے وصول کی جاتی تھی۔ ان کو چھوڑ کر صرف نقد لگان۔ جو آٹھ لاکھ تک پہنچ جاتی تھی۔ اگر جنسی آمدن کو شامل کیا جاوے تو بارہ لاکھ تک ہوتی ہے۔

البتہ والئی امب کے باغات اور زرعی آمدن کو جمع کیا جائے تو پندرہ لاکھ تک پہنچتی ہے۔ دربند اور شیر گڑھ میں ایک ایک شفاخانہ بھی موجود تھا۔ سرکاری ملازمین کی تین صورتیں جو دفتر ہذا میں درج تھیں:۔

(۱) آبائی میت پر ملازم ہونا۔ یعنی خدمتِ سرکار کرنا۔ میت کی اوسطاً آمدنی سولہ سترہ من غلہ فصلانہ ہوتا تھا۔

(۲) اپنے ذاتی خرچ پر ۲۱ یوم تک سرکاری ڈیوٹی ادا کرنا۔

(۳) پرانی میت پر ملازم ہونا۔ خدمت سرکار کرنا۔ تنخواہ کے لیے کسی زمیندار سے بجزہ وصول کرنا۔ اُس کا نام حصہ شخصہ تھا۔

(۴) سرکاری خزانہ سے نقد بیس ششماہی مقرر تھی۔ یہ نقدی ملازم تھے زمیندار سے حاصلات وجبوبات وصول کیے جاتے تھے۔ البتہ منشی اور آفیسر کی تنخواہوں میں فرق تھا۔

نوٹ:۔ بحوالہ کتاب زمان شاہ ودیگر معززین علاقہ نے تائید کی ہے جس کا ریکارڈ اب بھی والئی امب کے سابقہ ریکارڈ میں موجود ہے۔ (غلام نبی)

تنخوا
سے
جیل
مسا
مقام
جبکہ
عرف
فتار

تحریک آزادی اپر تناول جون ۱۹۴۶ء

جون ۱۹۴۶ء کو دربند میں چند نوجوانوں نے ایک تنظیم بنائی۔ جس کا نام آزاد تنولی پارٹی رکھا گیا۔ اور اسے خفیہ رکھا گیا۔

راز افشا ہونے پر ان نوجوانوں کو جو تحریک کے رُوح رواں تھے۔ ایک دوسرے سے جُدا کرکے ہر ممکن دباؤ ڈالا گیا لیکن سرکار کو کامیابی نہ ہوئی۔

۱۹۴۷ء میں ایک جلوس کی ابتداء ہوئی جلوس کی قیادت کرنے والوں کو گرفتار کرکے جیل بھیج دیا اور تین دِنوں کے بعد ضمانت پر رہائی ہوئی۔ اور یہی تحریک ۱۹۴۷ء میں ریاستی مسلم لیگ کی صورت میں منظرِ عام پر آئی۔

ریاستی مسلم لیگ کا قیام

(بہ روایت میاں فتاح اللہ کاکاخیل سکنہ کہنیاں)

یہ ریاستی مسلم لیگ ۱۹۴۷ء میں قائم کی گئی۔ جو والئی امب کے خاندان کے افراد نے مقامی لیڈروں سے مل کر قائم کی۔ جس کے رُوح رواں عالم زیب خان پسر عمر خان سکنہ بگوائی تھے جبکہ منشی غلام رضان بھوجیدرہ علاقہ پڑھنہ۔ میر زمان خان سکنہ کنڈ علاقہ کالا میرا۔ علی اکبر عرف دکھی۔ سکنہ ڈنڈاخریاں۔ علاقہ کھن علاقہ سرکار کے ملک عبدالجبار سکنہ مصر، میاں فتاح اللہ کاکاخیل سکنہ کہنیاں تھے۔

جس کی تنظیم مقامی لوگوں کے مشورہ سے بنائی گئی جو درجِ ذیل ہے۔

صدر :۔ عالم زیب خان سکنہ بگوائی
نائب صدر :۔ محمد اسلم خان سکنہ کالا میرا۔
جنرل سیکرٹری :۔ شیر محمد خان سکنہ پڑھنہ
جائنٹ سیکرٹری :۔ علی اکبر عرف دکھی علاقہ کھن
خازن :۔ منشی غلام رحمان
ایڈوائزر :۔ میاں فتاح اللہ کاکاخیل سکنہ کہنیاں

جماعت کے قیام کے مقاصد

اپر تناول کو آزاد کرانا تھا۔ اور اس علاقہ کو ضلع ہزارہ میں ضم کرنا تھا۔ اور تناول کے باسیوں کو مکمل حقوق دلوانا، جماعت کے قیام کے فوراً بعد۔ امب اسٹیٹ مسلم لیگ کو پاکستان ریاستی مسلم لیگ جس کا صدر دفتر کراچی میں تھا۔ منسلک کر دیا گیا۔ اور اس میں تحریک کے سلسلہ میں پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد ۱۶ دسمبر ۱۹۵۰ء کو پاکستان میں ضم کر کے ضلع ہزارہ میں شامل کیا گیا۔

جنگ سیری کوہانی

پسِ منظر

بہ روایت جناب نواب زادہ اورنگ زیب خان یوں فرماتے ہیں :۔
سر نواب صاحب محمد اکرم خان کے دورِ حکومت میں غلام احمد خان پسر ش محمد ابراہیم خان حسن زئی یعنی محمد ابراہیم خان سیری نے قتل کر دیا۔ اور سیری پر قابض ہو گیا۔ غلام احمد خان جن کو اب خان تنوعہ کہتے ہیں شٹر دنی ہو کر بمع بچوں کے علاقہ اگرور میں مقیم ہو گیا۔
در ایں اثناء نواب محمد اکرم خان سے ہمشیرہ غلام احمد خان سے شادی ہو گئی۔ اُسی

دَور میں نواب محمد اکرم خان نے کوشش کی کہ غلام احمد خان کی مدد کر کے سیری کوہاٹی کو فتح کر کے غلام احمد خان کے حوالے کی جائے۔ لیکن انگریز حکومت نے سیری پر حملہ کرنے کی اجازت نواب محمد اکرم خان کو نہ دی۔ بلکہ مخالفت کی اور حملہ کرنے سے باز رکھا۔

نواب محمد اکرم خان کی وفات کے نواب سر میجر خانیزمان خان نے بھی بھرپور شرکت کی لیکن انگریز حکومت نے بات نہ مانی۔

نواب سر میجر خانیزمان خان کی وفات کے بعد کا دورِ حکومت سر میجر محمد فرید خان جو ۱۹۳۶ء میں نواب ہوئے۔ اور اُس وقت صوبہ سرحد کا گورنر کننگم تھا۔ وہ در پردہ خان سیری کا مخالف تھا۔ اور انگریز پالیسی میں تبدیلی آئی ہوئی تھی۔ لہٰذا نواب محمد فرید خان نے گورنر سے اجازت حاصل کر لی۔ اور سیری کوہاٹی پر حملہ کر دیا۔ نواب محمد فرید خان نے سیری کو فتح کرنے کے لیے چار گھنٹہ کی میعاد دی تھی۔ لیکن تنولی لشکر جس کا انچارج خان محمد عمر خان یعنی سالار جنگ تھے نے صرف دو گھنٹے میں تنولی لشکر نے سیری کو فتح کر لیا۔ اور قلعہ سیری پر قابض ہو گئے۔ اور غلام احمد خان سیری کا خان ہو گیا۔ اور ہمشیرہ سالار خان زخمی ہو گئی تھی۔ ریاست کے کچھ دور کے بعد ریاست امب پاکستان میں ضم ہو گئی۔ والئی امب اب کوئی امداد نہ کر سکتا تھا۔ اب سالار خان نے اپنے جنبہ کے پٹھانوں کا لشکر جمع کر کے سیری پر حملہ کر دیا۔ غلام احمد خان مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے دوبارہ ریاست امب میں آ گئے۔ تنزعہ میں آباد ہو گئے۔ جو اس کو نواب سر میجر خانیزمان خان بطورِ جاگیر دیا ہوا تھا۔

اس کے بعد غلام احمد خان کے صاحبزادے بیدار بخت نے سیری پر شب خوں مارے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اب غلام احمد کے خاندان کے سب افراد تنزعہ میں آباد ہیں۔ اور اب بھی سالار خان اور بیدار بخت کی سرد جنگ جاری ہے۔ مقدمات شروع ہیں اور سالار خان اب بھی تنولی جنبہ کے خلاف مصروفِ عمل ہے۔

واقعات جنگ، سیری کوہاٹی

دسمبر ۱۹۴۵ء میں محمد عمر خان کی سربراہی میں ایک تنولی لشکر تیار کیا۔ نائب سالار جلاد خان تھا۔ غلام خان جمعدار، یعقوب خان، میجر شاہزمان خان تنولی اور لوچال لعل خان سربراہ

لشکر تھے شیر گڑھ سے عصر کے وو

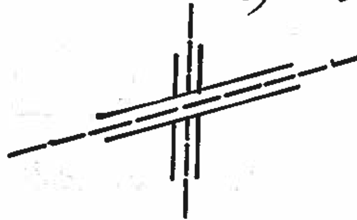
لشکر کی روانگی شیر گڑھ سے عصر کے وقت ہوئی۔ نصف رات کو لشکر پنجہ گلی پہنچ گیا۔

لشکر تنولیاں ۲۵ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا۔

دو عدد توپیں جو لیسین خان، مبین خان، لطیف خان، رحمت خان محمد خان قوم تنولی پوہال تھے جو توپوں کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لے گئے۔ اور نصف شب کو پنجہ گلی میں توپیں نصب کر دی گئیں۔ اور صبح ہوتے ہی سیری قلعہ و ملحقہ علاقہ جات کو گھیرے میں لے لیا تھا اور صبح کو پنجہ گلی سے توپیں داغ دی گئیں۔ بوقت گولہ باری سبغت اللہ خان توپچی زخمی ہوا۔ اور بعد میں وفات پائی۔ مستری عبدالرحمن برابر گولہ باری کرتے رہے اور صرف دو گھنٹوں میں قلعہ سیری فتح ہو گیا۔ ہمشیرہ سالار خان قلعہ سیری سے فائرنگ کرتی رہی اور باہر سے آنے والی گولی سے زخمی ہوئی۔ جبکہ سالار خان اُس وقت مسجد میں تھے۔ سالار خان بمعہ اپنی ہمشیرہ کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ایک کشتی میں سوار ہو کر ڈوبا گاؤں پناہ گزین ہوئے۔

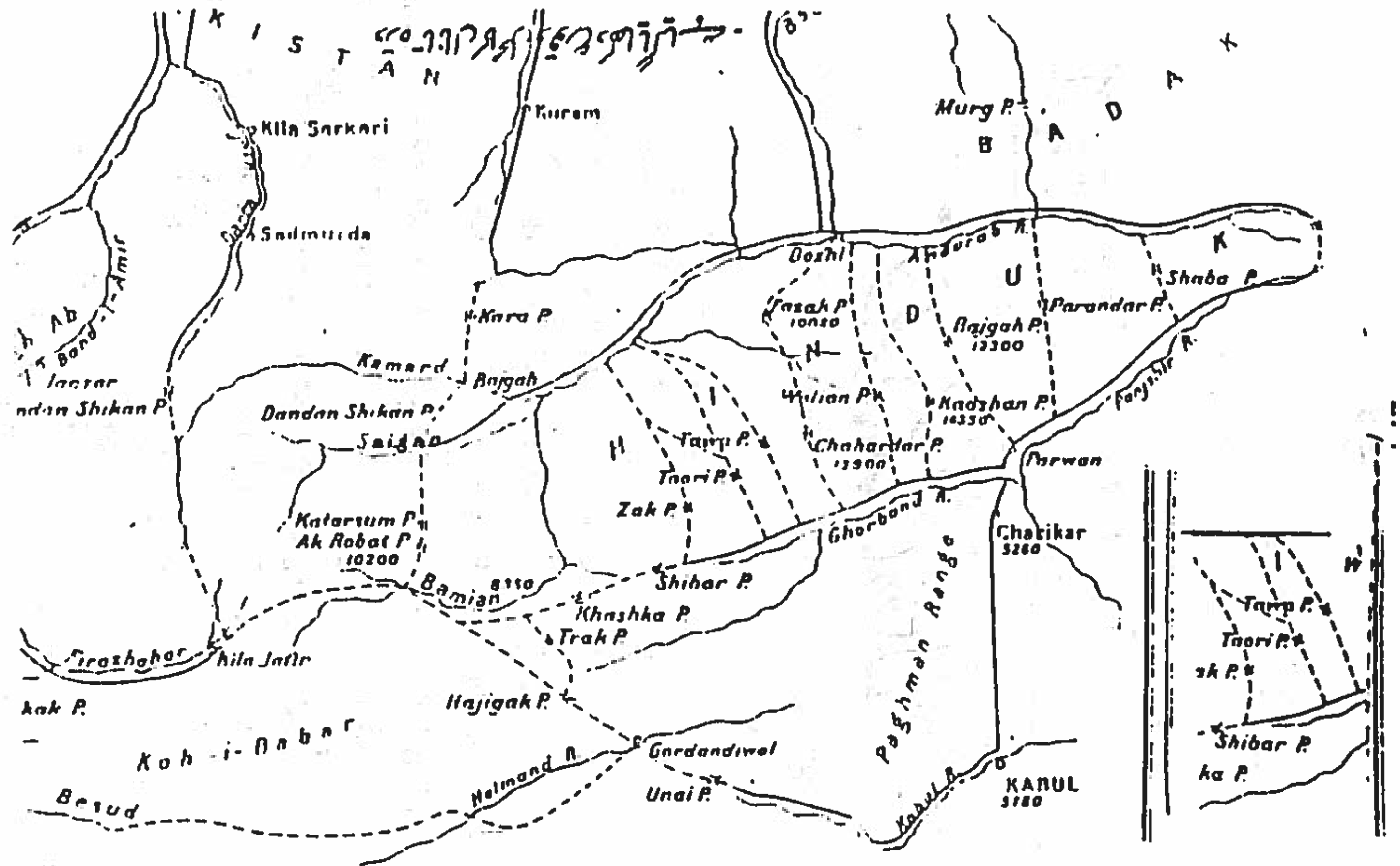
تنولی لشکر نے ملحقہ علاقہ جات میں دونڑی تا میرا تک کے گاؤں کو جلا دیا گیا البتہ معمولی مقابلہ دونڑی میں ہوا۔ دوران مقابلہ عبدالرحمان خان و فضل خان لدھیال کام آئے غلام احمد خان اپنے آبائی علاقہ پر سالار خان کو شکست دے کر قابض ہو گیا۔ ایک پلاٹون تنولی لشکر سیری قلعہ میں مقیم ہوئی تین سال تک غلام احمد خان سیری پر قابض رہے بعد میں سالار خان نے پاکستان بننے کے بعد دوبارہ پٹھانوں کے لشکر سے سیری پر قابض ہوئے۔

بہ روایت عبدالحمید خان بن صفدر علی خان میراکھن جو خود سیری کی جنگ میں شریک تھے۔ موجودہ دور میں بیدار بخت اپنی برادری کا سرکردہ ہے۔ سعد اللہ خان پسر سالار خان بھی اپنی برادری کے سرکردہ خان ہیں۔



باب ششم

تنولیوں کا ماضی وحال



K I S T Ā N
B A D A K
Kurem
Kila Sarkari
Sadmuida
Murg P.
Doshi
Andarab R.
K
U
D
N
I
H
Shaba P.
Parandar P.
Fasah P.
10050
Bajgah P.
13300
Kara P.
Kamard
Bajgah
Wulian P.
Kadshan P.
Dandan Shikan P.
Saighan
Tarry P.
Chahardar P.
13900
Panjshir R.
Parwan
Taori P.
Zak P.
Katarsum P.
Ak Robat P.
10200
Ghorband R.
Chatikar
5260
Bamian
8150
Shibar P.
Khashka P.
Trak P.
Firozbahar
Kila Jafir
Hajigak P.
Paghman Range
Koh-i-Baba
Gardandiwal
Helmand R.
Unai P.
Kabul R.
KABUL
5780
Besud
Band-i-Amir
Ab
Jaozar
Dandan Shikan P.
kak P.
Tarry P.
Taori P.
ak P.
Shibar P.
ka P.

جنگِ کشمیر ۲۱/۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۱۴/ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مملکت خداداد پاکستان وجود میں آنے کے بعد جموں و کشمیر کے الحاق کا مسئلہ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔

کشمیر کے مسلمان پاکستان کے حق میں تھے مہاراجہ کشمیر نے تقسیم ہند کے ساتھ سرحدات کشمیر پر اپنی فوج متعین کر دی تھی۔ کوہالہ سے گلگت تک جگہ جگہ جنوب میں برار کوٹ تک مورچہ بندی کر دی تھی۔ پونچھ کے غیور مسلمانوں نے جب دیکھا کہ مہاراجہ ہندوستان سے الحاق کرنا چاہتا ہے تو انہوں نے پاکستان کے حق میں اتحاد کر کے جلسے شروع کر دیئے۔ اور مہاراجہ نے پونچھ میں ڈوگرہ فوج بھیج کر مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا پونچھ کے غیور مجاہدوں نے جواباً سخت مقابلہ شروع کیا۔ جنگ شروع ہو گئی اور مہاراجہ نے سکھوں اور ہندوؤں کو مسلح کیا۔ مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے جلسے ہونے لگے۔ اور عید الاضحیٰ کا دن مسلمانوں کے قتلِ عام کا دن ضلع بھر میں مقرر کیا گیا۔ جبکہ عید الاضحیٰ ۲۵/ اکتوبر کو ہونی تھی۔

پونچھ کے غیور مسلمانوں کی آواز سرحد کے غیور مسلمانوں کو سنائی دی تو سرحد کے مسلمانوں نے میجر انور خورشید کی زیر قیادت سرحد کے مختلف قبائل آفریدیوں، مہمندوں، وزیروں و دیگر تنولیوں، سواتیوں کے لشکر لے کر ۲۲/ اکتوبر کو براستہ مظفر آباد ہی مظفر آباد اور دیگر محاذوں پر حملہ کر دیا۔ ہزارہ کے مختلف قبائل ڈھونڈ، جدون تنولی، اعوان، گوجر اور سادات نے بھی مختلف محاذوں پر حملے شروع کر دیئے۔

والئ امب نواب محمد فرید خان نے تنولی لشکر تیار کر کے جس کی سربراہی کے لیے سالار میجر عبد اللطیف خان تنولی اور نائب سالار جلاد خان کو مقرر کیا گیا۔

بہ روایت محبوب بن امیر بن باز قوم تنولی جمال سکنہ دیول جو ہمراہ جہاد کشمیر میں مصروف تھے۔ پانچ صد جنگی سپاہی سنڑ ملاح ایک توپخانہ اور چار عدد توپوں پر مشتمل تھا۔

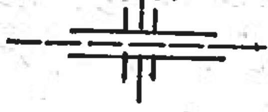
دربند کے مقام سے ۱۱ بجے دن ۲۵ گاڑیوں پر مشتمل قافلہ براستہ ایبٹ آباد رات کو مظفر آباد میں پڑاؤ کیا۔ علی الصبح ۷ بجے مظفر آباد سے ہٹیاں کی طرف روانہ ہوا ہٹیاں کے مقام پر ہندوستانی جہازوں نے فائرنگ شروع کردی۔ پہلی گاڑی جس میں میجر شاہزمان تنولی بھوجال سکنہ کینیری جو فوج کی قیادت کر رہا تھا زخمی ہوا جس کی دو انگلیاں کٹ گئیں اور عبداللہ شاہ سکنہ پٹ بانڈی، مسعود خان ولد عباس خان بھوجال سکنہ ددھ کوٹ بر سٹ لگنے سے شہید ہوئے۔

ہائی کمان کے حکم کے مطابق مارچ جاری تھی۔ چونکہ چھتہ بل کے محاذ پر جانے کا حکم ملا تھا۔ بارہ مولا سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک موٹر سائیکل سوار نے تحقیقات کرتے ہوئے دوبارہ حکم دیا کہ مطابق سابق حکم میجر انور خورشید کے چھتہ بل قیام کریں۔

چھتہ بل سے دو میل کے فاصلہ پر انڈیا کی فوج نے ہمیں گھیرے میں لے کر توپ خانے سے حملہ شروع کردیا۔ جس کی فائرنگ سے پہلی گاڑی نشانہ بنی اور یوسف خان تنولی سکنہ نزد شیر گڑھ اور رجان شاہ حوالدار سکنہ بنگار بہن، اور ڈرائیور موقع پر ہی شہید ہوئے۔ جبکہ توپ خانہ مسلسل فائرنگ کر رہا تھا۔ حسین گوجر سکنہ باڑہ اور اس کے ساتھ ۲۵ افراد شہید ہوئے۔ گاڑیاں واپس کرنے کا حکم ملا تو وہ واپس کردی گئیں۔ مقام اوڑی آکر ملک امان خان نائب سالار کی قیادت میں بارہ مولا پہاڑ کی طرف مورچہ بندی کرادی گئی۔ اور ساتھ ہی سواتی فوج بھی مورچہ زن تھی۔ دن ۱ بجکر ۲۰ منٹ پر انڈیا کے جہازوں نے حملہ کردیا اور شام تک بمباری جاری رکھی۔ یوسف خان تنولی سکنہ کینیڑی اور بوستان خان تنولی سکنہ لبرڑ نے جام شہادت نوش کیا۔ رات کو بحوالہ منشی سکندر خان بحکم نائب سالار جلاد خان کے واپس گڑھی حبیب اللہ ہیڈ کوارٹر آجائیں اور وہاں ۵ روز تک قیام کیا۔

ایک توپ اوڑی کے مقام پر دوران حملہ رہ گئی تھی۔ لیکن بعد وہاں سے واپس لائی گئی۔ دیگر افراد سے تحقیق کی گئی اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے لیکن باقی شہدائے کشمیر جو تنولی جام شہادت نوش کر چکے تھے ان کے ناموں کی فہرست نہ مل سکی۔

(غلام نبی)



ترکوں
تقسیم
دخل ر
روپیہ
پایا۔
رہا۔
اکثر
اُس
حسب
جمعہ
سکر

صورت دیہہ ہذا ہمشیریاں بندوبست ۱۸۷۲ء

نام مالکان

قوم تنولی گوت رومال

مست خان

فقیرا خان ۔ قاسم خان ۔ مہند علی خان ۔ اکبر علی خان

دیہہ ہذا میں ہر سہ برادران موضع گاندھیاں میں آباد ہوئے۔

حصول ملکیت و تقسیم رقبہ ۔ مالکان نسبت حال ۔ گزشتہ

یہ رقبہ دیہہ کا اصل ملکیت سیداں ترمذی کا مشہور ہے جب لشکر سوات نے
ترکوں پر فتح پائی۔ کہ دیش میں بحصہ قوم سید کی جو چہارم حصہ قرار پائی تھی اور بہ رُوئے
تقسیم باہمی سیدوں کے بحصہ مہتاب الدین صاحب سید ترمذی کی پہنچا۔ عرصہ تک اُس کا
دخل رہا۔ پھر عوض مبلغ نو صد کے پاس نجیب اللہ قوم سواتی بحصول کے رہن کر دیا۔ کچھ
روپیہ منجملہ ادا کر دیا تھا۔ اور ہنوز کچھ باقی تھا۔ کہ عمل داری سکھوں کی ہو گی۔ ظلم و زور
پایا۔ نجیب اللہ خان قصبہ چھوڑ کر مفرور ہو گیا۔ کچھ غیر وارث قابض رہے۔

مست خان باپ میرا تناول سے آیا۔ اول موضع پالو ڈھیری کچھ عرصہ تک آباد
رہا۔ پھر مست خان رقبہ دیہہ ہذا پر قابض ہو گیا۔ آبادی شروع عہد مسلمانی ہوئے۔
اکثر وارثان قوم سواتی واپس آئے۔ جمعہ خان پسر نجیب اللہ خان کا بھی پہنچا۔
اُس وقت باپ میرا فوت ہو گیا تھا۔ باقی برادران میرے آگے باپ موضع گاندھیاں پر
حسب اجازت اُس کی قابض ہو گئے۔ اس گاؤں پر صرف میں ایک فقیرا خان کا دخل تھا
جمعہ خان مجھ سے خواستگار ملکیت کا ہوا۔ تو پانچ صد روپیہ دے کر گاؤں قطعی
کرا لیا۔ اور میں مقرر ہو گیا۔ اس لیے اب من فقیرا خان بذریعہ بیع بشمول درکھاتہ

مالکان قبضہ حسین میر احمد بذریعہ متبادل نمبر ۴۵ بہ ۴۰ - مورخہ ۱۷ اکتوبر کو امیر خان حسب کل نمبر ۴۰۲ مورخہ ۲۴ ۲ر جنوری نمبر ۱۸۲۳ء مالکانہ قبضہ مقرر ہوئی باقی گاؤں کا مالک ہوں

حال آبادی ۔ اُس کی پورانی حال مفصل معلوم نہیں کہ کب اور کس نے آبادی کری - جب سیداں سے نجیب اللہ سواتی حسب رہن ہوا تو وہ آباد ہو گیا - وہ عہد سکھاں میں معزور ہو گیا - کچھ ویران اور کچھ آباد صرف پانچ گھروں کی آبادی باقی رہی ۔ باقی آبادی اُس وقت حاکم وقت باپ میرے نے بدستور آبادی سابقہ پر گاؤں آباد کر لیا - ابھی آبادی اُس کی ہے ۔

آبادی ثانی وجہ تسمیہ یہ سُنا گیا کہ پہلے عہد ترکاں میں ۔ سلطان شادم لشکری کی ہمشیرہ دیہہ ہذا میں آباد تھی ۔ اُس کے پاس جاتا جبکہ کوئی چیز بھجواتا ۔ خود اس کے پاس جاتا ہوتا ۔ تو لفظ ہمشیرہ بولتے تھے ۔ یہ چیز پاس ہمشیرہ کے لے جاؤ ۔ اس کو ہمشیرہ کے پاس جانے میں پس رقبہ اُسی نام پر مشہور ہمشیریاں ہوا ۔ اُس کے نام پر معروف ہوا ہے ۔

عہد اسلام میں صاحب مالکان خود مالیہ وصول کر کے کھاتے تھے ۔ کسی کو نہیں دیتے تھے ۔ مگر جب کسی حاکم نے کشمیر کو جاتا تھا ۔ بطور رسہ سات کے دینا مالکان دیہہ ہی ادا کرتے اور جب عملداری سکھاں میں کاردار معاملہ کن وصول کرتا تھا ۔

طریقہ کن کا بنا کھتری فصل کے مالیہ وصول کرتے تھے تو باپ میرا جب تک رہا ادا کرتا رہا ۔ پھر میں اور فقیرا خان واحد مالک رہا عملداری میں معاملہ نقد مقرر ہو گیا ۔ اب میں معاملہ دیہہ ہذا وصول کرتا ہوں ۔

رام جوالا پٹواری دیہہ ہذا



العبد

دیوان چند مرتب کنندہ



پڑتال ضابطہ کیا ۔



جیون داس مقرم محاسبہ ضابطہ

مہر بندوبست ہذا



مانسہرہ کے مختلف مواضعات میں تنولی قوم جو کہ مختلف ادوار میں آباد ہوئی

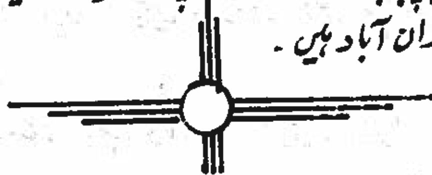
غازی کوٹ میں بگال، حدو بانڈی میں حدہال، پکھوال میں لہال، اوگرہ میں متیال وسرہال
دارہ میں بھوجال، پالوڈھیری میں ہندوال ٹھکرال بگال، میرا جبا میں ہندوال، بینکرال،
لنگ میں ہندوال، مونگن میں جلوال ، ہاتھی میرا میں کلوال، گاندھیاں ہمشیریاں میں
مست خانی رومال، جمال، جلوال ڈھانگری اور گنڈہ کے ان دیہاتوں میں اکثریت سے
تنولی آباد ہیں۔ لوئر پکھلی یعنی گیدڑ پور، مراد پور، خاکی، ملک پور، گلی باغ، لوکوٹ
تاتار، تریہا۔ اور بھیر کنڈ میں بھی قوم تنولی مختلف ادوار آکر آباد ہوئی۔

علاقہ کاغان کے بیلہ پارس، بھونجہ، خاص کاغان، گڑھی حبیب اللہ اور
بوئی میں کچھ خاندان آباد ہیں۔ بٹل کے علاقہ چھتر وملوکڑہ میں بھی کچھ خاندان آباد ہیں۔
دادی اگرور میں تنولیوں کی آبادی بیس فیصد ہوگی۔ شمدھڑہ، حسین بانڈہ، ڈھیران
اربوڑہ اور بازارگے میں بھی تنولی اکثریت سے آباد ہیں۔ جبکہ بھوگڑمنگ، بجی، راٹھی
اور سچاں کے دیہات میں بھی تنولی آباد ہیں۔

اسی طرح علاقہ رش کے متعدد دیہات میں تنولی قوم کے کچھ خاندان آباد ہیں
ہری پور یعنی حویلیاں، علی خان، اور کھلابٹ ٹاؤن شپ میں بھی تنولی اکثریت سے
آباد ہیں۔

آزاد کشمیر کے لنگر پورہ اور دیگر مواضعات میں بھی تنولی آباد ہیں۔

صوبہ پنجاب کے مختلف مقامات پر متاثرین تربیلہ ڈیم یعنی تنولی قوم
کے متعدد خاندان آباد ہیں۔



بیان مالکان نسبت حال گزشتہ

پہلے رقبہ دیہہ ہذا عہدِ اسلام میں آباد تھا۔ مگر جب قوم تنولی نے تناول کے دیہات ترکوں سے حاصل کیے۔ تو دیہہ ہذا کا رقبہ ویران ہو گیا تھا۔ بہت مدت تک ویران پڑا رہا اس کے بعد تقسیم باہمی تنولی میں کل علاقہ گڑھیاں جس میں دیہہ ہذا بھی واقع ہے۔ قوم تنولی کی شاخ ہندوال کو ملا تھا۔ اور ہندوالوں کی تقسیم میں شاخ ساریال کو ملا۔

اُسی عہد میں منجملہ شاخ ساریال کے کریم داد خان مورثِ ہم مالکان قوم تنولی نے رقبہ دیہہ ہذا کو مع رقبہ موضع بیزرکال جو غیر آباد پڑا ہوا تھا آباد کیا۔ اور مزارعین کے ذریعے ترددِ اراضی کراتا رہا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تقسیم ہوئی۔ تنولی کے باقی دیہات کی تقسیم سر بیت پر ہوئی۔ لتداد اُن کی مالکان کو معلوم نہیں۔ یعنی جس قدر کمر بندھ خاندان میں ہوتے تھے اُسی قدر حصے بنائے جاتے تھے۔ جس کو ہمارے ملک کی زبان میں میّت بولتے ہیں۔ اخیر عملداری اسلام تک یہی حال رہا۔ مگر قوم تنولی کی شاخ ہندوال اور ہلال کے درمیان اس علاقہ پر تکرار رہتا تھا۔ آخر کار خان ہلال علاقہ گڑھیاں پر قابض ہو گئے۔

ابتدائی عملداری سکھاں میں پائندہ خان تنولی والئ امب نے چڑھائی کر کے شہر ہذا کو ویران کر دیا۔ اور ہمارے بزرگ اِدھر اُدھر چلے گئے۔ چار پانچ سال بعد محمد باز اور بہرلا ایک ایک دو دو سال رہ کر تردّد اراضی کرتے رہے مگر بسبب سکھ کاردار اُس وقت کوئی پیمانہ ہمارے درمیان مقرر نہ ہو سکا۔ اسی عملداری میں ہم مالکان قوم تنولی اولاد مورث بلحاظ پرانی وراثت باجازت دلیوان مولراج آباد ہوئے۔ اور محمد ولی قوم اعوان کا قبضہ دیہہ ہذا سے اُٹھ گیا۔ اور نادر شاہ اور قسیم بدستور قابض رہے۔

تھوڑے عرصہ بعد ہم باقی ماندہ مالکان قوم اعوان اور سیّد اکبر شریک آبادی ہوئے اُس وقت برائے سہولت ادائیگی معاملہ ہمیں بعدر کھا۔ اراضی دیہہ بشمول ساتھ ہنڈیات جن کی تفصیل یہ ہے :۔

ہنڈی باغ والی، ہنڈی باز والی، ہنڈی شیر خان والی، ہنڈی نادر خان والی

ہنڈی حسن علی والی، ہنڈی ناصر خان والی اور ہنڈی نادر شاہ والی اس تقسیم کے بعد حسب قدر
جو کوئی سنبھال سکتا تھا لے کر قابض ہوا۔
چنانچہ اب تک ہمارے درمیان سات ہنڈی کا عملدرآمد چلا آتا ہے اور باقی
ماندہ ہم مالکان قوم سید کو قوم تنولی کریمداد خان کی اولاد نے رقبہ شاملات سے کچھ اراضی بطورِ
سیری دیدی جس پر ہم مالکان قوم سید مالک قبضہ ہیں۔

وجہ تسمیہ آبادی حال :۔

عملداری اسلام میں یہ گاؤں آباد تھا۔ جب قوم تنولی نے تنول کے دیہات تُرکوں
سے بزور حاصل کئے تو یہ گاؤں ویران ہو گیا تھا اور قابضانِ سابق جا بجا چلے گئے تھے۔
اس کے بعد اُسی عملداری میں کریمداد خان مورث ہم مالکان نے آباد کیا اور تمام عملداری اسلام
تک آباد چلا آیا۔ ابتدائی عملداری سکھاں میں بسبب تشدّد کاردارِ سکھاں و پائندہ خان
تنولی والئی امب اوّل کے ویران ہو گیا۔ چار پانچ سال تک ویران پڑا رہا۔ اس کے بعد ایک
ایک دو دو سال محمد باز اور ہیولا نے آباد کیا۔ لیکن تشدّد کارداران سکھاں و خوف پائندہ
خان والئی امب ویران ہو گیا۔ محمد باز اور ہیولا اپنے اپنے مسکن کو چلے گئے۔ آخیر عملداری
سکھاں بعہد دیوان مولراج کے نادر شاہ اور محمد قسیم نے آباد کیا۔ اُس وقت سے بدستور
آباد چلا آرہا ہے۔ ایک جگہ میں آباد ہے۔
عملداری اسلام میں یہ گاؤں آباد ہو چکا تھا۔ اُس وقت اس گاؤں کا نام کہوارلے
تھا۔ اب تک یعنی ۱۸۷۲ء تک اُسی پرانے نام پر کہوارے مشہور چلا آباد ہے۔ لیکن
اب کہوارے سے کھواڑی ہو گیا ہے۔

محمد جاوید تنولی ۱۹/۱/۱۹۹۱ء

تنولی حکمران ۳۸۷ھ تا ۱۳۷۱ھ

(۱) بہرام خان انچارج قلعہ جات علاقہ بونیر و کلنجر رہائش ۴۰۲ھ
۲۔ سلطان الوزخان حاکم چملہ بونیر آمد ۳۸۷ھ مدفن قبرستان متصل تنولی ڈھیری علاقہ چملہ قبرستان چھجو بابا۔
۳۔ سلطان بھیک خان حاکم چملہ بونیر (سوارا) مدفن قبرستان متصل تنولی ڈھیری علاقہ چملہ قبرستان چھجو بابا۔
۴۔ سلطان لکھن خان حاکم چملہ بونیر (سوارا) مدفن قبرستان متصل تنولی ڈھیری علاقہ چملہ قبرستان چھجو بابا۔
۵۔ سلطان جمال خان یا برلس خان بالا خان (سوارا) مدفن قبرستان متصل تنولی ڈھیری علاقہ چملہ قبرستان چھجو بابا۔
۶۔ سلطان امیر خان شہید ۶۴۹ھ یا ۱۲۳۲ء مدفن قبرستان متصل تنولی ڈھیری علاقہ چملہ قبرستان چھجو بابا۔ دورِ حکومت چملہ بونیر ۲۶۲ سال۔
۷۔ ہند خان پتہ ہندوال (امب) مدفن امب۔ دورِ حکومت امب ۱۲۳۲ء جو کہ ۶۴۹ھ سے شروع ہوا۔
۸۔ بھوترہ خان پتہ ہندوال (امب) مدفن امب۔
۹۔ کجی خان پتہ ہندوال (امب) مدفن امب۔
۱۰۔ منی خان پتہ ہندوال (امب) مدفن امب۔
۱۱۔ چاڑا خان موسم سرما امب موسم گرما (کل) اپر تناول فاتح تناول ۱۴۷۲ء مدفن موضع (کل) علاقہ کھن
۱۲۔ لطو خان موسم سرما امب موسم گرما (کل) اپر تناول۔ مدفن موضع کل علاقہ کھن
۱۳۔ گوجر خان موسم سرما امب موسم گرما (کل) اپر تناول۔ مدفن موضع کل علاقہ کھن

۱۴۔ غیبت خان موسم سرما امب۔ موسم گرما (کل) ابرِ تناول مدفن موضع کل علاقہ کھن

۱۵۔ گل محمد خان موسم سرما امب۔ موسم گرما گلی بدرال۔ مدفن گلی بدرال تاریخ وفات ۱۷۷۲ء

۱۶۔ ہیبت خان موسم سرما امب۔ موسم گرما گلی بدرال۔ مدفن گلی بدرال تاریخ وفات ۱۸۰۴ء

۱۷۔ ہاشم علی خان موسم سرما رہائش امب موسم گرما گلی بدرال۔ احمد علی خان پلال نے ۱۸۱۲ء میں شہید کیا۔

۱۸۔ نواب خان برادر ہاشم علی خان موسم سرما امب موسم گرما گلی بدرال۔ وفات۔ ۱۸۱۷ء میں عظیم خان درّانی نے دریائے لنڈہ میں ڈال دیا۔

۱۹۔ پائندہ خان رہائش موسم سرما امب موسم گرما شیر گڑھ۔ وفات ۱۸۴۰ء مدفن شیر گڑھ۔

۲۰۔ جہانداد خان عہد سکھاں ۱۸۴۰ء موسم سرما امب موسم گرما شیر گڑھ مدفن شیر گڑھ

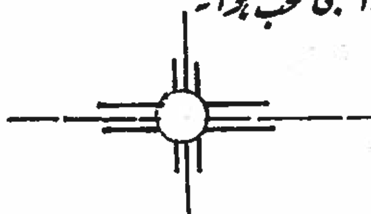
۲۱۔ نواب محمد اکرم خان عہدِ انگریزاں موسم سرما امب موسم گرما شیر گڑھ۔ وفات ۱۹۰۷ء مدفن شیر گڑھ۔

۲۲۔ نواب خانزمان خان عہد انگریزاں موسم سرما امب موسم گرما شیر گڑھ۔ وفات ۱۹۳۶ء۔ مدفن شیر گڑھ۔

۲۳۔ نواب محمد فرید خان (پاکستان) شیر گڑھ۔ مدفن شیر گڑھ وفات ۱۹۷۰ء آخری حکمران۔ ۱۹۵۰ء میں ریاست ختم ہوگئی۔

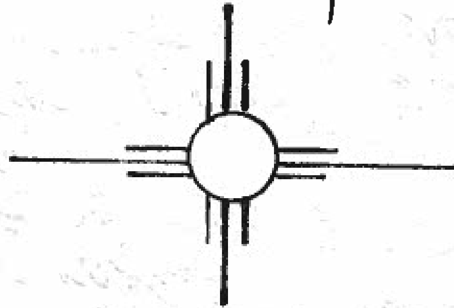
۲۴۔ نواب محمد سعید خان (عہد پاکستان) ولی عہد ریاست۔

۲۵۔ نوابزادہ صلاح الدین خان جو کہ ۱۹۸۵ء ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۰ء تک یعنی تین بار ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوا۔



تنولی حکمران ریاست پھلڑہ ۱۸۴۰ئ تا ۱۹۵۰ئ

۱۔ مدد خان ہندوال رہائش پھلڑہ۔ مدفن پھلڑہ۔
۲۔ عبداللہ خان ہندوال رہائش پھلڑہ۔ مدفن پھلڑہ۔
۳۔ عطا محمد خان ہندوال رہائش پھلڑہ۔ مدفن پھلڑہ۔
۴۔ عبدالطیف خان ہندوال آخری حکمران ریاست پھلڑہ۔ مدفن پھلڑہ
۱۹۵۰ئ کو ریاست ختم ہوگئی۔



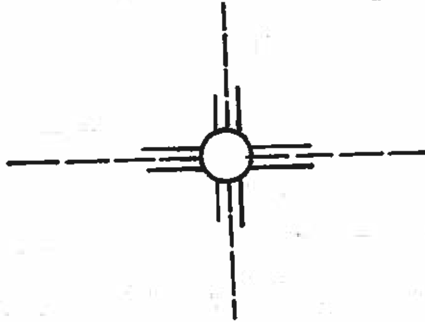
تنولی پلال حکمران ۱۲۳۲ء تا ۱۸۴۸ء

لوئر تناول

۱۔ پلال خان علاقہ سم کیورہ عوزریا خیل متصل جمرود رہائش موجودہ جمرود مدفن امب
۲۔ دفر خان ـــــــــ ایضاً ـــــــــ
۳۔ الیاس خان ـــــــــ ایضاً ـــــــــ
۴۔ زرین خان ـــــــــ ایضاً ـــــــــ
۵۔ لابی خان ـــــــــ ایضاً ـــــــــ
۶۔ فردوش خان آمد عشراء رہائش امب مدفن امب
۷۔ حمارا خان فاتح موجودہ تناول رہائش پھوہار آمد ۱۴۷۲ء مدفن پھوہار حکمران لوئر تناول۔
۸۔ قبول خان مدفن پھوہار
۹۔ بہادر خان رہائش بیڑ پھوہار
۱۰۔ زبردست خان عرف صوبہ خان حکمران عہد اسلام درانی۔ ہر دو تناول و پکھلی و جاگیر کشمیر سے مقرر ہوئے۔ مدفن بیڑ عہد درانی احمد شاہ ابدالی۔
۱۱۔ فتح شیر خان و گل شیر خان حکمران بیڑ پھوہار
احمد علی خان ، شیر محمد خان ۱۸۴۸ء میں بیڑ پھوہار کے آخری حکمران تھے۔
۱۲۔ سرفراز خان حکمران شنگڑی ریاست
۱۳ سربلند خان ـــــ ایضاً ـــــ
۱۴۔ نواب خان آخری حکمران ہر دو ریاست لوئر تناول ۱۸۴۸ء میں آزاد ہو کر انگریزوں کے قبضہ میں آگئی۔

نوٹ :- یادرہے کہ ۶۴۹ تا ۱۲۳۲ء تک ہندخان اور پال خان تا چاڑاخان اور ممار اخان نے مشترکہ حکومت کی۔ جبکہ پال خان کی اولاد کی حکمرانی علاقہ سمر جبرود میں تھی۔ اور ہندخان کی اولاد کی حکمرانی ہندخان تا چاڑاخان امب میں تھی۔ دونوں حکمران پنہ کے متخذ تھے۔ اور ریاست امب ہر دو پتوں میں تقسیم شدہ تھی۔

۱۸۴۷ء میں تناول کی تقسیم کے بعد امب پتہ ہندوال کی مالیت حصہ داری ہوگئی تھی۔



۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴

عہدِ اسلام میں قومِ تنولی کی

نامور ہستیاں

۱۔ زبردست خان۔صوبہ خان پلال ۱۷۴۷ تا ۱۷۹۹ء والئ ریاست پلال لوئر تناول۔

۲۔ گل شیر خان پلال عہدِ اسلام والئ ریاست پلال لوئر تناول۔

۳۔ گل محمد خان والئ ریاست ہندوال۔اپر تناول

۴۔ ہیبت خان والئ ریاست ہندوال۔اپر تناول۔

۵۔ ہاشم علی خان والئ ریاست ہندوال اپر تناول

۶۔ نواب خان والئ ریاست ہندوال اپر تناول

۷۔ مست خان علاقہ بکھلی گاندھیاں خودمختار علاقہ گاندھیاں ملحقہ دیہات۔ لنگ۔ میراجیا۔ہمشیریاں آمد گاندھیاں ۱۷۷۸ء عہدِ اسلام۔پالو ڈھیری۔تنولی چک لبڑ کوٹ۔

۸۔ عہدِ سکھاں۔پائندہ خان۔حکمران۔والئ ریاست اپر تناول ہندوال۔

۹۔ عہدِ سکھاں۔نواب خان پلال لوئر تناول شنگری۔

۱۰۔ عہدِ سکھاں۔سربلند خان پلال۔لوئر تناول شنگری۔ ۱۹۰۷ء ہزارہ گزیٹر کے مطابق۔صوبہ درباری۔

۱۱۔ جہانداد خان والئ ریاست ہندوال۔صوبائی درباری عہدِ انگریزاں۔

۱۲۔ محمد اکرم خان ولد جہانداد خان والئ امب (ستارۂ ہند) عہدِ انگریز صوبائی درباری

۱۳۔ عبداللہ خان ریاست پھلڑا۔کرسی نشین۔

۱۴۔ مدد خان والئ پھلڑہ۔عہدِ انگریزاں۔صوبائی درباری۔

۱۵۔ فیروز خان۔ گٹھیالہ۔ کرسی نشین

۱۶۔ عنایت اللہ خان۔ چمہڈ کرسی نشین

۱۷۔ قاسم خان ولد مست خان گاندھیاں ضلعی درباری۔ عہد انگریزاں۔

۱۸۔ فقیرا خان ولد مست خان ہمشیریاں ضلعی درباری عہد انگریزاں۔

۱۹۔ دوست محمد خان ولد نواب خان شنگری۔ ضلعی درباری۔ جاگیر ۳۶۰۰ روپیہ ایبٹ کے زمانے سے ضلعی سرکردہ۔

۲۰۔ سلطان محمد خان ولد عطا محمد خان۔ بیڑ۔ ضلعی درباری جاگیر ۲۴۰۰ روپیہ اندھیری مجسٹریٹ۔

۲۱۔ عطا محمد خان ولد عبدالرحمان خان خان آف بھلاڑہ۔ ضلعی درباری عہد انگریزاں۔

۲۲۔ لیفٹیننٹ محمد زمان خان تنولی چمہڈ۔ یونائیٹڈ مسلم پارٹی کے ۱۹۲۶ء میں ممبر منتخب ہوئے

۲۳۔ خان محمد فرید خان سکنہ بیڑ ۱۹۵۱ء میں ممبر منتخب ہوئے اور وزیر صحت رہے۔

۲۴۔ رسالدار عبداللہ خان ولد عنایت اللہ خان چمہڈ۔ ضلعی درباری کرسی نشین

۲۵۔ خان بیڑ۔ محمد فرید خان ۱۹۵۵ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر رہے۔

۲۶۔ محمد حیات خان ولد سمندر خان سکنہ گاندھیاں پکھل

۲۷۔ عطا محمد خان ولد محمد اکبر خان سکنہ ہمشیریاں۔

۲۸۔ خان محمد علی خان سکنہ خیل تناول بھلاڑہ۔

۲۹۔ محمد اسلم خان کالا میرا۔ تاریخ وفات ۸/۸۶/۳۱۔ جو کہ حج پر جاتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔

۳۰۔ محمد اسلم خان پڑھنہ

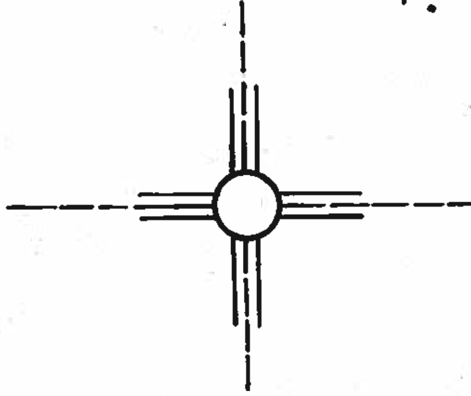
۳۱۔ غلام حیدر خان پڑھنہ

۳۲۔ دوست محمد خان گڑوال۔

۳۳۔ محمد اکبر خان تربیلی

۳۴۔ غلام خان ٹلیالہ۔

۳۵ ۔ اورنگ زیب خان برادر نواب محمد فرید خان
۳۶ ۔ ارسلہ خان گوجرہ
۳۷ ۔ عبدالطیف خان پڑھنہ
۳۸ ۔ محمد عمر خان بگوائی ۔ سالار ریاست تناول امب ۔ (عہد خانیزمان خان والئی امب)



مسئلے

تعارف

مولانا عبدالحئی ولد مولانا محمد عالم ولد محمد سعید قوم تنولی

آپ موضع بھیر کنڈ کے رہنے والے ہیں جبکہ آپ کی برادری موجودہ دور میں بھی وہیں پر آباد ہے مگر آپ آجکل مانسہرہ میں آباد ہیں۔

آپ سنہ ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے ابتدائی دینی تعلیم ضلع مانسہرہ کی مختلف مساجد میں حاصل کی جبکہ آپ نے مولوی فاضل کی سند پنجاب یونیورسٹی اور ینٹیل کالج سے حاصل کی اور اس کے بعد آپ نے ۲۰ برس تک سم الٰہی منگ میں امام مسجد کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے ۱۲ برس تک جامع مسجد شنکیاری میں خطیب رہے۔ ۱۹۶۳ء میں خطیب جامع مسجد محلہ ناڑی مانسہرہ میں تاحال موجود ہیں۔

مولانا فاضل و عربیہ خطیبہ کیھال

آپ نے تحریک مسجد شہید گنج میں بھرپور حصہ لیا تحریک ختم نبوت کے دوران آپ تین ماہ تک سنٹرل جیل پشاور میں رہے مگر اُس وقت کے وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد عبدالرشید نے ۱۵ یوم کی سزا معاف کر کے رہا کر دیا۔

۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے دوران آپ ۲½ ماہ تک ہری پور سنٹرل جیل میں رہے ہری پور جیل سے آنے کے بعد آپ کو قومی اتحاد ضلع مانسہرہ کے لیے صدر چُنا گیا۔

۱۹۸۴ء میں آپ تحریک ختم نبوت ضلع مانسہرہ کے کنوینیر مقرر ہوئے۔
جبکہ قادیانیوں کے خلاف تقاریر کرنے کی بناء پر آپ اور مولانا عبداللہ خالد خطیب مرکزی جامع مسجد مانسہرہ سنٹرل جیل ایبٹ آباد میں ایک ماہ تک رہے۔

آپ نے مسجد ناڑی مانسہرہ کی توسیع اور بھوت کھٹہ پر پل تعمیر میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں حکومت سے کبھی کوئی فنڈ وصول نہیں کیا۔ آپ بہترین مقرر اور جید عالم دین ہیں اور ہمیشہ قادیانیوں کے خلاف سرگرم عمل رہتے ہیں۔ نیز ضلع مانسہرہ کے تقریباً تمام دیہات کے افراد آپ سے کسی بھی دینی

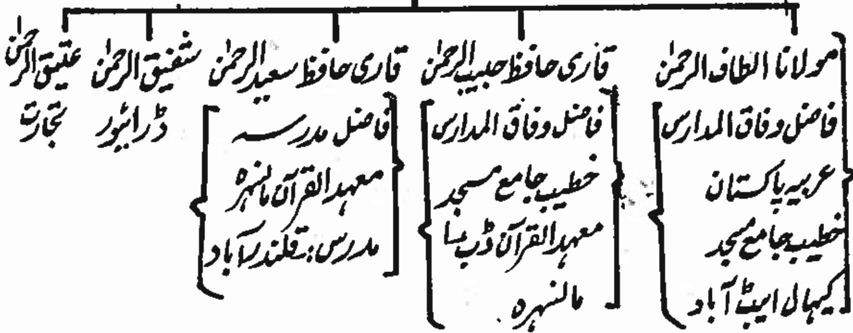
مسئلے پر فتوے حاصل کرتے ہیں۔

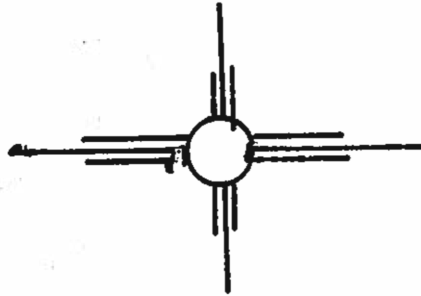
آپ کا مختصر شجرہ نسب درج ذیل ہے:۔

اخونزادہ محمد سعید

مولانا محمد عالم

مولانا عبدالحیٔ





حضرت مولانا ابو المعارف
محمّد عرفان

آپ موضع پکھوال نزد مانسہرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق تنولی قبیلہ سے ہے۔ ابتدائی تعلیم مانسہرہ میں اور ایبٹ آباد میں حاصل کرنے کے بعد حصولِ علم کے لیے ہندوستان تشریف لے گئے۔ علی گڑھ میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بنارس میں کام کیا۔ اور آخر میں مینڈر درسگاہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تحریک خلافت کے بانی حضرت مولانا محمد اسحاق مانسہروی کے ساتھ شامل رہے۔ اور اُنہی کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ رہائی کے بعد بمبئی چلے گئے۔ اور بمبئی میں حضرت مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے رفیقِ کار رہے۔ آخری لمحات تک ساتھ دیا کئی مرتبہ جیل گئے۔ بہت بڑے عالم اور فلسفی تھے۔ اور بہترین معلم تھے آپ کی تقریر دلپذیر ہوتی تھی۔ آپ بہت ہی مستقل مجاہد تھے۔

۱۶ر اکتوبر ۱۹۲۵ء کو جو وفد سلطان عبد العزیز بن مسعود کی دعوت پر موتمر اسلامی کے انعقاد کے انتظام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت مولانا ظفر علی خان و شعیب قریشی کی معیت میں آپ کو مرکزی جماعتِ خلافت نے بھیجا۔ جس سے آپ کل ہندیائیہ لیڈر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱۶ر اپریل ۱۹۳۹ء کو صبح دس بجے حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ خدا مغفرت فرمائے۔

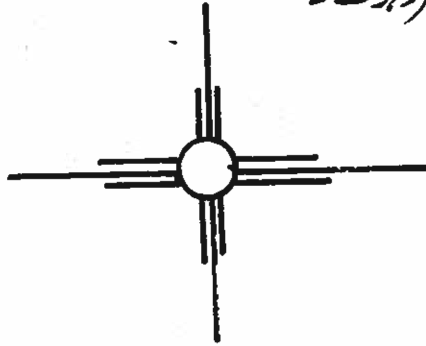
عجب آزاد مرد تھا۔ جنگ آزادی کا یہ نڈر سپاہی خلافت کا علمبردار اور مولانا ابو المعارف محمد عرفان سوناپور (بمبئی) کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

مولانا غلام ربانی لودھی اِن کے حالات پر مندرجہ ذیل تحریر عنایت فرماتے ہیں

"مولوی محمد عرفان بکھلی کے رہنے والے تھے۔ عمر بھر بمبئی، دہلی اور دیگر مرکزی شہروں میں علوم دین کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے۔ جب آزادی کی جنگ چھڑی تو مولانا اسحاق مانسہروی مرحوم کے ساتھ عوامی انداز میں پہلو بہ پہلو وعظ فرماتے تھے۔ مولوی محمد عرفان کا اُردو کا فصیح و بلیغ خطبہ لوگوں کو اب بھی یاد ہے۔ جب مولانا عبدالحنان مرحوم سکنہ جریدکا غان زندہ تھے تو ان کی تقریر سے مولوی محمد عرفان مرحوم کی وعظ کی فراق قدرے بجھتی تھی۔

حال ہی میں مولانا عبدالحنان خطیب مسجد بھوسہ والی منڈی راولپنڈی میں زندگی کے آخری ایام بسر کرنے کے بعد خدا کو پیارے ہو گئے۔"

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جو لفہ بکھلی کے رہنے والے تھے وہاں اُن کی جگہ خطیب مقرر ہوئے۔



شجرہ نسب حضرت مولانا محمد عرفان - تناول - پکھوال

- مولانا محمد جی
  - مولانا عبدالرحمٰن (اولادِ نرینہ نہ تھی)
  - مولانا غلام ربانی
    - غلام سرور خان
    - عبدالقیوم خان
      - محمد سلیم خان انجنیئر
        - وسیم احمد
        - ندیم احمد
        - بلال سلیم
        - شہزاد سلیم
      - سجاد احمد
      - محمد پرویز
      - نجیب اللہ
      - نوید احمد
    - محمد یوسف خان
    - عبدالرؤف خان
    - سعید الرحمان خان لاولد
  - مولانا محمد عرفان (لاولد) وفات ۱۶/۴/۱۹۳۹

- محمد یوسف خان
  - جاوید
  - اعجاز
  - نوید

- عبدالرؤف
  - جمیل احمد
  - شکیل احمد
  - طاہر
  - زاہد
  - شاہد

- عبدالرحمان
  - عزیز الرحمان
  - فضل الرحمان
    - محمد صادق

نوٹ:- یہ تمام حضرات مولانا محمد عرفان کے خاندان کے افراد ہیں جو کہ موضع پکھوال مانسہرہ میں رہتے ہیں:-

تنولی مردان صوابی میں

احمد خان مؤلف مورخہ 25/12/86 کو شب کو ملک حاجی شیر افضل خان کی رہائش گاہ پر قیام کیا۔ جو کہ چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی بھی ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ تحصیل صوابی کے مختلف دیہات میں قوم تنولی کی ۲۰ فیصد آبادی ہے۔ ہماری قوم نواب خان والئی ریاست ہندوال کی وفات کے بعد یہاں آکر آباد ہوئے ہماری قوم ٹبگرام چھمب سے جو تناول میں ہے سے آئے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے احمد گاؤں آباد کیا۔ انگریزوں سے پہلے یہ علاقہ مقبوضہ یوسف زئی قوم کی شاخ احمد خیل کے مقبوضہ تھے۔ بعد میں ہماری قوم کی ملکیت ہوئی۔

شنگرئی۔ پیپن کاڑاں۔ حمزہ ڈھیر، ندشک۔ زنڈئی۔ گورھی۔ مناگئی۔ یسین کانا شیخ جانہ۔ چار باغ۔ سدرے۔ محمد آباد۔ کوفر۔ بشقالی ان تمام دیہاتوں میں قوم تنولی کی اکثریت آباد ہے باقی ضلع مردان کے مختلف دیہات میں بھی قوم تنولی آباد ہے۔

متاثرین تربیلہ ڈیم کے کافی افراد وہاں جاکر مستقل طور پر آباد ہو چکے ہیں۔

کچھ افراد نے تو وہاں پر جائدادیں بھی خرید لی ہیں۔ اور وہاں پر اپنے مکانات تعمیر کر رہے ہیں۔

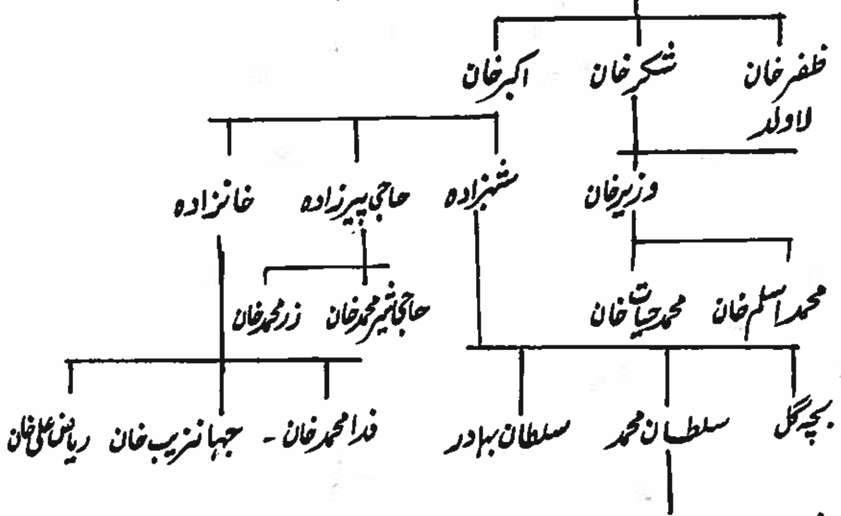
جمعہ خان بابا - احمد خان (لوگیال) اوّل خان بن عمر خان بن بہرام خان بن میر باز خان - قوم بیگال

یک تپہ فضل خان بابا

- نمبردار حاجی شیر افضل خان
  - بہادر خان
- علی بہادر
  - لال بہادر
- محمد افضل خان
  - میر جاول خان
- شیر بہادر خان
  - میر بہادر خان

میرزمان خان
|
عجب خان
|
جانس خان
|
برادر خان - ایم اے واپڈا کے کلرک ہیں۔

تپہ نمبر ۲۔ بدروازہ خان بیگال - امد تناول ٹکرام علاقہ تناول



فیض محمد خان　　محمد اسرار خان　　تاج علی خان　　ریاض علی خان

۳ - خانزادہ خان

امیر محمد خان　　تاج محمد خان　　گل زادہ خان　　محمد فدا　　محمد سعید

مندرجہ بالا دونوں تپے ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ ایک تپہ کا خان، حاجی شیر محمد خان ہے اور دوسرے تپہ کا خان حاجی شیر افضل خان ہے۔

میں نے دونوں تپوں سے ملاقات کی۔ اگر یہ ایک دوسرے قبیلہ سے جھگڑ جائیں تو یہ لوگ قوم تنولی ایک ہو جاتے ہیں۔ ان کی زبان پشتو ہے ہندکو زبان بالکل نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ اپنے علاقہ میں با اثر، مہمان نواز ہیں اور ان کے اپنے حجرے ہیں۔ مال کاغذات میں تنولی درج ہیں۔

پلیس کا ہنے یہ سرسبز و شاداب علاقہ ہے اور اس میں قوم تنولی آباد ہے قوم تنولی کے دو ممبر یونین کونسل ہیں جن کے نام یہ ہیں بابر خان اور حاجی رضا خان۔ اسی علاقے میں سیال۔ منتیال۔ بیگال اور جلوال آباد ہیں۔

حمزہ ڈھیری میں صاحبزادہ خان تنولی نامور ہستی ہے بن خان زادہ بن

اجون خان ۔ سرمگال ۔

موضع شیخ جابہ میں سید علی خان بابا ۔ حاجی شیرین خان بن رسول خان بیگال جو کہ نامور ہستیاں ہیں ۔

موضع درہ خیلہ میں لوذرو خان بن سکندر خان جو موجودہ دور میں اپنے قبیلہ کے بزرگ ہیں ۔

موضع مناکئی میں شباب گل اور زرگل تنولی ممبر یونین کونسل ہیں

موضع چار باغ میں رحمان گل بابا قوم بھوچال موجودہ دور کی نامور ہستی ہیں

موضع سدرے میں قوم تنولی کے خاندان آباد ہیں ۔ (محمد آباد) مردان میں یہ گاؤں تنولیوں کے ہیں ۔

موضع کوفر ممبر یونین کونسل نور رحمان خان بن غلام علی بن جیا ملک ہیں ۔

موضع لشتقالی میں تنولی آباد ہیں ۔ امیر زادہ خان جو کہ سابقہ وزیر سرحد رہ چکے ہیں اور محمد سلیم خان ایڈوکیٹ ان کے فرزند ہیں ۔

مندرجہ بالا تنولی قبیلے مختلف ادوار میں تناول سے ہی جاکر آباد ہوئے ۔ وہاں پر ان کو ہر قسم کی آرائش و آسائش میسّر ہیں یعنی آسودہ حال ہیں ۔ ان کی زبان پشتو ہے ۔ جب احد خان جا رہا تھا تو موضع لوڑپی میں ایک یوسف زئی افغان نامی سے ملاقات ہوئی ۔ میں نے احد گاؤں کے بارے میں دریافت کیا چونکہ مجھے پہلی دفعہ جانے کا اتفاق ہوا تھا تو مجھے کہنے لگے کہ وہاں تو تنولی آباد ہیں ۔ تو میں نے کہا کہ وہ تنولی جو اُس علاقے میں آباد ہیں وہ وہاں پر کب سے آباد ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ یہ جنگجو اور بہادر لوگ ہیں ۔ جو کہ مختلف ادوار میں یہاں آکر آباد ہوئے ۔ یہ لوگ عہدِ سکھاں اور کچھ عہدِ اسلام میں یہاں آکر آباد ہوئے ہیں ۔ ہم لوگوں کے آپس میں ڈلے ہوتے ہیں ۔ ان لوگوں کے اپنے ملک ہوتے ہیں ۔ جو کہ اپنے ملک کا حکم مانتے ہیں ۔ یہ حسبِ جنبہ یعنی تپہ میں شریک ہوں مگر اپنے جنبہ کے مضبوط ہیں ۔ بنا بریں کچھ اراضیاتِ بنجر کو انہوں نے عہدِ اسلام و عہدِ سکھاں میں آباد کیا ۔ اور بنجر اراضی کو خرید کر وہاں آباد ہوئے ان کی آبادی مختلف دیہاتوں میں آباد ہے کچھ ایسے

لوگ بھی ہیں جن کی اراضیات نہیں مگر مکان ہرایک کا اپنا ہے موجودہ دور میں زیادہ تر افراد سعودی عرب میں مقیم ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ مالدار ہیں کافی جائداد خرید چکے ہیں اور خرید رہے ہیں اور اسی خاندان کے مولانا گوہر رحمان جو قومی اسمبلی کے ممبر ہیں اور جماعت اسلامی سے تعلق ہے۔ تنولیوں کی ۲۰ فیصد سے زائد آباد تحصیل صوابی میں ہے

بونیر چملہ میں تنولی ڈھیری وکانگڑ۔ ان دونوں دیہاتوں میں تنولی آباد ہیں۔
اصغر۔ مروگئی۔ کالاخیل۔ جنگی میں بھی تنولی آباد ہیں۔ جو بھوجیال۔ سریال۔ متیال۔ ببگال شاخوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کی بھی اپنی اراضیات، پختہ مکان۔ حجرے اور مساجد موجود ہیں کافی آسودہ حال اور مہمان نواز ہیں جن کا مختصر شجرہ نسب جو کہ پہلے درج کیا جا چکا ہے۔ یہ سب لوگ پشتو لوگ بولتے ہیں۔ جبکہ ہندکو زبان بالکل نہیں جانتے۔ مگر کاغذاتِ مال میں اپنی قوم تنولی درج کراتے ہیں۔

علاقہ مہابن عمازئی کے مختلف دیہات میں مختلف شاخیں یعنی کلوال بھوجیال زیادہ آباد ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ یہاں پر بہت پرانے آباد ہیں ان کی رشتہ داریاں علاقہ تناول میں ہیں لیکن کاغذات مال میں اپنے آپ کو تنولی درج کرواتے ہیں زبان پشتو ہے۔ اکثریت والے گاؤں درج ذیل ہیں ویسے علاقہ مداخیل میں بھی تنولی آباد ہیں یہ لوگ بھی پشتو بولتے ہیں مگر اردو زبان بھی سمجھتے ہیں اور ہندکو زبان بھی بول لیتے ہیں۔ گو کہ میں خود وہاں نہیں جا سکا لیکن تنولی ڈھیری اور ملحقہ علاقہ کے لوگ واقف کار ہیں۔ ان تمام واقعات کو اُن بزرگوں نے بتایا ہے۔

علاقہ مداخیل کے ساتھ بانڈوی کے ساتھ ڈوگہ میں بھوجیال آباد ہیں۔
جبکہ چینگاڑ کے تمام گاؤں میں سریال، گواندلہ میں۔ کلوال، داؤد خان بن ہاشم علی خان بن عیسیٰ خان جو کہ تیرہ سال سے کانگڑا میں آباد ہے۔ کیونکہ وہ متاثرین تربیلہ ڈیم ہیں۔ اور کچھ خاندانِ تنولیاں چملہ میں متاثرین ہو کر آباد ہو گئے ہیں۔

علاقہ عمازئی، کالی لاڑ، کوبڑے، ڈھیرڑے، ششکوے، کانڈو، دیولے، معشوقان، کنگرڑ مچھا، کنڈڑ، کلپلہ، زیارت بیلہ، زیدہ، اوتلا۔ پربیہ، شولے

کیوسر۔ نواہ کلی میں بھوجال آباد ہیں یہ لوگ بھی اراضیات کے مالک ہیں۔

مختصر شجرہ نسب چپلہ جنگی بھوجال

درج ذیل خاندان نواب خان کے دور میں ۱۸۱۳ء میں چپلہ میں آباد ہوا۔

- حاجی غلام رسول خان
  - صدیق اللہ خان
    - محمد رزاق
    - سبحتلہ عرف تکر
  - مرزا دولہ
    - عبدالرزاق
      - اکبر خان
      - سید ایوب خان
      - افضل خان
    - عظیم اللہ خان
      - جمشیر خان
    - عصمت اللہ خان
      - عالم خان
      - مومنین خان
  - حضرت اللہ
    - ریاض اللہ
    - نرے
      - بختی برہان
        - حسین اللہ
        - فرید اللہ
        - سبحان اللہ
        - خورشید اقبال
      - شیرباز خان بی اے ایٹر
    - رخمان اللہ

تنولی ڈھیری۔ وجہ تسمیہ :- عام لوگوں کا خیال ہے کہ ۱۹۲۳ء میں تنولی لشکر نے سوارہ کی لڑائی میں یہاں قیام کیا تھا۔ لیکن تنولی ڈھیری میں سات پشتوں سے آباد موجودہ خاندان جو کہ تنولی ہیں۔

میری معلومات کے مطابق یہ لوگ یہاں کب سے آباد ہیں صحیح تاریخ تو وہ نہ بتا سکے لیکن البتہ یہ کہا کہ ہم یہاں سات پشتوں سے آباد ہیں ہمارے بزرگ اس جگہ کو تنولی ڈھیری کہتے چلے آرہے ہیں۔ اس لیے ہم اپنے آپ کو تنولی کہتے ہیں۔

۱۹۲۳ء کی جنگ مابین تنولیوں اور والئ سوات میاں گل کے ساتھ ہوئی۔

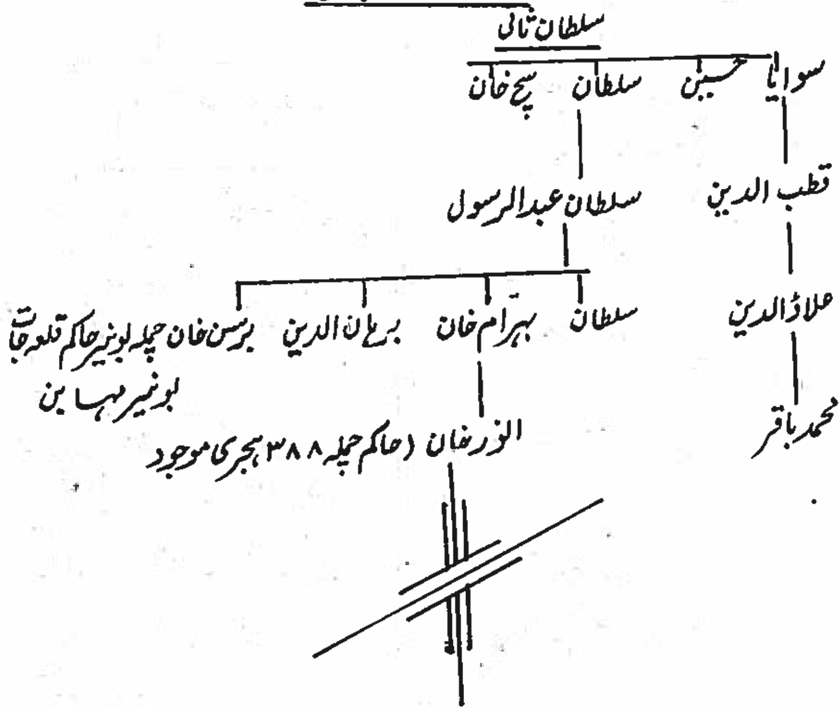
تنولی ڈھیری اور کانگڑ کے دونوں دیہات تنولیوں کے ہیں جو کر خالی کر دیئے گئے تھے کیونکہ
یہاں پر تنولی فوج مورچہ زن تھی۔ لیکن ۱۹۲۳ء کی جنگ سے پہلے بھی اس جگہ کا نام تنولی
ڈھیری تھا جبکہ بزرگوں کے کہنے کے مطابق تاریخی حوالوں سے تصدیق شدہ ہے سنہ ۴۱۸ھ
اور ۴۲۵ھ کے شروع میں میں ہمارے بزرگ جد امجد انور خان کو چھلہ بونیر کا حاکم سلطان محمود
ناصر دین سبکتگین نے مقرر کیا تھا۔ سلطان بہرام خان کو قلعہ جات کا انچارج مقرر کیا تھا۔
تاریخ فرشتہ کے مطابق جنگی نامی شخص جو قلعہ جات کا پہلے حاکم مقرر کیا ہوا
تھا۔ انور خان بن بہرام خان کو جنگی کی جگہ مقرر کیا تھا۔ موجودہ جنگی نامی گاؤں تنولی ڈھیری
سے دو کلومیٹر دور مشرق میں واقع ہے

سابقہ قلعہ جات جو سلطان سبکتگین نے ہمراہ سلطان محمود نے ۳۶۵ھ
میں فتح کیے تھے۔ اُن سے پہلے جنگی کو حاکم مقرر کیا تھا جو وہاں کے ہندوؤں میں سے تھا۔ اور
اُس جنگی کے نام پر موجودہ جنگی گاؤں آباد ہوا تھا۔ اور اسی گاؤں کے شمال مشرق میں اُن
پرانے قلعوں کے کھنڈرات موجود ہیں اور اب بھی علاقہ چھلہ بونیر میں ہندوؤں کے تقریباً
چار صد خاندان آباد ہیں۔ اور ان میں سے کچھ خاندان مسلمان ہو چکے ہیں۔ جو ہندوؤں میں ملوترہ
نسل کے لوگ تھے جو تنولی ڈھیری کے شمال مغرب میں سوواره نامی گاؤں ہے یہ سوواره انور
خان جو تنولیوں کا جد امجد ہے چھلہ جس کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ دوبارہ جب ۱۹۲۳ء میں تنولیوں اور
سواتیوں کی جنگ ہوئی تو اُس وقت اس کو سوواره کا نام دیا گیا اور یہی سوواره انور خان
سے لے کر امیر خان تک ہیڈ کوارٹر رہا۔

امیر خان عرف بیر دیو سے جو جنگیں لڑی گئیں یہی سوواره چھلہ بونیر تھا یہاں
سے امیر خان کی شہادت کے بعد موره کموره سمہ کے علاقہ کو جانا پڑا تھا جبکہ پال خان
اپنی قوم کو نکال کر لے گیا تھا۔ سوواره نامی گاؤں کے نام پر رکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔
ہو سکتا ہے کہ جب تنولی دوبارہ چھلہ میں آباد ہوئے تو اس جگہ کا نام تنولی ڈھیری رکھ
دیا ہو جبکہ تنولی ڈھیری اور کانگڑ تقریباً ایک فرلانگ میں آباد ہیں اور ساتھ ہی بہت پرانا
قبرستان بھی ہے۔ وہاں کی روایت کے مطابق تنولیوں کے بزرگوں کا قبرستان ہے۔ تنولی

اس جگہ پر ڈھائی صدی سے زیادہ عرصہ تک آباد رہے ہیں الوزرخان کے دوسرے بھائی منور خان
بہادر خان اور بھیکا خان اور ان کے چچا زاد علاؤالدین خان بن قطب الدین خان بھی اسی
دور میں ساتھ موجود تھے۔ جو شجرہ نسب تنولیاں سے ظاہر ہوتا ہے یہ افراد بھی اسی قبرستان
میں مدفن ہیں اس قبرستان کا نام جیجو بابا زیارت ہے۔

مختصر شجرہ



مختصر شجرہ تنولیاں

تنولی ڈھیری علاقہ چملہ

ناصر خان بھوچال

- عزان خان
  - سید جمال خان
    - محمد جمال خان تھائی لینڈ
    - سید جلال
    - صاحب گل
  - شاہ گل خان
- مزن خان لاولد

امیر نواب عرف طور — حاکم خان تھائی لینڈ میں

بخت جمال — حضرت جمال — شمس الوہاب — فضل وہاب — حضرت عبید

مختصر شجرہ موجودہ

سریال :- عمر گل بن طاؤس خان

" :- شیر محمد خان بن حبیب نواز

منیال :- سید گوہر خان بن سجاول خان

" :- بلے خان بن جالس خان

بوجھال :- داؤد خان بن حیدر خان

" :- محمد زاہد خان بن حیدر زمان

" میٹرک پاس

" فیض محمد خان بن حبیب خان میٹرک پٹواری

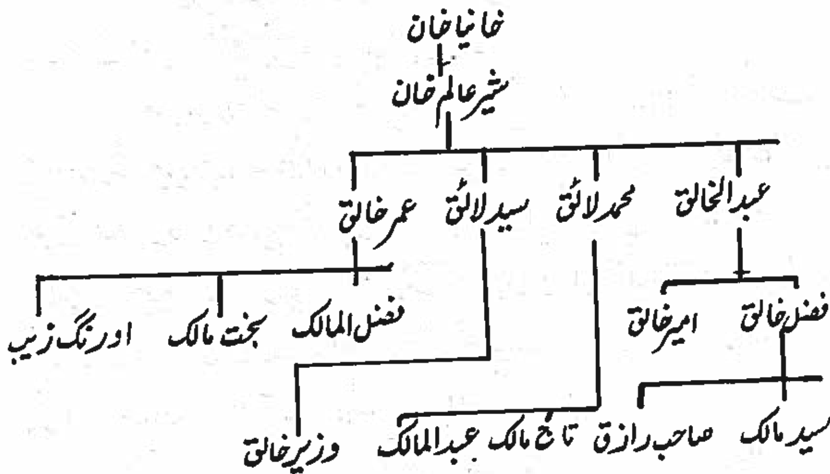
مندرجہ بالا چند مشہور نام موجودہ دور کی قوم کے معتبرین میں سے درج کیے گئے ہیں۔



گانکڑ۔ اس تمام گاؤں میں تنولی آباد ہیں اور اصل مالک ہیں۔

مختصر شجرہ نسب

(موجودہ دور کے معتبرین)



غلام بابا۔ بھوچال
عیسیٰ خان
ہاشم خان
داؤد خان
نعمت خان

محمد عالم
مہرام خان
جلال

مندرجہ بالا شجرہ بطور یادگار ہے علاقہ چملہ کے مختلف دیہات میں تین ہزار سے زائد تنولی آباد ہیں اور مہابن علاقہ امازئی و علاقہ مداخیل میں تنولیوں کی آبادی ہزاروں کی تعداد پر مشتمل ہے یہ لوگ پشتو زبان بولتے ہیں۔ نہایت مہمان نواز ہیں لوگ کاغذات مال میں اپنے آپ کو تنولی درج کراتے ہیں۔
میں نے شادی و غم کے رواج کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ تناول، مہابن چملہ صوابی اور مردان میں ایک جیسا ہے۔

تعارف

حضرت مولانا گوہر رحمٰن بن محمد شریف قوم تنولی

موضع جیراسی درہ شملی علاقہ تناول - امیر جماعت اسلامی صوبہ سرحد

آپ ۱۹۳۶ء میں موضع جیراسی میں پیدا ہوئے۔

پرائمری تعلیم موضع شیر گڑھ میں حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں مختلف دینی درسگاہوں میں حضرت مولانا عبدالحکیم سے تعلیم حاصل کی۔ اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد دارالعلوم موضع یار حسین ضلع مردان کی ایک مسجد میں امامت اور درس و تدریس کی تعلیم شروع کی اور ایک سال بعد ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی راجہ بازار میں بطور مدرس رہے۔ اکیس برس تک تفہیم القرآن مردان کے مہتمم اور صدر مدرس شیخ الحدیث اور شیخ القرآن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

آپ ۱۹۵۰ء میں جماعت اسلامی سے متاثر ہوئے الجہاد فی الاسلام کے حضرت مولانا مودودیؒ سے بھی متاثر ہوئے اور ۱۹۶۲ء میں جماعت کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ اسی سال ضلع مردان کے امیر منتخب ہوگئے اور ۱۹۶۴ء میں مرکزی مجلس شوریٰ کے بحیثیت رکن ہیں۔ اور ۱۹۸۵ء میں امیر صوبہ سرحد منتخب ہوئے۔

۱۹۷۷ء میں مالاکنڈ دیر سے سینٹ سے قومی اسمبلی کا انتخاب جیت گئے پیپلز پارٹی کے امیدوار لعل خان سے ۸ ہزار ووٹوں کی سبقت لی۔ این اے مردان سے ۱۹۸۰ء میں عبدالغنی خان خٹک، عبدالمالک خان اور حاجی شاکراللہ خان کے مقابلے میں ۲۷۰۰ ووٹ زیادہ ملے۔

۱۹۸۵ء میں بیس دفعات پر مشتمل شریعت بل قومی اسمبلی کو بھیجا لیکن اس کو ایوان میں پہنچنے کا موقع نہ ملا۔ اور یہی بل معمولی سی ترمیم کے ساتھ ۱۹۸۵ء میں قاضی عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق نے سینٹ میں پیش کیا اور سارے ملک میں شریعت بل کی تحریک شروع ہوئی

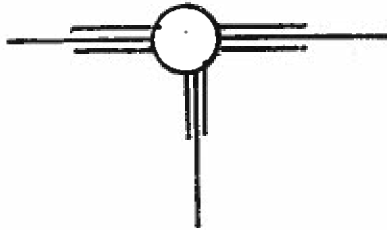
اسی بل کو منظور نہ کرنے کی وجہ سے صدر ضیاء الحق نے جونیجو حکومت کو ۱۹۸۶ء میں برخاست کیا۔ ۱۹۸۷ء میں اپنے خرچ پر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

قبل ازیں ۱۹۷۸ء میں اسلامی مشن کے زیر اہتمام برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ اور ۱۹۸۵ء میں ممبر قومی اسمبلی منتخب ہونے کے بعد میڈرڈ کے شہر لوڈرنسٹو میں مسلمانوں کی ایک کانفرنس میں شرکت کی۔

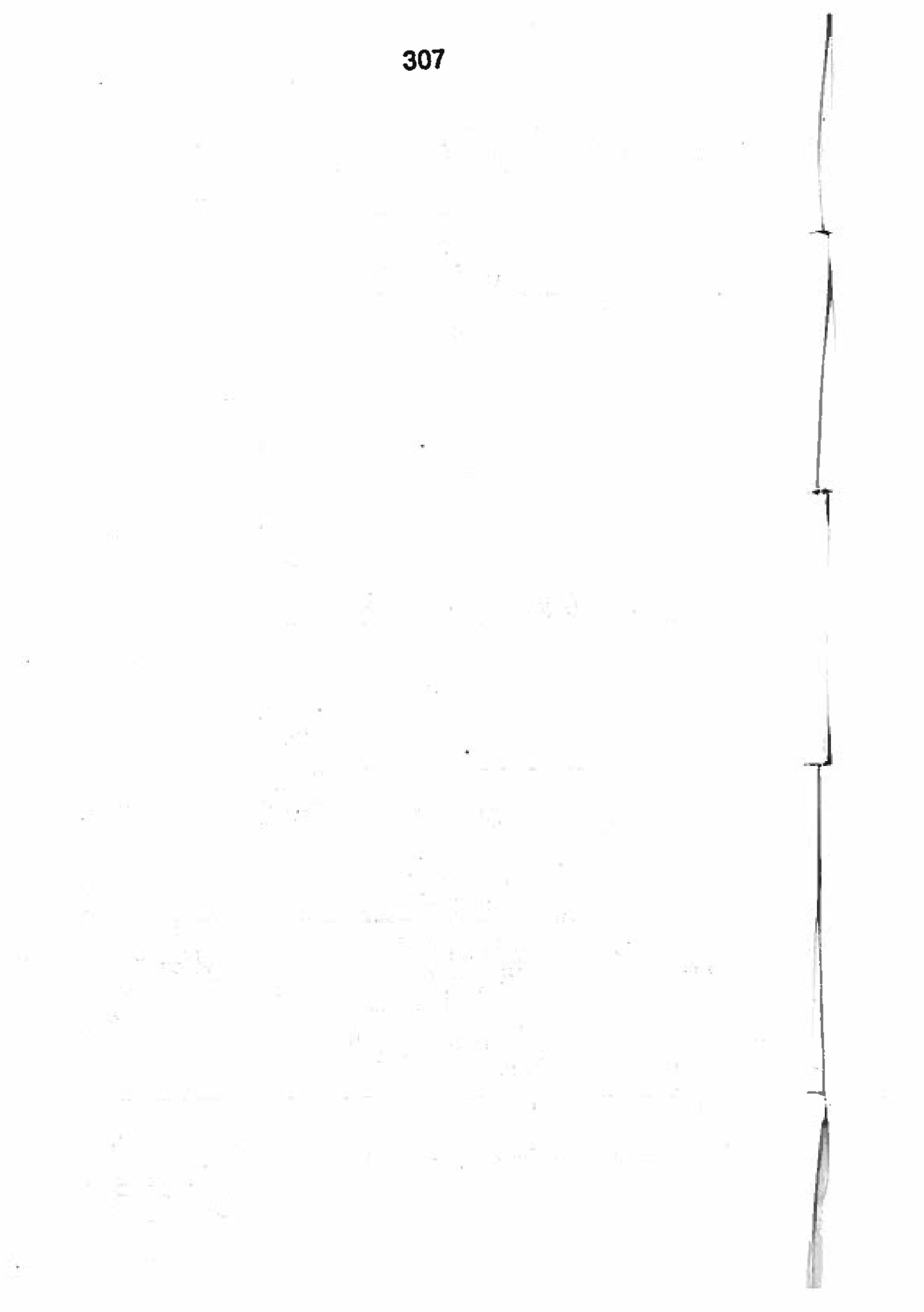
اُوپر درج کیے گئے دارالعلوم میں ترمذی شریف، بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے رہے۔ اور ۱۵ شعبان المعظم سے ۲۷ رمضان المبارک تک دورۂ تفسیر بھی کراتے رہے۔

دستخط

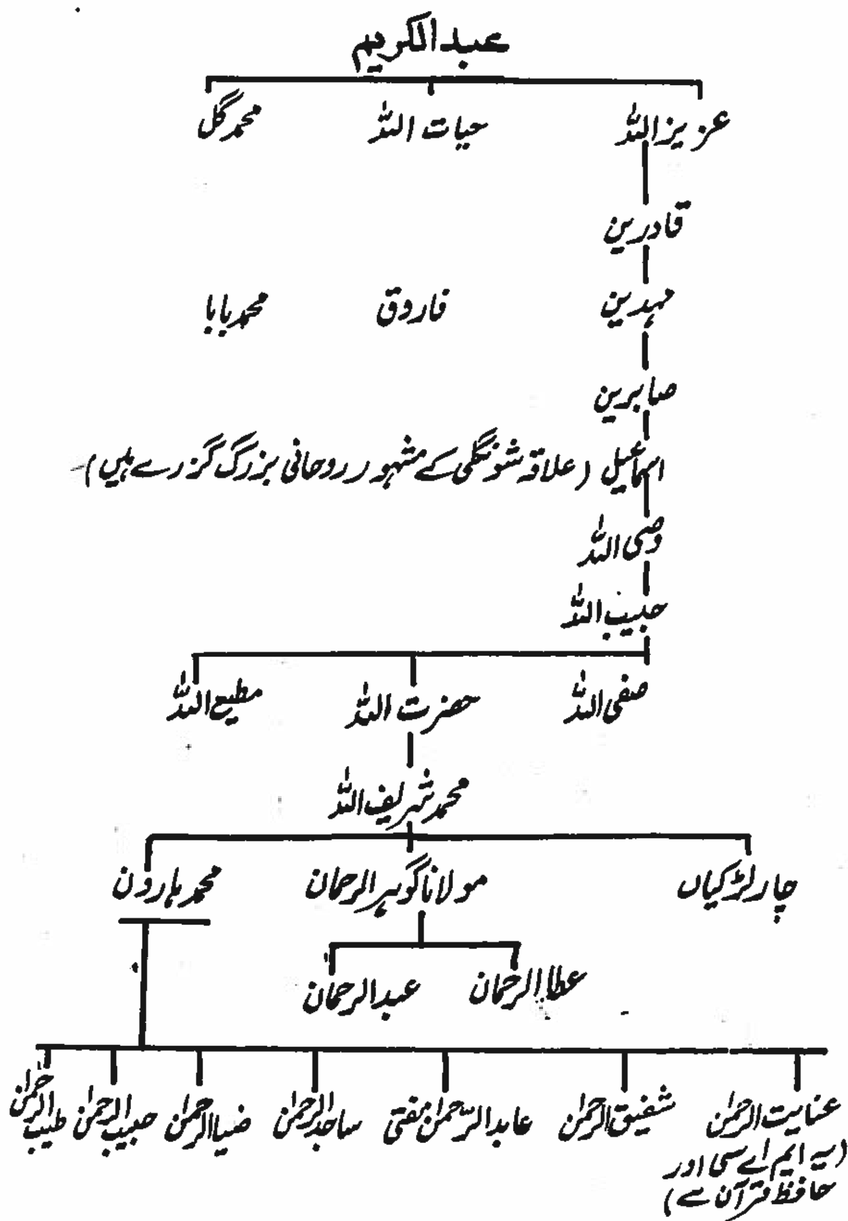
حضرت مولانا گوہر رحمان







شجرہ نسب، مولانا گوہر الرحمان



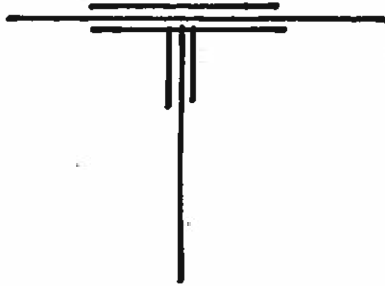
مولوی محمد ہارون کے حالاتِ زندگی !

تاریخ پیدائش ۹ ستمبر ۱۹۴۰ء دینی تعلیم :۔ فاضل فارسی ، فاضل عربی ، فاضل وفاق المدارس عربیہ اور تعلیم دنیاوی :۔ میٹرک ۔

تعلیمی خدمات :۔ ۱۹۵۹ء میں فراغت ، ۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۵ء خطیب جامع مسجد بھیں ضلع چکوال ، ۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۴ء خطیب جامع مسجد رشید اٹک شہر

تدریسی خدمات :۔ اپریل ۱۹۶۷ء تا جون ۱۹۷۴ء اراوٹی ٹیچر جمشید ہائی سکول اٹک ۔ جون ۱۹۷۴ء سے تاحال او ٹی ٹیچر الیف جی مڈل سکول محلہ سکندر آباد ایبٹ آباد اور یکم اپریل ۱۹۷۶ء سے تاحال خطیب مرکزی جامع مسجد قلندر آباد ۔

مسلک :۔ حنفی دیوبندی تھانوی



آزاد کشمیر میں تنولی

مورخہ 29/12/92 ماسٹر عبدالحمید خان محمد نذیر خان پرائمری مدرس گاؤں سوہلا تحصیل ہٹیاں شیر گڑھ تشریف لے جانے کے بعد گاندھیاں میرے پاس تشریف لائے۔ اِن کا تعلق قوم تنولی متھال سے ہے وہ کہتے ہیں کہ آزاد کشمیر کے بہت سے دیہات میں تنولی آباد ہیں۔ یہ لوگ عہدِ اسلام میں احمد شاہ ابدالی کے دور میں اُن دنوں کے زبردست خان عرف صوبہ خان تنولی دور میں کشمیر آکر آباد ہوئے۔ مندرجہ ذیل دیہات تنولیوں کے ہیں جن میں وہ آباد ہیں۔

پاپل۔ کھلانا۔ ہٹیاں۔ کھانڈا بیلہ۔ لانگلہ۔ لنگر پورہ۔ کوجرہ۔ الڑہ مچھیارا۔ بنجگراں۔ مالسی۔ کھن بانڈی۔ کوٹلی۔ وہاں کے شہرت یافتہ افراد کے نام یہ ہیں:۔ محمد خان سکنہ پاپل۔ ماسٹر عبدالرزاق ہٹیاں، نصراللہ خان کھانڈا۔ نمبردار محمد اشرف خان لانگلہ، ظفراللہ خان، خواص خان۔ الیاس خان ممبر ڈسٹرکٹ کونسل لنگر پورہ۔ عبدالحمید خان ایس ایچ او، محمد مشتاق خان الڑہ۔ محمد شوکت خان بنجگراں۔ محمد کبیر خان مالسی۔ ماسٹر محمد نذیر کھن بانڈہ کوٹلی۔ بابو محمد فرید، قاری غلام حسین۔ اِسی طرح مقبوضہ کشمیر کے ضلع بارہ مولا میں بھی میاں محمد خان اور ان کے خاندان کے کافی گھرانے آباد ہیں۔

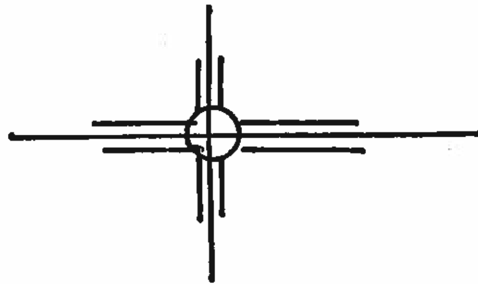
یہ اپنا شجرہ یوں بتاتے ہیں:۔

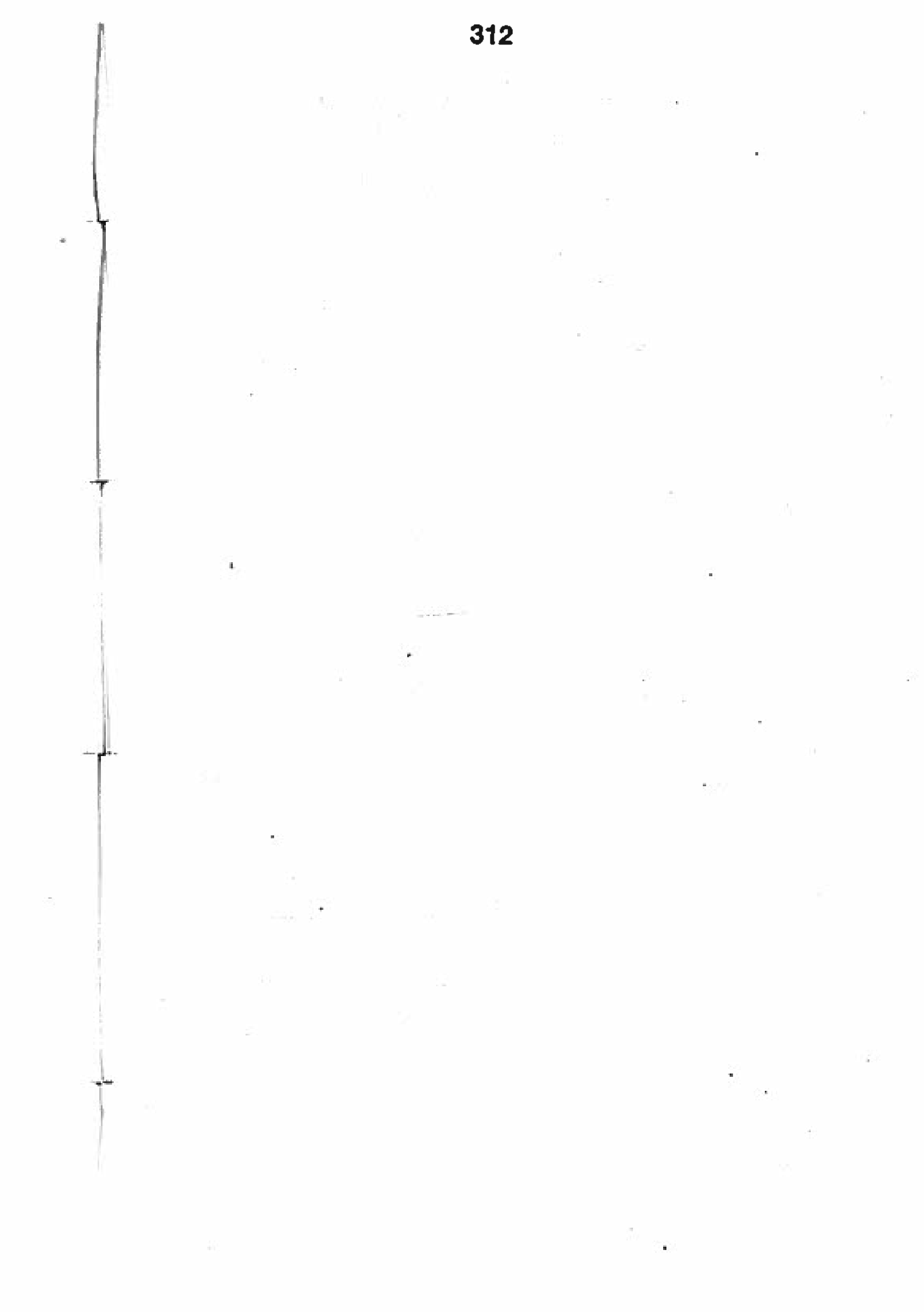
محسن بن عبدالحمید خان بن شاہزمان خان بن محمد علی خان بن نیاز علی خان بن قمر علی خان بن نور خان قوم متھال بتاتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے پہلے بزرگ تناول سے آزاد کشمیر آکر آباد ہوئے تھے۔

۱۸ - محمد نذیر بن شاہزمان خان بن جمعہ خان بن ڈھونڈا خان بن مرید خان بن سنگھار خان بن حج علی خان بن ناصر علی خان قوم متھال۔

وہاں کے زیادہ تر دیہات میں تنولیوں کی مختلف شاخیں آباد ہیں وہاں زیادہ تر ہلال قوم تنولی سے تعلق رکھتے ہیں جن کے پاس اپنی اراضی ہے اور وہ خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب سے ہمارے خاندان یہاں آکر آباد ہوئے تو اسی وقت سے کاغذات مال میں تنولی درج ہے لیکن کچھ عرصہ سے ڈھونڈ برادری کی طرف سے ہوا کہ ہم تنولی اور ڈھونڈ یکجدی عباسی ہیں۔ لیکن گاندھیاں آنے سے قبل ہم شیر گڑھ والئ امب کے نوابزادہ صلاح الدین کی رہائش گاہ پر گئے تو اُن کے پرائیویٹ سیکرٹری عبدالرحمان خان نے گاندھیاں آپکے پاس جانے کو کہا۔ اور یہ بھی بتایا کہ آپ ایک کتاب الافغان تنولی تحریر کر رہے ہیں لہٰذا آپ کو تنولیوں کے شجرہ نسب کے بارے میں بتائیں گے۔

لہٰذا آپکے پاس قوم تنولی کا شجرہ نسب دیکھا تو ہمیں یہ تسلی ہوئی کہ ہم عباسی نہیں ہیں بلکہ ہم حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور بنی اسرائیلی ہیں۔





باب ہفتم

مطالعہ مابعد

۱۹۴۶ء تا ۱۹۹۱ء تک تنولی نمائندگان

نمبر ۱ :۔ خان محمد فرید خان پلال ۱۹۴۶ء میں رئیس بیڑ تھے اور ۱۹۴۶ء ہی میں مسلم لیگی ٹکٹ پر کامیاب ہوئے اور دوسری بار پھر پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر مسلم لیگی ٹکٹ پر کامیاب ہوئے اور جب خان عبدالقیوم خان وزیر اعلےٰ سرحد تھے تو آپ بھی وزیر صحت سرحد تھے۔ اور ۱۹۵۶ء میں آپ دوران سفر ایک قاتلانہ حملے میں مارے گئے اور آپکو اپنے آبائی قبرستان بیڑ میں سپرد خاک کر دیا گیا

نمبر ۲ ۔ مولانا گوہر آمان جو کہ امیر جماعت اسلامی صوبہ سرحد ہیں وہ مردان سے ۱۹۸۵ء میں نیشنل اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔

نمبر ۳ ۔ نوابزادہ صلاح الدین این اے ۱۶ سے ۱۹۸۵ء، ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۰ء میں مسلسل تین مرتبہ ممبر نیشنل اسمبلی منتخب ہوئے جبکہ کچھ عرصہ وہ وزیر جنگلات صوبہ سرحد بھی رہے۔ اور موجودہ دور میں بھی وہ چیف پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔

نمبر ۴ ۔ محمد ایوب خان تنولی حلقہ پی ایف ۳۸ سے دو مرتبہ یعنی ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۸ء کو صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور وزیر تعلیم بھی رہے۔

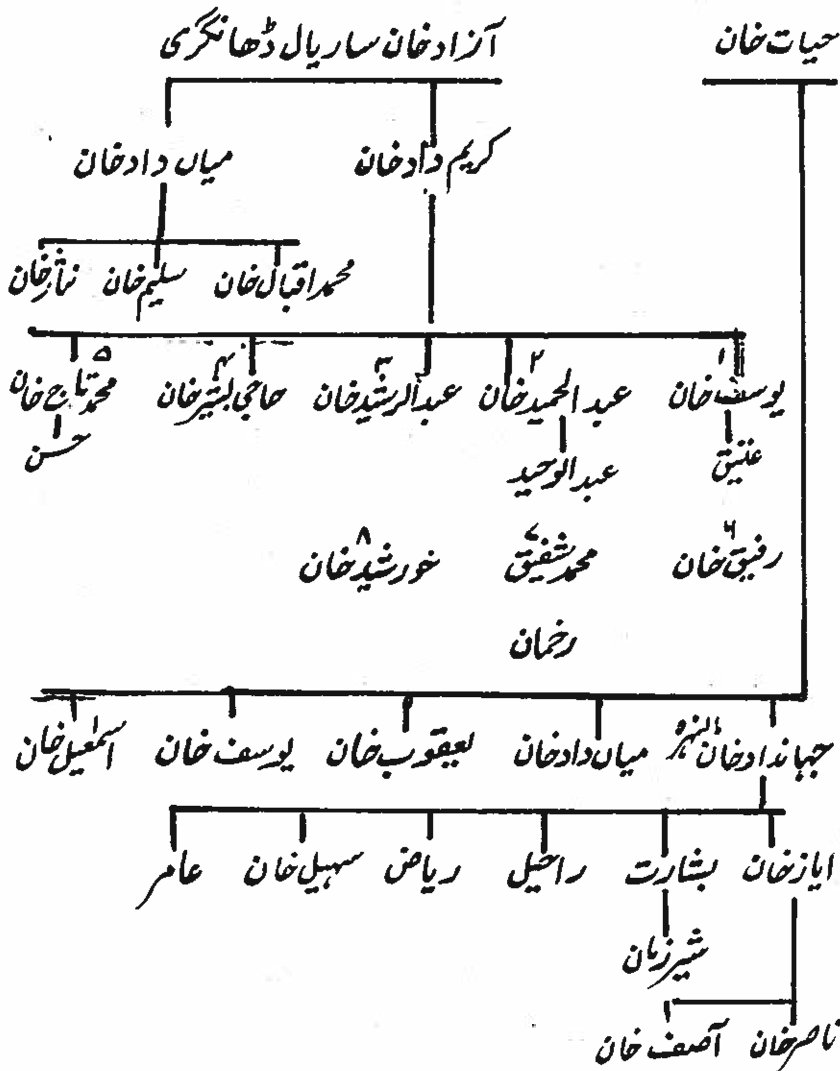
نمبر ۵ ۔ حبیب الرحمن تنولی اپنے حلقہ اپر تناول سے ۱۹۸۸ء میں ممبر صوبائی اسمبلی منتخب ہوئے۔ اس سے قبل وہ دو مرتبہ ڈسٹرکٹ کونسل مانسہرہ کے کونسلر رہ چکے ہیں۔ جبکہ وہ صوبائی وزیر اوقاف و حج بھی رہ چکے ہیں۔

نمبر ۶ ۔ یوسف خان تنولی ۱۹۸۵ء میں اپنے حلقہ تناول سے ممبر صوبائی اسمبلی منتخب ہوئے۔

نمبر ۷ ۔ سخی محمد تنولی جو کہ دو مرتبہ ممبر ڈسٹرکٹ کونسل مانسہرہ رہے جبکہ ۱۹۹۰ء وہ ممبر صوبائی اسمبلی منتخب ہوئے۔ اور موجودہ دور میں وہ مشیر خصوصی وزیر اعلیٰ سرحد ہیں۔

نمبر ۸ ۔ امیرزادہ خان تنولی مردان سے عوامی نیشنل پارٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ جبکہ بھٹو دور میں بھی وزیر تعلیم رہ چکے ہیں۔

شجرہ نسب آزاد خان ساریال



غلزئی یا خلجی اصل میں بنی اسرائیلی ہیں!

(بحوالہ دی پٹھان سر الف لیرو صفحہ ۱۳۵)

غلجیوں میں ترک آمیزش کے امکان پر بڑی بحث ہوئی ہے محمود کاشغری کی رائے میں جس نے اپنی کتاب گیارہویں صدی کو بغداد میں لکھی خاص طور پر بھروسہ کرتے ہوئے روسی، مستشرق۔ (بٹار بھولڈ) لکھتے ہیں کہ خلجی ترک خلج ہیں جو (اوغز) یا (غز) ترکوں کے چوبیس خاندانوں پر مشتمل قبیلہ میں سے دو خاندانوں کے نام ہیں۔ ان میں سے پہلا قبیلہ دسویں صدی میں (امو دریا) کے جنوب میں چلا گیا۔ اور انہیں محمود غزنوی کی فوج میں اہم حیثیت حاصل تھی۔ خیال ہے کہ انہوں نے رفتہ رفتہ افغانوں کی زبان اور طور طریقے اپنا لیے۔ ایک اور روسی متشرق (ریزنر) REISNER بھی اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا اور اس سے پہلے کی ایک اور تصنیف میں بھی تقریباً یہی خیال ظاہر کیا گیا ہے۔

الف :۔ الخوارزمی کی تصنیف مفتاح العلوم میں جو غالباً ۹۷۵ء بمطابق ۳۶۵ھ میں لکھی گئی ہے جس میں یہ عبارت درج ہے :" ہیاتلہ وہ قبیلہ ہے جسے عظمت حاصل رہی ہے اور جو (طخرستان) پر قابض رہا۔ خلج یا خلج کہلاتے ہیں۔"

ب :۔ اصطخری کی کتاب المسالک میں جو ۹۳۲ء بمطابق ۳۲۱ھ میں لکھی گئی جس میں یہ عبارت درج ہے :" خلج ترکوں کی وہ شاخ ہے جو قدیم زمانہ میں غور کے عقب میں سجستان یا (سیستان) کے اضلاع اور ہندوستان کے درمیانی علاقہ میں آبے تھے وہ مویشی پالتے تھے اور حلیہ لباس اور زبان کے لحاظ سے ترک معلوم ہوتے ہیں"

اور طخرستان وہ علاقہ ہے جو اب بغلان کے ارد گرد شمال مشرقی افغانستان ہے۔

اگر اس موقع پر یہ کہوں کہ یہ ایک ہی گروہ کے دو نام ہیں تو یہ بے جا نہ ہوگا۔
اس موقع پر تفصیلِ بحث نسب ناموں ہی سے کی جا سکتی ہے کیونکہ قبیلوں کی تصدیق
نسب نامہ کی ہی جھلک سے کی جا سکتی ہے۔"

تاریخ ہزارہ ارشاد۔ اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۸ میں خلجی خاندان کی تصدیق اِن کی
کتابوں کے تذکروں سے کرتے ہیں۔ اور تحریر کیا ہے :۔

"ترکی زبان میں خلج تلوار کو کہتے ہیں۔ اور یہی لفظ خلج اس قبیلہ کی وجہ تسمیہ بنا۔"
نسب نامہ ملاحظہ ہو :۔ مطابق شجرہ نسب تاریخ ہزارہ ارشاد خان۔ قوم ترک
اغوز خان ترک بن قراخان بن مغل خان بن النجہ دوم۔ بن کیوک بن دیپ بن
قوی بن النجہ اول بن ترک بن یافث بن حضرت نوح علیہ السلام۔

نوٹ :۔ اغوز خان ترک جو خلجیوں یا غلزئیوں کا جد امجد اور اسے قرار دیتے ہیں۔
اور یہ دور حضرت ابراہیم علیہ السلام بن آذر یا تارخ بن ناخور بن شاروخ بن
ارعون یا ارعو۔ بن قانع بن غابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام
شجرہ نسب کے لحاظ سے اغوز خان حضرت نوح علیہ السلام کی گیارہویں پشت میں سے ہیں
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت نوح علیہ السلام کی گیارہویں پشت سے ہیں۔ اِن
دونوں کا ایک ہی دور یا زمانہ تصدیق ہوتا ہے۔

چونکہ اُس دور میں بنی اسرائیل کا وجود ہی نہ تھا۔ بنی اسرائیلی حضرت یعقوب
علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں جو تعداد میں بارہ بیٹے ہیں اور بارہ بیٹوں کی اولاد ہی
بنی اسرائیلی مشہور ہوئے۔ چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیلی تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی تیسری پشت میں حضرت ابراہیمؑ ہیں :۔
غلزئی جو اغوز خان کی اولاد ہیں۔ اغوز خان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چوبیسویں
پشت میں سے ہیں :۔

اغوز خان کا شجرہ نسب ملاحظہ فرمایئے :۔

اغوز خان بن تیرا خان بن مغل خان بن ایلچ خان بن قنوتا خان بن اینت خان بن (تاخوا) خان جو جدِّ امجد تناولی قبیلہ کا ہے۔ بن اینجی خان یا انجا خان بن احمد بہلول بن جان بن داؤد بن جالس بن الیسح بن طالوت بن طورس یا طاوس بن بارام بن نفر بن ہارون بن امران بن رویئل بن یافت بن حضرت یوشع یا یشوع بن نون بن السمیع بن مجبود بن لعدان بن تحسین بن تلاخ بن برلیعہ فخ بن افرائیم بن حضرت یوسف علیہ السلام بن حضرت یعقوب علیہ السلام بن اسحٰق علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

البیرونی کے حوالہ سے سر الف کیرو اپنی کتاب دی پٹھان کے صفحہ نمبر ۱۷۱ میں یوں فرماتے ہیں :۔

" افغان جنگجو قبیلہ کا نام ہے اور یہ دریائے سندھ اور دریائے کابل کے درمیان ہندوستان کی سرحدوں پر آباد ہیں۔ اور آباد تھے۔ یہ طے شدہ بات ہے یہ افغانوں کی سرزمین ہے جو اُس دَور کے ابتدا میں تھی۔ قریب قریب جو آج ہے"

آگے تحریر کرتے ہیں۔

" کہ خلجی اور لودھی ہی دو ایسے قبائل ہیں جن کو افغانوں کے تذکرہ میں لایا جا سکتا ہے" غزنوی مؤرخ العتبی کا کہنا ہے کہ " محمود نے اپنی فوج میں بھرتی بڑھا دی افغان اور خلج نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور جب بادشاہ کی مرضی ہوئی تو اُس نے ہزاروں افراد کو اپنی فوج میں بھرتی کیا۔ اور انہی فوجوں کی مدد سے محمود نے لغمان و ننگرہار کے مقام پر ہند و شاہیہ اور بادشاہ جے پال کو شکست دی اور اُس کو وادی کابل کے بالائی حصہ سے نکال دیا"

" غلجیوں کا علاقہ محمود کی اصل سرزمین کابل اور قندھار جو اُس وقت تک آباد نہیں ہوا تھا یعنی غلجیوں کا موجودہ علاقہ محمود کا دارالخلافہ غزنی تھا"

مؤرخ العتبی کہتا ہے کہ " اپنے والد سبکتگین کی طرح جب محمود نے بلخ پر چڑھائی کی تو پہلے

کی طرح اس موقع پر بھی غلجے اور افغان اِن کی فوج میں شامل تھے اور بلا خوف و خطر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ غلجے اور افغان محمود کے ساتھ ہندوستان بھی گئے ہونگے"
" محمود کے عہد میں پٹھان جزیرہ نما ہند کے اُس گوشے میں پہنچنا شروع ہو گئے جہاں تاریخ کے کسی دور میں مسلمانوں کی فوج پہنچی ہو۔ محمود نے ہندوستانی شاہیہ وجے پال سے فیصلہ کُن جنگ لڑی اور شکست دی۔ یہ میدان پشاور کے قرب و جوار میں تھا۔ یہ واقعہ ۱۰۰۱ء بمطابق ۳۹۱ھ کا ہے بعد میں ۱۰۰۸ء بمطابق ۳۹۹ھ کو جے پال کے جانشین انند پال کے زمانہ میں ہندوؤں کی جنگجو فوج جو اجیین، گوالیار، کالنجر، قنوج اور دہلی اجمیر کے دُور دراز مقامات سے جمع ہوئے۔ لیکن سب تیاریاں رائیگاں گئیں۔ راجپوتوں کا غرور ایک بار پھر خاک میں مل گیا تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس دور میں ہزاروں راجپوت مسلمان ہوئے اور مسلمان فوج میں اُتر کر ہندوستان پر دوبارہ حملوں میں شریک ہوئے۔"
آگے چل کر صفحہ ۱۷۸ پر لکھتا ہے :۔" یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ شبتانی سردار کا تعلق اسی خاندان سے جوڑ کر جس میں نسب نامہ (بی بی متو) کے خوش نصیب عاشق غلجیوں اور لودھیوں کے جد امجد شاہ حسین سے تعلق ظاہر کرتے ہیں۔"
یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس کہانی میں اضافہ اُن مصنفین نے کیا ہے جو ہندوستان میں بیٹھے تھے جو بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو مختلف شجرہ نسب بی بی متو کے شوہر شاہ حسین کے جو مختلف کتب سے دستیاب ہوئے ہیں آگے چل کر کسی موزوں جگہ پر تحریر کیے جائیں گے۔
یعنی جب غور کے شہزادے ہندوستان کے شہنشاہ بن چکے تھے۔ ۱۱۹۰ء میں دہلی پر محمد غوری کا پہلا حملہ ناکام رہا۔ دہلی سے ستر میل شمال میں کرنال کے قریب نارائن کے میدان میں رائے پتھورا نے جو پرتھوی راج کے نام سے مشہور رہا ہیں غلجیوں اور افغانوں کو پہلی مرتبہ یہ تجربہ کرایا کہ کھلے ہموار میدان میں راجپوتوں کا حملہ کتنا شدید ہوتا ہے

محمد غوری خود بھی زخمی ہوا۔ اور اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے اگلے سال پھر چڑھائی کی اور ایک بار پھر چوہان راجہ پرتھوی راجہ سے اس کا مقابلہ ہوا۔ سخت جنگ ہوئی۔ پرتھوی راجہ مارا گیا اُس کے بعد ہندوستان میں ہندوؤں کی اپنی بہادری کا غرور خاک میں مل گیا۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ غور اور قابلِ فخر ہے کہ افغان خلجی اور افغان سپاہیوں کی مدد سے فتح حاصل ہوئی۔ تاریخ میں دہلی کے حکمران مسلمانوں کے تمام واقعات میں غلجیوں اور افغانوں کا تذکرہ ملتا ہے اور ہندوستان کی فتح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غلجیوں اور افغانوں کا کتنا بڑا ہاتھ ہے۔

ہندوستان میں غلجیوں کا اقتدار:۔

جلال الدین غلجیوں کا ایک منظم گروہ لے کر منظرِ عام پر آیا۔ یہ جلال الدین ہی تھا جس کی بدولت چنگیزی حملوں کے اثرات مؤثر طور پر دریائے سندھ کے اُس پار نہیں پہنچ سکے۔ جلال الدین غزنی پر پانچ برس سے زیادہ حکومت نہ کر سکا۔ لیکن پٹھانوں کے بیان میں اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ یاد رہے کہ جلال الدین خوارزم شاہ کا فرزند تھا۔

۱۲۱۹ء میں چنگیز نے خوارزم پر حملہ کیا اور بخارا اور سمرقند پر قبضہ کر لیا محمد شاہ خوارزم نے بحر کیپسن کے جزیرہ میں پناہ لی۔ اور اس کے بیٹے جلال الدین نے میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے سندھ کے کنارے گھمسان کی لڑائی کے بعد جس میں اُس نے بہادری کے جوہر دکھائے اور چنگیز کی نظروں کے سامنے دریائے سندھ کے اُس پار محفوظ علاقہ میں چلا گیا۔

چنگیز اُس کی بہادری سے سخت متاثر ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ چنگیز کو وادئ سندھ سے آگے ہندوستان میں داخل ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔

بابر ۱۹۱۵ء سے قبل ہندوستان کا قصد نہ کر سکا۔ ۱۵۰۰ء میں غلجیوں کے ساتھ ایک لڑائی میں الجھا ہوا تھا۔ غلجی آج کی طرح گزرے زمانہ میں بھی کٹ وازہ کے

میدانوں پر قابض تھے۔ بابر نے غلجیوں کے قافلہ کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔ اندھیرا سا نظر آتا تھا یا تو غلجیوں کا قافلہ گزر رہا ہے یا دھواں چھایا ہوا ہے بابر غلجیوں کے مختلف قبائل کی ٹکڑیوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ لودھی شہنشاہ جسے اس نے تخت سے اتارا تھا غلجی نسل میں سے تھا لیکن لوہانی قبائل کے متعلق نہیں جانتا تھا کہ یہ بھی غلجی نسل سے تعلق رکھتے ہیں

غلزئی کون تھے :۔ جو غلجی سفید ہوں یا افغانیوں کی نسل سے تھے۔ افغانیوں کے متعلق ہوا ہے کہ غلزئی ترکوں کے حملوں سے کئی صدیاں قبل کوہ سلیمان میں داخل ہوئے اور شمال میں بسنے والی ایرانی ترک نسل کی نمائندگی کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ غلجی (غز) ترک سلجوقی یا ترکمان نہیں تھے۔

تاریخی لحاظ سے ہیتال یعنی افغانی اور غلجیوں کا تعلق ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ محمود غزنوی کی جنگوں میں افغانی اور غلجیوں نے یکجا ہو کر جنگی کامیابیاں حاصل کیں الخوارزمی اور دوسرے مؤرخین نے بڑی بحث وتحقیق کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ خلج اور اور غلجی دونوں ایک ہی نام ہیں۔

غلجیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ اُس دور میں تختِ سلیمان کے قریب ایک چھوٹا سا قبیلہ تھا لیکن آج غلجی قبیلہ سب سے بڑا افغان قبیلہ ہے۔ اس کے علاوہ تمام اپنے قبیلہ کے نام اسی تلفظ سے ادا کرتے ہیں۔ جو دوسرے پٹھانوں میں ہے غلجی اور خلجی تقریباً ایک ہی نام ہے۔ دہلی میں بیٹھ کر تاریخ لکھنے والے سرحدی علاقے سے ناواقف تھے کیونکہ انہوں نے سب قبائل کو افغان اور خلجی قرار دیا۔ ہندوستان کی مروّجہ تاریخ سے انحراف کا ایک پہلو یہ ہے غلجی اور پٹھان جو مسلمانوں کی فاتح فوج کے ہراوّل دستہ کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ اپنے مفتوحہ علاقہ دہلی کے تخت پر قابض ہو گئے اور بڑی بڑی ریاستیں ان کے قبضہ میں آگئیں جن کے وہ مالک بن بیٹھے۔

بعد کی صدیوں میں افغانوں کے مزید آنے سے شمال مغربی علاقہ کے آبادکاروں کی پوزیشن مزید مضبوط ہو گئی۔

لودھی:- ۱۵۲۶-۱۴۵۱ اور ۳۵،۷ تا ۳۹،۷ ار جو خود بھی غلجی تھے۔
تمام سپاہی جو بعد میں حکمران بن گئے غلجی یا پٹھان حقیقتاً افغانوں کا عروج تھا بعد کے پٹھانوں کے کارناموں پر جس طرح فخر کرتے تھے اس کا اظہار خوشحال خان خٹک کے اشعار سے ہوتا ہے
میں نے بہلول شاہ اور شیر شاہ کا قصہ سنا ہے کہ ایک زمانہ میں پٹھان ہندوستان کے بادشاہ تھے جو کہ چھ سات پشتوں تک بادشاہ رہے اور پوری دنیا کو ان پر حیرت تھی۔

بٹنی/ بیتنی یا لبسطان ایک ہی نام ہے

یہ بھی افغانوں کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ ان کی نسبت بتھانیہ یا لبسطانیہ شہر سے ہے جو دریائے اُردن کے شمال میں مشرق کی طرف اس چھوٹے سے دریا کے کنارے اوپر سرے پر واقع تھا۔ یہ دریا مشرق سے مغرب کی جانب بہتا ہے اور دریائے اردن میں گرتا ہے یہ حوران کے جنوب میں تھا۔ بتھانیہ یا لبسطانیہ کا شہر بشان یا لبسن کا مرکزی مقام تھا۔
ابتدا میں (عوج) کافر جس کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا اور شکست کھائی تھی اس علاقہ کا بادشاہ تھا۔ اور تقسیم بنی اسرائیل کے وقت یہ علاقہ ملنی بن حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد کے حصہ میں آیا تھا۔ اور اُن کے جنوب میں روبن بن حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد، شمال میں دان بن حضرت یعقوبؑ کی اولاد کا حصہ دار مالکان اور رہائش پذیر تھے۔
معلوم ہوتا ہے کہ یہی لوگ جلاوطنی کے بعد افغانوں کا دوسرا بنیادی گروہ بھی تصور ہوا۔ مذکورہ شہر کی املا تاریخ شام، بتھانیہ اور تاریخ لبنان میں بیتھانیہ سے کیا ہے۔

لودھی قبیلہ کا مورث اعلیٰ (لد) تھا، جس کا ذکر کتاب مقدس کے باب میں بابل سے واپس شدہ قیدیوں کے ضمن میں آیا ہے کہ وہ رلس۔ جاوید۔ الو(نو) کی اولاد جو بابل سے واپس ہوئی جو کہ ۲۵،۷ افراد پر مشتمل تھی۔ اور یہ بھی تذکرہ موجود

ہے کہ لودھی کی نسل ۔ دریائے اردن کے مغربی کنارے پر (لد) شہر یعنی مسکن (لد) مورث اعلیٰ دونوں کی نسبت ہے کتاب مقدس توریت برمیاباب ۴۶ میں درج ہے۔
۲ ۔ گھوڑے برانگیختہ ہوں ۔ رتھ ہوا ہوجائیں ۔ کوش وفوط کے بہادر جو سپر بردار ہیں ۔ اور لودھی کمان کشی اور تیر اندازی میں ماہر ہیں اور جنگ کے لیے نکل جائیں شلمان اور بیود دونوں افغان قبائل کی نسبت شمالِ شام کے ایک علاقے کی طرف ہے۔ شلمان ۔ لبنان کے قریب ایک پہاڑی علاقہ تھا اس بارے میں تاریخ شام کا اعلان ہے ۔ بنو بختر کے اُس پار کے کچھ علاقے پر جاگیرداروں کی حیثیت سے قابض رہے ان کی جاگیریں ۔ شلمان عیناب اور بیسود جیسے مقامات تھے ۔

بٹنی قبیلہ

افغان جس وقت ہندوستان پر قابض ہوئے تو اُن میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو بٹنی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ جو کہ افغانوں کا دوسرا بڑا قبیلہ ہے ۔ اس میں لودھی، سوری، سروانی اور خلجی وغیرہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں یہ لوگ شام کے اُس شہر سے تعلق رکھتے تھے جو دریائے اُردن کے مشرق میں لبشان علاقہ میں واقع ہے اور بتھانیہ سے موسوم تھا ۔ اس نسبت سے وہ یہاں آکر بٹنی کہلانے لگے ہندوستان میں ان کو پٹھان سے منسوب کیا گیا

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس قبیلہ کو ہی نہیں بلکہ تمام افغانوں کو پٹھان کا نام دیا گیا جو امتیازی حیثیت سے ان کا قومی نام قرار پایا ۔

ذیل میں ہم چند ہندوستانی مورخین کے بیانات قلمبند کرتے ہیں جنہوں نے افغانا کو پٹھان کے نام سے یاد کیا ۔

محمد حسین اپنی تصنیف احکم التاریخ میں محمد غوری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں
"خلجی نام کی قوم افغان ہے" عبد القادر بدالوی مصنف النواریخ میں رقمطراز ہے :۔
"سلطان شہاب الدین محمد غوری کے سلسلہ امرا میں ایک اور شخص محمد بختیار غوری

بھی تھا۔ جو خلجی کے نام سے مشہور ہے وہ بلاد غور کے اقارب میں سے تھا اور جملہ اوصاف
حمیدہ کا مالک تھا۔" تاریخ واقعات ہند کا مصنف خلجی کے متعلق لکھتا ہے۔ جلال الدین
خلجی ۱۲۸۸ء میں بادشاہ بنا۔ وہ پٹھان تھا مگر سادہ مزاج اور رحم دل بادشاہ تھا۔
اور وہ ۱۲۹۵ء میں فوت ہوا۔ اس کی جگہ اس کا بھتیجا علاؤ الدین عظیم الشان بادشاہ بنا
جس نے سارے ہندوستان کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ وہ ۱۳۱۶ء میں فوت ہوا۔ اس کی جگہ
قطب الدین مبارک شاہ خلجی بادشاہ بنا۔ خلجی یا غلزئی غرزئی ہیں۔ یعنی پہاڑی لوگ
ہندوستان کے خلجی جو مدتوں وہاں حکمران رہے۔ جو نسلاً پختون۔ یعنی پٹھان
تھے۔ یہ غلط ہے کہ خلجی چنگیز کے داماد خالج کی نسل سے ہیں یہ قول تاریخ صحت نہیں
رکھتا۔ خلجی یا غلزئی چنگیز سے تین قرن قبل بھی موجودہ افغانستان میں آباد تھے۔

بحوالہ پشتو اکیڈمی پشاور ماہ جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۸

مشہور مورخ کیرو لکھتا ہے کہ کوہ سلیمان کے غلجیوں اور لودھیوں نے دہلی
میں افغان حکومت کی بنیاد ڈالی۔

از کتاب پٹنہ خزانہ لتعلیمات صفحہ ۲۲۲

ہمیں سوری تاریخ است کہ با لودھی با قرابت نامی داشتہ در لودھی ہا
شاہان معروفی مانند شیخ حمید و سلطان بہلول و سلطان ابراہیم وغیرہ گزشتہ۔ اندر
در سوری ہا ہم شہنشاہ المعروف شیر شاہ سوری۔ عادل خان و اسلام شاہ عدلی وغیرہ
بر آمدند۔

تاریخ خان جہانی مخزن افغانی تالیف خواجہ نعمت اللہ ترجمہ ڈاکٹر محمد بشیر
حسین صفحہ ۳۵، ۹۲ پر یوں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید بن عتبہ بن مکرمہ
بھی بنی اسرائیلی اور بنی افغان ہوئے۔ ان کے جد امجد کا نام مخزوم تھا اس خاندان کو
بنی مخزوم کہتے ہیں خالد بن ولید ۸ھ ہجری کو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ خالد بن ولید کے
بعد سلطان بہلول لودھی کے زمانے تک اس قوم میں سے کوئی شخص کسی ملک کی سلطنت

...بادشاہت کے عہد سے تک نہ پہنچ سکا۔

متعدد اہلِ علم حضرات اُس دور کے بادشاہوں کے حالاتِ زندگی اور ان کے دورِ حکومت کے واقعات پر مشتمل کتب لکھ کر ان بادشاہوں کے ساتھ منسوب کی ہیں اور کر رہے ہیں۔ لیکن اِن میں سے کسی تاریخ دان نے بھی افغان بادشاہوں کے حالات اور ان کے دَور کے واقعات کو قلمبند نہیں کیا۔ اگرچہ گزشتہ دَور میں سلطان بہلول لودھی کے حالات واقعات کو نظام الدین بروہی نے تاریخ نظامی اور شیخ عباس شروانی نے تاریخ شیر شاہی میں اور مولانا رازق اللہ مشتاق دہلوی نے اپنی تاریخ میں، اور مولانا محمد ابراہیم کانوانی نے اُس تاریخ میں جسے اس نے سلطان ابراہیم لودھی کے نام سے منسوب کیا اور جس کا نام تاریخ ابراہیم شاہی رکھا ہے لیکن اِن حضرات میں سے کسی نے بھی اس قوم کے سلسلۂ نسب کو کما حقہٗ بیان کرنے کا التزام نہیں کیا۔ جس سے اس قوم کے حسب نسب کی حقیقت مکمل طور پر واضح ہو جائے۔

سنہ ۱۰۲۰ھ بمطابق ۲۰ ذوالحجہ کو تصنیف خواجہ نعمت اللہ بن خواجہ حبیب اللہ لکھی گئی (خان جہانی مخزن افغانی)

محمود غزنوی نے ہندوستان تک پہنچنے کے لیے راستہ ہموار کرنے کی غرض سے باہر اور محمود کے درمیانی زمانہ ۱۰۰۱ تا ۱۵۰۵ء کی پانچ صدیاں جو کہ دورِ اسلام کی صدیاں ہیں اور ہجری سن کے اعتبار سے پانچویں چھٹی، ساتویں، آٹھویں اور نویں صدیاں ہیں۔ لیکن اس عرصہ میں کسی ذریعہ سے بھی سرحدی قبائل پر اثر انداز ہونے کے واقعات کے متعلق کوئی معلومات فراہم نہیں ہوئیں۔

غزنوی اور غوری حکمرانوں کے ہندوستان جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے متعدد بار سرحدی راستوں سے گزرے ان کے جلوسوں میں غیر معروف افغان اور خلجی قبائل کی فوجیں تھیں جو جنوبی علاقہ یعنی کوہ سلیمان کے غلجیوں اور لودھیوں نے دہلی میں افغان خاندانوں کی بنیاد ڈالی۔

میر ویس خلجی سردار

۱۷۰۹ء میں میر ویس خلجی سردار نے قندھار میں فارس کے حکمران صفوی خاندان کے خلاف بغاوت کر دی جبکہ ۱۷۰۷ء ہی میں اورنگ زیب رحلت کر گئے تھے۔ ۱۷۰۸ء میں سکھوں کے دسویں گرو گوبند سنگھ کو انہی کے گھوڑوں کے پٹھان تاجر کے بیٹے نے قتل کر دیا اس تاجر کو چند برس قبل گوبند سنگھ نے غصے میں آکر شہید کر دیا تھا یہ دونوں سال دو بڑی مسلم سلطنتوں میں یعنی مغلیہ اور صفوی خاندان کے زوال کے ابتدائی برس تھے۔ ان دونوں سلطنتوں نے گزشتہ دو صدیوں سے مشرقی ایران کے وسیع خطہ پر حکمرانی کی۔

ان سلطنتوں کے سرحدی صوبے بھی الگ ہو گئے اور اس کے خلاف دو مملکتیں یعنی افغانستان اور سکھوں کی سلطنت کا قیام نصیب ہوا۔ آخر کار افغانوں کو بھی اپنے وطن میں ریاست کا قیام نصیب ہوا۔ دہلی میں افغان بادشاہوں کی طرح اس موقع پر ایک خلجی سردار نے اس کامیابی کے لیے میدان ہموار کیا اور اس کی بنیاد رکھی۔

میر ویس ایک بہادر جنگجو تھا وہ قندھار کے قریب بسنے والے خلجیوں کی ہوتک شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے قندھار کے ایرانی گورنر کے خلاف بغاوت کر دی جسے افغان مصنفوں نے سخت مزاج قرار دیا۔

میر ویس کی وفات کے بعد بھائی عبدالعزیز اور بیٹے میر محمود میں اقتدار کی جنگ شروع ہو گئی یہاں تک کہ ۱۷۱۷ء میں میر محمود نے اپنے چچا کو قتل کر دیا بعد میں میر محمود خلجی نے اپنے قبیلہ کی مدد سے ایرانیوں کے خلاف کامیاب جنگی مہمات شروع کر دیں جس کے نتیجے میں ۱۷۲۰ء میں کرمان فتح کر لیا اور شقاوت کے لرزہ خیز مظاہروں کے بعد طویل محاصرہ کر کے صفوی پایۂ تخت اصفہان پر بھی قابض ہو گئے۔ پھر اس کے بعد نادر شاہ کے ساتھ خلجیوں کی سخت جنگیں ہوئیں اور اب بھی خلجی اور درانیوں کی آپس میں دشمنی چلی آتی ہے۔

نوٹ:۔ ۱۷۰۷ء میں بانی افغانستان میر ویس غلزئی نے اپنی دانشمندی ماقد بر

اور جرائت مندی سے شاہانِ ایران کی غلامی سے افغانوں کو آزادی دلوائی اور ایک
منظم حکومت افغانستان کی ابتداء کی افغانِ شاہی کا پرچم لہرایا جو کہ افغانستان نامی ملک
معرضِ وجود میں آیا اور جو اب تک موجود ہے۔ (غلام نبی تنولی)

بلوچستان میں غلزئی

گزیٹیئر ۱۸۷۱ء کے مطابق بلوچستان کے مختلف اضلاع میں لورالائی
ژوب، فورٹ سنڈیمن، ہندوباغ قلعہ سیف اللہ کوئٹہ چمن سب ڈویژن و
ضلع گومل شمالی وزیرستان میں بھی غلزئی رہتے ہیں۔ ان کی آبادی ۱۹۰۱ء میں تقریباً
دس ہزار سے زائد تھی۔ جو کہ اب زیادہ ہوگئی ہوگی۔ اِن میں مختلف طائفوں میں ہیں
ناصر، سلیمان، خروٹے، اندر، ملاخیل، میاں خیل، دوتانی، سراخیل، ہنزئی
محمد خیل، احمد زئی، سلطان خیل، ہوتک، (وتوخی) جو تواخاخان کی اولاد ہیں۔
جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جو بیسویں پشت میں سے ہیں جس کا شجرہ نسب کتاب
میں درج ہے۔ یہی تواخاخان جس نے خلیج کے اُس پار تون شہر آباد کیا۔ بعد میں خراسان
صوبہ کوہستان میں تون کی یاد میں تون شہر آباد کیا۔ بعد میں غزنی اور کابل کے مابین توتم
درّہ یا تانال درہ یہاں پر تون کلی آباد کیا۔ جس کی وجہ سے اُس علاقہ کا نام۔ توتم درہ تانال
درّہ مشہور ہوا۔ اور اِسی درّے سے جو ۳۸۷ ہجری کو یا ۴۰۲ھ میں سلطان محمود نے
اُن کے جدّ امجد۔ انور خان بن بہرام خان کو وادی چلہ سوات میں آباد کیا بعد میں
۶۴۹ھ میں چلہ سوارے موجودہ امب اسٹیٹ کو ترکوں سے فتح کیا۔ اس علاقہ کا نام
بھی درّہ تانال یا درّہ توتم کی یاد میں تھا اِس فتح شدہ علاقہ کا نام تناول رکھا گیا۔
جس نے خود اپنے تشخص تنولی سے شہرت حاصل کی۔ جس کی تفصیل کتاب ہذا میں درج
ہے اب آپ نقشہ صوبہ روم و خراسان کوہستان اِس کتاب میں دیکھ سکتے ہیں۔

شجرۂ نسب اولاد بی بی متو زوجہ شاہ حسین

۱۔ "مخزن افغانی کے صفحہ نمبر ۳۵۴ میں یوں تحریر ہے :۔
" بی بی متو کی اولاد متی قوم کے نام سے مشہور ہے ۔ واضح رہے کہ بی بی متو کے بارے میں جو اِسی قوم کے نام سے مشہور ہے۔ مؤرخین میں اِس بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے (خان جہان مخزن افغانی) کے اس کمترین مصنف نے اس کے متعلق فنِ تاریخ سے مستند اور معتبر کتب سے اپنی طرف سے پوری تحقیق کر کے متی قوم کا سلسلہ اس طرح متعین کیا ہے ۔

شاہ حسین بن شاہ معز الدین جمال الدین حسین بن سلطان بہرام جو غورستان کا حاکم تھا ۔ وہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن طالب کرم اللہ وجہ' کے خلافت کے دور میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اُن دنوں دار الخلافہ کوفہ تھا حضرت امیر نے اپنے دستخط سے ایک فرمان تحریر فرما کر اُسے عطا کیا ۔ جس کی رُو سے غورستان کی حکومت اُس کے سپرد کی گئی ۔

سلطان بہرام کے سلطان جلال الدین و سلطان معز الدین بن سام غوری کی تین پشتیں اُوپر کے دادا محمد سوری کا سلسلۂ نسب اُسی جلال الدین تک جا پہنچتا ہے سلطان معز الدین محمد جو عموماً" سلطان شہاب الدین کے نام سے مشہور ہوا اور بادشاہ بنا ۔

۲۔ مخزن افغانی کے صفحہ نمبر ۹۴ کے مطابق نوخان بن اسماعیل بن سبانی بن لودھی بن بی بی متو زوجہ شاہ حسین یوں تحریر ہے :۔
شاہ حسین صحیح ترین روایت کے مطابق ۔ جس کا اصلی نام سید سرمست تھا ۔ اور شاہ حسین کے لقب سے مشہور تھا ۔ اہلِ علم حضرات سے پوشیدہ نہ رہے تو غانی قوم اپنے آپ کو سید کہتی ہے ۔

صفحات ۲۸۵ اور ۲۸۶ جہاں یہ واقعہ مفصل تحریر ہے نیز اک طبقات
اکبری صفحہ ۲-۱۱۹ ترجمہ ۶۱۳ میں درج ہے ۔ یہی نہیں بلکہ متی قوم ساری کی ساری
آپکو سیدؔ جانتی ہے اور یہ بات مستند ۔ دلائل سے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے چونکہ
مرحوم و مغفور محبت خان توخانی بن شیر خان جنہیں کئی پشتوں سے تمام افغان قوموں
پر اور قبائل پر سرداری کا شرف توخانیوں کو حاصل رہا ہے بڑے اختصار کے ساتھ
نسب نامہ کو اس تاریخ میں بیان کیا ہے ۔

شجرہ نسب محبت خان توخانی صفحہ نمبر ۴۵۰

محبت خان بن شیر خان بن شہباز خان بن دولت خان بن موسیٰ خان
بن کمی خان بن جلال خان بن لقمان بن عیسیٰ خان بن دولت خان بن یسلین خان بن
مما خان بن لودھی بن توخانی بن اسماعیل بن سیان بن ابراہیم ملقب لودھی بن سید
سرمست علی ملقب شاہ حسین بن سید سلطان شاہ بن بازید بن سیدؔ معین الدین بن
سید محمد شاہ بن سید جلال الدین بن سیدؔ شاہ اجمل سامانی سید شاہ ابوالقاسم بن
سیدؔ عبداللہ بن شاہ حسن الامر بن سید اسحاق بن امام حق ناطق جعفر صادق بن حضرت
امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین علیہ السلام
توخانی کا اصل نام نوح تھا جن اسی مناسبت سے توخانی کہتے ہیں ۔
اس کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام توری اور دوسری کا نام سری تھا ۔
توری کے بطن سے توخانی بڑی بیوی تھی اس کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے

مما   میا   تنور   شیخ خیل   ہو

یسلین   حیدر خیل   یعقوب خیل

ما - امپیریل گزیٹئر ریتھ ویسٹ (انٹر پرولنس مطبوعہ ۱۹۰۲ء اور جرنل آف پولیٹیکل مشن ٹو افغانستان ۱۸۵۷ء میں درج شدہ شجرہ نسب کو یکجا کیا جائے تو مندرجہ ذیل نقشہ بنتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قیس نے حضرت خالد بن ولید کی لڑکی سے شادی کر لی تھی اور ۸۷ سال کی عمر میں ۶۱ھ یا ۶۶ھ میں انہوں نے وفات پائی۔

اسماعیل کو سرابن نے اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا شیرانی بی بی متو کے بطن سے نہ تھا۔ یہ شاہ حسین کی دوسری بیوی ماہی بنت کاغ سکنہ غور سے تھا اسے قبیلہ غلزئی کا جدِ اعلیٰ بیان کیا جاتا ہے غلزئی اپنے جسم کے خدوخال اور قدوقامت کے لحاظ سے جدا قوم معلوم ہوتی ہے۔ (بحوالہ از پٹھان صفحہ ۹۲ پر بی بی متو کی یوں تشریح کرتے ہیں۔ " بتان کے تین فرزند تھے۔ اور ایک بیٹی تھی۔ اشخابون۔ کحین۔ اسماعیل (بی بی متو) اسماعیل کو چچا سرابن نے متبنیٰ بنا لیا تھا۔"

بی بی متو کی ایک ایرانی شہزادے شاہ حسین سے شادی ہو گئی جو کہ غور میں مقیم تھا۔ اور اس کے دو بیٹے غلزئی و ابراہیم لودے پیدا ہوئے۔ شروانی نامی شاہ حسین کا تیسرا لڑکا تھا۔ اُس کی دوسری بیوی ماہی بنت کاغ سکنہ غور ملازم تباں سے تھا اس کے بعد اس سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ بھی بی بی متو کے نام سے موسوم کی گئی شاہ حسین افغان نہیں تھا بعض وجوہات کی بناء پر افغانوں کی رسم کے خلاف جو اپنی لڑکیاں جنوں کو دیتے ہیں۔ اس طرح بی بی متو بنتِ تباں سے شادی ہو گئی۔

افغان اس کی تشریح یوں کرتے ہیں: "عرب جب ایران خراسان کو فتح کرنے کے بعد پہلی صدی ہجری وا اواخر میں جب غور میں داخل ہوئے تو اُس وقت کے حالات سے مجبور ہو کر شاہ حسین نامی ایک ایرانی شہزادے نے غور میں آ کر پناہ لی جہاں اسے قیس کے دوسرے بیٹے (تباں) کے گھر پہنچ کر اطمینان ہوا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی لڑکی اُس سے بیاہ دی۔ بی بی متو کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کو حالات کے پیشِ نظر غلزی زرے۔ یعنی غلزئی پکارا گیا۔ لہٰذا اُس کی اولاد غلزئی کہلائی۔ جو کہ

پٹھانوں کا سب سے بڑا قبیلہ ہے اس کے بعد بی بی متو کے بطن سے دوسرا لڑکا ابراہیم لودی پیدا ہوا۔ جو اپنی طاقت اور دانشمندی کی وجہ سے لوئے اعظم کے نام سے پکارا گیا۔ جو کہ بعد میں لودھی بن گیا۔

بی بی متو زوجہ شاہ حسین کا ایک اور شجرہ ملاحظہ فرمائیے۔

شاہ حسین بن شاہ معز الدین بن محمود بن جمال دین بن سلطان بہرام بن بہائم بن سلطان جلال الدین بن سلطان معز الدین بن سلطان بہرام بن فریدون بن سلطان بہمن بن سلطان طغرل بن سلطان بزرگ بن تگین جمشید حسن بن بہمن افراسیاب بن طاسپ بن فریدون بن جمشید اسفندیار بن ظفر تکین بن دوراب بن منہال بن تورین بن سکندر بن گرشاسپ بن جبرو بن منذر بن کارس بن زیر آب بن کامیاب بن کودو بن فرامان بن سلامان بن جمشید بن سرمنر بن قبا بن بہرام بن تناسپ بن تورح بن فریبرز بن ازدشت بن ارسلان بن صنہاک عربی بن ماران بن دس بن رام بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام۔

شجرہ نسب قوم افغان

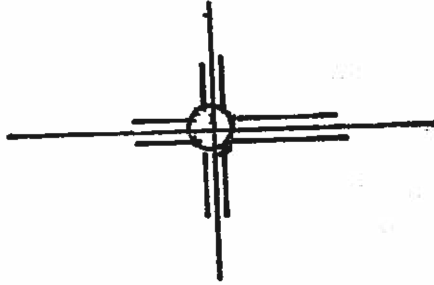
بمطابق کتاب مخزن افغانی مصنف خواجہ نعمت اللہ ترجمہ ڈاکٹر بشیر حسین صفحہ ۱۱۷

قیس عبد الرشید بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن سکندر بن زمان بن عیص بن بہلول بن شلم بن صلاح بن قارود بن عم بن فہلول بن کرم عمال بن حدیقہ بن منہال بن قیس بن علیم بن مشوئیل بن ہارون بن قرو بن ابی بن حبیب بن طلیل بن لوی بن عامیل بن تارح بن ازر بن مندول بن افغنہ بن ارمیا بن سارول الملقب بن ملک طالوت بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روئیل بن (بن یامین) یا بن یہودا بن حضرت یعقوب علیہ السلام۔

ایک اور شجرہ۔ طالوت بن قیس بن خرابن التخابن فخرق بن یامین بن

حضرت یعقوب علیہ السلام۔

حمداللہ مستوفی صاحب تاریخ گزیدہ اور محمد بن اسحاق جیریر الجبری جو تاریخ نویسوں کے جدِ امجد ہیں نے ملک طالوت بن عتبہ بن عیص بن روئیل بن یہودا بن حضرت یعقوب علیہ السلام تحریر کیا ہے۔



کرلانی اصل میں بنی اسرائیل افغان ہیں

کران ۔ کرانی یا کرلانی ۔ عبرانی لفظ ہے جو افغانوں کا چوتھا بڑا قبیلہ ہے۔
اور کرلانی گروپ میں ذیل افغان قبائل شامل ہیں۔
خٹک ۔ دلازاک ۔ اتمان خیل ۔ آفریدی ۔ (افریتے) خوگیانی ۔ سپونی ۔ مینگل
وزیر ۔ بنگش ۔ شیتک ۔ موسیٰ زئی اور وردگ ہیں ان کی ذیلی شاخیں تقریباً ۱۲۰ کے قریب ہیں
جلاوطنی سے قبل یہ لوگ انتہائی شمالی علاقوں میں دُور دُور جگہ جگہ منتشر اور پھیلے
ہوئے آباد ہیں۔

افغان مؤرخین نے افغان قبائل جو شجرہ ہائے نسب ترتیب دیئے ہیں ان
کو کرلانی نام دیا گیا ہے ۔ پھر دو ذیلی شاخیں کو دی ، ککی رہیں اُس کے بعد ان ذیلی شاخوں
کو خٹک اور اس کی ایک ذیلی شاخ کو تری اور دوسری کو ترک کے نام سے لکھا اور پکارا گیا
نوٹ :۔ نسب نامہ کی قوم کے جدِ امجد یا اُس کے ملک کے نام پر شہرت ہوتی ہے۔

کرلانی (کرم خان بن عمال) سے سترہویں پشت کے بعد افغنہ بن ارمیا ہے
جبکہ قیس عبدالرشید کی سولہویں پُشت میں کرم خان بن عمال ہیں۔

کرم خان سے کرانی یا کرلانی قبیلہ مشہور ہوا ۔ افغنہ کے اُوپر آٹھویں پشت میں
بن یامین یا یہودا ابن حضرت یعقوب علیہ السلام ۔ کرم خان بن عمال ہی جدِ امجد کرلانی قبیلہ کا ہے
ص۱۲ ۔ (صوبہ فارس میں دریائے کر) جو علاقہ کروان کے ساتھ سے گزرتا ہے
اور متصل سیوستان ہے یہ بہت بڑا علاقہ ہے نقشہ صوبہ جات فارس کرمان میں ملاحظہ ہو
غالباً کروان کا یہ علاقہ انہی کروانی یا کرلانی افغانوں کی نسبت سے ہو۔

زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے ملک تبدیل ہوئے جہاں بھی گئے لیکن سابقہ سکونتی کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہ وہ قبائل ہیں جن کی تاریخ شاہد ہے۔ جس وقت وہ علاقہ میں آکر آباد ہوئے اور صدیاں گزر گئیں لیکن انہوں نے ہمیشہ اپنی آزادی کو برقرار رکھ کر افغان قوم کی تاریخ میں اضافہ کیا جس کی بناء پر مخالفین نے دہلی دربار میں بیٹھ کر تاریخ لکھی اور اس میں انہیں ایک لاوارث بچے کی اولاد قرار دے کر من گھڑت کہانی بنائی اور شجرہ نسب کو مشکوک کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ تاکہ افغانوں نے جو تاریخی لحاظ سے شہرت حاصل کی ہے اُسے مسخ کیا گیا ہے۔

مشہور سیاح میسن نے جس کی تصنیف ایک سو برس قبل سپرد قلم کی گئی درانیوں کو افتالی قرار دیا ہے اور لکھتے ہیں:۔

ہندوستان اور ایران میں ابدالی یا ادالی کے نام سے مشہور ہیں۔ جب ہمیں یہ پتہ چلا کہ کلاسیکی مصنفوں نے اسے یوتھالی لکھا اور مفتال کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ لوگ اب بھی میدانوں میں رہنے والے (اُدالوں) کے نام سے پکارے جاتے ہیں اس اعتبار سے افتالی بدل کر ادوال ہو جانا قرین قیاس ہے۔ لیکن اس رشتہ کو ثابت کرنے کے لیے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔

ساسانیوں کے جبر و تشدد ترین قبائل۔ شام کے علاقہ تیرہ یعنی (تیراہ سے جلاوطنی کے بعد خوزستان اور ایران میں اُس دریائے مذکورہ کے کنارے بسائے گئے۔ اور انہی کی نسبت سے دریا اور اس کے نواح میں تیراہ نام کا ایک شہر ہے۔ جو ترین کے نام سے مشہور ہے اُن کا اپنے عزیز و اقارب کے پاس رہائش پذیر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے ان میں مشہور اور بڑا قبیلہ ابدالی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ یہ لوگ بھی بنی اسرائیل ہیں۔ تفتالی بن حضرت یعقوبؑ

کی
میر
پُشت
ہو
تھا
مند
پُشت
کو،
قوم
اور
اف
وہ س
لیکن
تو یعہ

کی اولاد سے ہیں اور عرصہ دراز سے گزرنے پر تلفظ میں فرق تفتالی سے افتالی اور بعد میں ابدالی مشہور ہوا یہ کوئی خاص فرق نہیں۔ الف سے بدلا ہے۔

(فتیراخان) شجرہ نسب کے لحاظ سے حضرت یوسف علیہ السلام اُنیتسویں پُشت میں آتا ہے جس کا بیٹا اعوز خان ہے جو تیسویں پُشت میں ہے قرائن سے ظاہر ہوتا ہے۔ (تیراہ) ایک عمدہ شہر ہے۔ شمالی شام اور نیشا کے شمال میں جو مدین کا علاقہ تھا اس علاقے کا پایہ تخت (تراہ) تھا۔

ابن بطوطہ خلافت جغرافیہ مشرق کا بیان ہے کہ یہ شہر تیراخان کے نام سے منسوب معلوم ہوتا ہے اور ترین قبائل اسی تیراخان جو حضرت یوسف علیہ السلام کی اُنیتسویں پُشت میں ہے منسوب معلوم ہوتے ہیں اور بنی اسرائیل ہیں۔

شاہان گجر صفحہ ۱۶۴

مصنف یوں فرماتے ہیں :۔ فتالی یا افتالی ایک ہی قوم ہے اور ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ افتالی کون تھے لیکن تاریخ اس پر یوں روشنی ڈالتی ہے کہ یہ ایک مشہور قوم ہے اس قوم کے کچھ لوگ ضلع گجرات میں ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ اُن کے بزرگ گڑھ بناسے آئے اور یہ گاؤں موضع فتالیاں انہوں نے آباد کیا کسی زمانے میں یہ لوگ یعنی فتادلی تخت و تاج والے تھے

افتالی اصل میں بنی اسرائیل ہیں :۔

افتالیوں۔ یا سفید ہنوں کی ابتدائی نقل و حرکت کے متعلق جو بھی مواد ملا ہے وہ سب کا سب چینی زبان میں درج ہے۔

اگرچہ ولسنٹ سمتھ ان قبائل کو اور انیلا کے ہنوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں لیکن چینی مصنف بڑی احتیاط کے ساتھ (ی۔ تی ، آئی۔ لی) افتالیوں اور ہیونگ نو یعنی اصلی ہنوں کا فرق ظاہر کرتے ہیں۔

اُس زمانہ کے ایک مصنف بروکوسیٹر اپنی کتاب ڈی بیلو پرسیکو میں لکھتے

ہیں ۔ جبکہ یعنی افتالی اُن ہنوں کے بالکل مختلف ہیں جن میں سے رومی واقف ہیں ۔
اُن کا سفید رنگ اور ہموار خدوخال مابۂ امتیاز ہیں ۔

چینی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ منگولوں اور ترکی سے کوئی زبان نہیں
بولتے تھے اسی طرح وہ زنگاریہ کے علاقہ میں جہاں سے اصل ہن اور افتیالی آتے ہیں
بسنے والے ہن گروہوں کی زبان بھی مختلف ہے ۔

ہمیں سب سے پہلے افتالیوں کا تذکرہ اس حیثیت سے ملتا ہے کہ وہ
(اوروں) کے محکوم اور رعیت تھے ۔ جنہوں نے چوتھی صدی عیسوی میں اپنی سلطنت
قائم کی تھی اس سلطنت کا مرکز منگولیا تھا غالباً وہ منگولی زبان بولتے تھے ان کا حکمران
خان یا خاقان کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا ۔

افتالی یہ خطاب وسط ایشیا سے کوچ کے دوران اپنے ساتھ لائے ۔
افتیالیوں نے قبائل کے نظم ونسق کے خاص خاص اصول اپنے حاکم (اوروں) سے اخذ
کئے ۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ وہ خود ایک جُدا گانہ قوم تھے ۔ جن کا نشان اور ثقافتی
پسِ منظر بالکل جُدا تھا اور اپنے وطن سے اُن کے کوچ کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی سخت
گیری کی وجہ سے حکمرانوں سے بچنا چاہتے تھے ۔

انہوں نے موجودہ سمرقند یعنی کاشغریا سنکیانگ کو تخت و تاراج کیا
اور باختر کے کشان پر حملے کئے گئے وہ گندھارا میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے (کدرا)
اور اس کے جانشین صحیح نسلاً تورانی تھے ۔ جنہیں افتیالیوں نے باختر سے اجاڑ دیا
(کدرا) آخری کشان شاہ سے تھا ۔ جو ۳۶۵ء میں فوت ہوا ۔

افتیالیوں نے ۴۲۵ء میں باختر پر مکمل قبضہ کر لیا ۴۲۵ء میں کدرا
کے جانشین کو مغلوب کیا ۔ اس حملہ میں اُن کے ساتھ قبائلیوں کا ایک گروہ بھی
تھا جس کی حیثیت غلاموں جیسی تھی ۔ یہ لوگ (گرجار) تھے یعنی موجودہ گوجر ۔
ترکوں اور ساسانیوں کے درمیان ایک متحدہ محاذ بنا کر ۵۶۸ء میں

(سدا) کے مقام پر ایک فیصلہ کُن لڑائی ہوئی جس سے وہ شکست کھا گئے
(بازنطینی مؤرخ منانڈر ویر ٹیکر نے اس لڑائی کے متعلق ۵۶۸ء میں لکھا ہے
کہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ افتالیوں کے ساتھ (گرجار ا) قبائل بھی آئے (یعنی
موجودہ گوجر کہلاتے ہیں) اور جب افتالی سلطنت ختم ہونے پر آئی تو خود افتالی ختم نہیں
ہوئے) اور اُن کا لقب خان اب بھی ہے۔ (گوجر یہیں آباد رہ گئے)

تبصرہ:۔ مخزن افغانی جو ۱۰۲۰ھ میں شروع کی گئی اور ۱۰ ذوالحجہ ۱۰۲۱ھ
کو مکمل کر لی گئی۔

مخزن افغانی کے مصنف خواجہ نعمت اللہ ۹۹۲ء میں اکبر کے سپہ سالار
عبدالرحیم خانِ خانان کے کتب خانہ کے ناظم مقرر ہوئے کچھ عرصہ کے بعد شہزادہ سلیم جہانگیر
بادشاہ یعنی ۱۰۱۴ء میں دربار کے وقائع نویس مقرر ہوئے۔
نعمت اللہ کے والد خواجہ حبیب اکبر اعظم کے درباروں میں رہے ۳۵ برس
تک شاہی سلطنت کے انسپکٹر رہے۔
مخزن افغانی کے دیباچے کے صفحہ ۲۴ میں ڈاکٹر بشیر حسین کا اُردو ترجمہ
یوں تحریر ہے :۔ "خواجہ نعمت اللہ افغانوں کے متعلق حقائق بیان کرنے میں
کسی حد تک غیر ضروری طور پر جانبدار بلکہ متعصب بھی معلوم ہوتے ہیں۔"
۱۔ صفحہ ۳۴ میں نعمت اللہ نے یوں فرمایا ہے" کہ افغانوں کا سلسلہ نسب جو صدیوں
تک لوگوں کے ذہنوں پر غالب رہا ہے کسی کو اس کے متعلق صحیح معلومات نہیں
ہو سکیں بلکہ کسی نے اس پر غور ہی نہیں کیا جس کی بناء پر اس قوم کے صحیح حالات
منظرِ عام پر نہیں آسکے۔ لہٰذا نعمت اللہ صاحب کو یہ جرأت ہوئی کہ انہوں
نے شجرہ نسب افغان قوم مرتب کرنے کا اہتمام کیا۔
۲۔ شجرہ نسب کے متعلق کچھ واقعات کو افسانوی رنگ دیا گیا کچھ داستانیں

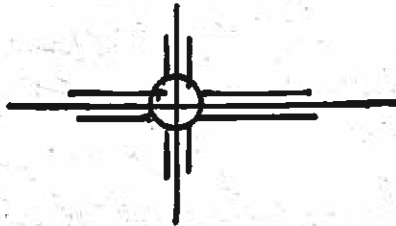
امراء دوستوں سے سن کر تحریر کیا گیا کچھ واقعات عقلی دلائل کی روشنی میں بیان کیے گئے۔ دہلی دربار میں بیٹھ کر تاریخ لکھنے والوں نے افغان قبائل کو غلجی لکھا اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بی بی متو کا کرلانی افغانوں کا جو بڑا قبیلہ ہے جسے ایک مصنوعی کہانی بنا کر لاوارث بچے کی اولاد ظاہر کیا گیا۔

۱۳۔ بی بی متو کے شوہر کے کئی شجرے لکھے گئے۔ کبھی شجرہ میں سید، کسی میں افغان اور کسی میں سامی نسل ظاہر کیا گیا۔ غلزئیوں اور لودھیوں کی نسل کو کبھی غیر افغان کبھی سید اور کبھی متی قوم بنایا گیا۔ اور یہی افغان قبائل جنہوں ایک ہزار برس تک ہندوستان پر حکومت کرکے اسلام کی خدمت کی ہے۔

میں نے اپنی کتاب مکمل کرنے کے بعد یہ ضمیمہ تحریر کیا ہے چونکہ میری کتاب کا نام الافغان تنولی ہے جہاں تک مجھ سے تحقیق ہو سکی میں نے غیر جانبدارانہ طور پر اس ضمیمہ میں درج کی ہے امید ہے مضمون ہذا پر توجہ فرمائیں گے۔ چونکہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری تحقیق حتمی ہے۔

البتہ مخزن افغانی کے دیباچہ صفحہ ۲۴ پر ڈاکٹر بشیر حسین کے بیان کے مطابق نعمت اللہ صاحب مصنف مخزن افغانی میں افغانوں کے بارے میں متعصبانہ لہجہ کی تائید و تصدیق ہو گئی ہے۔

غلام نبی خان مصنف الافغان تنولی



شجرہ نسب توخی بہ لقب تنولی

(ماخذ خورشید جہاں)

حضرت یوسف علیہ السلام کے چوبیس واسطوں سے تاخواخان بن اینچ خان
یا آنجاخان جو توخیوں بہ لقب تنولیوں کا جدامجد ہے۔
تیمان خان غور باسی۔ جو جدامجد غوریاخیل کا ہے۔
تیمان خان بن ایماخان یا امی خان بن روگس خان یارکن خان بن اغوز خان
اغوز خان جدامجد اقوام غلزئی ہے۔ اغوز خان بن تیراخان بن مغل خان بن اینچ
خان بن قتوقا خان بن اینت خان بن تاخواخان۔

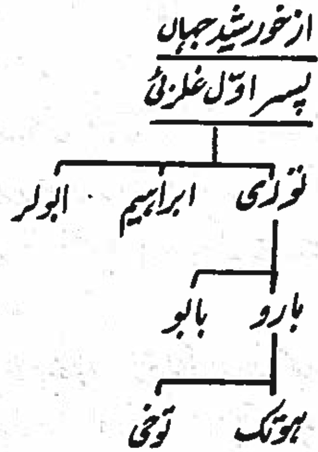
شجرہ نسب کے لحاظ سے توخی یا تنولی غوریاخیل غلزئی یک جدی ہیں
تاریخی اعتبار سے یہ سب اقوام تیمان خان غور باسی کی زیر قیادت غورستان کی
وادی خلج میں سکونت پذیر ہوئے۔ وادی خلج میں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے
خلجی کہلائے اس خلجی اقوام کی کئی صد گوتیں ہیں۔

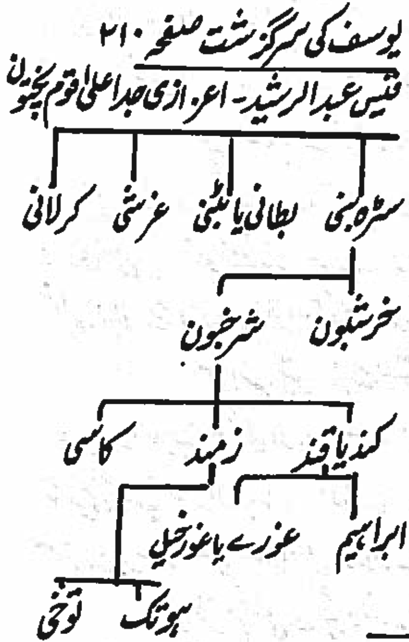
بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد کو کہا جاتا
ہے یہودا ، بنیامین کی اولاد سے۔ ارمیا یا رفعہ کی اولاد کو افغان کہا جاتا ہے۔
تاریخی کتب کے حوالہ جات۔ افغان اور خلج بیان کیا گیا ہے جبکہ اقوام خلج یا غلزئی سب
حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

گو اقوام خلجی کے شجرہ نسب غیر افغانوں کے متضاد مختلف کتب ہائے میں
درج شدہ پائے گئے۔ جن کو بعض افغان مؤرخین نے بغیر تحقیق کئے نقل کر دیا ہے۔
جن کی تفصیل الافغان تنولی ہٰذا میں نے درج کر کے وضاحت کر دی ہے۔

گو کہ بعض شجروں میں توخی غلزئی غوریاخیل کو یکجا کر کے بتائے گئے ہیں۔
لیکن وہ بھی متضاد ہیں۔ چونکہ یہ قبائل یکجدی ہونے کے ناطے سے۔ نقشہ فلسطین

بمطابق کتاب مقدس باب یوشع بنی تقسیم قوم بنی اسرائیل اور شام میں یہ قبائل اپنے تقسیم شدہ ملک میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے فرزند افرائیم کی اولاد ہونے کی وجہ سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دوسرے فرزند منسی کے اولاد ملحقہ علاقہ میں آباد رہے۔ شام سے نقل مکانی کی وجہ سے جب خراسان میں آئے تو وہ وہاں ایک ہی جگہ رہائش پذیر ہوئے جب غورستان کی وادئ خلج میں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے خلجی پکارے گئے۔ وہ اگر موجودہ دور میں بھی افغانستان ہی میں یکجا آباد ہیں۔ تو اُن کے دو شجرے کتاب خورشید جہاں اور ایک کتاب یوسف زئی کی سرگزشت ہے۔ جبکہ یہ دونوں شجرے متضاد ہیں۔





ایک شجرہ میں۔ توخی بن بارو۔ بن تورو بن پسر اوّل غلزئی

دوسرے شجرہ میں توخی بن زمند بن شرخبون۔ سڑہ بنی بن قیس عبدالرشید اعزازی جداعلیٰ قوم پختون۔ نہ جانے کس بنا پر خلجی اقوام کی نسب کو مخلوط بنانے

ی سعی کی گئی۔ لیکن اِن اقوام کے تاریخی کارناموں کو تو مٹا نہیں سکتے۔ مؤلف نے دورانِ
تحقیق یہ کوشش کی ہے کہ اِن شجرہ جات کی تصحیح کی جائے اور دوران تحقیق مجھے کتب ہائے
سے جو مواد موصول ہوا درج کر دیا ہے اب میں اپنے اصل مضمون کی جانب آتا ہوں۔

الور خان توخی اپنے دیگر بھائیوں کے ہمراہ ۳۶۷ھ یا ۳۸۰ھ مطابق ۹۷۱ء
کو سلطان محمود بن ناصر الدین سبکتگین کے ہمراہ برادری خود۔ منور خان و بہادر خان
و بھیکا خان بن بہرام خان و دیگر اپنی قوم کے ساتھ جہاد کے لیے موجودہ صوبہ سرحد میں
آئے۔ علاقہ فتح کرنے کے بعد حاکم پکھلہ لونیر مقرر ہوئے۔ جبکہ ان کا باپ بہرام خان
بن سلطان محمود کے دور یعنی ۴۰۲ھ میں حاکم قلعہ جات لونیر جنگی جسے درہ کشمیر
میں کا تجر کہا جاتا تھا مقرر ہوئے جو موجودہ تناول کے نام سے مشہور ہے۔ اِس کا
دار الخلافہ سوارہ وادی پکھلہ تھا۔ ۲۶۱ سال تک یہ قوم اِس وادی میں سکونت پذیر
رہی۔ جس وقت یہ وادی پکھلہ میں سکونت پذیر ہوئے تو ان کو خلیج کہا جاتا تھا۔

۶۴۹ھ مطابق ۱۲۳۲ء میں ہند خان و پال خان بن امیر خان بن
برلس خان بن چند خان بن لکھن خان بن بھیک خان بن الور خان بن سلطان
بہرام خان، جو کہ سات پشتوں تک اسی ملک میں سکونت پذیر ہونے کے بعد اب کے
علاقہ کوہستان پر قبضہ کر کے بھی یہیں آباد رہے۔ اور اپنی قوم کا تشخص توخی کے بجائے
تنولی اور فتح شدہ علاقہ کا نام تناول رکھا۔ یہ قوم تناولی اِسی علاقہ میں موجودہ دور
تک آباد ہے۔

الافغان تنولی میں مکمل وضاحت کے ساتھ تنولی قوم کے حالات و واقعات
قلمبند کیے گئے ہیں۔ اب یکجدی ناطے کی وجہ سے اقوام توخی خلجی کے مختصر حالات قلمبند
کر کے ضمیمہ کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

خلیج صاحب چہار مقالہ افغانان کے ایک گروہ کو خلجی یا افغان کہا گیا ہے۔
جو غور، وادی خلیج میں سکونت پذیر اور وطن کے لحاظ سے خلجی پکارے جاتے ہیں۔

اقوام خلجی توخی

افغانستان میں اقوام خلجی کی مجمل تاریخ درج ذیل ہے :۔
۱۔ جس جگہ ندی کابل، وادی ننگرہار سے جا کر ملتی ہے یہ تمام ملک اقوام غلزئی کا ہے جو اس کے قبضہ میں ہے اس کی تمام وادیاں سلسلہ کوہ ہندوکش کے جنوب میں کوہ سفید کی شمالی سمت دریائے کابل کی بڑی وادی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس تمام علاقہ میں اقوام خلجی اور غلزئی آباد ہیں۔ اقوام غلزئی کا رقبہ یعنی حدود شمال سے جنوب تک ۱۸۰ میل اور مغرب سے مشرق تک ۸۰ میل کے ایریا پر مشتمل ہیں
اس وادی کا سرد علاقہ وادی ترنگ اور گرم علاقہ وادی پغمان ہے۔
پچھلے زمانے میں خلجیوں کا مقام سب افغان قبائل میں باعزت تھا۔ بارہویں صدی کے آغاز میں ان قبائل کے سلاطین نے آگے بڑھ کر (اصفہان) شیراز، طہران۔ قزوین سمنان۔ افغان، ببرجند اور قاشن کو بھی فتح کر لیا۔ سلطان محمود کے عہد میں یہ لوگ سلطان مذکور کے محبوب تھے۔ لیکن بعد میں اس زیر عتاب آگئے۔ سبب یہ تھا کہ سلطان کے اسباب اور بار برداری کے باعث اور امیر تیمور گورگان کے دور میں شمشیر زنی اور بہادر کے نام سے مشہور ہوئے۔

ملک ملخائی توخی

شاہ محمود و شاہ اشرف میرویس ہوتک کے زمانے سے قبل اس گروہ کا سردار کون تھا اس میں کوئی شک نہیں۔
توخی۔ محمد زئی خاندان و عیسک زئی و غلزئی خیل کے چار ورثا معتبر تھے
چنانچہ ملک ملخائی توخی جسے سلطان ملخائی بھی کہتے ہیں اورنگ زیب عالمگیر کے عہد رنہ سازی اعتبار میں سے تھا۔ کیونکہ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں بادشاہ کے دربار

سے قلات اور قمبر تو ارغنداب کے راستوں کو راہزنوں سے محفوظ رکھنے کا کام ان کے سپرد تھا۔ توخی ملخائی نے بادشاہ کے حکم کے مطابق چار یوم کے اندر ہزارہ قوم کے لوگوں کو ارغنداب سے نکال دیا تھا۔ اس جنگ میں ملک مانی خانخیل نے بڑی جرات کا مظاہرہ کیا تھا۔

سلطان ملخائی کی موت

جس زمانہ میں ملک ملخائی توخی قوم توران و ہوتک کا سردار تھا شاخ سلیمان خیل مورث اعلیٰ جو ابراہیم بن غلزئی قبیلہ کا ملک تھا۔ بادشاہ صفوی کی جنگ میں مارا گیا۔ اس کی قبر جلال آباد اور کابل کے درمیان ہے اس کے نواح میں بڑی سردی پڑتی ہے۔ اور یہ علاقہ چوروں کی کمین گاہ ہے۔ لہٰذا مثل مشہور ہے ؛۔ دزدگرگ بر قبر جبار یاد رہے کہ ملک ملخائی توخی درداری خشر کی منگ سرخ کی جنگ میں مارا گیا تھا۔

توخیوں پر مال گذاری کا نفاذ

میر اویس کے حکمران بننے کے بعد توخیوں پر مال گزاری کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں توخیوں اور ہوتک اقوام میں جنگ و جدل ہوا۔ بنا بریں کچھ خاندان توخی ترنک سے نکل کر ارغنداب کی سمت چلے گئے۔ باقی توخی دو گروہوں میں بٹ گئے۔

عادل شاہ توخی

حسن خیل اور اس گروہ کے دوسرے لوگ آب ایستادہ آب تازی کے گرد جمع ہو گئے۔ حاجی عادل ملخائی توخی مرغزار خاص پر قابض ہو گئے اور اس کے بیٹے مسلی بالائی نے ترنک کے کنارے قلات کے نزدیک ایک قلعہ تعمیر کیا جو ہوتکوں کے خلاف استعمال کرتا تھا۔ آخر کار وہ ہوتکوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

توخیوں پر ہوتکوں کی یلغار

جس زمانے میں نادر شاہ نے ملک قندھار پر یورش کی شاہ حسین ہوتک امیر قندھار نے توخیوں پر قابو پانے کے لیے چار ہزار ہوتکی فوج سے توخیوں پر یلغار کر دی اور پل سنگی کے مقام پر حملہ کر کے اکثر توخیوں کو قتل کر ڈالا۔

اشرف خان توخی

نادر شاہ نے قلات اور قندھار کے معاملات طے کرنے کے بعد اشرف خان توخی کو غورستان کا بیگلر مقرر کیا۔ اور اس نے ہوتکوں سے توخیوں کا ایسا بدلہ لیا کہ وہ پندرہ صد خاندانوں پر مشتمل جلا وطن ہو کر ایران ترکستان اور ہندوستان چلے گئے۔

اشرف خان توخی کی وفات

نادر شاہ کے بعد احمد شاہ ابدالی کے دورِ شاہی میں اشرف خان قلات اور غزنی کا حاکم تھا۔ پہلے حملہ کے وقت وہ بادشاہ کے ساتھ جہاد کے لیے ہندوستان گیا تھا۔ مراجعت درّانی سرداروں کے اغواء کے سبب اشرف خان بمعہ اپنے بیٹے حلیم خان اور اللہ یار خان کے قیدی ہوا اور قید کے دوران ہی وفات پائی۔

احمد شاہ ابدالی کا کردار

احمد شاہ ابدالی نے اشرف خان اور اللہ یار خان کا قصہ ختم کرنے کے بعد قلات اور غلزئی کی حکومت حسبِ سابق خانی خان ایکرزئی کو عطا کر دی لیکن کچھ دنوں کے بعد محمد زئی توخیوں نے خانی خان ایکرزئی کو قتل کر ڈالا۔

شہاب الدین خان توخی

تیمور شاہ نے تخت نشین ہونے کے بعد اموخان ولد اشرف خان کو سلیمان خیلوں سے طلب کیا گیا حاکم قلات توخی اور ہزارہ جات ملحقہ ہوا اور نور اللہ خان پسر حاجی انگور سر ملا ہوتک تجویز کیا گیا اور اُسے قلی خان کا خطاب دیا گیا ڈیرہ اسمٰعیل خان و بنوں کی آمدنی اُسے مرحمت ہوئی تو اس وقت جب شہاب الدین توخی نے سر اٹھایا تو توخیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اس چپقلش میں توخی قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ نصف قوم شہاب الدین کے ساتھ تھی۔ قلات و غلزئی پر کبھی ایک قابض ہو جاتا اور کبھی دوسرا۔ ولی نعمت اللہ خان قتل ہو گیا اور اُس کا بھائی دستار مختار رہا اُس کے اور شہاب الدین کے مابین جھگڑے شروع ہوئے یہاں تک کہ اقوام غلزئی و توخی اور درّانیوں کے مابین بھی جنگ شروع ہو گئی جنگ میں درّانیوں کو شکست ہوئی۔

شہاب الدین توخی بحیثیت وزیر اعظم

غلزئیوں نے عبد الرحمٰن ہوتک کو بادشاہ اور شہاب الدین کو وزیر اعظم مقرر کیا اس کے بعد کوہ سُرخ کے درمیان جلاک داموکائی کے مقام پر غلجیوں کو پھر شکست ہوئی اس جنگ میں توخی قوم کے آٹھ ہزار افراد مارے گئے جبکہ ہوتک سوار بچ نکلے۔

شجاع الملک کی علاقہ کاکڑ میں پناہ

اِس کے بعد شہاب الدین خان توخی و عبد الرحیم خان کوہستان ممالی کی جانب چلے گئے۔ شجاع الملک نے مُلک کاکڑ میں پناہ لے رکھی تھی شہاب الدین۔ فتح خان شکر اللہ خان پسر عبد الرحیم خان سے ملاقات ہوئی۔ شجاع الملک چند روز کے بعد بادشاہ ہو گیا لیکن شہاب الدین نے اپنی زندگی میں اُسے کبھی سلام نہیں کیا۔

شہاب الدین نے ناوک کے مقام پر ایک قلعہ تعمیر کیا بنا بریں شجاع الملک ناراض ہو گیا

قلعے کا محاصرہ

شجاع الملک نے ناراض ہو کر گلستان خان اچکزئی کو اس قلعے کو مسمار کرنے کے لیے مقرر کیا۔ فتح خان ابا بجزئی کو بھی اس کے ساتھ ملایا۔ اور ان دونوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

شہاب الدین کا جوابی حملہ اور درّانیوں کا فرار

توخیوں نے شہاب الدین کی زیر قیادت درّانیوں پر حملہ کیا درّانی حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے فرار ہو گئے۔ توپخانے کے گولہ انداز قتل کر دیئے گئے۔ توپخانے کی بتیاں جلا دی گئیں توپوں کے سوراخوں میں میخیں ٹھونک دی گئیں توپیں پورے جاڑے میں پڑی رہیں موسم بہار میں صحبت خان پوپلزئی کی قیادت میں درانی فوج نے دوبارہ حملہ کیا توپوں کو گاڑیوں پر چڑھا کر قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن درّانی فوج ناکام واپس ہوئی قلعہ باقی رہا۔ آخر کار انگریزوں نے کابل پر فوج کشی کی اور اس قلعہ کو منہدم کیا۔

صحبت خان کی مراجعت

پوپلزئی کی مراجعت کے بعد شہاب الدین اور فتح خان کی آپس میں جنگ شروع ہوئی مگر آخر کار صلح ہو گئی۔ اس کے بعد میر دوست محمد خان والئی کابل نے اپنی حکمت عملی اور پے در پے حملوں سے توخی علاقہ کو پامال کیا اور توخیوں کو اتنا کمزور کر دیا کہ اُن میں سرکشی کی طاقت نہ رہی۔ پھر اس کے بعد اقوام غلزئی رعیت بن گئے۔

نادر شاہ کا افغانستان پر حملہ

پندرہ سو خاندان ترکستان ایران اور ہندوستان جلاوطن ہوئے ہوتک قوم اکثر مراغہ، اناعزا در سرو غر کے دونوں اطراف ساکن رہی۔ چنانچہ علیسک زئی فرعہ و تاعز میں علی زئی۔ گردی شنگل اور نماپور ان میں توں زئی توخیوں میں تنولیوں کی ایک شاخ ہے یہ لوگ افغانستان میں تون کی نسبت سے آباد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تون زئی مقام سوری اور عمر زئی ہنڈ اور تاعز میں مقیم ہیں۔ اور یہ ملک ہوتک قندھار سے چار منزل جانب شمال مشرق اور قلات غلزئی سے ایک منزل مشرق جنوب کی سمت واقع ہے۔ فی الحال اس قوم میں میر عالم خان پنیر زادہ عبدالرحیم ہوتک اور سدو خان بڑے خان ہیں۔ یہ تمام ہوتک تقریباً 9 ہزار خاندانوں پر مشتمل ہیں اور غالباً تمام توخی پندرہ ہزار خاندانوں پر مشتمل ہیں۔

قومِ توخی کا عروج

توخی قوم کا عروج پہلے ہوا۔ اور بعد میں ہوتک قوم نے ترقی کی۔ جبکہ توخی ملک قلات غلزئی میں زیادہ مشہور رہے ہیں۔

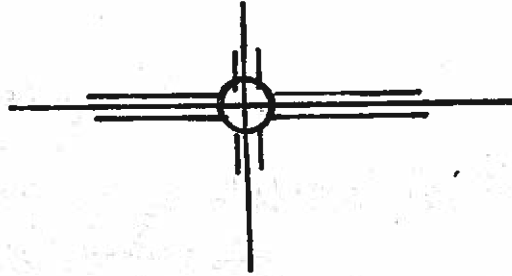
توخی قوم وادی ترنک اور پل سنگی سے شبہارا اور اس کے اطراف میں آباد ہے اور شمالی حصہ وادی ارغنداب ملک ہزارہ سے ملحقہ ہے۔ فرانہ توخیوں کے قبضہ میں ہے وادی نادہ کے جنوبی حصہ میں پائینہ اور درہ خاکا میں بھی توخی آباد ہیں اور توخیوں کا ایک محلہ کابل شہر سے متصل دلیہ افغان میں بھی آباد ہے۔

نوٹ:۔ الافغان تنولی میں خلجی اقوام کے متعلق اس کے نشیب و فراز ملحقہ

قبائل سے دوستی دشمنی اور سابقہ اور موجودہ دور میں اُن کی رہائش کی نشاندہی کی گئی ہے اور غیر قوموں میں ان کے نسب کے متعلق روایتی شجرے بنا کر ان کی نسب کو مشکوک کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

خداوند کریم کے فضل و کرم سے مؤلف نے شجرہ نسب کی تصحیح اپنے بزرگوں کے قلمی نسخوں سے کی جو بعض کتابوں میں بھی محفوظ ہیں۔ امید ہے کہ ان اقوام کے بزرگ اور نوجوان الافغان تنولی کے مطالعہ کے بعد میری تحقیق اور رائے سے متفق ہوں گے اگر میری تحقیق میں کوئی غلطی سمجھیں تو وہ سہواً ہوئی ہوگی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اسے درگزر فرمائیں گے۔ اور اپنی آراء سے بھی آگاہ کریں گے تاکہ دوسری جلد میں آپ کی آراء سے راہنمائی حاصل کی جا سکے۔

(غلام نبی)



"تاریخ تناول" مؤلف:۔ فدا محمد خان

"تاریخ الافغان تنولی" کو ہر لحاظ سے مکمل کر کے اشاعت کے لیے تیار کر لیا گیا تھا مگر اسی دوران "تاریخ تناول" جس کے مصنف فدا محمد ہیں جو کہ دسمبر ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ کا مطالعہ کرنے کے بعد پتا چلا انہوں نے تاریخی لحاظ سے جو حوالہ جات جن میں ان کی اپنی تمہید بھی شامل تھی۔ کہ تنولی قوم برلاس مغل ہے تحریر کیے۔

چنانچہ ان کی اس تحریر پر میں نے تنقید کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے اور میں نے ضمیمہ نمبر ۲ میں جوابات پیش کیے ہیں جن کو قارئین پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں گے۔

نمبر ۱۔ اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۷۱-۷۲ میں پروفیسر عبدالعزیز خان کے حوالہ سے بتایا ہے کہ تنولی غزنوی خاندان کے بانی ناصر سبکتگین کے ساتھ انور خان بن بہرام خان آئے جو سوات میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور اس علاقہ کو درہ تانال کا نام دیا۔ تنولی یا تناولی کہلانے لگے۔ اس جگہ اس خاندان کے دوسرے افراد جو ظہیر الدین بابر کے ساتھ ہندوستان آئے وہ مغل برلاس ہیں۔ فرق صاف ظاہر ہے کہ تنولی پٹھان نہیں۔ برلاس مغلوں کا قبیلہ ہے اور ظہیر الدین بابر کا تعلق بھی اسی شاخ سے ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ پروفیسر عبدالعزیز نے ماضی کے دریچوں سے پردہ اٹھایا ہے۔

پروفیسر عبدالعزیز نے سوات میں درہ تانال کا ذکر کیا ہے۔ تو سوات

رہیں درہ تانال نامی کوئی علاقہ نہیں ہے اور نہ فدا محمد خان ، پروفیسر عبدالعزیز کی نسبت ظاہر کی ہے کہ وہ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ کوئی شجرہ نسب مغلوں اور تنولیوں کا یکجدی ہونے کا پیش کر سکے اور نہ کسی کا مصدقہ تاریخی حوالہ دیا کوئی ایسا غیر مصدقہ بیان قابل قبول نہیں ہوتا۔

۲۔ پروفیسر ہونا کسی شخص کی مصدقہ دلیل نہیں ہوتی بلکہ حالات کا مصدقہ ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔

پروفیسر رام ملہوترہ مغل ٹراسٹ صفحہ ۶۲ اور صفحہ ۲۸۸ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو تنولی صوبہ سرحد میں یا ضلع ہزارہ میں رہتے ہیں وہ مغلوں کی نسل ہیں۔

۳۔ مطبوعہ ۱۹۳۱ء کے صفحہ ۲۴۲ میں یوں رقمطراز ہے:۔ ڈاکٹر ایچ ڈبلیو بلر دی گریٹ، چنگیز ڈائجسٹ تنولی چنگیز خان کے بیٹے تولی کی اولاد ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ ۱۲۲۱ء میں چنگیز خان کے مغل قبائل نے پشاور کی وادی میں ایرانی بادشاہ کا تعاقب کیا۔

نوٹ :۔ تنولی ۳۸۷ یا ۴۰۲ھ بمطابق ۱۰۰۰ء میں وادی چملہ سوات میں الزخان کی سکونت ہوئی۔ جبکہ چنگیز خان تقریباً دو صد سال بعد میں پیدا ہوئے اس کے بعد اس کا بیٹا تولی پیدا ہوتا ہے۔ اور تنولیوں کو چنگیز خان تولی کی اولاد قرار دینا کہاں تک درست ہے شاید تنولیوں کو چنگیز خان کے بیٹے تولی کی اولاد قرار دینا بھی بیوقوفی ہوگی۔

امپیریل گزیٹیر آف این ڈبلیو ایف پی کے صفحہ نمبر ۱۳۵ کا حوالہ دیتے ہوئے بتاتے ہیں :۔ جس کا تعلق قومیت سے ہے۔ تناول کے اصل حکمران تنولی ہیں مغلوں کا ایک قبیلہ ہے مردم شماری بمطابق ۱۹۰۰ء کا حوالہ دیتے ہیں کہ تنولیوں

کی تعداد ... ۵۹ ہزار ہے اگرچہ وہ پٹھان نہیں لیکن رواج اور روایت پٹھانوں کے ساتھ مربوط ہیں۔

نوٹ :۔ تاریخ تناول میں شجرہ نسب یا کوئی اور تاریخی حوالہ موجود نہیں ہے چونکہ ۱۸۷۱ء کی قوم تنولی کے بیان کے مطابق کہ ہم حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ لہٰذا تنولی "مغل" نہیں ہو سکتے بلکہ بنی اسرائیلی ہیں۔

کرنل ادلیس تاریخ ہزارہ ۱۸۷۲ء میں تنولیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ تنولی کی دو شاخیں ہیں یعنی ہندوال اور پلال۔ ہندوال شاخ سے نواب امب ودربند ہیں۔ پھلڑہ بھی اسی کی شاخ ہے۔ جبکہ شاخ پلال جو کہ زمانہ قدیم سے معزز چلی آرہی ہے۔ تاریخ کے اوراق پر اس کے بڑے معرکے تحریر ہیں۔ ان کا جد امجد زبردست خان المعروف صوبہ خان ہے جو ملک کا صوبیدار ہونے کی وجہ سے ایک مشہور معروف ہستی گزری ہے۔ اس کی اولاد معززین صوبہ خانی کہلاتے ہیں۔ جبکہ تنولیوں کی مندرجہ ذیل آٹھ بڑی شاخیں ہیں۔

میرال، سیدال، ہنیال، بنکریال، کرگوال، نزی نال، مجی نال اور بھجوال

نوٹ :۔ کرنل ادلیس ۱۸۷۲ء میں تنولیوں کی قوم کو مغل نہیں بتاتے۔ چونکہ اس دوران یعنی ۱۸۷۱ء میں صورت دیہی ہزارہ ڈویژن بن چکی تھی۔ اور تاریخ سیّد مراد علی شاہ جس کے شجرہ نسب میں بزرگوں کے بیانات کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد ظاہر کیا گیا ہے۔

لیکن ۱۹۰۰ء کے بعد کے غیر ضروری حوالہ دے کے قوم تنولی کو ایک سازش کے تحت تاریخ تناول کے مصنف مغل قرار دیتے ہیں جو کہ قابلِ قبول نہیں۔

کرنل واٹکلی ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں ۱۳۵۰۰۰۔ جس میں ۲۰۰۰۰ فیڈرل تناول کا ہے۔ اور ساتھ ہی ایک جگہ پر تنولی کو ترلولی کی اولاد اور دوسری جگہ امیر خان کی اولاد ظاہر کرتے ہیں اور مغل برلاس بتاتے ہیں۔ لیکن قوم کے

بیان واٹکلی کے اس دعویٰ کو مسترد کرتے ہیں چونکہ اس کے بیان میں کوئی ایسا شجرہ نسب
نہیں ہے کہ مغلوں کو تنولیوں کا یکجدی بنا سکے ۔ قوم تنولی کے بیان کے مطابق حضرت یوسفؑ
کی اولاد ظاہر کرتے ہیں ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد (بنی اسرائیلی ہے)
مفتی عبد القیوم جلوال جنہوں نے مغل پٹھان اور سادات کا ذکر اپنے
دیباچہ میں ۱۸۷۵ء میں جو کتاب ''تاریخ سید مراد علی شاہ'' میں ۱۹۷۵ء میں کیا ہے ۔
اس کتاب میں بھی شجرہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام کو جد امجد (قوم تنولی کا) قرار دیا ہے
جناب غلام جان تنولی سکنہ بچھاء کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ غلام جان
سرپرست یونین جو ۱۹۵۵ء میں بنائی گئی تھی کا صدر بابو آزاد اور جنرل سیکرٹری گوہر امان
خان تنولی سکنہ گوجرہ تھا ۔ اُس کے کئی اجلاس ہوئے جس میں صوابی اور تیراہ کے
تنولی بھی شریک ہوئے اور نواب صاحب محمد فرید خان والئ امب بھی ہمارے
اجلاسوں میں شرکت کرتے تھے ۔ اور ''وہ فرماتے تھے کہ تنولی مغل ہیں'' ، تیراہ کے
تنولیوں کی کس جائے سکونت یا کسی فرد کا نام نہیں دیا گیا ہے ۔ تیراہ ایک بہت بڑا
علاقہ ہے البتہ تیراہ میں توخی ہونگے چونکہ توخی اور تنولی ایک ہی نام ہے ۔

نوٹ :۔ ۱۹۵۵ء میں ہی تنولی یونین بنائی گئی تھی جس کا ایک اجلاس میرے
بزرگوں کے کہنے پر میرے گاؤں گاندھیاں میں بھی ہوا تھا قوم کے متعدد معززین نے
شرکت کی تھی ۔ لیکن جلد ہی تنولی یونین منجمد ہو گئی چونکہ ایسا کوئی با اثر شخص موجود نہیں
تھا جو یونین چلا سکتا ۔
رہا ۔ نواب محمد فرید خان کا دور ، تو وہ بھی ۱۹۵۰ء میں ریاست
کو پاکستان میں ضم کر دیا گیا انہوں نے نہ ہی کسی اجلاس میں شرکت کی اور نہ ہی اپنے آپ کو
مغل کہا ۔ یہ سراسر بہتان ہے ۔ ایسا ہی ایک بہتان جناب صوبہ خان پر بھی لگایا گیا تھا
کہ صوبہ خان فرماتے ہیں کہ تنولی مغل ہیں جس کی تشریح میں نے کتاب ہٰذا میں کر دی ہے ۔

سر نواب محمد اکرم خان جنہوں نے تاریخ مرتب کی جس کا شجرہ نسب
کتاب ہذا میں درج ہے لہذا وہ جد امجد حضرت یوسف علیہ السلام ہے کیا یہ تسلیم
کرنے کی بات ہے کہ والئی امب نواب محمد فرید خان جیسی شخصیت ہو اور اُن کو اپنا
شجرہ نسب اور نہ ہی اپنے دادا کا فرمان یاد ہو۔

ایک اور بیان جناب خواص کوکلوی کے حوالہ سے دیا کہ انہوں نے
بڑی بحث و تمحیص کے بعد قوم کے نسب سے متعلق کہا کہ تنولی مغل بر۔لاس ہیں۔

نوٹ:۔ ۱۹۸۵ء میں ڈب مانسہرہ میں تنولی ویلفیئر کا ایک اجلاس ہوا۔
جس میں حاجی عبدالقیوم خان مانسہرہ کو صدر یونین، نائب صدر غلام نبی خان، جنرل
سیکرٹری ملک سہراب چنے گئے تھے۔ اُس اجلاس کے مہمانِ خصوصی جناب نوابزادہ
صلاح الدین تھے جس میں تقریباً چار صد سے زائد معززین قوم تنولی شریک ہوئے تھے
خواص خان کوکلوی نے اپنی تقریر کے دوران کہا تھا کہ آپ کے شجرہ نسب
تیار کئے جا رہے ہیں جناب اسمٰعیل کوکلوی کی کتاب کی طرف بھی اشارہ تھا کہ تنولی
بنی اسرائیلی ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد ہیں اور یہ بات رجسٹر پر
درج ہے۔ ہم فدا محمد خان کی بات کو کس طرح تسلیم کریں کہ خواص خان کہتے ہیں کہ
تنولی مغل ہیں۔ جبکہ شجرہ نسب بھی پیش نہ کر سکے۔

سر الف کیرو دی پٹھان و تاریخ مخزن افغانی، خواجہ نعمت "تاریخ
خورشید جہاں" کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان تواریخ میں کل پٹھانوں کے
شجرہ نسب ہائے دیئے گئے لیکن تنولیوں کا شجرہ نسب نہیں دیا گیا لہذا تنولی پٹھان نہیں

افضل خان جدون کے حوالہ سے جو تنولی تاریخ کے آئینہ میں درج
ہیں کہ اخوند میر صاحب کا حوالہ جو تاریخ ۱۴۸۰ء یعنی اس سے بھی قبل کی بتاتے
ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اخوند میر کے قول کے مطابق مزار شریف افغانستان کے متعلق

مرزا بے قرا سلطان سنجر سلجوق کے وقت لکھی ہوئی ایک تاریخی کتاب کے سبب ۱۴۸۰ ار میں پتہ چلا کہ دانا بیلال یا تنا بلیاں سے مراد تنولی ہیں جس کا ذکر مندرجہ بالا مضمون میں کیا ہے تنولی کہتے ہیں کہ ہم تنولی برادر افغانیہ اند۔

اس بارے میں تفصیل میں نے پہلے بھی کتاب ہذا میں درج کردی ہے

کرنل چارلس میسن رسائے باختیار نامی خاندان

یہ صوبہ سرحد کے ڈیرہ جات اور پنجاب ان سرکردہ اور ممتاز خاندانوں کے حالات پر مبنی تاریخ جو کرنل چارلس میسن نے انگریزی میں تحریر کی ہے جو کہ ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی ۔ اس کتاب میں تنولیوں کی دونوں شاخوں یعنی پلال اور ہندوال کا ذکر کیا گیا ہے ۔ کرنل چارلس میسن نے دوست محمد خان پلال رئیس شنکگڑی کے باب جس میں جن تنولیوں کا نام جو پلال خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یہ ہیں :۔ نواب خان رئیس شنکگڑی دوست محمد خان ولد محمد خان سکنہ کوٹھیالہ، نیایت اللہ خان آف چھہڈ ، سلطان محمد خان بیڑ، اور محمد خان سکنہ پھوہار۔

کرنل چارلس میسن لکھتے ہیں کہ درہ تانال کی مناسبت سے اس علاقہ کا نام قابضین نے تناول رکھا۔ جو کہ سوات کے نزدیک واقع ہے۔ مزید حالات و واقعات لکھنے کے بعد اس نے یہ بھی لکھا کہ زبردست خان المعروف صوبہ خان احمد شاہ درانی کے دور میں رئیس پلال قوم تھا۔

محمد خان بن خیر اللہ خان جو کوٹھیالہ کا رئیس تھا اور کوٹھیالہ کے ۱/۹ حصے کا مالک تھا۔ اس کے علاوہ اس کو جاگیر سے معقول آمدن ہے ۔ چارلس میسن نے سلطان محمد بیڑ کے بارے میں لکھا کہ وہ لاہور ایچی سن کالج میں تعلیم حاصل

کررہا ہے جبکہ عنایت اللہ خان رئیس جمہڑ اور سلطان محمد، ہیڈ رئیس پھیوبار ہے جو کہ صوبہ خان خاندان کا سرکردہ شخص ہے۔

باب ہندوال میں سر محمد اکرم خان کے سی۔ ایس۔ آئی رئیس امب، جہانداد خان، پائندہ خان، محمد افضل، خان عبدالرحمان خان والئی پھلڑہ اور محمد افضل خان جو کہ سر محمد اکرم خان کا لڑکا ذکر کیا گیا ہے۔ کرنل چارلس آگے مزید لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارا بزرگ خراسان کا بادشاہ تھا۔ جب اسریا کے بادشاہ نے اس کو وہاں سے نکال دیا تو وہ سیدھا سوات آیا۔ اور وہاں آباد ہو گیا۔ جبکہ امیر خان اس کی اولاد سے تھا۔ انہوں نے یہاں حکومت بھی کی۔ امیر خان کے دو بیٹے ہند خان اور پال خان تھے جو کہ پلال اور ہند خان ہندوال تنولیوں کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔

جب ان کو جائے سکونت چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تو پھر انہوں نے مشرق کا رخ کیا۔ اور امب اور اس کے قرب و جوار جو کہ دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے آباد ہو گئے۔ جو کہ اب علاقہ تناول کہلاتا ہے۔ تنولیوں کے رئیس زبردست خان نے شاہِ افغانستان احمد شاہ درّانی کی مدد کی جس کے صلے میں اُسے ایک جاگیر اور صوبہ خان کا خطاب ملا۔

نوٹ:۔ کرنل چارلس میسن کی کتاب جو کہ ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی۔ جو غالباً اس سے قبل لکھی گئی ہو گی۔ اُس میں جن تنولی خاندان کے قائدین کے بیانات ہیں جو کہ قوم پلال اور ہندوال کے وہ چمکتے ستارے ہیں جن کے بارے میں تاریخ لکھی جاتی ہے اور لکھی بھی گئی ہے۔

اِن قائدین کے کارنامے تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف کے ساتھ ثبت ہیں۔ اِن قائدین میں زبردست خان عرف صوبہ خان، سربلند خان، دوست محمد خان

نواب محمد خان، عنایت اللہ خان، سلطان محمد ہیڑ- محمد خان پھوہاریہ تمام ہلال خاندان
کے افراد ہیں جبکہ منڈوال خاندان کے پائندہ خان، سر محمد اکرم خان، جہانداد خان،
عبدالرحمٰن اور محمد افضل شامل ہیں - یہ سب بھی اپنے آپکو حضرت یوسف علیہ السلام کی
اولاد بتاتے ہیں - جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیلی ہے نہ کہ اسمٰعیلی
جس قوم کے فرد اِن قائدین کے بیانات کو نہیں مانتے اور ملہوترہ،
عبدالعزیز یا دیگر ادوار کے افراد جو قوم تنولی سے تعلق نہیں رکھتے یا قوم تنولی کے
بعض افراد کو عباسی اور بعض کو مغل قرار دے کر قوم تنولی نسل کو مشکوک بنانے کی
کوشش کر رہے ہیں اور یہ افراد قوم تنولی کے خلاف سازش کر کے ان کو مختلف
دھڑوں میں تقسیم کر رہے ہیں -
حقیقت بات وہ ہوتی ہے جو آباؤ اجداد سے سینہ بہ سینہ چلی آتی ہو
اسی بات پر یقین کر لینا چاہیئے نہ کہ غیر اقوام کے قول پر -
شاید فدا محمد خان یہ نہیں سمجھتے کہ افغان پٹھان اور خلجی ایک ہی نام
ہے یہ بنی اسرائیلی لقب ہے - تاریخ مخزن افغانی، خورشید اور دی پٹھان وغیرہ کا
حوالہ جو فدا محمد خان نے دیا ہے کہ کسی تاریخ میں تنولیوں اور پٹھانوں کا شجرہ نسب
نہیں دیا گیا - جبکہ میں نے اس کی تفصیل کتاب ہٰذا کے ضمیمہ ۱ میں تحریر کر دی ہے -
اِن کے ایک اور حوالہ ملک قلندر خان تنولی نے ۱۹۱ء میں نسب تنولی کا ایک
کتابچہ لکھا جس میں زبردست خان عرف صوبہ خان کو مغل قرار دیا ہے (تنولی نہیں)
اِنہوں نے قلندر خان کے نسب کا ذکر تو کر دیا لیکن وہ اپنی کتاب تاریخ تناول میں
نسب نامہ تحریر نہ کر سکے - ہم اُس کی رائے کو کس طرح تسلیم کریں - رہا مسئلہ
صوبہ خان کی کہانی کا تو اُس میں اُن کو مغل قرار دیا گیا ہے اس کی مکمل تفصیل کتاب
ہٰذا میں درج ہے ان کی کہانی کی اصلیت مکمل تحقیق کے بعد بیان کی گئی ہے -

---

حوالہ جات :- "تاریخ خورشید جہاں" صفحات نمبر ۱۹۸ تا ۱۹۹

۱۔ بادشاہ سبکتگین ۳۸۷ھ کو بغرض جہاد، راجہ جے پال کے جہاد میں افغانوں نے مدد کی۔ جس سے کامیابی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں سلطان واپس غزنی لوٹا۔ اتو لا امرا کو ۲ ہزار افغانی اور خلجی کو پشاور میں چھوڑ گیا۔ اور ہمیشہ افغانوں اور خلجی کے امراء و اقربا کو اپنی ملازمت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ جو کہ سلطنت کے محبوب لوگوں میں شمار ہونے لگے۔

۳۔ تاریخ سوات مولف عبدالودود میاں گل والئ سوات

افغان ریاست تناول

ریاست سوات کے جنوب مشرق میں ریاست امب ہے جس میں افغانوں کی تناولی شاخ آباد ہے اس ریاست کا کل رقبہ ۲۲۵ مربع میل ہے اور اس کی آبادی پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ ۱۸۹۰ء میں محمد اکرم نواب امب ہوئے۔ وہ ۱۹۰۷ء میں فوت ہوئے ان کے بعد خانیزمان خان نواب ہوئے فروری ۱۹۳۶ء تک نواب رہے ۱۹۲۴ء میں نواب خانیزمان خان کے دور میں امب کی تناولی فوج دادی حملہ میں صف آرا ہوئی تھی۔ ۱۹۳۶ء میں نواب خانیزمان خان فوت ہوئے۔ تو جلاوطن ولی عہد محمد فرید خان امب کے نواب ہوئے۔ یہ ریاستیں سوات دیر، اور امب پاکستان میں شامل ہو گئیں۔ جبکہ یہ تینوں ریاستیں افغانیوں کی ہیں البتہ چترال کے لوگ پٹھانوں سے مختلف ہیں۔

۱۔ محمد اسلم خان جدون نواں شہر ایبٹ آباد نے کتاب الافغان میں تنولیوں کو خلجی قرار دیا ہے۔ مخزن افغانی میں خورشید جہان اور دی پٹھان کا حوالہ دیا ہے کہ تنولیوں کو ان میں سے کسی نے پٹھان نہیں لکھا۔

خواجہ نعمت اللہ سہروردی کے دور کی لکھی ہوئی تاریخ "مخزن افغانی" کا اگر فدا محمد خان محقق کی نظر سے مطالعہ کرتے اور جس میں افغانوں کے شجرہ نسب

موجود ہیں۔ وہی شجرہ ہائے خورشید جہاں اور دی پٹھان میں بھی درج ہیں
جن میں اقوام خلیج یعنی غلزئی۔ توخی، ہوتک وغیرہ کے شجرے درج ہیں۔
اور اقوام خلیج کی (توخی) شاخ کے افراد ہی تنولی ہیں۔ جس کی تشریح قوم
تنولی کے شجرہ نسب میں کی گئی ہے جو کہ ضمیمہ ۱ میں درج ہے۔
۱۲۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہیں۔ جنہوں نے اپنا تشخص اپنی گوت کے نام پر
برقرار رکھا۔ ان میں آفریدی، مسعود، وزیر، مہمند، جدون، ترین،
درانی، خٹک، تنولی، دلازاک، سواتی، یوسف زئی، اتمان زئی، احمد زئی
محمد زئی یا ان کی کئی گوتیں شامل ہیں۔

افغانستان کے وجود میں آنے کے بعد ۱۷۰۷ء میں خلجی سردار میر اویس
نے افغان بادشاہی کا پرچم لہرایا۔ تو افغانستان میں تمام بسنے والی قومیں افغانی
کہلانے لگیں۔ جبکہ ہندوستانی ان تمام قبائل کو پٹھان کہتے ہیں افغان خلیج اور
پٹھان تینوں ایک ہی ہیں۔

خواجہ نعمت اللہ سہروردی یا جن مؤرخین نے ان کی تقلید کی ہے
شجرہ نسب میں افغانیوں اور خلجیوں میں کسی کو غل زوے اور کسی کو لاوارث بچے
کی اولاد ظاہر کیا گیا ہے لہٰذا اس کے متعلق میں نے تفصیلاً الافغان تنولی کے ضمیمہ ۱
میں ذکر کیا ہے اور پریشان خٹک کی کتاب "پشتون کون" میں خواجہ نعمت اللہ
سہروردی کی کتاب مخزن افغانی پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔

تاریخ تناول کے صفحہ نمبر ۷۶ میں مؤلف یوں فرماتے ہیں:-

" امیر محمد خان نے ۱۲۳۵ء میں جمبر دو پر قبضہ کیا۔ اور جانشین ۱۹۲۱ء
میں بنائے گئے۔ ۱۲۳۲ء میں وفات کا ذکر اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۵ میں کرتے ہیں
اور اسی صفحہ پر عنوان "ہندوستان میں مغلوں اور افغانوں کی پہلی جھڑپ"
۱۲۳۵ء کے پہلے معرکہ میں شدید برفباری اور باد و باران کی وجہ سے

ننگر ہار کے مقام پر پسپا ہوئے۔ اور دوسری دفعہ اسی سال باالدکے جنگ یعنی ۱۲۳۵ء میں جمرود پر قابض ہو گئے۔ اور آگے چل کر صفحہ نمبر ۸۶ پر لکھتے ہیں کہ ۱۴۷۲ء میں جمرود کے افغانوں اور یوسف زئیوں کے شکست کھانے کے بعد بہت سے خاندانوں نے بہ نسب آباؤ اجداد تنولیاں نے اپنی سکونت وہیں قائم رکھی۔ اور فاتح لوگوں کی اطاعت قبول کر لی۔ جن لوگوں نے جمرود سے ہجرت کی ان میں خان فروش خان اور ممارا خان بھی شامل تھے۔

آگے مزید فرماتے ہیں :۔ جو لوگ اُس وقت یہاں رہ گئے اور جو اِس گاؤں میں رہائش پذیر ہیں اور اِسی طرح گاؤں جمرود میں بگرکاٹھی امیر خان سواتی موجود ہے۔ جن کے نام یہ گاؤں لکھے گئے ہیں :۔ مناگی ، حمزہ ڈیر، رنڈھی، کواٹھی۔ شنکرکڈی، بیس گاڑن، زو شک اور کرکاٹھی حیات خان شامل ہیں ۔

خان فروش کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ ۱۴۲۴ء سے ۱۴۷۲ء تک جمرود پر حکومت کی ۔ حسین وجمیل اور پر وقار شخصیت کا مالک تھا لیکن سیرت و کردار میں شیطان صفت تھا۔

آگے مزید لکھتے ہیں :۔ جو خاندان وہاں سے ہجرت نہیں کر سکے وہ اپنے آپ کو تنولیوں کا ہم نسب کہتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو مغلوں کی اولاد بھی ظاہر کرتے ہیں۔

فدا محمد خان کی گاندھیاں آمد :۔

۱۵ فروری ۱۹۹۱ء کو مؤلف تاریخ تناول فدا محمد خان میرے غریب خانہ پر گاندھیاں تشریف لائے۔ اور انہوں نے چیف آف تنولی نوابزادہ صلاح الدین خان

کا حوالہ دیا اُنہوں نے مجھے آپ کے پاس تحقیق کے لیے بھیجا ہے کیونکہ میں قوم تنولی کی تاریخ لکھ رہا ہوں۔ تاکہ آپ سے مجھے کچھ حالات و واقعات معلوم ہو سکیں۔

لیکن جناب نوابزادہ صاحب نے آپ کے متعلق کہا کہ وہ قوم تنولی کی تحقیق کر رہے ہیں اور ایک کتاب الافغان تنولی ترتیب دے رہے ہیں آپ ان سے استفادہ کریں۔

میں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فدا محمد خان سے اُن کی تحقیق کے بارے میں چند سوالات کیے چونکہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اِس تحقیق کے لیے بہت تکالیف اُٹھائی ہیں۔

سوال :۔ آپکی تحقیق کے مطابق تنولی کونسے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

جواب :۔ تنولی مغل برلاس ہیں۔

سوال :۔ کیا آپکے پاس کوئی ایسا شجرہ نسب موجود ہے جو تنولیوں اور مغلوں کو یک جدی بنادے ؟

جواب :۔ میرے پاس شجرہ نسب تو کوئی نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ بغیر شجرہ نسب کے کسی قوم کو کسی قوم کے ہم نسب کس طرح بنا سکتے ہیں

سوال :۔ آپ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں ؟

جواب :۔ میں قوم تنولی سے۔

سوال :۔ کیا آپ اپنی قومی شاخ یا اپنا شجرہ نسب بتا سکتے ہیں ؟

جواب :۔ مجھے صرف اپنے باپ اور دادا کا نام یاد ہے۔ دیگر مجھے اپنی قومی شاخ یا شجرہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

میں نے کہا صاحب ! پہلے آپ اپنی قومیت کی تحقیق کر کے اُسے درست کریں۔ بعد میں پوری قوم خود ہو جائے گی۔

اِن سوالات و جوابات کے بعد میں نے ان کے پاس مسودہ دیکھا۔

ایک مقالہ اخوندیر صاحب اور دوسرا کرنل چارلس میسن رؤسائے باختیار و نامی خاندان کا تھا جس کی تفصیل میں نے اسی ضمیمہ میں درج کردی ہے۔

فدا محمد خان کی کتاب تاریخ تناول جو کہ چھپ چکی ہے اس کا مسودہ جو کہ "تاریخ تنولیاں" سید مراد علی شاہ اور "تاریخ تنولی کے آئینہ میں" جناب اسمٰعیل خان کو کلوہی سے مرتب شدہ ہے۔ لہٰذا اُس کے شجرہ نسب میں جد امجد حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ اور میں نے ایک شجرہ نسب صورت دیہی ہزارہ ڈویژن جو کہ عہد انگریزی کے قومی بیانات سے مرتب شدہ تھا تحریر کیا ہے۔ میں اُن کی توجہ کرنل چارلس میسن کے دلانا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے رؤسائے قوم تنولی کو حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد قرار دیا۔ لہٰذا میں یہ کہتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیلی ہے (مغل) نہیں ہے۔

میں نے فدا محمد خان سے سوال کیا کہ:۔ کیا آپ جمرود تشریف لے گئے تھے کہ جو گاؤں آپ نے اپنے مسودہ میں تحریر کئے اور وہاں پر قوم تنولی کے معززین سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے تو تب ہی آپ تنولی نسب کو مغل قرار دیتے ہیں؟ جواب:۔ میں وہاں نہیں جا سکا۔ بلکہ میں نے سُنا ہے۔

امیر خان کی جنگ ۱۲۳۵ء کا حوالہ دیا کہ جمرود پر ۱۲۳۵ء سے قبضہ ہے۔ اور وہ تحقیق کرتے تو اتنی دروغ گوئی کی کوفت نہ اُٹھانی پڑتی۔

ننگر ہار جو کہ افغانستان میں ایک صوبے کی حیثیت رکھتا ہے تو وہ تاریخی اعتبار سے جمرود میں تنولیوں کی شکست بتاتے ہیں۔ جبکہ امیر خان ۶۴۹ھ بمطابق ۱۲۳۲ء کو سوات میں شہید ہو گئے تھے۔ لیکن فدا محمد خان ۱۲۳۵ء میں اُن کا جمرود پر قبضہ بتاتے ہیں۔ اُنہوں نے جمرود میں تنولیوں کے جو دیہات بتائے ہیں۔ مگر وہاں تو کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے بلکہ یہ گاؤں تحصیل صوابی ضلع مردان میں واقع ہیں۔ اور اِنہی میں تنولی بھی آباد ہیں۔ جن کا شجرہ نسب میں نے کتاب ہذا میں دیدیا ہے

میں بھی امیر خان کے بارے میں تحقیق کے لیے جبرود گیا ہوں۔ لیکن مجھے وہاں ایسی کوئی گھڑی نہیں ملی جو امیر خان سے منسوب ہو۔ ہاں البتہ صوابی کے ایک گاؤں گھڑی امیر خان کے بارے میں جناب اسمٰعیل خان کوکلوی نے اپنی کتاب میں اشارہ کیا تھا۔

نوٹ:۔ فدا محمد خان نے اپنی کتاب میں تنولیوں کے بارے میں جتنے حالات و واقعات تحریر کیئے ہیں وہ تقریباً سیّد مراد علی شاہ اور اسمٰعیل کوکلوی کی تواریخ اور صوبدن دیہی میں بھی موجود ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنی کتاب میں اِن ہر دو تواریخ کا حوالہ نہ دیا اور نہ ہی اُن تاریخی کتب کا نام تک لیا ہے۔

فدا محمد خان نے مندرجہ ذیل اقتباس دیا ہے۔

"جناب فرد وشش خان جو قوم کے معمار ہیں۔ آج سے تقریباً پانچ صد برس پہلے گزر گئے ہیں۔ یہ الفاظ اور اُنکے کردار کا کس طرح معلوم ہوا۔"

میرے خیال میں کوئی مؤرخ ایسے الفاظ اپنے دشمنوں کے بارے میں بھی تاریخ کے اوراق میں درج نہیں کرتا اور نہ کیئے ہیں۔ لیکن اپنی ہی قوم کے ایک فرد کو شیطان سیرت کہنا اُس کے ہی شایان شان ہو سکتا ہے جو خود شیطان سیرت ہو۔

شجرہ نسب جو تاریخ تناول میں مختصراً دیا گیا ہے وہ نقل کیا گیا جو کہ تاریخ سیّد مراد علی شاہ اور تاریخ اسمٰعیل خان کوکلوی سے لیا گیا۔ جبکہ اُن تواریخ میں مکمل شجرہ نسب موجود ہے جو اُنہوں نے تحریر نہیں کیا۔ اس لیے شجرہ نسب میں حضرت یوسف علیہ السلام جدّ امجد ہیں۔ کہ تنولی بنی اسرائیلی ظاہر نہ ہو جائیں۔

۱۴۷۲ء کی جنگ ترکوں اور تنولیوں کے درمیان

اس بارے میں فدا محمد خان یوں نقشہ پیش کرتے ہیں کہ سلطان شہاب الدین نے اپنے بیٹے سلطان دریا خان کو تنولیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم۔ اور سلطان

۱۲ ہزار کے لشکر کے ساتھ سلطان ممار اخان سے جنگ کی اور شکست کھائی۔ حالانکہ تاریخ ہزارہ کے صفحہ ۱۱۳ میں محمد ارشاد خان سلطان شہاب الدین کی آمدگی باغ ۱۴۹۵ء میں بتاتے ہیں۔ فدا محمد خان تئیس برس قبل بتاتے ہیں۔ سلطان شہاب الدین کے بیٹے سے جنگ تنولیاں بتاتے ہیں۔

ء۲۔ ایک اور جنگ ۱۶۸۶ء میں سلطان محمود خورد اور بہادر خان پلال کے درمیان بتاتے ہیں۔ یعنی ترکوں اور تنولیوں کی جنگ۔ اور قبول خان کی شہنشاہ اکبر سے ملاقات اور شاہراہ کشمیر کا نگران مقرر کرنا۔ برائے محصول شاہراہ کشمیر پر چوکیاں مقرر کرنا۔ اور صفحہ ۹۳ پر دو ہزار تنولیوں کا افغانستان سے بمعہ اہل و عیال آنا۔ دریائے سندھ کو عبور کر کے دربند کے راستے قبول خان کی قیادت میں آباد ہونا۔ یہ واقعہ ۱۵۹۴ء کا بتاتے ہیں۔

ء۱۔ سلطان حسین خان جس کا لقب نصر الدین تھا۔ تاریخ ہزارہ ارشاد خان کے مطابق صفحہ ۹۲ پر اکبر نامہ کا حوالہ ۱۵۵۲ء کا دے کر۔ یوں فرماتے ہیں:۔ ہاتھی میرہ شاہی کیمپ اکبری کا لگانا۔ سلطان حسین کا منتظم ہونا کا ذکر موجود ہے۔ تاریخی لحاظ سے مغلوں کا انتظام شاہراہ کشمیر وغیرہ کا سلطان حسین کے سپرد تھا۔ قبول خان کا شہنشاہ اکبر و شاہراہ کشمیر کا نگراں ہونا کسی تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی فدا محمد خان نے کسی مستند تاریخ کا حوالہ دیا ہے۔ اس لیے قبول خان کے بارے میں شاہراہ کشمیر پر نگران مقرر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

ء۲۔ دو ہزار تنولیوں کا افغانستان سے آنا اور قبول خان کی قیادت میں تناول میں آباد ہونا۔ نہ ہی جائے آمد افغانستان بتائی گئی اور نہ ہی تناول میں کوئی ایسی جگہ بتائی گئی کہ وہ لوگ کونسی جگہ آباد ہیں۔ اور نہ ان کی کنیت بتائی گئی کہ وہ تنولیوں کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو کسی قوم کی تاریخ کو افسانے کی صورت میں پیش کریں خدا کے مجرم نہیں ہوں گے۔؟

اگر فدا محمد خان صورت دیہی قوم تنولی جس میں تقسیم قوم ملک تناول ملاحظہ کر لیتے۔ جس کی تفصیل میں نے کتاب ہذا میں لکھ دی ہر طبقہ یا قوم اپنی اپنی حصہ داری پر قابض اور حکمرانی کر رہا ہے۔ شاید یہ افسانہ نگاری فدا محمد خان کو کرنا پڑتی۔

سلطان محمود خورد والئی پکھل

ماثر عالمگیری کے صفحہ ۶۶ کے حوالہ سے تاریخ ہزارہ ارشاد خان صفحہ [۲۱۱] میں یوں فرماتے ہیں کہ سلطان محمود خورد کے دور میں یوسف زئیوں نے قلعہ چھانجل جو بگرام کے نزدیک ہے ۱۶۶۶ء میں فتح کیا تو اُس دور میں سلطان محمود خورد ترک فوج کے ہمراہ قبائلی بغاوت کے فرو کے لیے بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے حکم سے حسن ابدال کے راستے سرحدی علاقہ کو روانہ ہوئے۔ اور اس کے بعد گم ہو گئے۔ اور جب سواتی لشکر نے سید جلال بابا کی قیادت میں پکھلی کو فتح کیا یہ سن عیسوی ۱۷۰۳ یا ۱۷۰۲ء بتائی جاتی ہے جبکہ سلطان محمود خورد کی گمشدگی بتاتے ہیں اور اب بھی اُن کی اولاد گلی باغ میں موجود ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلطان محمود خورد تو ۱۶۶۶ء سے لاپتہ ہیں۔ اور ۱۷۰۳ء کے لگ بھگ اُن کا کوئی پتہ نہ چلا اور ۱۶۸۶ء میں بہادر خان پلال سے جنگ کرتے ہیں جبکہ اس کا تاریخ میں کوئی ثبوت موجود نہیں ہے فدا محمد خان نے تو یوں ہی افسانہ بنا کر تاریخ لکھ دی ہے۔

بہرام خان کے بارے میں صفحہ ۲۹۴ پر یوں فرماتے ہیں :-

بابا بہرام ۱۷۹۱ء کو لوہڑ تناول کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام فرید خان تھا انہوں نے ایک تنظیم بھی بنائی۔ جس کے وہ ۱۸۸۵ تا ۱۹۰۴ء تک تنظیم اتحاد کے سرپرست رہے انہوں نے نہ ہی بہرام خان کے بارے میں یہ لکھا کہ ان کی جائے سکونت کونسی تھی اور نہ ہی یہ حوالہ دیا کہ وہ تنولیوں کے کس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حالانکہ اُن کا شجرہ نسب یوں ہے :-

جو انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۵۵ میں درج کیا ہے جو انہوں نے تاریخ تنولیاں سیّد مراد علی سے لیا اور یہی شجرہ صورت دیہی ہزارہ ڈویژن میں بھی محفوظ ہے

(مختصر شجرہ)

ہنڈوال } گل محمد خان والئ ریاست ہنڈوال

چڑیال } ہیبت خان بہرام خان مست خان گاندھیاں
لاولد

میں یہ پوچھتا ہوں کہ فدا محمد خان کو ایسے حالات و واقعات اپنی کتاب میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی جن کا اُن کے پاس ثبوت ہی نہیں تھا؟

نوٹ :۔ میں نے ضمیمہ نمبر ۲ میں جناب فدا محمد خان نے جو حوالہ جات اپنی کتاب تاریخ تناول میں دیئے۔ اُن کے جواب میں مجھے تاریخ کی روشنی میں جو دلائل دستیاب ہوئے تھے میں نے پیش کر دیئے۔

چونکہ جناب فدا محمد خان جو اپنے آپ کو تنولی قوم کا فرد بتاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ تنولی تھے تو وہ تنولی قائدین کے کارناموں کو سامنے لاتے۔ جن کے نام پر انہوں نے تنولی قوم کی تاریخ لکھی۔ ان قائدین کے تشخص کو اجاگر کرتے۔ کیونکہ فدا محمد خان اپنے آپکو حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد بتاتے ہیں اور بنی اسرائیلی بھی بتلاتے ہیں۔ جبکہ انہوں نے اُن لوگوں کے بیانات کو اہمیت دی جو تنولیوں کو مغل بتاتے ہیں مگر ان کے بیانات کی کوئی وقعت نہیں۔ فدا محمد خان نے تنولیوں کو مغل بنانے کی ناکام سعی کی ہے۔

انہوں نے ظہیر الدین بابر کو الور خان کا بیٹا ظاہر کرنے کی سعی کی ہے۔ اور ساتھ ہی ترکوں کی جنگوں کو ۱۴۷۲ء کی بجائے ۱۵۸۶ء میں ظاہر کرتے ہیں جس کا وہ کوئی ثبوت بھی مہیا نہیں کر سکتے۔

فدا محمد خان اگر تاریخی لحاظ سے تحقیق کرتے تو انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ وہی تیموری نسل ہے۔ جیسے کہ مغل پر اس ظاہر کرکے جو سلطان شہاب الدین اور اس کی اولاد سلطان محمود والئ پکھل پکھلی ہیں۔ ایک طرف تو وہ ان کو یک جدی اور دوسری طرف وہ تنولیوں کو فاتح قرار دیتے ہیں۔ (صفحہ ۱۴)

اُن کی کتاب کے دیباچہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ میٹرک کرنے کے بعد سندھ تشریف لے گئے۔ وہاں سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ بیرونِ ملک چلے گئے۔ وطن واپس آکر وہ ادبی میدان میں کود پڑے۔ اور انہوں نے اپنی متعدد کتابوں کا حوالہ بھی دیا۔

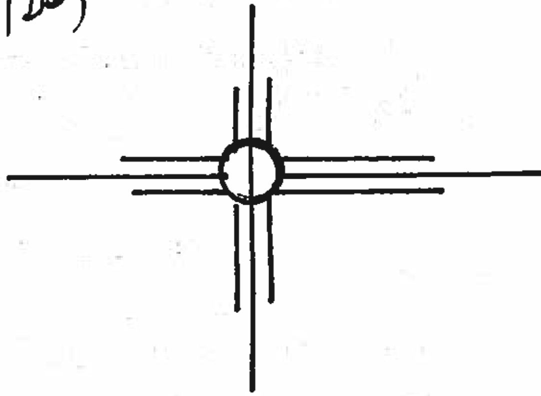
ایک مضمون جس کا عنوان ہے: "اللہ کی شان۔ پاکستان کا قاتل)
اس مضمون میں لکھا کہ " صدر سکندر مرزا کے متعلق جس سے آپ کو ذہنی کوفت ہوئی اور روپوش ہونا پڑا پھر جب مارشل لگا تو شکر ادا کیا۔ اور اس طرح آپ بچ گئے"۔
شاید یہی وجہ ہے کہ آپ سندھ اور پنجاب میں زیادہ تر رہائش پذیر ہوتے ہیں کیونکہ پنجاب کے اصل لوگ اور سندھی عوام افغانوں کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے نہیں۔ لہذا آپکو بھی اس نام یعنی افغان اور پٹھان سے محبت نہیں رہی۔ اس لیے آپ تنولیوں کے نام کے ساتھ افغان اور پٹھان کہلانا پسند نہیں کرتے۔

چونکہ مغل ترک وہ ہیں جنہوں نے تنولیوں اور افغانوں کے مابین کئی معرکے ہوئے۔ جو کہ تاریخ میں ثبت ہیں یکجا کرکے ان کی عداوت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یا اپنے آپکو تنولی قوم کا فرد بنا کر تنولیوں کے خلاف سازش اور کچھ غلط افسانے بنا کر اُن میں نفرت پھیلانا چاہتے ہیں؟
کیونکہ آپ نے اپنی کتاب میں اپنے قبیلے کا نام یا اپنا شجرہ نسب تک نہیں چھاپا کیونکہ وہ آپ ڈھونڈ ہی نہیں سکے۔ یا وہ واقعات جو آپ نے

تائید یا کم فہمی سے لکھے ہیں تو آپ قابل معافی ہیں۔ ورنہ ایسے لوگ جو کسی قوم کی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ناقابلِ معافی ہوتے ہیں۔

جیساکہ اب کئی برس بیت جانے کے بعد پٹھانوں نے خواجہ نعمت اللہ سہروردی پر نکتہ چینی شروع کر دی ہے اب جبکہ وہ اس دنیا میں نہیں ہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو اُن غیور افغان سے بدلہ لے لیتے۔

(غلام نبی)



شجرجات

تنولیوں کی عام زندگی و خدوخال

اخلاقی طاقت سپاہیانہ زندگی جنگجو و سیاسی معاملات میں معاملہ فہمی سادگی پسند، جفاکش اور سنگلاخ پہاڑوں رہائش، آزادئ وطن، قبیلہ، یا آزادئ خاندان کے لیے قربانی کا جذبہ موجود ہے۔

(اطاعت امیر) کی وجہ سے جتنی جنگیں قبائلیوں، کفار یا سکھوں سے لڑیں فتح یاب ہوئے جن کی بہادری دشمنوں نے بھی تسلیم کی ہے۔

سر الیف کسرو، اور ایبٹ نے ہزارہ گزیٹیئر میں اسے اچھا فوجی سپاہی تسلیم کیا ہے۔

خدوخال:-

مضبوط بدن، رعب دار، چست، سفید و گندمی رنگ، آنکھوں میں معمولی نشیلا پن جس کی وجہ نہایت خوبصورت ہوتے ہیں خوبصورتی کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اور بنی اسرائیلی ہیں۔

احمد شاہ ابدالی کے ہمرکاب مرہٹوں کے خلاف جہاد میں حصّہ لیا۔

آخری جنگ متھرا میں زبردست خان تنولی بیلال جو امیر جہاد تھا۔

احمد شاہ ابدالی نے صوبہ خان کو الوارڈ اور علاقہ پکھل و تناول کی سرداری اور ۱۲ ہزار کی جاگیر ریاست کشمیر عطا کی۔

یہ یاد رہے کہ اس سے قبل افغانستان نامی کوئی ملک نہ تھا بلکہ ان افغانوں کے علاقہ کو خراسان، سجستان، کوہستان، قندھار وغیرہ کے نام تھے۔

اس جنگ کے دوران احمد شاہ ابدالی نے افغانوں کے ملک کا نام افغانستان رکھا۔



شجرہ نسب قوم تنولی بنی اسرائیل

ضمیمہ (ج) نمبر ۳

آدم ثانی ۔ حضرت نوح علیہ السلام

- حام
- سام — یافث: مغل، ترک، تاتاری قومیں ان سے ہوئیں

سام:
- ارم
- ارفخشد
- قحطان

ارفخشد
شالخ
عابر
فالغ

فالغ:
- ملکان — حضرت خضر علیہ السلام
- ارعون — ساروغ — تاخور — تارخ یا آذر

تارخ یا آذر:
- ہارون
- نخور
- جد انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام

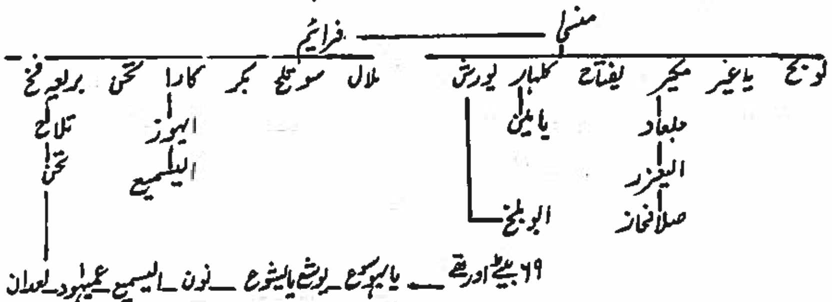
حضرت ابراہیم علیہ السلام:
- حضرت اسماعیل علیہ السلام
- حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام:
- حضرت یعقوب علیہ السلام
- عیسو

نوٹ: ہم قومی عوام نے اپنے سربراہوں اور خوانین حضرات کی کبھی خدمت بھی کی اور جنگیں چاہے سکھوں سے ہوئیں یا قوم کی آپس میں قوم نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا اور ہزاروں کی تعداد میں شہید ہوئے لیکن افسوس ہمارے بزرگ خوانین کو سربراہی کی خود غرضیوں کے سوا قومی فلاح و ترقی کی طرف کوئی توجہ نہ ہوئی۔ جس کی پاداش میں بے آواز لاٹھی نے آج محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا اور تنولی قوم بدستور پسماندگی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔

تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاس

حضرت یعقوب علیہ السلام:
- حضرت یوسف علیہ السلام
- بنیامین
- روبن
- یہودہ
- لاوی
- شمعون
- اشکارا
- زابولون
- دان
- نفتالی
- جد
- آشر



۶۹ بیٹے اور تھے ـــ یاہوسع ـ یوشع یالیشوع ـ نون ـ الیسیع عمیہود ـ لعدان

یواقیم ـ یافث ـ دومین خان

الیاسب ـ روبائیل ـ دکاکان ـ قائم خان

یدفرع ـ امران ـ طریخ کلان خان ـ استقر خان

سمعی ـ ہابردن ـ المخنہ ابناخان ـ لاہر خان یا کرخان

الجیل ـ یائر ـ تقر ـ دیناباہادرخان ـ شیرخان قبیلے نے اسکے نام سے قوم کو مغل گردانا

باراام ـ یاندارخان

ملکہ آستر مردکی ـ طوبیس یا طاوس ـ ملکی خان ـ سلطان لودھی

لیسع ـ طالوط ـ تیمان خان عوزباسی ـ سلطان بہلول

ایمان خان یا دی خان ـ دریا خان

جالسی ـ روگن خان یا رکن خان ـ سلطان ثانی

داؤد ـ اعنوز خان

حجان ـ تیزہ خان یا تراخان

احمد بہلول ـ مغل خان

اینجی خان یا انجاخان ـ ایبے خان

تاخوا خان ـ قتوتاخان

الیسنت خان ـ بادشاہ اخویرس کا وزیر تھا

سوایا ـ حسین ـ سلطان پیج خان

سلطان عبدالرسول ـ قطب الدین

سلطان برہان الدین بہرام خان ـ علاؤ الدین

منور خان ـ محمد باقر

انور خان ـ محمد اسماعیل

بہادر خان ـ محمد اسحاق

پھیکا خان ـ محمد حمزہ

محمد یوسف

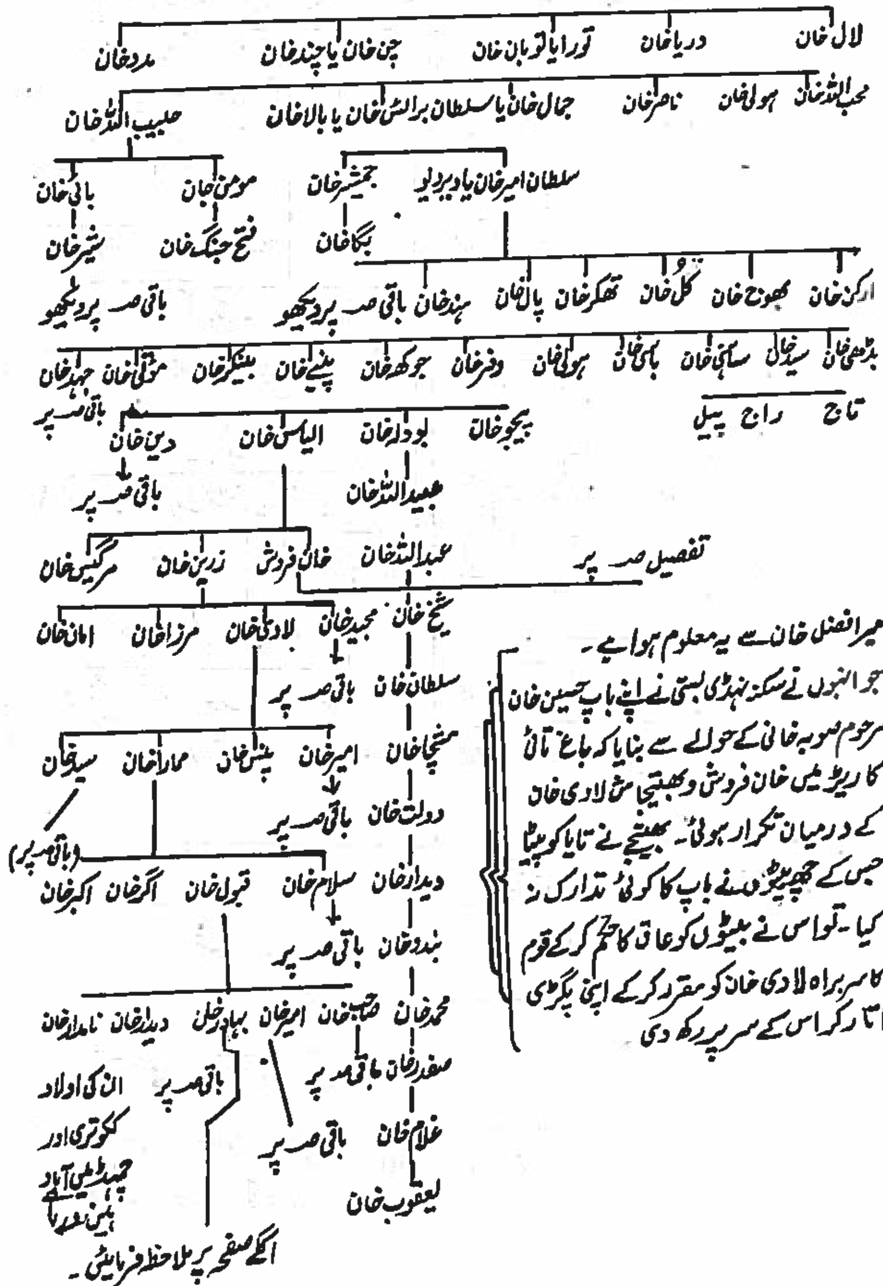
کھیک خان

لکھن خان

371 اگلے صفحہ پر

نوٹ:۔ اس کے چچا کی لڑکی ملکہ آستر جو کہ ایران کے بادشاہ اخویرس یا سائرس کی بیوی تھی۔ جس کے والدین مر گئے۔ تو مردکی نے پالی۔

لکھن خان



اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ان کی اولاد چھپڑے طیں آباد

زبردست خان عرف صوبہ خان — ذوالفقار خان — محمد یار — زرم داد خان — فتح خان — مرزا خان — ہمت خان — خاتم خان — مغل خان — شاہنواز خان — استا خان — خانزادہ خان

محمد علی — الف خان — امان اللہ — سمندر خان

حسن علی — شیر زمان — فیروز خان — خانزمان

ہاشم علی

جہانباز خان

امیر خان — الف خان — اعظم خان

مہنداخان

جمال خان — مہنداخان — شیر زمان — قلندر خان

سلطان محمد — عبداللہ

پیر محمد

سرفراز محمد خان — خواص خان — صفدر علی

میر زمان

گوہر رحمان — ایوب — محمد شفیق

محمد اشرف — محمد مظفر — علی اصغر

عبیداللہ

رحمت اللہ — فقیر اللہ — عبدالعزیز — عبداللطیف — خانبہادر

عنایت اللہ — دوست محمد

حمیداللہ — محمد سرور — سعداللہ

عبدالمجید — عبدالغفور — محمد اسلم

کرنل ریٹائرڈ

حیات خان — خانزمان — علی بہادر — فتح خان

فرید — ارسلہ — نواب

علی گوہر — نور محمد — اکرم خان — جبار خان — عمر خان — غلام حیدر

احمد خان — محمد زمان — سلطان محمد — عبدالرحمن خان بہادر جہانداد

سعادت خان — آزاد خان — ارسلہ خان

میر زمان — خانزمان — فضل خان — سمندر خان — اکرم خان

دلاور خان — شبلی خان

بندو خان

حاکم خان — حاتم خان — نواب خان — حمید خان

یوسف خان — بیندا خان

علی بہادر — انگلستان پر — انگلستان پر

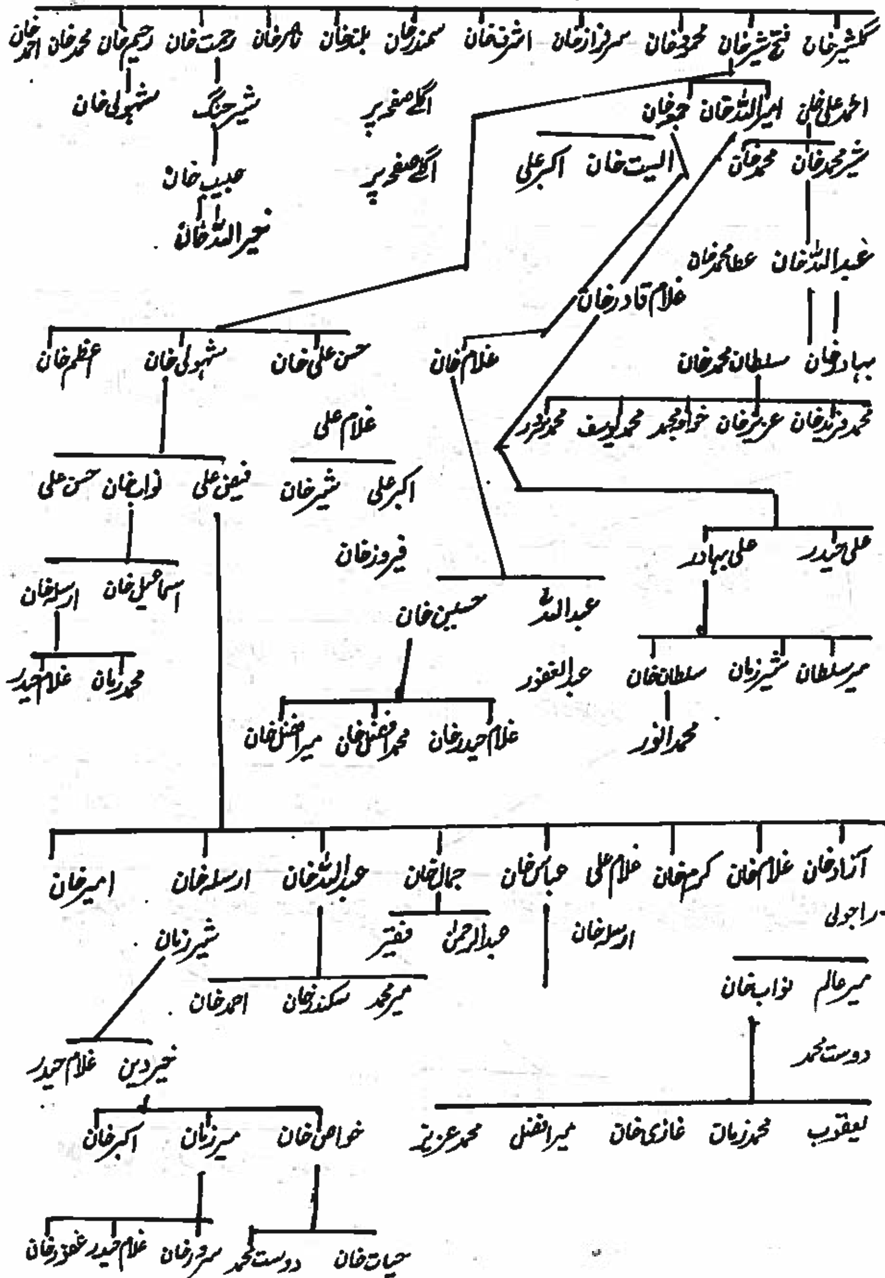
الف خان — امان اللہ — امیر خان — فیروز خان — سمندر خان

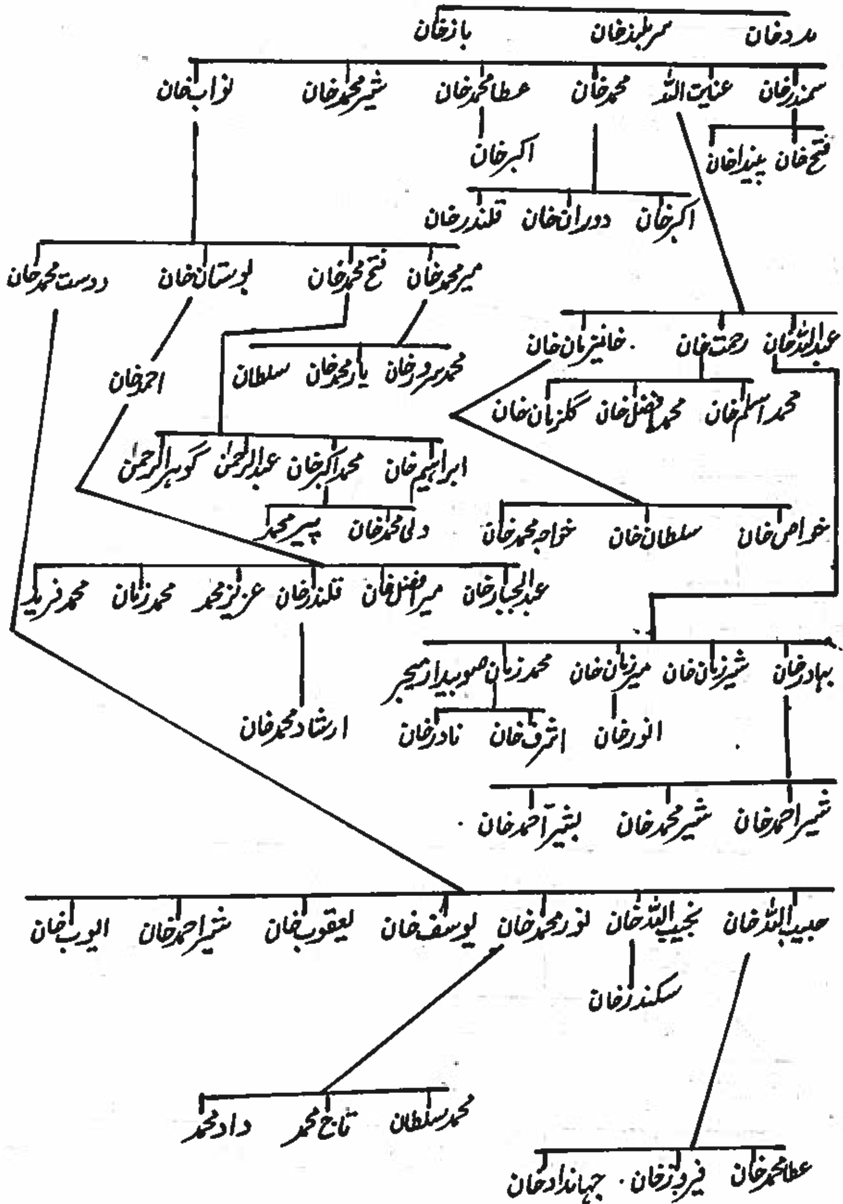
سنگار خان

عبداللہ خان

زبردست خان — سمندر خان

شیر احمد خان — حسین خان


زبردست خان
کگشیر خان
فتح شیر خان
محمد خان
سرفراز خان
اشرف خان
سمندر خان
بلند خان
ناصر خان
رحمت خان
رحیم خان
محمد خان
احمد خان
مشہولی خان
شیر جنگ
حبیب خان
نعیر اللہ خان
اگلے صفحہ پر
اگلے صفحہ پر
احمد علی خان
امیر اللہ خان
حبیب خان
شیر محمد خان
محمد خان
الیت خان
اکبر علی
عبداللہ خان
عطا محمد خان
غلام قادر خان
بہادر خان
سلطان محمد خان
غلام خان
حسن علی خان
مشہولی خان
عظیم خان
محمد فرید خان
عزیز خان
خواجہ محمد
محمد یوسف
محمد نور
غلام علی
اکبر علی
شیر خان
فیروز خان
فیض علی
نواب خان
حسن علی
علی حیدر
علی بہادر
اسماعیل خان
ارسلا خان
عبداللہ
حسین خان
میر سلطان
شیر زمان
سلطان خان
محمد زمان
غلام حیدر
عبدالغفور
محمد انور
غلام حیدر خان
محمد افضل خان
میر افضل خان
آزاد خان
غلام خان
کرم خان
غلام علی
عباس خان
جمال خان
عبداللہ خان
ارسلا خان
امیر خان
راجولی
ارسلا خان
عبدالرحمن
فقیر
شیر زمان
میر محمد
سکندر خان
احمد خان
میر عالم
نواب خان
دوست محمد
خیر دین
غلام حیدر
یعقوب
محمد زمان
غازی خان
میر افضل
محمد عزیز
خواص خان
میر زمان
اکبر خان
حیات خان
دوست محمد
سرفراز خان
غلام حیدر
غضنفر خان


سرفراز خان
مدد خان
سربلند خان
باز خان
سمندر خان
عنایت اللہ
محمد خان
عطا محمد خان
شیر محمد خان
نواب خان
فتح خان
پیندا خان
اکبر خان
اکبر خان
دوران خان
قلندر خان
میر محمد خان
فتح محمد خان
بوستان خان
دوست محمد خان
عبداللہ خان
رحمت خان
خان زمان خان
محمد سرور خان
یار محمد خان
سلطان
احمد خان
محمد اسلم خان
محمد افضل خان
گلزمان خان
ابراہیم خان
محمد اکبر خان
عبدالرحمن
گوہر الرحمن
غواص خان
سلطان خان
خواجہ محمد خان
ولی محمد خان
پیر محمد
عبدالجبار خان
میر افضل خان
قلندر خان
عزیز محمد
محمد زمان
محمد فرید
ارشاد محمد خان
بہادر خان
شیر زمان خان
میر زمان خان
محمد زمان صوبیدار میجر
انور خان
اشرف خان
نادر خان
شیر احمد خان
شیر محمد خان
بشیر احمد خان
حبیب اللہ خان
نجیب اللہ خان
نور محمد خان
یوسف خان
یعقوب خان
شیر احمد خان
ایوب خان
سکندر خان
محمد سلطان
تاج محمد
داد محمد
عطا محمد خان
فیروز خان
جہانداد خان

اشرف خان

غلام رسول — محمد خان — حسین خان — سیدخان

فتح خان — ارسلا خان — خیراللہ خان — علی خان

فیروز خان

فقیرا خان

اکبر علی — اکبر خان

غلام حیدر — فقیرا خان

خانیزمان — سمندر — اکبر خان

احمد خان

عبداللہ — خانیزمان — خواص خان — میرزمان — بشیر زمان

امیر خان — جمعہ خان — الف خان — حیات خان

نواب خان

اکبر خان

علی بہادر

دوست محمد — گلزمان

ولی محمد — پیندا خان

آزاد خان — بہادر خان — نواز خان — اکرم — فیروز

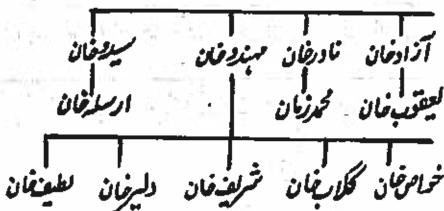
احمد خان — جمعہ خان — ناصر خان

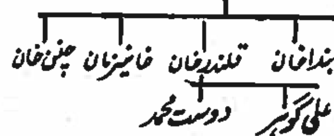
غلام خان — عبداللہ — رحمت خان

یعقوب خان — فقیر خان

میر عالم

میر محمد — دوست محمد — غازی خان





ہند خان

باہو خان، جلو خان، بھوتر خان، زمان خان

رحمت، جست

سحری خان، رحم خان، بیر خان، جموں خان

بلو خان، لدو خان، قاسم خان، گجی خان، عبد خان

کہکر خان، سترگ خان، متی خان، دریا خان، دردیرہ خان

چاڑہ خان

جالو خان، فروشا خان، لشکر خان، نتلو خان، اسمٰعیل خان

رسول خان، مہرا خان، خبرو خان، گجر خان، سوار رحمت

غیرت خان

جلال خان، فتح خان، گل محمد خان، صالح خان، دین خان

بہرام خان، ہیبت خان، مست خان

نجیم خان، نادر علی خان، ناصر علی خان، علی خان، ہاشم خان، نواب خان، نصر اللہ خان، قاسم خان

دو خان، امیر خان، آزاد خان، اکبر علی، متولی خان، صفدر علی خان، پائندہ خان

عبداللہ خان، عبدالرحمٰن خان، عطا محمد خان

غلام حیدر خان، اکبر خان، دوست خان، محمد عمر خان، عبدالرحمٰن

فتح خان، جہانداد خان، شاہ پسند خان، ارسلا خان، بہادر خان

سرور خان، معروف خان، ولی محمد، عطا محمد خان

نواب اکرم خان، صفدر علی خان

عبداللطیف خان، عبدالغفور، عبدالستار، عبدالاحد

وفات ۱۹۷۲ء اکوبری

اکبر خان، عمر خان، غلام حیدر خان، سلطان محمد خان، میر افضل خان، لطیف خان، نواب خانیزمان خان

فدا خان
انجینئر واپڈا

اسسٹنٹ کمشنر اسلم خان، فرید خان، اورنگزیب، فرید خان

سلیم خان، پولیس جنرل، سعید خان

صلاح الدین خان، جہانگیر خان

قوم تنولی کا آخری حکمران تھا حکومت پاکستان نے ریاست کا انتظام اپنی تحویل میں کر لیا اور بچے کی کفالت حکومت کر رہی ہے۔

شجرہ نسب پتہ ہیبت خان

سرگودھا

نواب محمد اکرم خان پیدائش ۱۸۴۶ء وفات ۱۹۰۷ء

نواب خان زمان خان — عبداللطیف خان پڑھنہ — محمد عمر خان بگرائی

نواب محمد فرید خان — اورنگزیب خان — حیدر زمان خان

نواب محمد سعید خان

نوابزادہ صلاح الدین خان جو کہ ۱۹۸۵ء میں ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوا — نوابزادہ جہانگیر خان

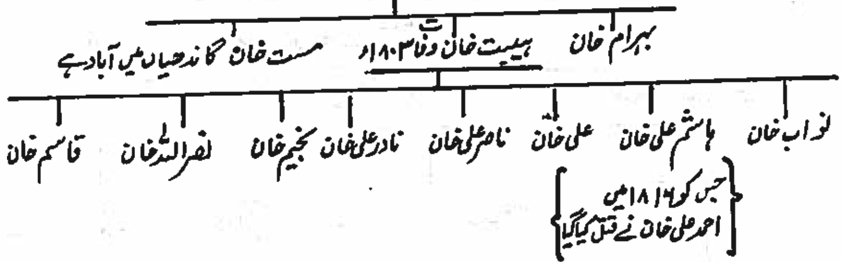
محمد فرید خان (ریٹائرڈ جنرل پولیس) — محمد اسلم خان

ارشد خان — سلیم خان

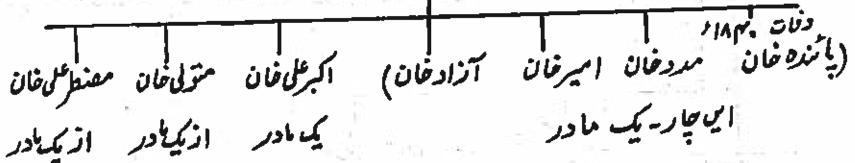
عالم زیب خان ایڈووکیٹ — محمد اجمل خان

سجاد خان

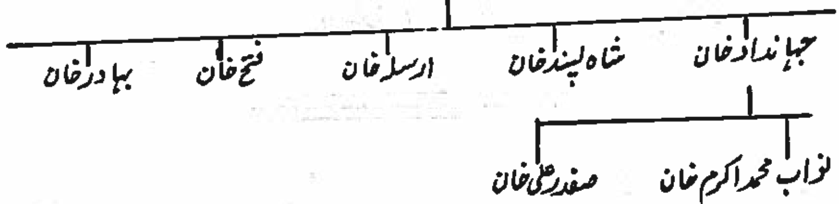
شجرہ نسب پتہ ہندوال ہیبت خان



نواب خان

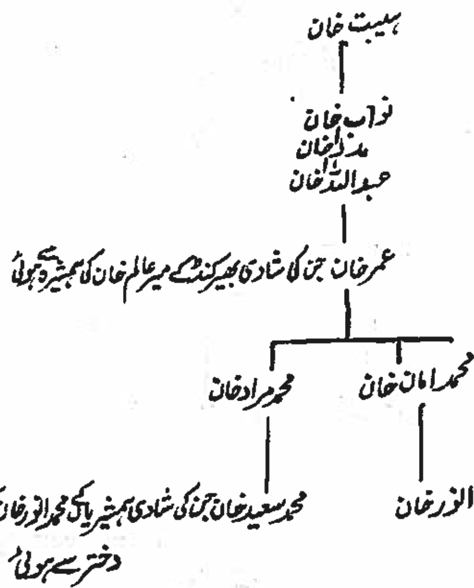


نواب پائندہ خان

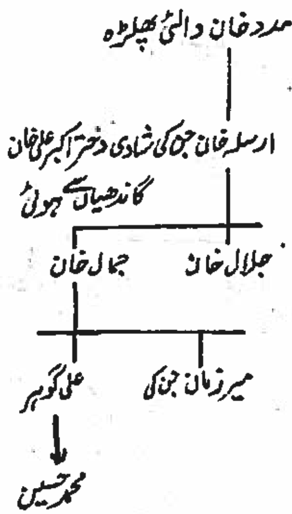


(باقی اگلے صفحہ پر)

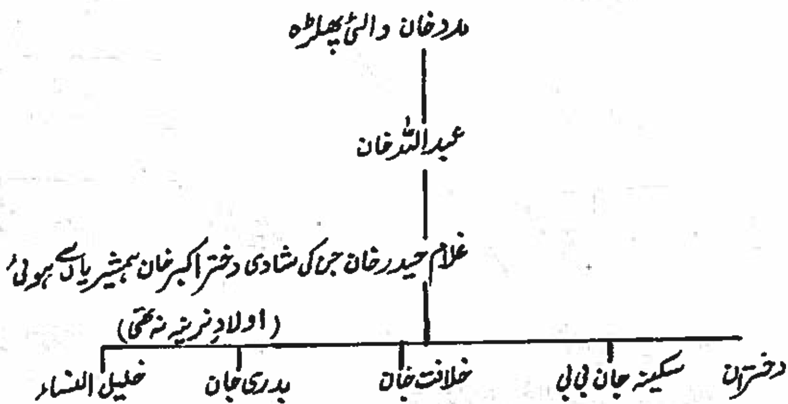
موضع خیل ریاست پھلڑہ تناول



موضع گوجرہ

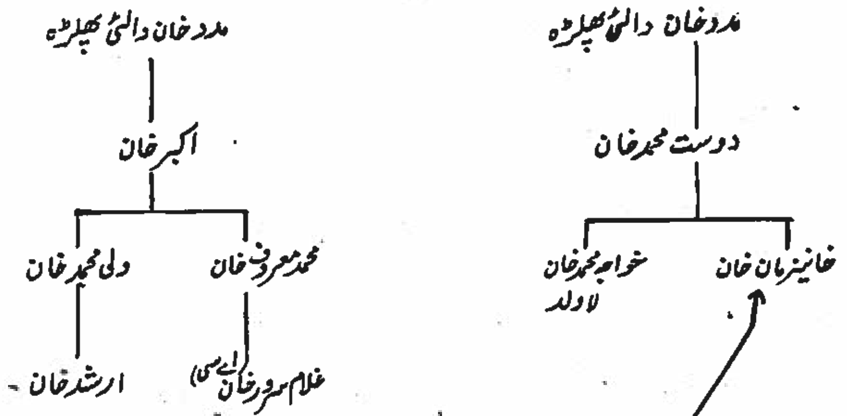


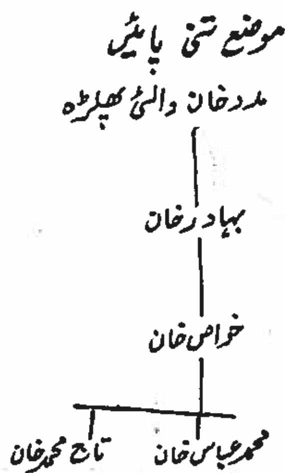
موضع (بانڈی) پھلڑہ

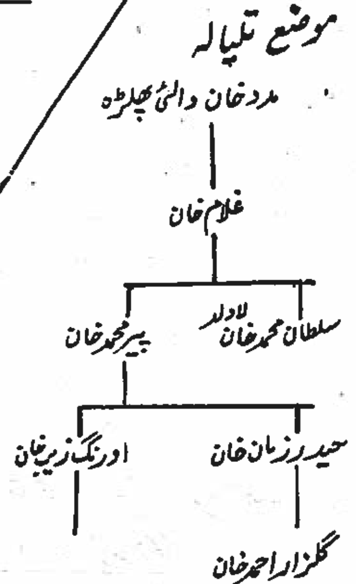


موضع ترّپی

موضع گکھڑوال ریاست پھلڑہ







نواب محمد فرید خان

ہمشیرہ محمد عباس خان زوجہ نواب فرید خان جو کہ نواب سعید خان کی والدہ تھی۔

موضع کالا میرا تناول

نواب محمد اکرم خان والئ امب

محمد افضل خان

اسلم خان — علی اکبر خان

موضع چن سیر تناول

نواب محمد اکرم خان

اسمٰعیل خان

سلیم خان — علی گوہر خان

موضع گوجر بانڈی

نواب محمد اکرم خان

علی اکبر خان

عبدالقیوم خان — نور محمد خان — تاج محمد خان

موضع نڑیالہ

نواب محمد اکرم خان

میر افضل خان

یوسف خان

ریاست پھلڑہ

مدد خان والئ پھلڑہ

عبداللہ خان والئ پھلڑہ

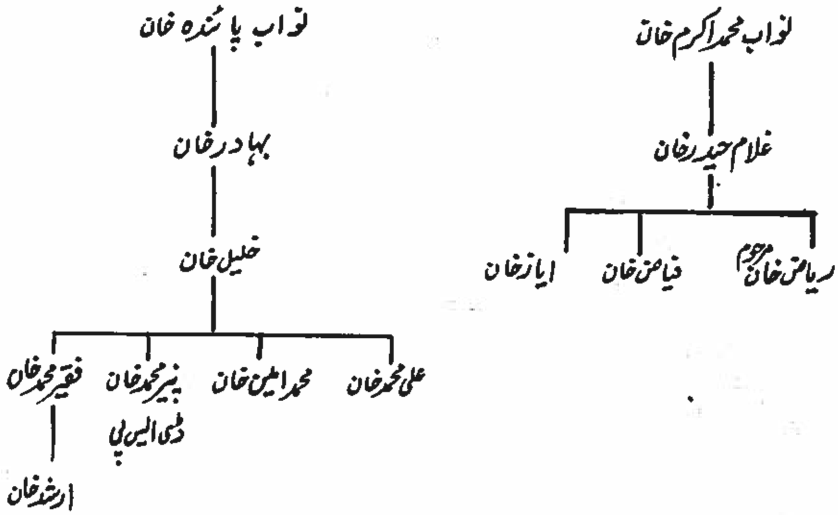
عبدالرحمان 〃 〃

عبداللطیف خان

محمود خان — عزیز احمد خان — رشید احمد خان — امین احمد خان — محمد فریدون خان

موضع نمل پڑھنہ

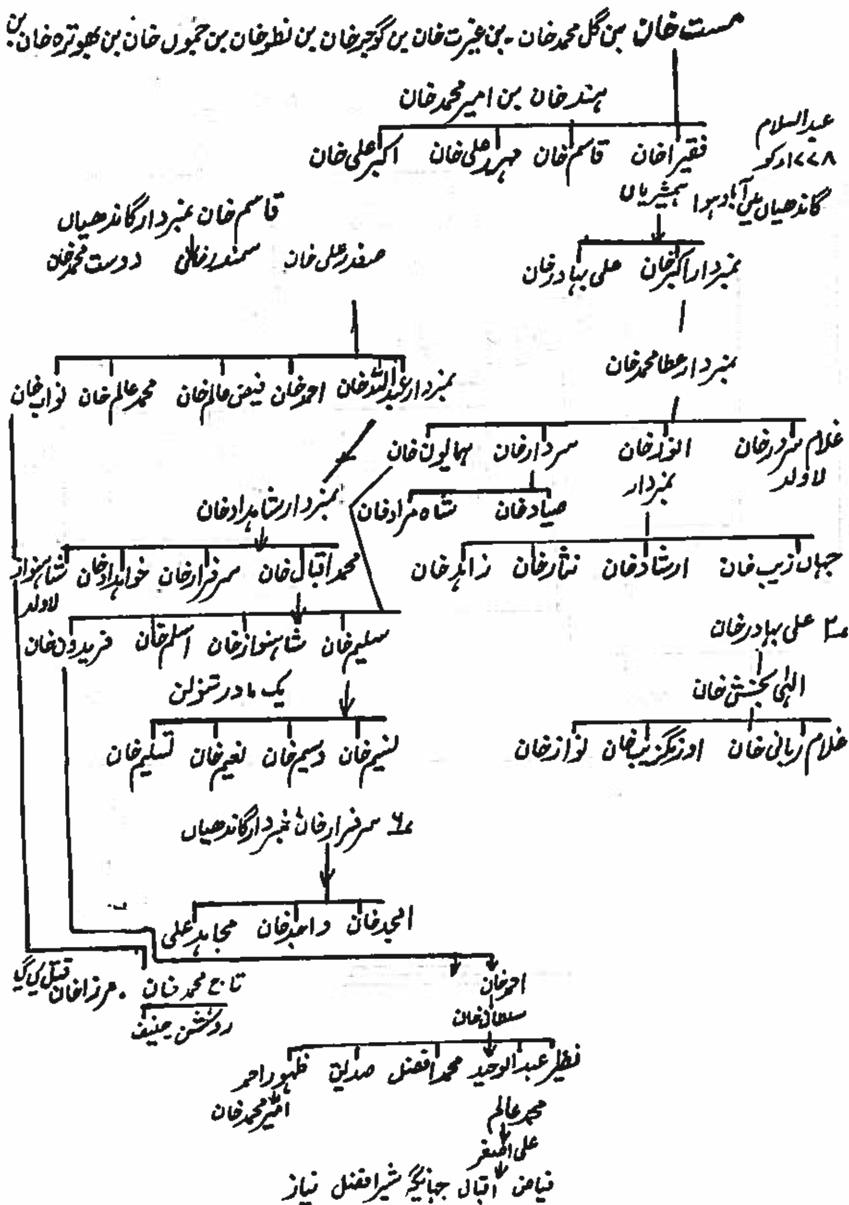
موضع کوٹلہ تناول ریاست امب

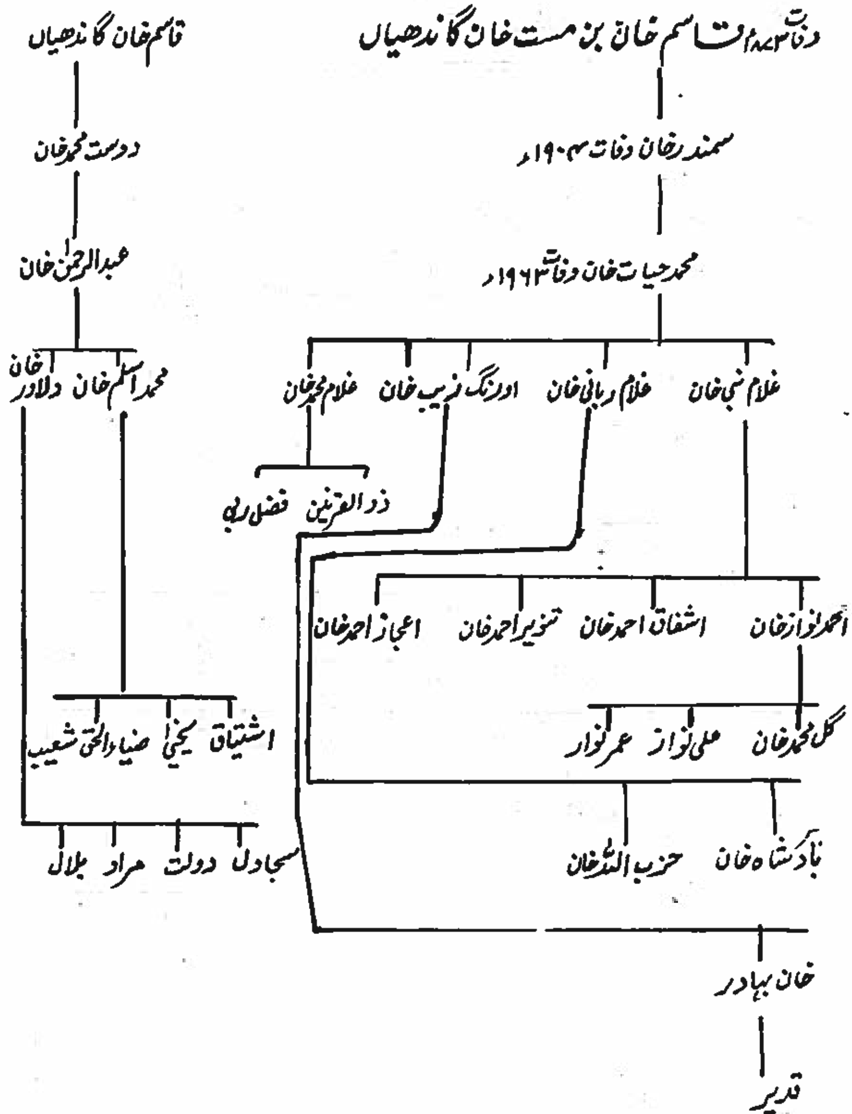


علاقہ تناول کا یہ شجرہ نسب اولاد ہیبت خان کا ہے۔ محمد احمد خان ولد عطا محمد خان نے بھلڑہ نے مورخہ ۸/۴/۸۳ کو بمقام گاندھیاں میں دستاویز تیار کی۔

محمد سلیم خان کالا میرا مرحوم حج کو جاتے ہوئے رات کو ایبٹ آباد آئے تاکہ حج کو جائیں لیکن وہ مورخہ ۸/۸/۸۶ بروز اتوار کو اپنے آبائی گاؤں کالا میرا میں مدفون ہوئے۔

شجرہ نسب مست خان




وفات ۱۸۷۳ء قاسم خان بن مست خان گاندھیاں
سمند رخان وفات ۱۹۰۴ء
محمد حیات خان وفات ۱۹۶۳ء
غلام نبی خان
غلام ربانی خان
اورنگ زیب خان
غلام محمد خان
ذوالقرنین
فضل ربہ
احمد نواز خان
اشفاق احمد خان
تنویر احمد خان
اعجاز احمد خان
گل محمد خان
علی نواز
عمر نواز
بادشاہ خان
حزب اللہ خان
خان بہادر
قدیر
قاسم خان گاندھیاں
دوست محمد خان
عبدالرحمٰن خان
محمد اسلم خان
دلاور خان
اشتیاق
یحییٰ
ضیاء الحق
شعیب
سجادل
دولت
مراد
بلال

مہند علی خان بن مست خان گاندھیاں

فیروز خان — گلاب خان — میرافضل، سرفراز، محمد عالم، خوشحال خان، علی اکبر خان
سرفراز — مشتاق، سلیم
محمد عالم — فریدون، ضرار
خوشحال خان — خالد، نثار، افتخار

عباس خان

سعد اللہ خان — عبدالرحمن، میرزمان، فرید، گوہر امان، عبدالرشید
میرزمان — لاولد
عبدالرحمن — یوسف، جہانزیب

حسین خان — محمد اجمل خان — محمد اشرف — ارشد، امجد

کالا خان — غلام سرور خان، عبدالقیوم، محمد اسلم خان
غلام سرور خان — اقبال، افضال
عبدالقیوم — سجاد
محمد اسلم خان — عالم

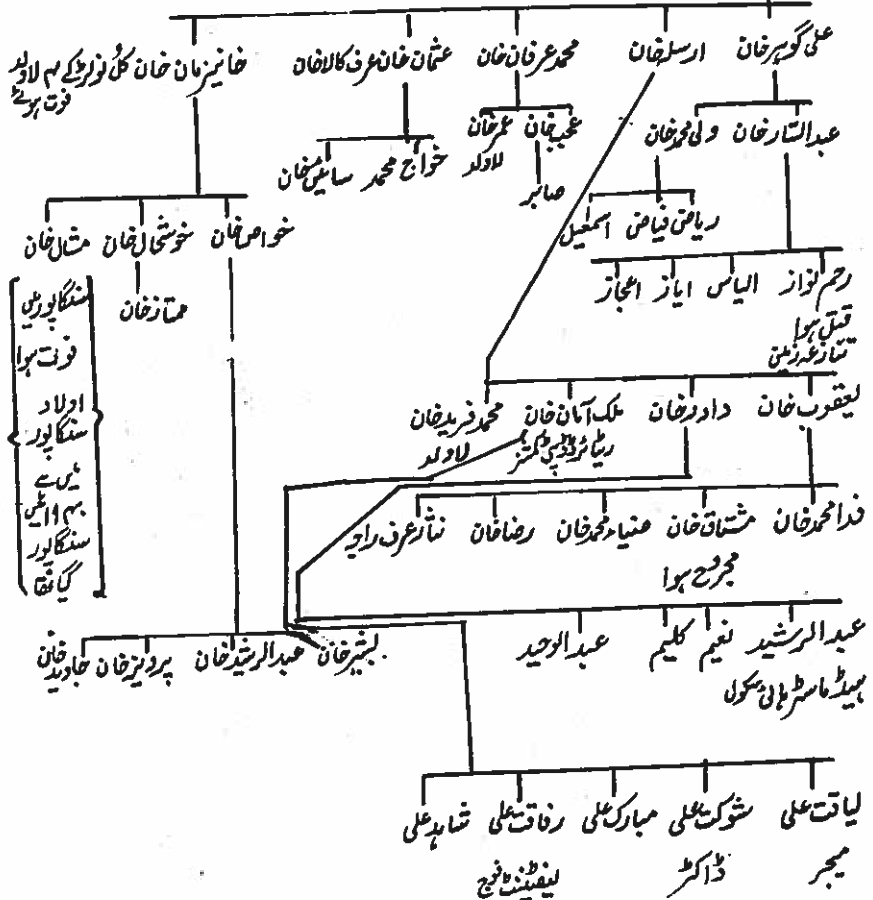
امیر خان — اسلم خان، سلیم خان

غلام خان — اکرم خان، انور خان

خانیزمان خان — لعل خان، علی اکبر خان، غلام سرور خان گل

فتح محمد خان — تاج محمد خان، خواج محمد

سنگا پور میں وفات، اسکی اولاد سنگاپور میں ہے


اکبر علی خان بن مست خان گاندھیاں
علی گوہر خان
ارسلا خان
محمد عرفان خان
عثمان خان عرف کالا خان
خانیزمان خان کل نو لڑکے بے اولاد فوت ہوئے
عبدالستار خان
ولی محمد خان
عجب خان
عمر خان لاولد
صابر
خواج محمد
سائیں خان
ریاض
فیاض
اسمٰعیل
خواص خان
خوشحال خان
مثال خان
ممتاز خان
سنگاپور میں فوت ہوا اولاد سنگاپور میں ہے
سنگاپور گیا تھا
رحم نواز قتل ہوا تنازعہ زمین
الیاس
ایاز
اعجاز
یعقوب خان
داور خان
ملک آمان خان ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر
محمد فرید خان لاولد
فدا محمد خان
مشتاق خان
ضیاء محمد خان
رضا خان
نثار عرف راجہ مجروح ہوا
عبدالرشید ہیڈ ماسٹر ہائی سکول
نعیم
کلیم
عبدالوحید
بشیر خان
عبدالرشید خان
پرویز خان
جاوید خان
لیاقت علی میجر
شوکت علی ڈاکٹر
مبارک علی
رفاقت علی لیفٹیننٹ فوج
شاہد علی

شجرہ نسب سیّد نوری عبدالرحمٰن شاہ مزار شریف بلوٹ شریف

ڈیرہ اسماعیل خان

پیر قطب شیر مزار بلوٹ شریف

شاہ عبدالوہاب شاہ

شاہ نوری عبدالرحمٰن شاہ

اورنگ شاہ مزار بلوٹ شریف
تاریخ وفات ۱۲۹۱ھ
ان کی اولاد مالکرائے میں آباد ہے

پیر شاہ علیسی تنال

غازی امام بادشاہ

پیر حیدر شاہ

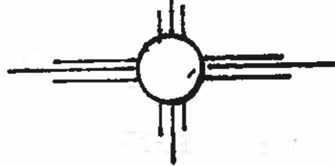
پیر عطاء الرحمٰن شاہ
موجودہ سجادہ نشین
دربار عالیہ

کھاٹھڑ گڑھ میں بھی اولاد
نوری شاہ

چمن پیر

حیدر علی شاہ

سیّد عارف حسین
مالکرائے



شجرہ نسب اولاد رحمت خان ساکنہ سہر انوان شہر علاقہ کھن تناول

نطو خان

رسول خان میر داد خان رحمت خان گوجر خان شیر داد خان سوہال خان

مظفر خان

سیف اللہ عرف صفی اللہ خان

(رحمت خان کی شادی صفی اللہ خان کی لڑکی سے ہوئی اور رحمت خان نانیال کی وجہ سے اپنی شاخ رسال مشہور ہوا)

سید خان

نادر خان شہباز خان قمر خان بہادر خان

ہاشم علی خان ہاشم علی خان میر زمان گل زمان محمد عرفان

شیر خان عبداللہ المعروف دلہ خان حسین لادلہ امیر خان صفدر علی خان مہند علی رحمت اللہ

ارسلا حمید اللہ عبداللطیف

بشیر مسکین سکندر عبدالغفور عبدالشکور

ترلی پکھلی موضع دوتار میں آباد (انوان شہر علاقہ تناول میں آباد)

عبدالحمید خان خلیل الرحمٰن

خان بہادر تاج محمد خواج محمد

نگاہ روشن خان محمد سعید صلاح الدین

نادر خان

مدت خان

محمد عرفان خان

مشتاق خان

(ایس پی)

(موضع دوتار ترلی پکھلی میں آباد ہیں)

سعدا

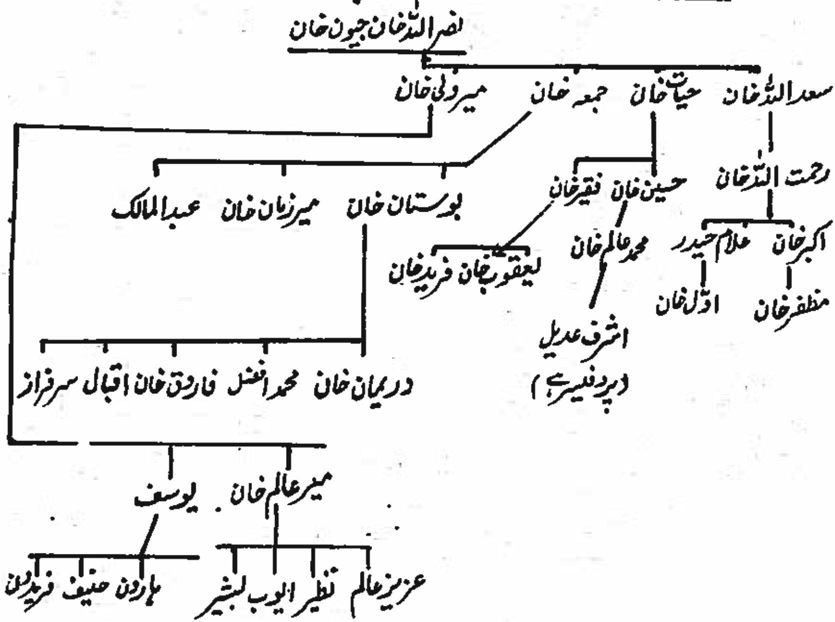
رحمت

اکبر خا

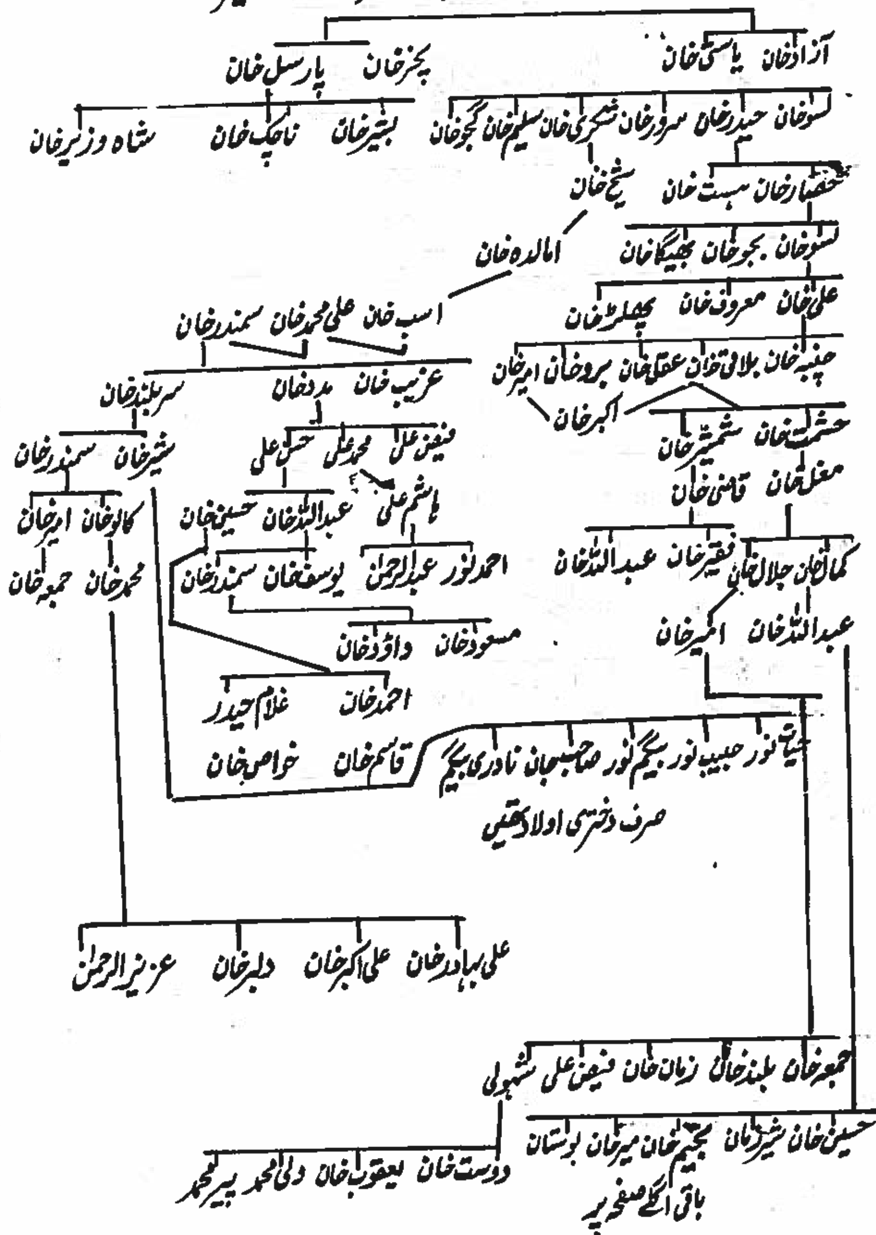
مظفر

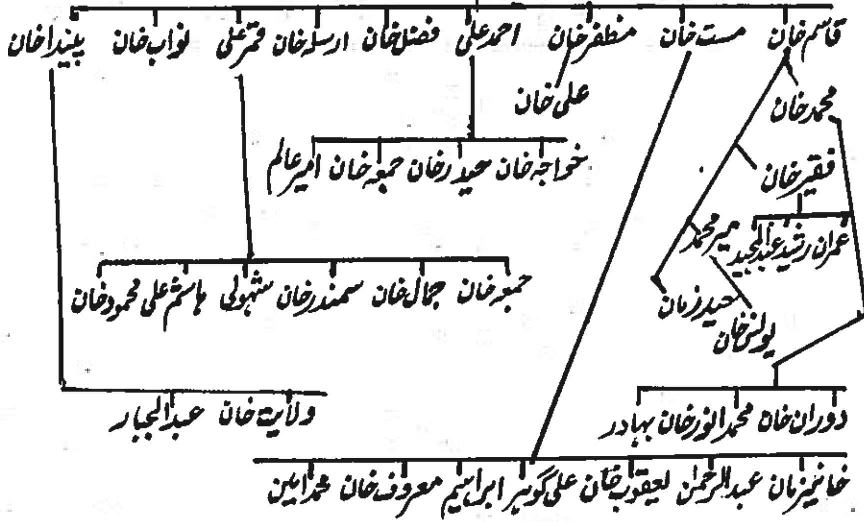
موضع گاندھیاں - پرگنہ پکھلی

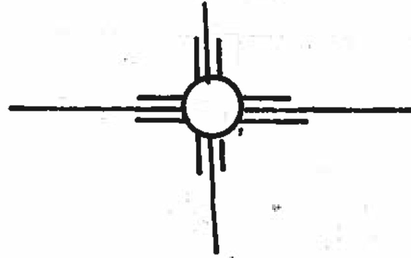
شجرہ نسب جلوال قبیلہ - (جوکہ چوٹیاں گاڑاں میں آباد ہیں -



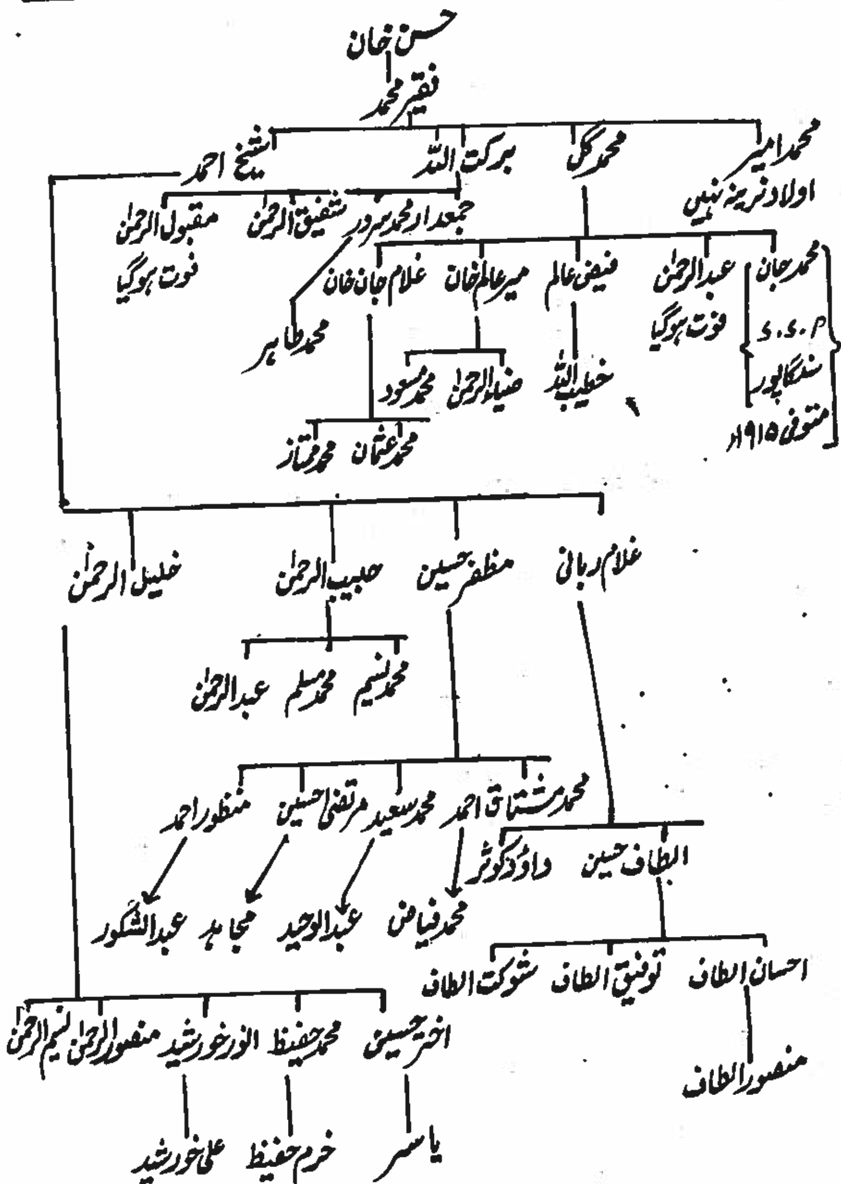
بینکر خان بن پال خان بن سلطان امیر خان




بنجیم خان
قاسم خان
مست خان
مظفر خان
احمد علی
فضل خان
ارسلا خان
قمر علی
نواب خان
بیندا خان
علی خان
محمد خان
فقیر خان
خواجہ خان
حیدر خان
جمعہ خان
امیر عالم
عمران
رشید
عبدالمجید
میر محمد
حمید زمان
یونس خان
جمعہ خان
جمال خان
سمندر خان
شہولی
ہاشم علی
محمود خان
ولایت خان
عبدالجبار
دوران خان
محمد انور خان
بہادر
خانیزمان
عبدالرحمن
یعقوب خان
علی گوہر
ابراہیم
معروف خان
محمد امین



شجرہ نسب قوم تنولی قبیلہ جدہال موضع حدو بانڈی



مختصر شجرہ نسب متولی خان جد ہال سکنہ حدو باندڑی مانسہرہ

متولی خان

شیر خان

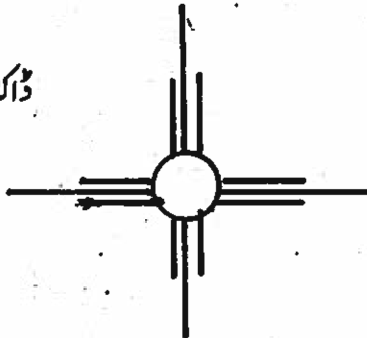
محمد عالم خان — جمعہ خان — میر عالم خان — غازی خان

دوست محمد خان — علی حیدر خان — قاضی غلام محی الدین خان (ریٹائرڈ کمنز رویٹر) — سلطان خان (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر)

محمد عابد خان (پائلٹ) — محمد ساجد خان — محمد واجد خان (ڈاکٹر ایم بی اے) — محمد امجد خان — ماجد خان (زیر تعلیم)

فضل داد خان (ریٹائرڈ ملازم پولیس سنگاپور) — خواجہ محمد خان (ریٹائرڈ ایس پی)

ڈاکٹر سجاد حسین خان — صابر خان



شجرہ نسب شاخ ساریال تنولی اہالیان کھواڑی مانسہرہ

تحریر کردہ ۱۸۷۲ء بذریعہ انگریز حکومت حاصل کردہ مرحوم گرداور ولی محمد ولد برکات خان
نقل ورقم کنندہ محمد جاوید ولد پیر محمد سکنہ بستیاری کھواڑی مارچ ۱۹۸۹ء

سحری خان ولد باہو خان ولد ہند خان ولد امیر خان

بھائی جمون خان کا بیٹا گجی خان - مستی خان - چاڑا خان نطو خان گجر خان غیرت خان گل محمد خان مست خان

(سحری خان ساریال ڈو پشت کم ہے)

کریمداد خان
- بہور خان موضع لپیال
  - وہلو
  - جمونی
- سلطان خان
  - سلام خان
  - کرم خان
    - بہرام خان لاولد
    - سالار خان لاولد
    - شیر جنگ خان
      - کمال خان
      - عظیم خان
        - نصر
        - دُالہہ
        - نادر
        - رحمت اللہ
      - عیر تیا
      - میرا
    - منور خان
      - زبردست
      - پہور
        - بوستان
        - شیر
    - نوبت خان
      - سمندر
      - امیر
      - عزیز خان
      - حسن علی
      - عیر یا
    - بوالیہ
      - محب اللہ
        - ناظم
        - احمد
    - ہزالیہ
      - نجیب اللہ
      - ہدایت اللہ
      - مرید
  - نیاز بیگ خان
  - حاتم خان (اگلے صفحہ پر)
- بوستان خان (اگلے صفحہ پر)
- امان اللہ خان لاولد موضع پیپیال

حاتم خان

ستار خان، زمان خان، روحداد خان، کامول خان، نعمت خان، رحم خان، شاہجہان خان

ستار خان → پائندہ خان → مولوی فقیر محمد

شاہجہان خان → مرد خان، افضل خان لاولد

مرد خان → اکبر علی، حسن علی، نجیم خان

نجیم خان → ناصر خان، کالا خان، شاہولی خان (والدہ نورجان)، عبداللہ خان، بہادر خان، جمال خان (والدہ نادری)، غازی خان

غازی خان → یعقوب خان لاولد، فقیر محمد لاولد، دوست محمد خان، میر عالم خان، ارسلہ خان، اکبر خان، عباس خان، محمد حسین خان

محمد حسین خان → محمد حسن خان، فیروز خان، پیر محمد

محمد حسن خان → محمد صدیق، محمد شفیق، محمد حنیف، محمد رفیق

فیروز خان → اورنگزیب، سلطان، جہانداد

پیر محمد → محمد ریاض، محمد جاوید

محمد جاوید → محمد شعیب، محمد جنید

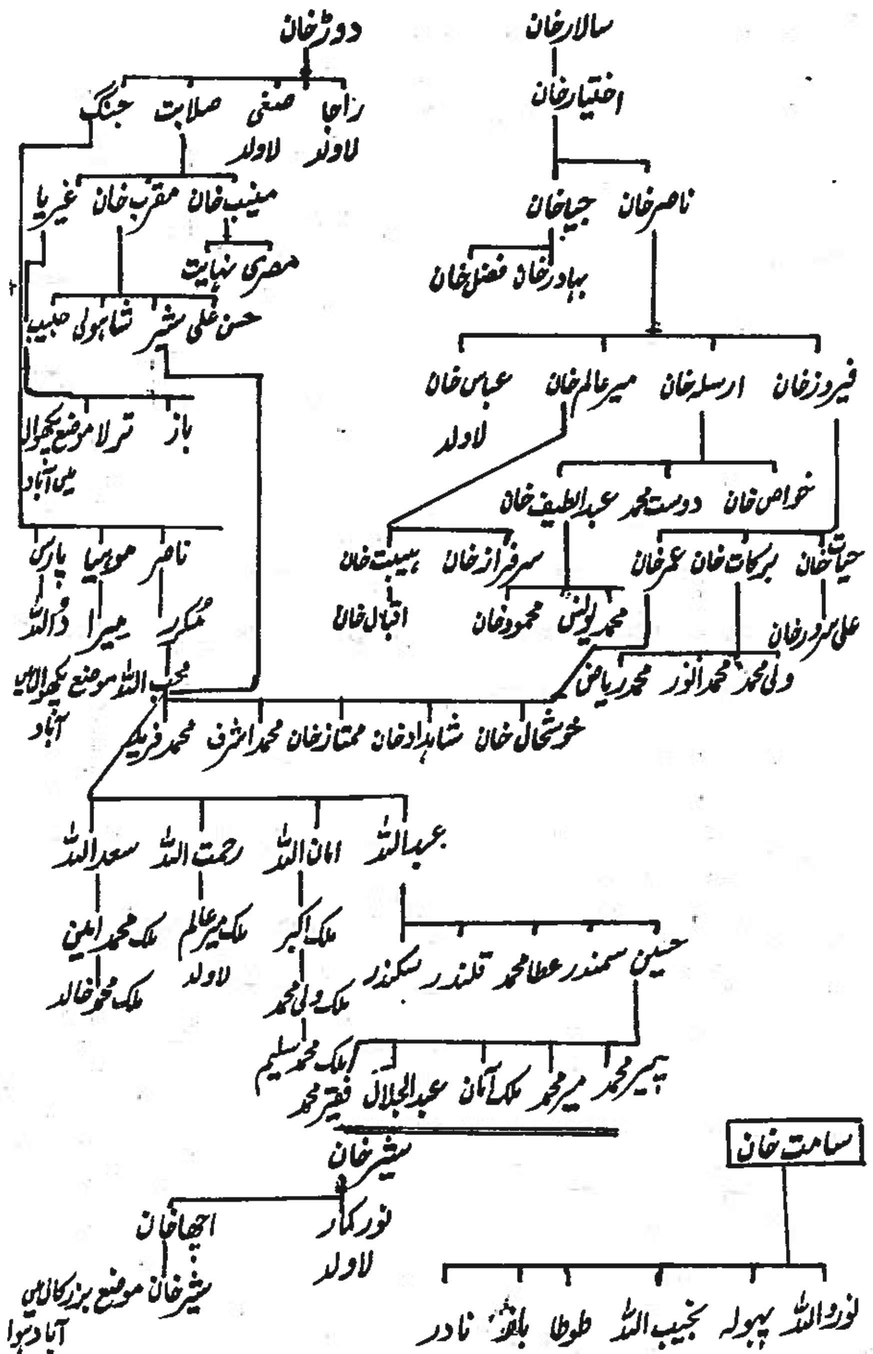
بوستان خان

اچھا خان، دوڑ خان (اگلے صفحہ پر)، عزیز خان، شیر خان (اگلے صفحہ پر)

عزیز خان → معصری، شادی، شیر، سید میر، بخجی جان

اچھا خان → فوجدار خان، سردار خان، سامت خان (اگلے صفحہ پر)

سردار خان → سالار خان (باقی اگلے صفحہ پر)


دوڑ خان
راجا
صفی
صلابت
جنگ
لاولد
لاولد
منیب خان
مقرب خان
غیریا
مصری
نہایت
حسن
علی
شیر
شاہولی
حبیب
باز
ترلا موضع بکھوال میں آباد
ناصر
موہیا
پارس
میرا
ذکراللہ
محب اللہ موضع بکھوال میں آباد
سالار خان
اختیار خان
ناصر خان
جیا خان
بہادر خان
فضل خان
فیروز خان
ارسلا خان
میر عالم خان
عباس خان
لاولد
خواص خان
دوست محمد
عبداللطیف خان
حیات خان
برکات خان
عمر خان
سرفراز خان
ہیبت خان
علی سرور خان
محمد یونس
محمود خان
اقبال خان
ولی محمد
محمد انور
محمد ریاض
خوشحال خان
شاہداد خان
ممتاز خان
محمد اشرف
عبداللہ
امان اللہ
رحمت اللہ
سعد اللہ
حسین
سمندر
عطا محمد
قلندر
سکندر
ملک اکبر
ملک میر عالم
ملک محمد امین
لاولد
ملک محمد خالد
ملک ولی محمد
ملک محمد سلیم
پیر محمد
میر محمد
ملک آمان
عبدالجلال
فقیر محمد
شیر خان
نور کمار
لاولد
اچھا خان
شیر خان موضع بزرکال میں آباد ہوا
سامت خان
نوراللہ
پھولہ
نجیب اللہ
طوطا
نادر

قبیلہ شیر خان تنولی

حبیب اللہ خان

دودا خان　مومن خان　بانسی خان

شیر خان　فتح جنگ خان

شمشیر خان　نور اللہ خان　بولا خان　مزے خان　عبد المالک خان　عبد الخالق

اکبر خان　منور خان　متولی خان　فتح خان　حیات خان　اللہ یار خان

سنابت خان

سردار خان　شاہباز خان　شہباز خان　ہمت خان　خیر محمد خان　سلطان قلی خان

ناصر خان　پیر علی　نجیم خان　مزید خان

عبد اللہ خان　محمد علی　ناصر خان ـ صلابت خان　غلام علی

جیا خان　شیر خان　متولی خان　صفدر خان

میاں محمد علی　فضل خان　خیر خان　احمد علی　مصری خان　ہیبت خان

سردار خان　پیر داد خان

مولوی محمد جان　محمد شریف　قمر علی خان

غلام حسن　محمد عالم　ناصر خان　پائندہ خان　ہست خان

غلام رسول　محبوب رسول　خدا رسول　محمد یونس　میر ولی خان

بہادر　عبد العزیز　سید نجیب　علی خان　امیر خان　غلام خان　محمد خان

غلام سرور　گل حسن　میر حسین　غلام ربانی

محمد معروف

جیا خان　امان خان

محمد حسین　نور عالم　ماولی　میر عبد اللہ　میر زمان

گل زمان　سید خان　علی خان

عبد الخالق　عبد الجبار　غلام رسول　سیف الملک

بوستان　میر زمان　خانزمان　فرزند　شیر زمان　شاہ زمان　علی مردان

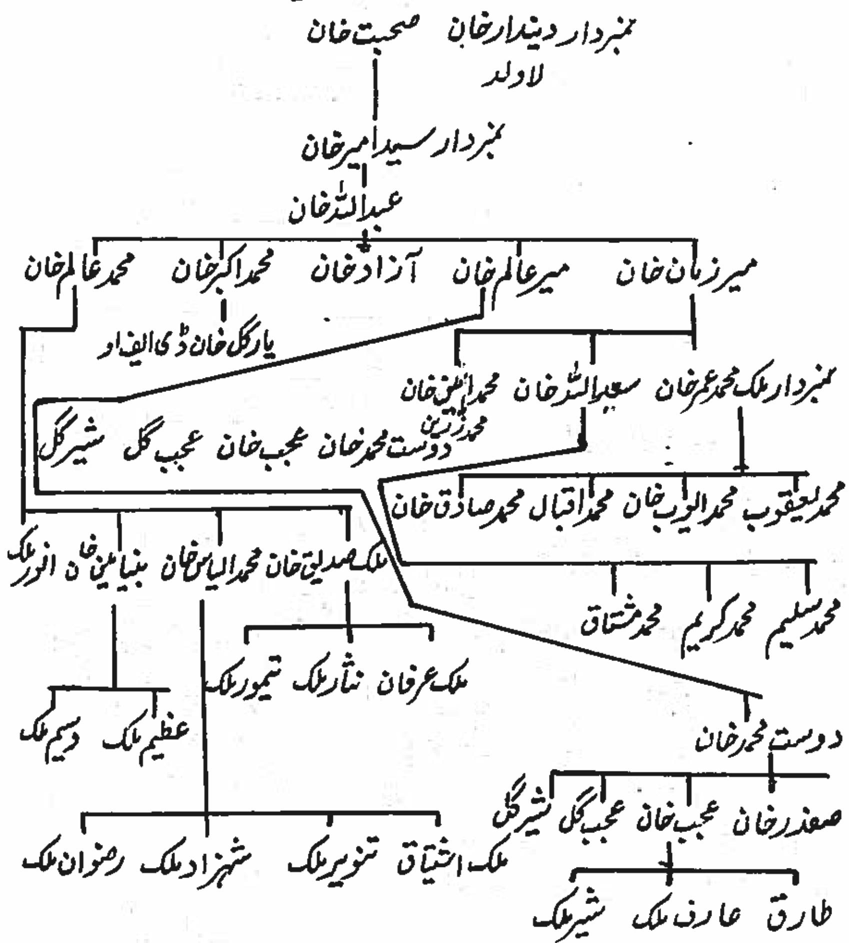
عبد القیوم　بہرام　عبد الرحمن　محمد زمان　امیر عالم

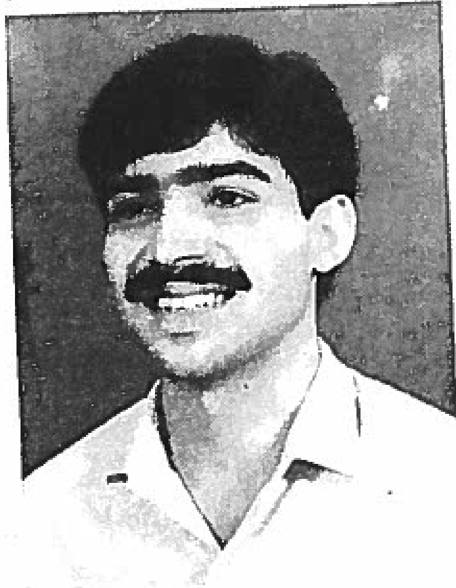
میر عبد اللہ　محمد یوسف

نور عالم　مولوی محمد عالم

عبد الحمید خان

لیال۔ بوہال ہندوال کی شاخیں آباد ہیں :-



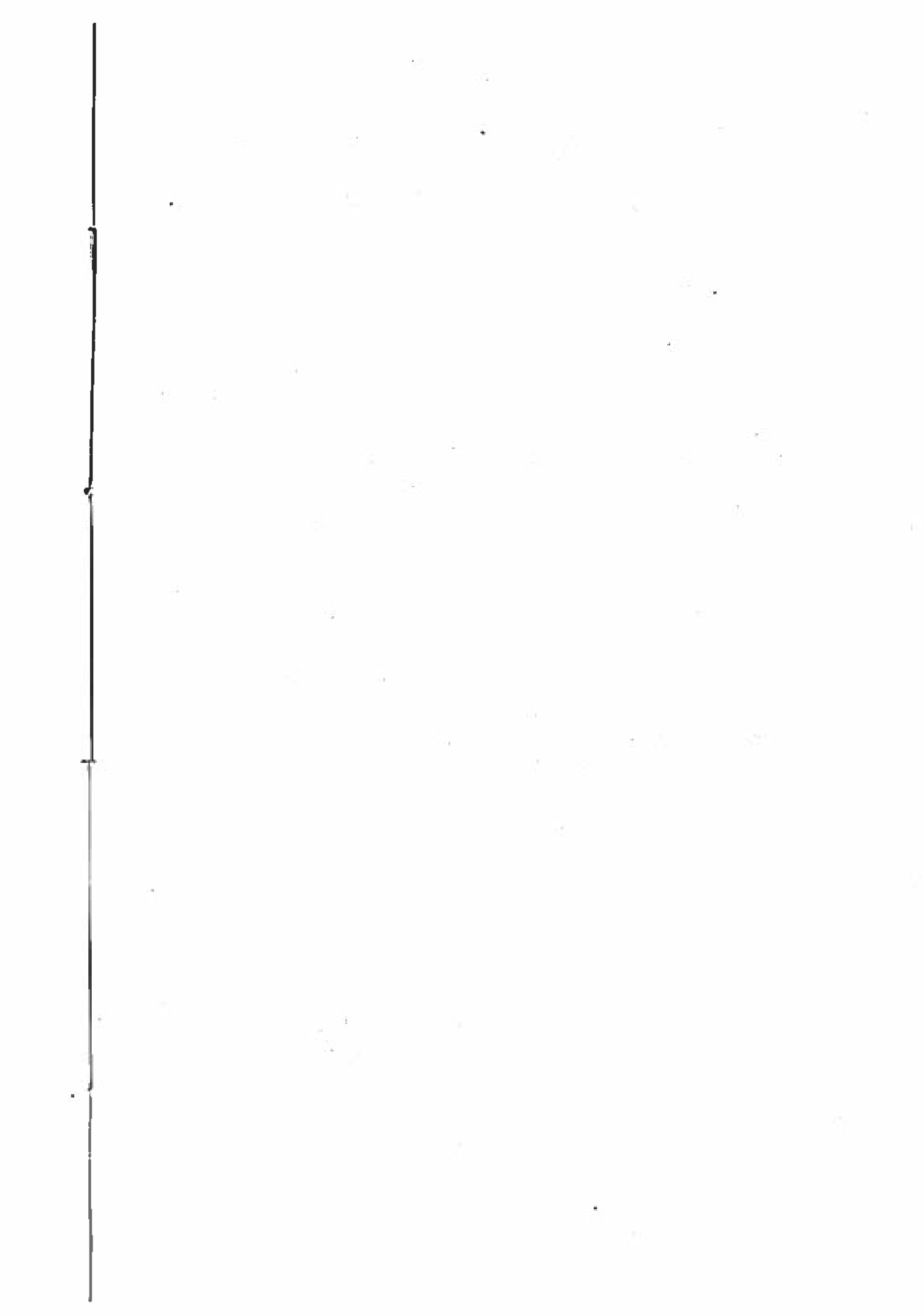


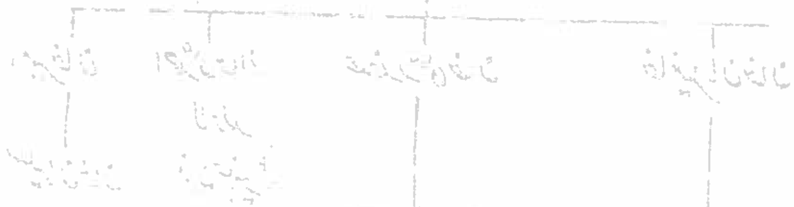
تنویر احمد خان

پسران غلام نبی خان



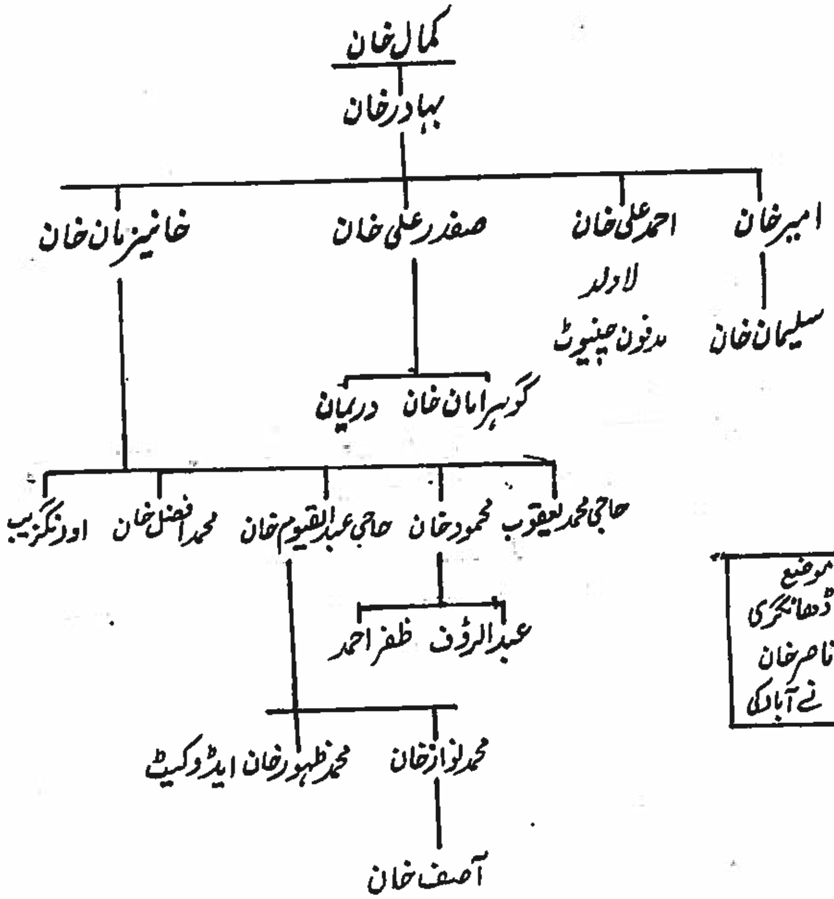
اعجاز احمد خان



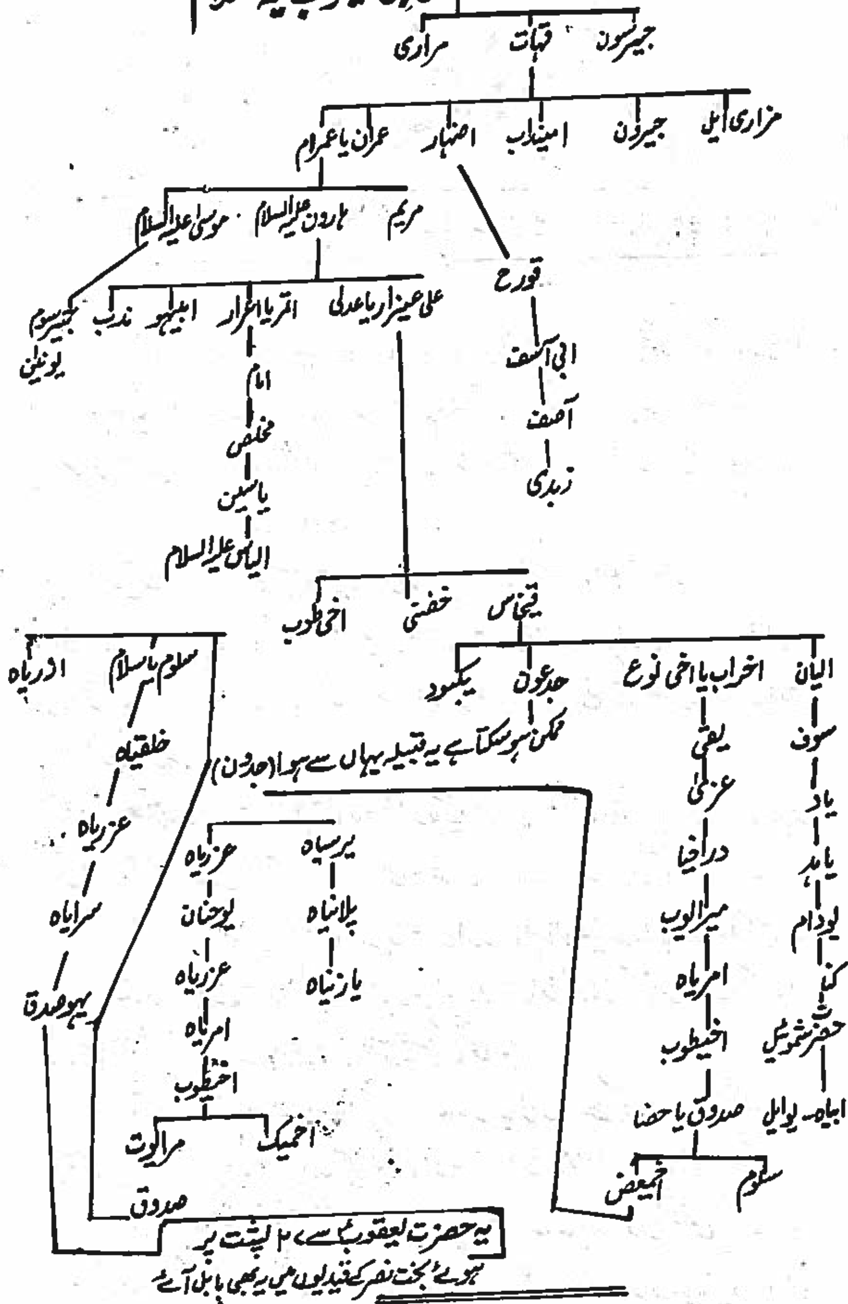


ضمیمہ جات

ڈھانگری


کمال خان
بہادر خان
امیر خان
احمد علی خان
لاولد
مدفون چنیوٹ
صفدر علی خان
خانیزمان خان
سلیمان خان
گوہر امان خان
دریان
حاجی محمد یعقوب
محمود خان
حاجی عبدالقیوم خان
محمد افضل خان
اورنگزیب
عبدالرؤف
ظفر احمد
محمد نواز خان
محمد ظہور خان ایڈووکیٹ
آصف خان
موضع ڈھانگری ناصر خان نے آباد کی

لاوی بن یعقوب علیہ السلام



ہندوستان میں وہابی تحریک

(ڈاکٹر قیام دین کی کتاب "وہابی تحریک ہندوستان میں" صفحات نمبر ۵۴-۵۵)

سعودی عرب کے وہابیت کے بانی محمد بن عبدالوہاب ۱۷۰۳ء کو عینیہ میں پیدا ہوا ابتدائی تعلیم بصرہ اور مدینہ منورہ میں پائی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر محمد بن عبدالوہاب نے ایک تحریک شروع کی جس کے مندرجہ ذیل اصول مقرر کئے گئے جو مندرجہ بالا کتاب کے صفحات نمبر ۵۰ اور ۵۱ سے درج کئے گئے ہیں:۔

نمبر ۱:۔ **توحید**:۔ خدا موجود بالذات ہے اور تمام کائنات کا خالق ہے وہ اپنی صفات میں لاشریک ہے۔ روحانی بلندی، نجات قرآن اور شریعت کے احکام کی پوری پوری بجا آوری مضمر ہے نہ کہ خدا کے وجود میں مخلوط ہو جانے کے متصوفانہ جذبات کے ابھارنے میں۔

نمبر ۲:۔ **اجتہاد**:۔ مسلم کو جو حق تاویل دیا گیا۔ وہابی اس کے قائل ہیں اور اس حق پر عمل کرنے کی مصلحت پر عمل کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ چاروں بزرگ۔ اماموں یعنی امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے پیرو عملاً اس حق سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نے اس موضوع پر کئی رسالے لکھے ہیں جن میں اندھی تقلید کے حامیوں پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔

نمبر ۳:۔ **شفاعت**:۔ وہابی کسی کے لیے کسی درمیانی واسطہ کی خواہ وہ کتنا ہی بلند پایہ پرہیزگار ہو اور مقرب ہی سمجھا جاتا ہو۔ شفاعت کے عقیدے کے قائل نہیں انسان خود خدا سے اپنی رگِ گردن سے زیادہ قریب ہے۔ اور ہر شخص ممتاز ہے کہ وہ کسی واسطہ کے بغیر اللہ کی عبادت کرے۔ وہ عمل پر زور دیتے ہیں۔ اصولِ

اسلام پر زبانی اعتقاد کافی نہیں۔

۴۔ بدعت:۔ وہابی دورِ حاضر کے اُن تمام مذہبی وسماجی اعمال ورسوم
کی مذمت کرتے ہیں جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اِن میں سب سے زیادہ
قبر پرستی پیروں کی تعظیم میں مبالغہ وافراط۔ شادیوں میں مہر کی انتہائی گراں رقوم
تقریبات جیسے کہ جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زیادہ دھوم دھام
اور بیوہ کے نکاح ثانی کا امتناع وغیرہ وغیرہ۔

کچھ عمدہ اخلاق وعادات پر بھی زور دیا گیا۔ اسلام کے پانچ ارکان یعنی
کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج۔ جہاد کی پابندی پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کی
محمد بن مسعود، محمد بن عبدالوہاب کی معاشرہ کی اصلاح کی ابتدائی کوششوں نے اُس کو
مقامی حکام کی خفگی اور عداوت کا مورد بنایا۔ جو اُس کی جلاوطنی پر منتج ہوا۔ اس نے
ادار یہ (نجد) کے ایک ہمسایہ حکمران امیر محمد بن مسعود کے دربار میں پناہ لی۔ ۱۷۶۵ء
تک مسعود نے نجد کا ایک بڑا حصہ فتح کر لیا تھا۔ جس کا وہ دنیاوی حاکم بن گیا تھا۔ جبکہ
محمد بن عبدالوہاب دینی پہلو کا نگران بنا۔ ان دونوں نے مل کر جو نظامِ حکومت قائم کیا
وہ قرآن اور حدیث کے احکام کی سخت اطاعت پر مبنی تھا۔ امیر محمد مسعود نے اِسی سال
وفات پائی اور اس کا بیٹا عبدالعزیز اُس کا جانشین مقرر ہوا۔ اِس کے عہد میں نظامِ حکومت
محمد بن عبدالوہاب کی براہ راست نگرانی میں ۱۷۹۲ء میں اس وفات تک چلتا رہا۔

وہابی تحریک کا عروج

اِسی اثناء میں عبدالعزیز کی سرپرستی میں توسیع جاری رہی۔
یہاں تک کہ پورے نجد تک قبضہ ہو گیا۔ حجاز پر بھی حملہ
کیا گیا اور اپریل ۱۸۰۳ء میں مکہ مقدس شہر پر بھی قبضہ ہو گیا (بقول ڈاکٹر قیام الدین)
اس زمانے میں وہابیوں نے اِن بلادِ مقدس کو شرک وکفر کے بعض گزرگیوں سے
پاک کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور اصلاح کی بعض حدود سے بڑھی ہوئی پرجوش کا ارتکاب کیا
جمہور مسلمانانِ ہند میں اِن کو بدنام کر دیا۔ خلافتِ ترکیہ نے عرب کے بیشتر حصے پر ان کی

بڑھتی ہوئی بالادستی کو تشویشناک نظر سے دیکھا اور اپنے متصل ترکی صوبہ جات بغداد بصرہ کے لیے ایک سیاسی خطرہ تصوّر کیا۔

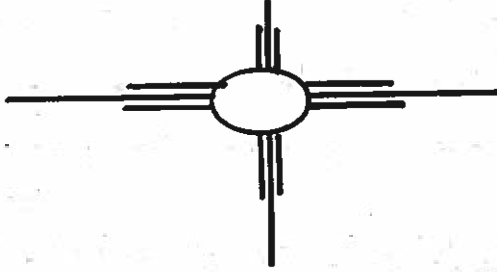
۱۸۰۳ء میں ایک ایرانی شیعہ نے عبدالعزیز کو قتل کر دیا۔ اُس کا بیٹا مسعود بن عبدالعزیز اُس کا جانشین ہوا۔ ۱۸۰۴ء میں اُس نے ایک بار پھر مکہ مدینہ پر قبضہ کر لیا جو پہلے ترک حکام نے اس کے قبضے سے نکال لیا تھا۔ مسعود نے حجاز میں اپنی طاقت مستحکم کر کے پہلے اپنے دائرہ اثر کو شام و عراق اور خلیج فارس کے علاقوں تک وسعت دینے کی کوشش شروع کر دی۔

عثمانی خلیفہ کی مخالفت

اس وقت تک ترک حکام عرب طاقت کے اس احیا کے سیاسی خطرے سے پوری طرح متنبہ ہو چکے تھے۔ عثمانی شہنشاہ فطری طور پر اُمتِ مسلمہ کا دینی سردار، خلیفہ اور بلادِ مقدسہ مکہ و مدینہ منورہ کا محافظ و فرمان روا تھا۔ اِن کا نکل کر وہابیوں کے قبضہ میں چلا جانا خلیفہ کے دینی و دنیوی اقتدار پر ایک ضرب تھی۔

ہندوستان میں انگریز حکام کے نزدیک بھی خلیج فارس میں وہابی اقتدار ایک شدید خطرہ تھا۔ چنانچہ ۱۸۰۹ء میں حکومت کپتان وین رائٹ اور کرنل اور بعد میں جرنیل سر لیونل اسمتھ کے ماتحت ایک بیڑا بھیجا۔ جنہوں نے امام مسقط سے مل کر کاروائی کی اور وہابیوں کو شکست دی۔ ترکوں نے وہابیوں کی سرکوبی کے لیے مصر کے محمد علی پاشا سے بھی مدد لی۔ یہ ترکوں کی ایک باریک دو رُخی چال تھی۔ کیونکہ وہابیوں کو شکست دینے میں خود پاشا کی طاقت گھٹ جانے کا احتمال تھا وہابیوں کی سیاسی طاقت کا خاتمہ محمد علی پاشا نے ۱۸۰۲ء میں اپنی تیاریاں شروع کر دیں۔ حجاز کو اصلی مہم محمد علی کے بیٹے ابراہیم پاشا کے زیر کمان بھیجی گئی۔ جو ۱۸۱۶ء میں سوئز سے روانہ ہوا۔ اِسی اثناء میں ۱۸۱۴ء میں مسعود کا بیٹا عبداللہ باپ کا جانشین ہوا۔ ۱۸۱۸ء میں ابراہیم پاشا سے شکست کھائی گرفتار ہوا۔ اور قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ جہاں اُسے سخت عتاب دینے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ وہابی دارالحکومت لوٹ لیا گیا۔ اور آگ لگا دی گئی۔

حکومتِ ہند نے اس موقع پر ابراہیم پاشا کو مبارکباد دینے کے لیے ایک خاص قاصد بھیجا۔ تاہم حکومتِ برطانیہ کو اس علاقہ میں جہاں مصریوں نے وہابیوں کو برقرار کر دیا تھا۔ مصری منصوبوں سے خدشہ پیدا ہو گیا۔ اور کپتان جی الیف سیڈلر کو فوراً خبر لیے DARIA جانے اور عرب کے نئے حکمران سے ان کے منصوبوں پر گفتگو کرنے کے لیے تعینات کیا تاکہ ان کو خلیج فارس کے سواحل پر قدم جمانے کے کسی نئے عزم سے باز رکھا جائے۔ اس طرح وہابیوں کی سیاسی طاقت تو ٹوٹ گئی مگر جن اخلاقی و سماجی اصلاحات کی انہوں نے بنیاد ڈالی تھی وہ زندہ اور پائندہ رہ گئی۔ یہاں ان کی تفصیل سے بحث نہیں ہو سکتی۔



تعارف

سیّد احمد شاہ بریلویؒ

(بحوالہ "سیرت سیّد احمد شاہ شہید" صفحہ نمبر ۲۳۲ غلام رسول مہر)

سیّد احمد شاہ بریلی کے سکونت گزیں ایک معزز و معروف مقدس خاندان کے فرد تھے سیّد محمد عرفان کے فرزند تھے۔ اور صفر ۱۲۰۱ھ یعنی نومبر ۱۷۸۶ء کو پیدا ہوئے صراط مستقیم کے علاوہ جو ابی کے افکار و اقوال پر مبنی ہے ہمیں ان کے لکھے ہوئے متعدد رسائل کا پتہ چلتا ہے۔ سیّد احمد شاہ کے والد کا انتقال ۱۸۰۰ء میں ہوا۔ ان کے فوراً بعد وہ روزگار کی تلاش میں لکھنؤ گئے۔ وہاں سے دہلی چلے گئے۔ جہاں شاہ ولی اللہ کے فرزند جانشین شاہ عبدالعزیز سے ملے۔

۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور ۱۸۰۸ء کے شروع میں دہلی سے بریلی لوٹے۔ وہاں پر دو برس مقیم رہے۔ اس زمانہ میں ہی ان کی شادی ہوگئی ایک لڑکی مسماۃ سارا پیدا ہوئی مختصر پیمانے پر وعظ و تبلیغ شروع کر دی۔

۱۸۰۹ء میں دوبارہ دہلی چلے گئے۔ نواب امیر خان والئ ٹانک کی فوج میں شامل ہو گئے۔ فوج میں پیش امام کے عہدے پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد انگریزوں سے امیر خان کے اتحاد و اختلاف کے بعد ملازمت سے کنارہ کش ہو گئے۔ جبکہ سیّد احمد شاہ کے بڑے بھائی ابراہیم پہلے سے نواب امیر خان کی فوج میں تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے داماد شاہ عبدالحیؒ و بھتیجے شاہ اسماعیلؒ یہ دونوں بزرگ سیّد احمد شاہ سے بیعت ہوئے۔ تذکرہ متقاضی ہیں نمبر ا۔

شاہ اسماعیل به شہید مئی ۱۸۳۱ء میں جنگ بالاکوٹ میں سیّد احمد شہید کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے شاہ عبدالحیؒ ان سے پہلے ۱۸۲۸ء میں وفات پا چکے تھے۔ یہ دونوں مشہور صراط مستقیم کے مشترکہ مؤلف تھے۔

وہابیت کا اہتمام :-

حضرت سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار سفرِ حج اُن کی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کُن واقعہ تھا۔ بعض انگریز مصنفوں نے زور دیا ہے کہ سیّد احمد شہیدؒ کا سفرِ حج ان کی زندگی کا ایک انقلابی واقعہ تھا۔ اِن کے نزدیک اسی دوران سفر میں اِن کی عربی وہابیت سے زیادہ قریب کا رابطہ ہوا۔ اِس کے عقائد سے بہت متاثر ہوئے۔ اور ہندوستان میں ان کی اشاعت پر ایسا ہی ایک مصنّف قلبی لکھتا ہے۔ یہی زمانہ تھا جبکہ ایک شخص سیّد احمد بریلویؒ مکہ کے سفرِ حج کے دوران ہندوستان سے وہ بیج لے گیا جس نے ۱۸۳۱ء میں ان کی شہادت کے بعد وہابیوں کو کوہِ سیاہ کا ردِّعمل بخشا۔ اور اطراف تک اُس کی گونج یا جھٹکا پہنچا دیا۔ ہندوستانی وہابیت پر ایک اور مشہور و معروف مصنّف نیئر لکھتا ہے:۔

سیّد احمد شاہؒ کے قیام مکّہ کے دوران وہاں کے حکام کی توجہ اِن کی تعلیمات کی اُن بدو قبائلیوں کے خیالات سے مماثلت کی طرف منعطف ہوئی۔ ان کی تحقیر کی گئی اور شہر بدر کئے گئے۔ اس جبر و تعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہندوستان آئے تو ایک مذہبی خواب اور مشرکانہ بداعمالیوں کے عقبت سے ہی نہیں۔ بلکہ محمد بن عبدالوہاب کے معتقد مرید کی حیثیت سے مجاہدین کی روانگی۔ حج سے واپسی کے دو سال بعد رضاکاروں کی ایک کثیر تعداد ہندوستانی جو سیّد احمدؒ سے بریلی میں آملے تھے۔ پروگرام کے بعد سفر کا تمام سامان مکمل کر لینے کے بعد جنوری ۱۸۲۶ء جمادی الثانی ۱۲۳۱ء کو بریلی سے روانہ ہوئے۔ وہ دلماء، فتح پور، گوالیار، اور ٹونک کے راستے چلے۔ گوالیار میں قیام کے دوران مہاراجہ دولت رام سندھیا نے اپنے محل میں مدعو کر کے ان کی ضیافت کی۔ سندھیا کے برادرِ نسبتی ہندو راؤ سے طویل گفتگو رہی پھر سرحد سے بھی سید احمد شاہ نے ہندو راؤ کو ایک معنی خیز خط بھیجا۔ نوابانِ ٹانک امیر خان اور اُن کے صاحبزادے

وزیرالدولہ سیّد احمد کے سرگرم رُکن تھے۔ اور تحریک کے مختلف جہت سے مدد کی تھی۔
الغرض سیّد احمد شاہ ٹونک سے نکل کر راجپوتانہ، سندھ اور بلوچستان کی راہگزاروں
سے ہوتے ہوئے نومبر ۱۸۲۶ء کو پشاور پہنچے۔ اُس دوران پشاور پر حکمرانی یار محمد خان و
سلطان محمود خان کی تھی۔ جبکہ افغانستان میں دبارک زئی سردار پیر محمد خان و عظیم خان نے
افغانستان میں بغاوت کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تھا۔ کیونکہ محمود شاہ کے بیٹے
کامران نے فتح خان کو قتل کر دیا تھا جو بارک زئی سرداروں کا برادرِ حقیقی تھا۔

یار محمد خان۔ سلطان درّانیوں نے سیّد احمد شاہؒ کے ساتھ سکھوں کے
خلاف جنگ کرنے کے لیے اتحاد کر لیا تھا۔ بلکہ یوسف زئی علاقہ پشاور سے ریاستِ
امب تک وسیع علاقہ ہے جہاں طاقتور افغان قبائل سکونت پذیر تھے۔ ہشنگر کے مقام
چارسدہ میں سیّد احمد شاہ قیام پذیر ہوئے۔

قبیلہ خودخیل کے سردار فتح خان جو پہلے سے ہی مخالفِ سکھاں تھے اُس
نے بھی اتحاد کر لیا۔ افغان اتحاد سید احمد شاہؒ کی اطلاع سکھوں کو ہوئی جو اٹک
قلعہ میں سکھ فوج متعیّن تھی۔ جنرل بدھ سنگھ جو رنجیت سنگھ کا چچازاد بھائی تھا سکھ دربار کو
چوکنا دیا۔ جنرل بدھ سنگھ دس ہزار سکھ فوج لے کر حالات کا جائزہ لینے کے لیے دریائے
سندھ پار کر کے دریائے قابل تک جا پہنچا۔ سکھوں کی پہلی جھڑپ سید احمد شاہ ہمراہ ملکی مجاہدین
افغانوں کے ہمراہ اکوڑہ کے قریب آکر مورچہ زن ہوئے۔ بدھ سنگھ کی فوج کثرت میں تھی۔
اس لیے مجاہدین نے فیصلہ کیا کہ رات کو شبخون کو مارا جائے۔

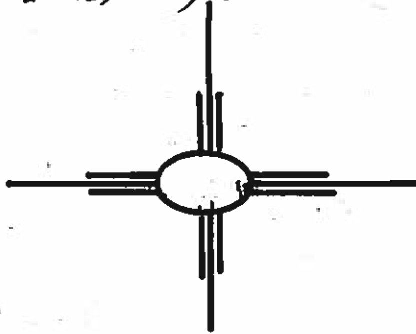
۲۰ ردسمبر ۱۸۲۶ء کو یہ حملہ ہوا۔ ۵۰۰ سکھ سپاہی مارے گئے لیکن بعد
میں سکھوں نے دوبارہ حملہ کیا۔

ملکی و ہندوستانی مجاہدین لشکر کی بے ترتیبی کی وجہ سے مجاہدین پسپا ہوئے۔
دوسری دفعہ مقامی سرداروں نے سر سیّد احمد شاہؒ کے مشورہ سے حضرو چھاؤنی سکھاں پر
شبخون مارا۔ خادے خان وچھاپہ مار سپاہیوں کا چھاپہ کامیاب رہا۔ سکھ فوج مقابل
ہوئی تو مجاہدین دریا پار ہو کر واپس ہنڈ میں آگئے۔ ان دو جھڑپوں کے بعد افغانوں میں

اور زیادہ جذبۂ جہاد پیدا ہوا۔ چنانچہ ۱۲۴۲ھ یعنی فروری ۱۸۲۷ء کو سیّد احمد شاہ کی امامت کا اعلان کیا گیا۔ سیّد احمد شاہ نے جب امامت کا اعلان کیا اور مسلمانانِ ہندوستان کے نام گشتی چھٹی ارسال کی گئی جس میں جنگ حضرو و مقامی حالات کے مطابق جو امام کے انتخاب کے متقاضی تھے یہ چھٹی ہندوستان کے مختلف مراکز کو روانہ کردی گئی۔

اس مکتوب میں سیّد احمدؒ نے لکھا تھا کہ صورتحال میں سب سے عجیب بات یہ تھی کہ اِن دنوں واقعہ اکوڑہ و حضرو پر مجاہدین نے ایک بے سر کی فوج کا سا برتاؤ کیا۔ اور کوچ کرنے اور لڑنے میں بھی غیر منظم طریقہ برتا۔ اس لیے اس وقت وفادار متعین سادات، علمائے شریعت، شرفاء و عمائدین و جمہور مسلمانوں سے جو لوگ حاضر تھے۔ سب نے فیصلہ کیا کہ امام کے انتخاب کے بغیر جہاد کی کامیابی تنظیم اور بے اعتمادی کا دفیعہ ناممکن ہے بعض علماء اس تحریک کو تنفیض پہ آمادہ ہو گئے اور گھر جا کر اس فیصلہ کو خود مختارانہ اقتدار پر قبضہ کرنے پر تعبیر کیا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ چونکہ اُس وقت کے علماء دین نے امامت کے فیصلے کو متفقہ طور پر تسلیم نہیں کیا لیکن بعض علماء نے اِس فیصلہ کو خود مختارانہ اقتدار پر قبضہ سمجھتے ہوئے مخالفت کی تھی۔

(بحوالہ کتاب ہندوستان میں وہابی تحریک صفحہ نمبر ۶۱ – ۶۰، مکتوبات سید احمد منقولہ سوانح صفحہ نمبر ۲۴۸ تا ۲۵۰ اور کتاب وہابی تحریک ڈاکٹر قیام الدین صفحات نمبر ۸۵ تا ۸۴)



تحریک سیّد احمد شہیدؒ کی زندہ ہونا

(بمطابق تاریخ ہزارہ صفحہ نمبر ۵۲۲ تا ۵۲۳)

تاآنکہ ۱۸۴۴ء میں مولوی محمد قاسم جو ہندوستان چلا گیا تھا۔ واپس آیا۔ موضع کیوائی علاقہ کاغان میں قیام کیا۔ مُلا قادر سکنہ تکری ندہاڑ والا بھی ہم مسلک تھا۔ بلُایا گیا۔

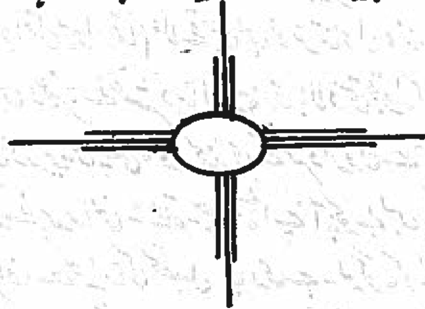
چنانچہ ان دونوں نے اس تحریک کو زندہ کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی مہر کھُدائی جائے۔ اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں خطوط تحریر کئے جائیں کہ حضرت سید احمد شہیدؒ بقیدِ حیات ہیں۔ اور عنقریب ظہور فرمائیں گے۔

اس پروپیگنڈہ کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ لوگ پھر سے جمع ہونے شروع ہو گئے ۱۸۴۴ء کو قاسم مولوی کو امیر منتخب کیا گیا ادھر عظیم آباد، پٹنہ اور بہار میں مولوی ولائیت علی جو سید احمد شاہ کا معتقدِ خاص تھا۔ تحریک کا دوبارہ نگران بنایا گیا۔ یہاں تک کہ اٹھارہ صد مجاہدین جمع ہو گئے۔ اور علاقہ کاغان میں اسلامی قانون جاری ہو گیا زرعی اصلاحات کا نفاذ ہوا۔ مالکانِ اراضیات کو وظیفہ ملنا شروع ہوا۔ بہار سے مولوی ولائیت علی کے چھوٹے بھائی مولوی عنایت علی یہاں تشریف لائے اس کے یہاں پہنچنے پر امارت اُسے سونپی گئی اور مولوی قاسم ۲۷۵ مجاہدین کو لے کر حسن علی خان کرڑال کے پاس علاقہ لورہ چلا گیا۔ یہاں پر مذہبی تبلیغ شروع کردی مولوی ولائیت علی و مولوی مقصود علی اور مولوی زین العابدین واپس بنگال چلے گئے۔ چونکہ انہوں نے حضرت خلیفہ صاحب کے زندہ ثبوت ہونے کو غلط پایا۔

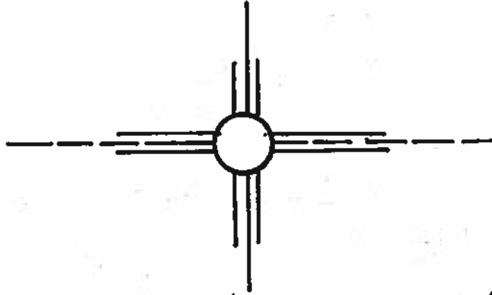
کتاب "ہندوستان میں وہابی تحریک" کے صفحہ نمبر ۱۱ پر یوں فرماتے ہیں ڈاکٹر قیام الدین :۔ سیّد احمد شاہؒ کی زندگی کے آخری لمحات سے متعلق واقعات راز ہی میں ملفوف رہے ہیں

اس لیے اِن کے واقعی خاتمہ کے متعلق ایک نزاع چل پڑی جو کچھ مدت تک جاری رہی۔ سب سے آخر میں گھمسان دست بدست معرکہ میں پڑتے دیکھا گیا۔ اس کے بعد وہ غائب ہوگئے کسی نے اِن کو گرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اس لیے وہابیوں کے ایک طبقہ میں یہ خیال چکر لگاتا رہا کہ سیّد احمد شہید نہیں، غائب ہوگئے۔ اور آئندہ کسی وقت پھر ظاہر ہوں گے۔ منطق اور عقل کی روشنی میں سیّد احمد شاہ قطعاً اس جنگ میں شہید ہوگئے۔ مگر بالاکوٹ کے باقی ماندہ لوگوں اور ان کے بہت سے رفقاء و متبعین کے لیے یہ ناگہانی شدید ضرب ناقابلِ برداشت تھی۔ آگے چل کر لکھتا ہے:۔

ہٹلر اور سبھاش چندر بوس کی موتیں ہمارے عصر کے واقعات ہیں ان کی اموات بھی پردہ راز میں مخفی تھیں۔ اوّل الذکر کی موت کے متعلق حکومتِ ہند کی مسلسل تحقیقات کے باوجود ان لیڈروں کے ہم وطنوں کے ایک طبقے میں ان کی زندگی کا عقیدہ اب تک موجود ہے اگر محض سیاسی لیڈروں کے لیے ایسی محکم وفاداری و جاں نثاری ہوسکتی ہے تو ایسے شخص کے لیے جو صرف سیاسی لیڈر نہیں بلکہ حسنات و خیرات کا کامل نمونہ تھا۔ اس کے متبعین میں جو گرمجوشی اور سرشاری محبت و عقیدہ پیدا ہوئی ہوگی قیاس کی جاسکتی ہے۔



فوج کے مختلف عہدوں کی تنخواہیں، خراج کے لگان وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں
اس کی غیر معمولی اہمیت کے پیشِ نظر اس دستاویز کا پورا ترجمہ وخطِ زیرِ نظر کا آخری حصہ
ہے۔



وہابی ریاست کا حدودِ اربعہ

اسلامی ریاست کی حدود نوشہرہ ملیح ہزارہ کے سکندر پور سے متصل ہے، متعین کی گئی تھیں۔ سامان کی ایک کثیر تعداد بشمول توپیں، اونٹ، گھوڑے، خیمے اور دوسرا مختلف قسم کا سامان مومنوں کے ہاتھ آیا۔ ان میں سے معمولی معمولی چیزیں مقامی قبائلیوں کو دیدی گئیں جبکہ عسکرِ اسلامی فتحیاب داخل ہوا۔ تمام علاقے جن میں لور تناول، نندہاڑ، بھوگڑمنگ، پکھلی، دھمتوڑ اور دارس وغیرہ نے عشر دینا اور ہماری بالادستی قبول کرلی۔ شروع میں وادی کنہار بھوگڑمنگ، بالائی وزیریں پکھلی، تورکنڈی کے سرداروں سے خراج کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ تو وہ اِسے قبول کرنے پر راضی نہ تھے۔ جوبالآخر انہوں نے اپنے آپکو بے بس پاکر قبول کرلیا۔ اللہ کے فضل سے تمام اطراف سے خراج کی تحصیل جاری ہے۔ لوگوں کو اپنے اپنے حق کے مطابق انعامات وتحائف، معافیاں اور جاگیریں دی جارہی ہیں۔ فی الحال ایک ہزار اور سپاہی بھرتی کئے جارہے ہیں۔ انہیں اس شرط پر زمین دی گئی کہ جنگ کے اوقات میں فوجی خدمات انجام دیں گے۔

علاوہ بریں اِس ملک کا رواج ہے کہ جب کبھی کوئی قبائلی سردار جنگ کے لیے کہیں جائے تو پھر ہر گھر سے ایک ایک مسلح آدمی اس کے ساتھ ہو۔ معتد دپیشہ ور سپاہیوں

کو چھوڑ کر ان سب کا شمار تیس ہزار ہے مگر ان میں سے صرف پیشہ ور سپاہی قابلِ اعتماد اور دلیر تھے۔

سپاہیوں کی تنخواہیں:۔ پیدل سپاہی کی تنخواہ چھ سے دس روپیہ ماہوار توپچیوں اور حوالداروں کو نو سے بارہ روپے ماہوار، اور لوہار مستری کی تنخواہ تیس روپے ماہوار۔ یہ معاوضے ان علاقوں کے مروجہ دستور کے مطابق ہیں۔

سرکاری ملازمین: مختلف عہدیداروں اور افسروں کے نام یہ ہیں:۔ داروغہ زیارت اللہ افسر قلعہ مانسہرہ، حاجی گدائی لاہوری مالیہ کلکٹر مانسہرہ، منشی شجاع الدین علاقہ جدون۔ رمضان علی خان عظیم آبادی تھانیدار منیار نکلی سکنہ دھنگی ضلع پٹنہ۔ منشی غلام علی پٹنہ افسر حلقہ بالاکوٹ۔ قلعہ مذکور کے منشی حاجی نجو عظیم آبادی قلعہ مذکورہ مالیانہ، منشی یحییٰ علی قاضی بالاکوٹ، احمد علی سکنہ اوگی۔ قرأت مند خیرات علی۔ رسالدار محمد علی عظیم آبادی۔ جمعدار رسالہ پھاٹک قلعہ فتح گڑھ، حاجی شیر خان سکنہ صاحب گنج جمعدار، باڈی گارڈ بہادر خان سکنہ صاحب گنج کلکٹر مالیانہ فتح گڑھ، عبداللہ عظیم آبادی فوج کو عسکری تربیت دینے کے لیے ہر روز بعد از نمازِ فجر فوجی قواعد کرواتے، سراج الدولہ، اسلحہ خانہ، محکمہ اصطبل کے انچارج تھے۔ نظیر ریحان الدین ایک طرح کے اسپیشل آفیسر ہیں۔ جن کے ذمہ نظامت حضوری تھی۔ اور قید خانوں کے محافظ مقصود علی کمانڈر انچیف و سپہ سالار صوفی فخر الدین ذخائر اور ناظم فرید پوری غلوں کے نگران اسی طرح متفرق عہدیدار اور ملازمین ہیں۔

خراج مالیات کی تفصیلات:۔ خراج یا مالیہ۔ اخراج۔ وادی کہنار سولہ ہزار وادی بھوگڑمنگ سے پانچ ہزار، کانڈی سے سات ہزار، پکھلی سے ۲۵ ہزار روپیہ۔ سالارس قبیلہ تین ہزار روپیہ نندہار بیس ہزار روپیہ الائی بیس ہزار روپیہ، الائی اور مظفر آباد ملازموں کی جاگیروں کے علاوہ عشر کے اخراج کے علاوہ مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس کی مجموعی رقم خراج سے نہیں ٹھہرتی۔ باقی لوگوں سے صرف خراج لیا جاتا۔ بھوگڑمنگ اور الائی سے تحصیل مکمل ہو گئی۔ اب پکھلی سے تحصیل ایک ہفتہ میں مکمل ہو جائے گی۔ بہت سی جگہوں پر خراج کے تحصیلدار تعینات کر دیئے گئے۔ اور پکھلی کی تحصیل کے اختتام کے بعد انشاء اللہ

نندیہارؒ اور مظفر آباد سے تحصیل شروع ہو گی۔

عدلیہ

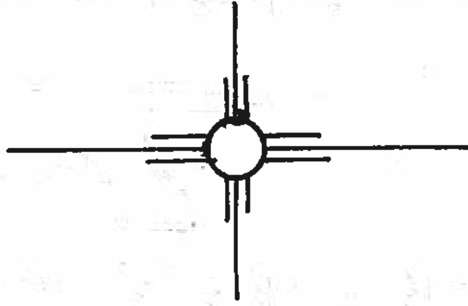
۴:۔ قوانین :۔ فوجداری۔ اور سزائیں۔ حدود قصاص شریعت کے مطابق جاری ہیں
پانچ وقتوں میں سے کسی وقت کی نماز میں غیر حاضری کی سزا۔ سردار کے لیے ایک روپیہ۔ غریب
آدمی کے لیے پانچ سیر غلہ اور نماز جمعہ کا قانون ہے۔ قاطع الطریق "ڈاکو" کو قتل کر دیا جاتا ہے
یا دار پر چڑھا دیا جاتا تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ مُلا اخونزادہ، وادی کنہار میں مفتی
اور صوم وصلوٰۃ کے محتسب مقرر کیے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ کئی سو طالب علم تعینات کیے گئے
ہیں کہ اندرونی گاؤں میں دورے کر کے دریافت کریں کہ کوئی نماز پڑھنا نہیں جانتا۔
ان کو سکھائیں اور لوگوں کو شادی غمی کے موقع پر ناجائز رسوم ادا کرنے سے باز رکھیں۔
جو اسی کا ارتکاب کریں۔ ان پر جرمانے لگائیں اور اُنہی جرمانوں سے ان طلباء کے اخراجات
پورے کیے جاتے ہیں۔ محمد حسین اخونزادہ پکھلی کے واعظ مقرر ہوئے۔

دربار کی رُوئیداد

راجہ سلاطین اور سردار ہمیشہ مولانا ولایت علی کے حضور حاضر رہتے ہیں۔ داخلہ
کے پاس کے بغیر کوئی شخص راجہ ہنؔہ سلطان قلعہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ رسالدار اور جمعدار
بلائے جانے پر ایک کانسٹیبل کے ساتھ اسلامی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ بیس تو بھی ہمیشہ
مولانا کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ کوئی شخص سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ کشمیر کے
صوبہ دار شیخ کمال الدین نے دوستی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اور خطوط لے جانے کے لیے

دو ہرکارے مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر مہینے دو۲ خطوط بھیج کر محبت اور دوستی کا اظہار کرتا ہے۔ جب شیخ کو نوشہرہ کے فتح ہو جانے کی خبر ہوئی تو اس نے خوشخبری لانے والے قاصد کو انعامات دیئے۔ اور خوشی منانے کے لیے توپیں داغیں۔ کابل کے حکمران دوست محمد اور محمد اکبر کی طرف سے بھی اظہارِ دوستی اور از رُوئے اتحاد کے خطوط وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں۔ الغرض اِس طرح کشمیر اور پشاور سے لے کر کابل اور قندھار تک اِس ملک کی خواتین اور سرداروں کے ساتھ اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ یہ سب امام سید احمد کی برکت ہے۔ گو ایسی کوئی چیز خود امام کے زمانے سے پہلے میسّر نہ ہوئی تھی۔

(کتاب وہابی تحریک ہندوستان میں ڈاکٹر قیام الدین)



تحریکِ خلافت گرفتاری محمد اسحٰق مانسہروی

تحریکِ خلافت کے رُوحِ رواں حضرت مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی تھے۔ جب تحریکِ خلافت شروع ہوئی تو مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ تھا۔ وہ اتنا شدید تھا کہ اُس کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک انگریز اہلکار نے لکھا ہے کہ مسلم انڈیا اس وقت ایک بڑے بارود خانے کی طرح تھا۔ جس میں چنگاری سُلگنے سے سارا اٹک بھک سے اُڑ جائے گا۔ برصغیر کے تمام مسلمان سوگ منا رہے ہیں ہر گلی کوچے میں تحریک خلافت کے چرچے تھے۔

تحریکِ خلافت کا پسِ منظر

برصغیر کے مسلمانوں نے خود کو ہمیشہ دنیائے اسلام کا ایک حصہ سمجھا وہ اسلام کو اسلامی دنیا کے اتحاد کی علامت تصوّر کرتے تھے۔

سلاطینِ دہلی کے عہد ۱۲۰۶ء تا ۱۵۲۶ء تک خلیفہ کے نام، خطبے اور سکہ میں ہوتا تھا۔ مغلوں نے اِس رسم کو ختم کر دیا۔ مگر ایک جماعت علماء کرام کی وحدت نے اسلامی تصوّر کو زندہ رکھا۔ ۱۵۱۷ء میں خلافت منصب عثمانی مملکت کے سلطان کو تفویض کر دیا۔

مغل سلطنت کے بعد ترکی خلیفہ برصغیر کے مسلمانوں کا روحانی پیشوا بن گیا

ترک دُنیا عرب حکومتوں پر حکومت کرتے تھے۔ اقتدار شریفِ مکہ کے ہاتھ میں تھا۔ جسے ترکوں کی طرف سے بھاری وظیفہ ملتا تھا۔ جنگ طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں برصغیر کے مسلمانوں نے بھرپور حمایت کرکے اسلامی یک جہتی کا ثبوت دیا تھا۔

پہلی جنگِ عظیم میں ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۹ء میں جرمنی اور ترکی کے مقابلہ میں

برطانیہ اور فرانس اور باقی یورپی ممالک ڈٹے ہوئے تھے۔ ترکی اپنے زوال کے دور میں تھا لیکن پھر بھی وہاں کی سلطانی دنیا کی بڑی اسلامی سلطنت تھی۔ کیونکہ وہاں کا سلطان تمام مسلمانوں کا خلیفہ تھا۔ جنگِ عظیم میں جرمنی اور ترکی کو شکست ہوئی تو ترکی کے حصے بخرے کر دیے تو اسی دوران برصغیر کے مسلمانوں کو ترکی کا خیال دامن گیر تھا کہ اسے زیادہ نقصان نہ ہو۔ چونکہ انہوں نے پہلی جنگِ عظیم میں انگریزوں کی بھرپور امداد کی تھی اور اس امداد کے عوض اپنے لیے نہیں ترکی کے لیے انگریزوں سے یقین دہانی لی تھی۔ جنگ کے بعد انگریز ترکی سے بہتر سلوک کریں گے۔

۱۹۱۲ء میں بلقانی ریاستوں نے مدد کی تھی۔ جس میں ترکی کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ہندوستان میں مسلمانوں کی کئی انجمنیں بنیں۔ اور زخمیوں کی تیمارداری اور ڈاکٹروں کی امداد روانہ کی۔ ان جنگوں میں چونکہ انگریزوں کے ساتھ وعدہ کر کے ترکی کے خلاف مدد کی تو برصغیر کے مسلمانوں کو بہت بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد انگریزوں نے بہت ذلت آمیز معاہدے پر ترکی کو مجبور کر کے دستخط کروائے۔ چونکہ اتحادیوں کے لیڈر انگریز تھے۔

ترک حکومت کے مرکزی علاقوں کے تمام علاقے چھین لیے۔ شام، عراق، فلسطین، انگریزوں کے طوالت میں دے دیئے۔ یورپی علاقے یونان کے سپرد کر دیے گئے۔ قسطنطنیہ بین الاقوامی شہر قرار دیدیا گیا۔ اس طرح ترکی کی خلافت ختم کرنے کی ٹھانی تاکہ مسلمانوں کے مرکز کو ختم کر دیا جائے۔ بنا بریں تحریکِ خلافت برصغیر کے مسلمانوں کے جذبۂ اسلامی سے شروع ہوئی منشور تحریکِ خلافت درجِ ذیل تھا۔

۱۔ ترکی خلافت کو برقرار رکھا جائے۔

۲۔ مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کو ضمانت دی جائے۔

۳۔ ترکی کی سلطنت میں ردّوبدل نہ کیا جائے۔

یہ وہ واقعات ہیں جن سے تحریکِ خلافت شروع ہوئی۔ تحریک خلافت کا نعرہ حضرت مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی کی قیادت میں شروع ہوا۔ جس میں تمام علماء کرام ہندوستان میں جو کسی بھی مکتبہ فکر سے تھے بھرپور حصہ لیا۔ ہندو لیڈر

گاندھی جی نے بھی خلافت کا نعرہ بلند کیا۔ ہندوستان میں تحریک زوروں پر تھی۔ لیکن حکومتِ ہندوستان نے بالکل پرواہ نہ کی۔ جو کہ ہندوستان کے اقتدار پر قابض تھی۔ جس کے بعد مشورہ سے مولانا محمد علی جوہر، سید سلیمان ندوی، اور سید حسین شاہ وفد کی حیثیت سے انگلستان روانہ ہوئے۔ مگر آٹھ ہفتے کی کوشش کے بعد ناکام واپس آ گئے۔ چونکہ برطانیہ حکومت ایک چیچی کے دو پاٹ تھے۔ پھر اس دوران علماء کرام، پارلیمنٹ کے ممبران اور وزراء کو ملے لیکن بے سود رہا۔

پھر اس کے بعد تحریکِ عدم تعاون شروع کی گئی۔ چونکہ تحریک عدم تعاون ہندو لیڈر گاندھی جی بھی شریک تھے۔ عدم تعاون کی تحریک میں درجِ ذیل قراردادیں پاس ہوئیں۔

۱۔ سرکار کو کسی قسم کا محصول نہ دیا جائے۔

۲۔ مالیہ اراضی نہ دیا جائے۔

۳۔ گاڑیوں میں سفر کرتے وقت ٹکٹ نہ لیا جائے۔

۴۔ کچہریوں میں مقدمات نہ دیئے جائیں۔ بلکہ خود اپنی پنچایت بلا کر فیصلہ کیا جائے۔

۵۔ طالب علم کلاسوں کا بائیکاٹ کریں۔

۶۔ ملازمتِ انگریز ترک کی جائے۔

جس وقت تحریکِ خلافت کا فنڈ شروع کیا تو گاندھی جی خاموش رہے۔ جب علی گڑھ یونیورسٹی پر قبضہ کر لیا گیا، توڑ پھوڑ کی گئی، اس ہنگامے میں بھی گاندھی جی پس و پیش تھے لیکن بنارس کی یونیورسٹیاں ہی چلتی رہیں۔ ترکِ ملازمت کے سوال پر گاندھی جی خاموش نہ رہے اس بناء پر مسلمانوں کو یہ تحریک واپس لینی پڑی۔ جس سے تحریکِ خلافت کو بہت نقصان پہنچا۔ اور تحریک آہستہ آہستہ مدھم پڑ گئی۔ ۱۹۲۲ء میں تحریک واپس لینی پڑی۔

ہندو لیڈر گاندھی جی بھی انگریزوں کے خلاف تھا۔ جس اقدام پر مسلمانوں کو ساتھ ملا کر انگریزوں کو نقصان ہو سکتا تھا۔ تو مسلمانوں کے ساتھ شریک تھا لیکن جہاں تک مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ ہندو قوم انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کی خواہاں تھی لیکن سب برصغیر کو ہندو قبضہ میں لانا چاہتی تھی۔ پاکستان کے وجود میں آنے کی ہندوؤں نے بہت مخالفت کی۔ بلکہ مسلمان لیڈروں میں سے کئی لیڈر اپنے ساتھ ملا لیے

جن میں مولانا ابوالکلام آزاد، خان عبدالغفار خان، ڈاکٹر خان اور جی ایم سیّد وغیرہ شامل تھے۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔

حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ، خان لیاقت علی خان، حضرت علامہ اقبالؒ۔ مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے علماء کے ہاتھوں انگریز اور ہندو شکست کھا گئے۔ خداداد مملکت پاکستان معرضِ وجود میں آئی۔ لیکن جس نظریہ کے تحت یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ جو اس دُنیا سے رحلت فرما چکے ہیں اس نظریۂ اسلام کو نہ اپنایا۔ نتیجتاً ۱۹۷۱ء میں ملک دو لخت ہو گیا اور موجودہ پاکستان میں بھی حکمرانوں نے اس نظریہ کو نظرانداز کر دیا۔

اگر اسلام سے رُوگردانی کی روش بدستور برقرار رہی تو باقی ملک بھی چار صوبوں میں بٹ جائے گا۔ کیونکہ سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان، سندھی گاندھی جی۔ ایم۔ سیّد کی منشا بھی یہی ہے۔ یہ حضرات اب تک اپنی سابقہ ہٹ دھرمی پر تلے ہوئے ہیں اور عملی طور پر اپنے سابقہ مؤقف کی تائید کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

ان حقائق کے پسِ منظر میں تحریک پاکستان سے پیچھے کی طرف تحریک خلافت کے خدوخال یہاں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہزارہ ڈویژن کے علمائے کرام مولانا محمد اسحٰق مانسہروی اور ابوالمعارف مولانا محمد عرفان کی تگ و دو کے متعلق ذکر ہو رہا تھا کہ ان قائدین کی جدوجہد کے باعث اسلامیانِ ہزارہ نہایت جوش و خروش کے ساتھ دیوانہ وار کیف و مستی کے عالم میں مولانا محمد اسحٰق مانسہروی اور مولانا ابوالمعارف محمد عرفان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

لبّہ کے غلام حیدر خان خواجہ خیلی و میاں عبدالقیوم ساکن لبّہ اور تربی پکھلی سے حاجی علی گوہر خان رئیس تاتار، میاں سکندر شاہ کاکاخیل ساکن گبروال، جہانداد خان ساکن ڈھوڈیال، مولانا عبداللطیف گاندھیاں، میر جمعہ خان شاہ خیل گڑھی، شیخ احمد خان و محمد امیر خان ساکنان حدو باندی، محمد حیات خان تنولی، محمد حسین خان تنولی، کالا خان اور لوستان خان ساکنان گاندھیاں نے اپنی برادری کے ساتھ بھرپور حصہ لیا۔ مسلمانانِ ہزارہ مشغولِ جہاد ہوئے چھریاں اور تلواریں زور و شور سے بنانے میں مصروف ہو گئے۔

گیارہ اگست ۱۹۲۰ء میں موضع ڈھوڈیال میں جہانداد خان کی سربراہی میں ایک

عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ کاندھی پکھلی اور پکھلی گڑھیاں کے تمام مسلمانوں نے جلسہ میں شرکت کی
مولانا محمد اسحٰق کی دلپذیر تقریر اور مولانا ابوالمعارف کے انقلابی ارشادات سننے کے بعد باپردہ
خواتین نے اپنے زیورات جہاد فنڈ میں دینے کا اعلان کیا۔ مجاہدین پکھلی نے جانی ومالی تعاون کا اقرار
کیا۔ دوسرے روز بفہ میں تحریک خلافت کے زیر اہتمام غلام حیدر خان خواجہ خیلی کی قیادت میں جلسہ
ہوا۔ بوستان خان تنولی ساکن گاندھیاں کی روایت ہے کہ بفہ شہر کے تمام ہندو بھی جلسہ
میں شریک ہوئے۔ بلکہ مٹھائی کے تھال بھر کر حضرت محمد اسحٰق اور ابوالمعارف محمد عرفان کی
خدمت میں پیش کیئے۔ جمعہ کے روز بفہ سے جلوس کی صورت میں خاکی کے عظیم الشان جلسہ میں
شرکت کی۔ جلوس کی قیادت بفہ میں ملحقہ علاقہ جات کے بزرگ ومعمر حضرات کر رہے تھے۔ خاکی
کے جلسہ کا منتظم اعلیٰ حاجی علی گوہر خان رئیس تاتار تھا۔ خاکی کے تاریخی جلسہ میں یہ فیصلہ
ہوا کہ آئندہ اجلاس بمقام ڈب مانسہرہ میں منعقد ہوگا۔ عوام الناس کا مطالبہ تھا کہ مولانا صاحب
جہاد کا اعلان کریں۔ جب علمائے کرام نے بہ اتفاق رائے فیصلہ کیا کہ فی الحال تحریک پُرامن چلائی
جائے۔ جہاد کے لیے ہنوز کوئی شرعی جواز نہیں ہے۔ گو قوم میں جذبۂ جہاد بدرجہ اتم موجود ہے
لیکن ذرائع جہاد بہ سیف کے نہیں ہیں۔ اس لیے حالات اجازت نہیں دیتے۔ لیکن اُن رؤسا و
امراء نے جو انگریزوں کے وظیفہ خوار تھے۔ اپنی نمک حلالی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے ڈپٹی
کمشنر ہزارہ کو اطلاع دی کہ کل بمقام ڈب مانسہرہ اعلان جہاد کیا جائے گا۔

بنابریں قائدین تحریک خلافت کو گرفتار کیا جائے حالانکہ بمقام مذکورہ پُرامن
تحریک کا مظاہرہ کرنا مقصود تھا۔ پروگرام کے مطابق بروز جمعہ لاکھوں افراد مانسہرہ میں
ڈب کے مقام پر جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ ریاست تناول کے غیور فرزندان توحید ہزاروں کی
تعداد میں مستانہ وار رقص کرتے ہوئے جذبۂ جہاد سے لبریز نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے
جلسہ میں شریک ہوئے۔ اور نہایت جوش وخروش کے عالم میں اپنے امیر قافلہ قاضی محمد شاہ
کو امیر جہاد مقرر کیا۔

انہیں ریاستِ تناول کے نواب خان زمان خان کی مکمل حمایت حاصل تھی۔
بہر کیف قوم تنولی کے نوجوان جہاد کی خوشی میں نعرے لگاتے ہوئے تلواریں نیام سے نکالے ہوئے

بے خودی میں ولوانہ وار جھوم رہے تھے جبکہ مانسہرہ شہر میں مخبروں کی کارستانیوں اور غلط افواہوں کی بنا پر کرفیو نافذ تھا۔ بھیڑہ پہاڑ کے بلند مقامات پر محلا نوگزی کے متصل توپیں نصب ہو چکی تھیں۔ اور بازار میں گورکھا فوج گشت کر رہی تھی۔ نماز جمعہ جلسہ گاہ میں ادا کی گئی۔

مولانا محمد اسحاق نے خطبہ نماز گھوڑی پر چڑھ کر دیا۔ مولانا موصوف نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ فی الحال شریعت کے مطابق جہاد بہ سیف کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے تاہم ہنوز تحریک پُرامن جاری رہے گی۔ قائدین تحریک خلافت نے عوام الناس کو تلقین کی کہ آپ گھروں کو چلے جائیں۔ جلسہ کے اختتام پر روانگی کی صورت میں تنولیوں نے رات دامنِ بریڑی میں گزاری۔ خان بہادر حسنین خان کے کارندوں نے جو جلسہ گاہ میں شریک تھے۔ خان بہادر مذکور کو حالات سے مطلع کیا۔ خان بہادر حسنین خان خوشنودی کی خاطر ڈپٹی کمشنر ہزارہ کو یہ باور کرایا کہ رات کو قوم تنولی کے ہزاروں افراد مانسہرہ شہر میں شب خون ماریں گے

رات کی تاریکی میں خان بہادر کے کارندوں نے دو فائر کر کے ایک بھگدڑ کا سماں پیدا کر دیا۔ جواباً تاریکی میں گورکھا سپاہیوں نے بھی فائر کیے۔ بچوں کی چیخ و پکار ہندوؤں کا واویلا اور شور وغل نے جنگ کا سماں پیدا کر دیا۔ اندھا دھند فائرنگ کے سوا کچھ بھی سنائی نہ دیتا تھا۔ شہر کے مرد و زن پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ شہر کی گلیوں میں گورکھا فوج گشت کر رہی تھی۔ صبح کے آثار نمودار ہوئے۔ گورکھا فوج نے مولانا محمد اسحٰق کو گرفتار کیا اور اسی طرح مولانا ابو المعارف محمد عرفان کو اُن کے آبائی گاؤں بھوال سے گرفتار کر لیا۔ ہر دو مقتدر قائدین کو فوج کی نگرانی میں ایبٹ آباد بھیجا دیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ مانسہرہ شہر کے قرب و جوار کے شہروں کی مکمل ناکہ بندی کر کے توپیں اور مشین گنیں تھیں تاکہ باہر سے امدادی قافلے مانسہرہ میں داخل نہ ہو سکیں خوف و ہراس پھیلانے کے لیے فائر بھی کیے جاتے تھے۔

اِن واقعات کی تفصیل داؤد کوثر مصنف "مجاہدین ہزارہ" نے محققانہ انداز میں پیش کی ہے کہ خان بہادر محمد حسین خان نے علاقہ تناول میں جو غلط افواہیں پھیلائیں۔ اور پھر تنولیوں کے ڈاکہ ڈالنے کی خبر مشہور کی۔ اس میں اُس کے دو مقاصد تھے ایک بقلم

سے مولانا محمد اسحٰق اور مولانا ابوالمعارف محمد عرفان اور دیگر خدام خلافت کی بربادی منظور تھی۔ اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ نواب صاحب والئی امب کو اور قوم تنولی جس سے اُسے آباؤ اجداد سے بغض و عناد اور صد سالہ خصومت تھی۔ بدنام کرے۔ گورنمنٹ برطانیہ کے حاشیہ برداروں ، نمک خواروں کی سازش سے مولانا محمد اسحٰق اور ابوالمعارف مولانا محمد عرفان ۱۹ راگست ۱۹۲۰ء کو گرفتار ہو کر جلاوطن ہوئے۔

مولانا محمد اسحٰق مانسہروی جامع مسجد مٹیاں مانسہرہ کے خطیب تھے۔ اس تاریخی مسجد کے خطیب مولانا قاضی محمد مشتاق ہیں۔ جو درس و تدریس بھی دے رہے ہیں۔ یہ مٹیاں کی جامع مسجد تحریک خلافت کی یادگار ہے جہاں فرنگی جبر و استبداد کے نعرۂ آزادی بلند ہوا تھا۔ تحریکِ خلافت کے غلغلہ نے کوہستان ہزارہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا اس تحریک کی بربادی میں مانسہرہ کے خوانین کا عمل دخل تھا۔ اور اُن کا سرغنہ خان بہادر محمد حسین خان تھا۔ مولانا محمد اسحاق کی گرفتاری پر ایک ہندکو چار بیتہ عبیداللہ خان شاعر نے کہا ہے جسے کتاب "الافغان"، صفحہ نمبر ۴۶۱ ۔ مصنف محمد اسلم خان گھماواں ہزارہ نے رقم کیا ہے۔ یہ کتاب چند برس بیشتر شائع ہوئی ہے۔ مصنف موصوف نے ایک قیمتی خزانہ محفوظ کیا ہے جس کا اعتراف محمد خواص خان اعوان نے "تذکرۃ المجاہدین ہزارہ"، میں نہایت خراجِ تحسین کے ساتھ پیش کیا ہے۔

مولانا محمد اسحاق مانسہروی جو کہ حویلیاں تحصیل ایبٹ آباد کے رہنے والے تھے مانسہرہ شہر میں مقیم ہو گئے تھے۔ اس نسبت سے مانسہروی کے نام سے تاریخ میں مشہور رہیں آپ ۱۹ راگست ۱۹۲۰ء کو گرفتار ہوئے۔ آپ طویل عرصہ تک نینی تال جیل میں رہے رہائی کے بعد ضلع ہزارہ میں آپ کے داخلے پر پابندی لگا دی گئی۔ آپ نے راولپنڈی شہر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ محلہ امام باڑہ میں ایک شاندار مسجد بنوائی جس کا نام مسجد انگور رہا۔ خود ہی امامت اور درس و تدریس کی زندگی اختیار کی۔ چالیس سال اسی مسجد انگور کے حجرہ میں بسر کر دیئے۔ اس عرصہ میں مختلف تحریکات کے سلسلہ میں بارہا گرفتار ہو کر قید ہوئے۔ اور رہائی کے بعد پھر اسی مسجد میں جاگزیں ہوئے۔

۱۹۱۹ء سے ۱۹۶۲ء تک مسلمانوں کی بے لوث خدمت کرنے کے بعد یہ مردِ مجاہد ۸ دسمبر ۱۹۶۲ء کو صبح چھ بجکر دس منٹ پر اس جہان فانی سے رُخصت ہوا۔ آپ کو اپنے آبائی گاؤں حربلیاں میں اپنے آبائی قبرستان میں آپ کے بڑے بھائی حکیم خلیل احمد کے پہلو میں دفن کر دیا۔ تاریخ میں مولانا محمد اسحاق مانسہروی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ان واقعات کا ذکر کتاب مجاہدینِ ہزارہ، کے صفحہ نمبر ۸۲ مرتبہ ڈاکٹر موجود ہے۔

رئیس مانسہرہ سکندر خان جہانگیری اپنے قلمی نسخہ " سکندر نامہ " میں اپنے تاثرات چشم دید یوں بیان کرتے ہیں۔

" تحریکِ خلافت کے دوران ضلع ہزارہ میں مولانا محمد اسحٰق مانسہروی کی زیرِ قیادت جو خلافت کمیٹی بنائی گئی۔ جن کی سرکردگی میں تحریکِ خلافت زوروں پر چلی۔ قائدینِ خلافت کمیٹی ابوالمعارف مولانا محمد عرفان، خان علی گوہر خان تانار، غلام ربانی خان سواتی سفیدہ مولوی غلام ربانی ساکنہ بھوال، غلام ربانی دلازاک مانسہرہ، عبدالقیوم خان سواتی ساکن سفیدہ، حاکم خان کوٹکے، سکندر خان جہانگیری مانسہرہ خلافت کمیٹی کے ممبر تھے۔ اور باوا سکھراج ہندو بھی اس کمیٹی کا ممبر تھا۔

تنولیوں کے متعلق یوں بیان کرتے ہیں کہ جس وقت اہلِ تناول جوشِ جہاد سے مانسہرہ آئے تو اُن کی کیفیت دیوانہ وار تھی۔ سر پر کفن باندھے ہوئے تھے۔ تلواریں بے نیام بے خودی کے عالم میں رقص کرتے ہوئے جناب قاضی گھاواں والے کی زیرِ قیادت بمقام ڈب داخلی مانسہرہ بجلسہ میں تشریف لائے تھے۔ تنولیوں میں جذبۂ جہاد موجزن تھا۔ مخالف گروپ بندی میں جو انگریزوں کا حامی تھا۔ اُن کا قائد فقیرا خان سواتی ملک پور والے تھے معہ دیگر حواریوں کے جاسوسی کرکے خلافت تحریک انگریز افسروں کو پہنچاتے تھے۔

۱۹ دسمبر ۱۹۲۱ء کو مولوی غلام ربانی بابت مقدمہ خلافت ڈپٹی کمشنر جیمز نے تین سال قید کیا۔ یکم اگست ۱۹۲۴ء کو سہ سالہ قید گزار کر واپس مانسہرہ آیا۔ محمد زمان مانسہرہ اور کچھ لوگ باہر کے حلقے سے آئے ہوئے تھے معہ جلوس شہر میں داخل ہوا۔ لوگوں نے شاندار استقبال کیا۔

نوٹ:۔ دوست محمد خان رئیس تانار کی ڈائری سے بھی ان واقعات کی تصدیق ہوتی ہے۔

درّانی عہد

نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد خان ابدالی سدوزئی اُٹھ کھڑا ہوا یہ افغانیوں اور ازبکوں کی جماعت کے ساتھ نادر شاہ کی فوج میں شامل تھا۔ اُس نے ایرانیوں پر حملہ کرکے انہیں شدید معرکوں میں نیچا دکھایا۔ اس کے بعد نہایت تیزی کے ساتھ قندہار پہنچ کر قندہار پر قبضہ کر لیا۔ اور کابل و صوبہ سندھ سے اموال و خراج نادر شاہ کے پاس بھیجے جا رہے تھے وہ جب قندہار سے گزرے تو احمد خان ابدالی نے اُن سب پر قبضہ کر لیا۔ اِس وجہ سے اس کے اقتدار نے طُول کھینچا۔ پھر اُس نے خود مختیاری کا دعویٰ کیا۔ اور اپنا لقب شاہ افغان درّانی رکھا۔ اپنا قبیلہ ابدالی اور ایوالی کو درّانی کا نام دیا گیا۔

اس کے بعد لشکر لے کر ہرات مشہد اور سجستان کے علاقہ جات خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہ سارا علاقہ فتح کر لیا۔ احمد شاہ ابدالی کے لیے اِس وقت ممکن یہ تھا کہ ایران کا سارا مُلک فتح کر لیتا۔ لیکن اُس نے دیکھا کہ ایران میں افغانیوں کو جو تکالیف پہلے پہنچی ہیں اُن کی وجہ سے ان کے دِلوں میں انحراف پایا جاتا تھا اور ایران میں جو نفرت نادر شاہ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے وہ ابھی تک ایرانیوں کے دلوں میں پُوری طرح جاگزیں ہے۔ اُس نے خیال کیا کہ مُلکِ ایران کو فتح کرنے سے کوئی فائدہ حاصل ہونے کی اُمید نہیں ہے۔

معرکہ پانی پت

افغانستان میں قدم رکھنے کے بعد احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کی طرف توجہ کی۔ ہندوستان پر چھ بار فوج کشی کی اور ہر بار فتح و ظفر نے اُس کے قدم چُومے خصوصاً دہلی کے قریب پانی پت کے میدان میں یہ معرکہ احمد شاہ ابدالی اور بُت پرست مرہٹوں کے درمیان ہُوا تھا۔ مرہٹوں نے ہندوستان کے تیموری بادشاہوں کو عاجز کر دیا تھا اُن کا مقصد یہ تھا کہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لیں۔ معرکہ پانی پت میں مرہٹوں کی

تعداد اسی ہزار تھی۔ اور احمد شاہ ابدالی کے ساتھ فوجوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جن میں تقریباً نصف افغانی تھے۔ اور احمد شاہ ابدالی کو اُن پر مکمل اعتماد تھا۔ اِس معرکہ میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو بہت بڑی شکست دی اور انہیں نیست و نابود کیا جو کہ پانی پت کی وجہ سے آئندہ کے لیے مرہٹوں کی فتوحات کا راستہ بند کر دیا گیا۔ معرکہ پانی پت کی وجہ سے احمد شاہ ابدالی کو پورے ہندوستان میں بڑی اچھی شہرت اور نیک نامی حاصل ہوئی۔ یہ شہرت اُن کے لیے آئندہ فتوحات میں مفید ثابت ہوئی۔ اس نے بہت سے علاقے پنجاب، کشمیر، سندھ اور اس کے ملحقہ علاقہ جات اس کے بعد بلوچستان مکران اور بلخ وغیرہ بھی فتح کر لیے۔

اِن فتوحات کی وجہ سے قریب قریب واقع علاقوں کے تمام بڑے بڑے سرداروں نے سر جھکا لیا۔ اس طرح وہ اپنی تدابیر اور دانائی کی وجہ سے ایک بہت بڑی مملکت کا بادشاہ بن گیا۔ ابدالی حکومت کے ارکان تو مال و دولت کے اعتبار سے خوشحال تھے لیکن خود حکومت اپنے مالیہ کے اعتبار سے نعیر تھی۔ کیونکہ صوبہ جات کابل اور قندہار کا اخراج افغانی قبائل کے سرداروں کو دیدیا تھا۔ اور اس کے عوض اطاعت اور فوج میں شمولیت اُن سے مطلوب تھی۔

احمد شاہ ابدالی موجودہ صوبہ سرحد سے کشمیر تک حکمران تھا۔ جنگِ متھرا کے دوران کشمیر کے سردار زبردست خان نے بھی حصّہ لیا۔ زبردست خان بن بہادر خان تنولی نے بھی اِس متھرا کی جنگ میں شرکت کی۔ اور بہادری کے جوہر دکھائے جس کے صلہ میں صوبہ خان کا ایوارڈ حاصل کیا علاقہ کشمیر سے بارہ ہزار کی جاگیر بھی حاصل کی اور تناول علاقہ پکھلی کا حاکم بھی مقرر ہوا۔ جبکہ تناول بالا میں گل محمد خان ہندوال تنولی کی سرداری تھی۔ آزاد ریاست تھی۔ تنولیوں کا احمد شاہ ابدالی کا دور سنہری دور کہا جائے تو مناسب ہے۔ زبردست خان کو صوبہ خان کا لقب دیا گیا۔ وہ صوبہ خان کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اب ان کی اولاد صوبہ خان کہلاتی ہے۔ ایک اور اہم واقعہ درّانی اور محمد عظیم خان کے دور میں ہوا۔

نواب خان بن ہیبت خان بن گل محمد خان والئ ریاست ہندوال تناول بالا کا ہوا۔ نواب خان تنولی والئ ریاست ہندوال تنولی کو دریائے لنڈہ پیتھر باندھ کر ڈال دیا گیا۔ اُسے قرآن مقدس کے وعدہ پر اپنے پاس بلایا گیا تھا جس کے متعلق واقعات

شاہ تیمور کی وفات

۸ شوال ۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۲ء کو کابل میں انتقال ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی افغانیوں کا راحت و اطمینان بھی رخصت ہو گیا۔

شاہ تیمور اچھی سیرت اور نرم خو آدمی تھا۔ وہ طبعاً امن پسند تھا اور اسی وجہ سے بعض علاقوں کے سردار اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے تھے۔ شاہ تیمور کے حرم میں تین سو عورتیں تھیں۔ لیکن اُن میں سے ایک بھی افغانی خاتون نہ تھی۔ اس نے اپنے بعد ۲۲ لڑکے چھوڑے۔
"سید جمال الدین صفحہ نمبر ۸۷ میں رقمطراز ہیں"۔
کہ تیمور شاہ کی بدکرداری، شہوت میں انہماک، طلب لذات دید مختلف عورتوں سے کثرت اولاد نے باشندگانِ ملک کی مزاحمت کو ختم کر دیا۔ اور ہزاروں انسانوں کا خون بہایا پھر اس کے بعد اس کے ہر لڑکے کی یہ خواہش کہ شاہی اس کے پاس آجائے تمہارے ہی لڑکوں کی محرومی کا سبب بنی۔

مختصر خاکہ تیموری شہزادوں کا بیان کرنا مناسب ہے چونکہ تیموری شہزادوں کے مابین اقتدار کی رسہ کشی خانہ جنگی کی صورت اختیار کر گئی۔ شاہزمان شاہ باپ کی وفات کے بعد جس کے ہاتھوں میں کابل کا نظم و نسق پہلے ہی سے تھا۔ کابل میں بادشاہ ہو گیا۔ اُس وقت تیمور شاہ کا لڑکا ہمایون قندہار میں تھا۔ اسے جب باپ کے مرنے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ اور فوجوں کو جمع کر کے کابل کی فتح کے لیے روانہ ہوا۔ شاہزمان کی ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ مقام قلات غلزئی میں دونوں کے مابین مقابلہ ہوا۔ ہمایون بھائی کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکا۔ اور بھاگ کر دوسرے بھائی کے پاس ہرات پہنچا۔ اُس نے محمود سے شاہزمان کے مقابلہ کے لیے امداد طلب کی۔ لیکن محمود نے یہ بات قبول نہ کی۔ تو اس کو ہرات سے نکال کر قندہار کی راہ لی۔ ہرات اور قندہار کے مابین ایک جگہ کو اپنا مستقر بنایا۔ وہاں ٹھہر گیا۔ وہاں سے قافلے سامان و اسباب لے کر قندہار سے ہرات جاتے تھے۔ انہیں روک کر لوٹ لیا۔ اور قافلہ والوں کو قتل کر دیا۔ اور مال و دولت سے اس نے لشکر جمع کرنا شروع کیا کہ دوبارہ شاہزمان سے جنگ کرے۔ شاہزمان کے لڑکے حیدر کو اطلاع ہوئی تو وہ ہمایوں کے تعاقب میں نکلا۔ ہمایون کے مقابلہ میں شکست

کتاب ہذا میں درج ہیں مؤلف کو بنا بریں کچھ واقعات درّانی خاندان کے سامنے لانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ درّانی دور کو عہد اسلام کا دور کہا جاتا ہے۔

احمد شاہ ابدالی کی وفات :-

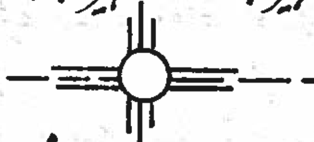
۱۱۸۵ھ / ۱۱۷۱ء یا شاید ۱۱۸۷ھ / ۱۱۷۳ء کو احمد شاہ ابدالی نے وفات پائی۔ احمد شاہ ابدالی کا جانشین باپ کی وفات کے وقت تیمور شاہ شہر ہرات میں تھا۔ اس کو جب والد کی وفات کی خبر ملی تو تیمور نے علماء، سرداروں اور فوجی افسروں کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ میرے باپ نے اپنی زندگی میں مجھے اپنا ولی عہد بنایا تھا جب میرا باپ نزع کی حالت میں تھا تو اُس وقت وزیر نے اُس کو بہکایا کہ مجھے معزول کر کے میرے بھائی سلیمان کو میری جگہ ولی عہد بنا دیا ہے اب اس کی سلطنت کا ڈھنکا قندھار میں بج رہا ہے۔ اس نے میرے باپ کے خزانہ پر قبضہ کر لیا ہے اس طرح اس کی قوت بڑھ گئی ہے اور اس کی ہیبت قائم ہو گئی ہے۔ آپ میں سے کون ہے جو میرا غصب کیا ہوا حق حاصل کرنے میں میری مدد کرے۔ تمام لوگوں نے اُس کی اطاعت قبول کر لی اور اقرار کرتے ہوئے کہا کہ سوادِ اعظم آپ کے ساتھ ہے۔ ہم سب آپ کے سامنے آپ کے مقاصد اور حصول کے لیے تیار ہیں۔ اس کے بعد لوگ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری کے مزار پر جمع ہوئے۔ وہاں پر مشہور امام شیخ بختی کھڑے ہوئے اور سلطنت کی تلوار تیمور کی کمر سے باندھی۔ تمام افغانوں نے اس کی اطاعت پر اقرار کیا۔ اُس نے اُن کی امداد سے اپنے بھائی سلیمان پر فتح حاصل کی۔ اور اُسے ایک پنجرہ میں قید کر دیا۔ وہ تیمور شاہ کے پورے دور میں اسی طرح قید رہا اور بعد میں اس کی وفات وہیں پر ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں ہوئی۔ اس کے بعد تیمور نے اپنے باپ کے اُس وزیر کو جس نے اس کو ولی عہدی سے نکلوایا تھا اُسے قتل کر دیا پھر افواج لے کر ہندوستان کشمیر اور لاہور کی طرف روانہ ہو گیا جن لوگوں نے ان کی اطاعت کی راہ چھوڑ دی تھی اُن سب افغانیوں کو پھر سے اطاعت پر مجبور کر دیا۔



معاہدہ شکنی شاہ زمان جب لاہور سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ محمود نے معاہدہ شکنی کر دی ہے۔ دوبارہ ہرات میں جنگ ہوئی۔ محمود فرار ہو کر اپنے بیٹے کامران کے ساتھ ایران کے بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔

یہ وہی شاہ زمان ہے لاہور سے واپسی کے وقت رنجیت سنگھ ۱۷۹۸ء میں پنجاب و شمالی مغربی اضلاع لاہور کا گورنر بنایا۔ جس نے مسلمانوں پر بڑا ظلم کیا۔ سکھ حکومت کی ابتدا ہوئی۔ انہوں نے درانیوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد مسلمان قوم کو تختۂ مشق بنایا۔ شاہ ایران سے مدد لے کر محمود ایک جرار لشکر کے ساتھ قندھار میں داخل ہوا۔ جبکہ پائندہ خان کا بیٹا فتح خان محمود سے مل گیا۔ شاہ زمان کے ساتھ خونریز جنگ ہوئی۔

شاہ زمان اپنے بھائی کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اور محمود نے شاہ زمان کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی۔ اور اندھا کر دیا۔ شاہ محمود نے شاہ زمان کے وزیر رحمت اللہ خان کو بھی گرفتار کر لیا۔ جس نے اقتدار کی ہوس میں شاہ زمان کے تمام امراء کو جو درباری تھے قتل کرانے پر اکسایا تھا۔ اُن کو قتل کیا۔ درباریوں میں فتح خان کا باپ پائندہ خان بھی تھا۔ اُس وقت فتح خان محمود کے ساتھ تھا محمود نے حکم دیا کہ اس شریر وزیر کے کپڑے اُتار کر چٹائیوں کا لباس پہنایا جائے اور گدھے پر سوار کر کے سارے کابل شہر میں تشہیر کی جائے۔ اور تشہیر کے بعد قتل کیا جائے۔



شاہ محمود کا زوال اور شاہ شجاع کی بادشاہی

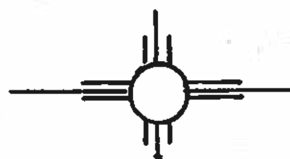
شاہ محمود شیعہ مذہب کی طرف مائل تھا۔ اِس سے سُنیوں کو نفرت ہوئی۔ اب ان کی رگِ حمیت بھڑکی تو انہوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کے بعد شیعوں نے بھی اس کی تذلیل کی۔ پھر سب کے سب شاہ محمود کو گرفتار کرنے پر متفق ہوئے اور اسے گرفتار کر کے قلعہ بالاحصار میں قید کر دیا۔ اور اندھے بادشاہ شاہ زمان کو قید سے

ہوئی۔ اب ہمایون شہر قندہار میں داخل ہو گیا۔ اس نے قندہار والوں سے سختی کا برتاؤ کیا۔ تاجروں کو ستایا۔ اُن کے مال و متاع چھین لیے اور اس کی مدد سے افواج جمع کیں شاہزمان کو اطلاع ہوئی تو وہ فوجیں لے کر قندہار پہنچا۔ والیٔ ملتان نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس کے لڑکے کو قتل کر دیا۔ اور ہمایون کو گرفتار کر کے شاہزمان کے پاس کابل بھیج دیا جہاں ہمایون کی آنکھوں میں شاہزمان کے حکم سے نیل کی سلائی پھیر دی گئی۔ مختصر یہ کہ قاضی فیض اللہ اور پائندہ خان کی معاونت اور تقدیر کی سعادت سے شاہزمان باپ کی جگہ بادشاہ ہو گیا۔ اس نے رحمت اللہ کو اپنا وزیر مقرر کیا حالانکہ سرداروں نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن شاہزمان نے اسے اپنا وزیر منتخب کر لیا۔



محمود خان کی شورش

شاہزمان کا تسلط ان مقامات پر ہوا۔ جو اس کے باپ دادا کے زیر نگیں تھے۔ مثلاً سندھ، کشمیر ملتان، ڈیرہ، شکارپور اور بلخ وغیرہ۔ اس کے بعد شاہزمان قندہار آیا۔ اسی اثنا میں محمود نے ہرات میں لشکر جمع کر کے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور فوجیں لے کر قندہار کی طرف چل پڑا شاہزمان بھی قندہار سے فوجیں لے کر روانہ ہوا۔ گرشک اور زمین داروں کے مابین مقابلہ ہوا۔ محمود کو شکست ہوئی۔ محمود ہرات بھاگ گیا۔ اس کے بہت سے سردار گرفتار ہو گئے۔ خزانہ شاہزمان کے قبضہ میں آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد محمود اور شاہزمان کے درمیان صلح ہو گئی کہ ہرات اور فرح محمود کی حکومت کے ماتحت رہیں گے۔ سکہ شاہزمان کے نام ہو گا۔ اس کے بعد شاہزمان کابل آیا۔ اور کابل سے لاہور آ کر اُس کے قریب علاقوں پر تسلط قائم کیا۔ ان کامیابیوں کی وجہ سے شاہزمان کے لشکروں میں مال و دولت کی فراوانی ہوئی۔



شاہ شجاع کے حالات

کچھ دنوں کے بعد شجاع کو پشاور سے نکال دیا گیا۔ اُس نے عطا محمد والئی کشمیر سے امداد طلب کی۔ بذریعہ خط و کتابت اس نے کہا کہ آپ کے پاس جو جواہرات ہیں وہ میرے پاس رکھ دو۔ تو میں آپ کو تیس لاکھ روپے دوں گا۔

شجاع کے پاس ایک بہت بڑے ہیرے "کوہ نور" کے سوا کچھ نہ تھا۔ اُسی نے ہیرا عطا محمد کے پاس بھیج دیا۔ اور عطا محمد والئی کشمیر نے پندرہ لاکھ روپے شجاع کو بھیج دیئے۔ شاہ شجاع ایک فوج تیار کرکے کابل جانے کی تیاری کرنے لگا۔ تو شاہ محمود کو جب اطلاع ملی تو اس نے شاہ زمان کو قید سے باہر نکالا۔ اور اسے مخاطب کرکے کہا دیکھو مملکت کو کافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ اور اب یہ سلطنت ویرانی کے قریب ہے۔ بے مقصد بہت خون بہایا جا چکا ہے اب آؤ اور ہم باہمی اختلافات کو اتفاق میں بدل دیں۔ اور اس سلطنت کے لیے بہتر کام کرنے میں مشغول ہو جائیں۔ اور میں اپنے اوپر یہ واجب قرار دیتا ہوں کہ تم لوگوں کی تمام حاجات کی تکمیل کروں گا۔ اور تم میں سے ہر شخص کو مناسب مقام پر رکھوں گا۔ اور میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس وقت جتنے امراء قید میں ہیں سب کو رہا کروں گا اور تم پہ فرض ہے کہ میرا اتنا خیال رکھو کہ میں باپ کا سب سے بڑا بیٹا ہوں۔

شاہ زمان نے محمود کی جب یہ گفتگو سنی تو اُس نے پشاور میں اپنے بھائی شاہ شجاع کو خط کے ذریعے مطلع کیا۔ شاہ شجاع نے اس خط کو عطا محمد والئی کشمیر پر دباؤ ڈالنے کے لیے استعمال کیا اور اُسے لکھ بھیجا کہ اگر تم نے مال و اسباب اور سپاہیوں سے مدد نہ کی تو میں اپنے بھائی سے اتفاق کرکے تمہاری بنیاد اُکھیڑ دوں گا۔ عطا محمد نے اس خط کو بڑی اہمیت دی۔ اور پانچ ہزار فوج لے کر پشاور کو روانہ ہوا۔ شاہ شجاع خوش تھا کہ عطا محمد امداد لیکر آرہا ہے لیکن عطا محمد اپنے دل میں غداری اور عداوت چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے پشاور پہنچ کر غفلت میں شاہ شجاع کو جا پکڑا۔ اور پنجرے میں قید کرکے اپنے ساتھ کشمیر لے گیا اور

نکال کرلائے کہ شاہ شجاع کابل آنے تک اُن پر حکمرانی کرے۔ شاہ شجاع پانچ دن کے بعد پنجاب سے کابل پہنچا۔ اُس وقت لوگ شاہ محمود کو بالاحصار سے نکال کرلائے۔ اور شاہ زمان کی خدمت میں پیش کیا کہ اُس سے اپنا قصاص لے۔ لیکن شاہ زمان نے رحم کھا کر اُسے معاف کر دیا۔ اور واپس قلعہ بالاحصار بھیج دیا۔

عطا محمد خان بن شیر خان والئ کشمیر جس نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا تھا۔ شاہ شجاع تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کی نافرمانی کی گوشمالی کے لیے کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ جب مظفر آباد پہنچا تو عطا محمد خان کا ایک سفیر اس سے ملا۔ عطا محمد خان کی اطاعت کا اُسے یقین دلایا۔ عہد و پیمان پر اس نے یقین کر لیا اور کابل کی طرف واپس ہوا۔



شاہ محمود کا دوبارہ عروج

شاہ شجاع جب مظفر آباد سے واپس آیا تو اطلاع ملی کہ محمود اور اس کے امراء محمود کے لڑکے کامران سے جاملے۔ یہ لوگ جب ہرات پہنچے تو والئ ہرات فیروز الدین سے امداد حاصل کریں۔ لیکن والئ ہرات نے تحفہ تحائف دے کر واپس کر دیئے۔ امداد دینے سے انکار کیا۔ پھر انہوں نے چار ہزار کی فوج تیار کر کے قندھار پر حملہ کر کے قندھار کے حاکم خان کو گرفتار کر لیا۔ شہر قندھار پر اپنا تسلط قائم کر دیا۔ اس کے بعد ان تینوں نے مل کر ایک لاکھ سپاہ تیار کر کے شاہ شجاع پر حملہ کر دیا۔ ہولناک جنگ کے بعد شاہ شجاع کو شکست ہوئی، وہ بھاگ کر کابل آیا۔ وہاں ایک رات گزار کر پشاور کی طرف چل دیا۔ اس طرح محمود کی فتح مکمل ہو گئی۔ اُس نے کابل آکر تختِ شاہی پر قبضہ کر لیا۔ وزارت کا قلمدان فتح خان کے سپرد ہوا۔ اپنے بیٹے کامران کو والئ قندھار مقرر کر دیا۔ اور شاہ زمان کا لڑکا جو والئ کابل تھا فرار ہو کر شاہ ایران کے پاس چلا گیا تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اُسے جب معلوم ہوا کہ چچا شجاع بادشاہ ہو چکا ہے تو واپس آگیا تھا۔ اُسے بھی قتل کر دیا۔

وہاں جا کر کشمیر کی مورچہ بندی شروع کر دی۔

رنجیت سنگھ نے افغانیوں کے باہمی نزاع کے دوران پنجاب میں افغانی مقبوضات کا جو حصہ دیا تھا اس کو رنجیت سنگھ کے قبضہ سے نکال کر انگریزوں کے قبضہ میں دینے کے لیے وہ انگریزوں کے ساتھ اتفاق کریں گے۔ بشرطیکہ محمود اگر عطا محمد کے خلاف کوئی حرکت نہ کرے تو انگریز اس کی امداد کا وعدہ کریں۔

اتفاق کی بات ہے کہ عطا محمد والئ کشمیر کا یہ خط رنجیت سنگھ کے جاسوس کو مل گیا اور انہوں نے اپنے آقا رنجیت سنگھ کے سامنے یہ مراسلت پیش کر دی اس نے یہ خط محمود کے پاس بھیج دیا۔ اور اسی کے ساتھ عطا محمد پر دونوں نے متحد ہو کر حملہ کی درخواست کی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ اور محمود شاہ دونوں نے مل کر عطا محمد خان کے خلاف فوج کشی کی اور کشمیر پہنچ کر اسے دبوچ لیا۔ عطا محمد خان کو گرفتار کر لیا مگر محمود شاہ نے اسے معاف کر دیا شجاع کو بھی آزادی مل گئی جو کہ عطا محمد خان کی قید میں تھا۔ فتح خان وزیر نے اپنے بھائی عظیم خان کو والئ کشمیر مقرر کر دیا۔ اور شاہ شجاع کو مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے ساتھ لاہور لے آیا۔ دو برس تو چین سے گزر گئے۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دل میں کشمیر پر قبضہ کرنے کی شیطانیت پیدا ہوئی۔ اس نے اسی ہزار کی سکھ افواج تیار کر کے کشمیر پر حملہ کر دیا۔

عظیم خان کے پاس صرف دس ہزار مسلمان فوج تھی۔ عظیم خان کو جب اطلاع ہوئی کہ سکھ فوج حملہ کے لیے آ رہی ہے تو عظیم خان نے اپنی فوج کو وادئ کشمیر کے چاروں اطراف چھپا دیا۔ سکھ افواج بڑھتی ہوئی جب وادئ کشمیر کے اندر داخل ہوئی تو اسلامی لشکر عظیم خان کی سربراہی میں چاروں اطراف سے ٹوٹ پڑا۔ اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران چالیس ہزار سکھ مارے گئے۔ اور گرفتار بھی ہوئے۔ باقی چار ہزار بھاگ کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ رنجیت سنگھ اپنی اس حرکت پر بہت پچھتایا۔ اور محمود شاہ کو خوش کرنے کے لیے لکھ بھیجا کہ اس نے جو حرکت کی ہے وہ محض شاہ شجاع کے بہکاوے میں کی ہے۔

شاہ شجاع کو اس خط کا حال معلوم ہو گیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ لاہور سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔ شجاع نے اپنے جواہرات جن میں مشہور ہیرا "کوہ نور" بھی تھا۔

رنجیت سنگھ کے پاس رکھوا دیئے تھے۔ اب جبکہ شجاع نے اپنی امانت واپس طلب کی مہاراجہ رنجیت سنگھ پر طمع ولالچ غالب آگئی۔ اور اس نے شاہ شجاع کو جواہرات واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ "کوہ نور" یہ وہی ہیرا ہے جو آجکل تاج برطانیہ کی زینت بنا ہوا ہے۔ شاہ شجاع اس کے بعد نظر بچا کر راتوں رات نکل کر انگریزوں سے جا ملا۔

رنجیت سنگھ کو اس کا بہت افسوس ہوا اُس نے شاہ شجاع کو واپس آنے کے لیے لکھا۔ اُس کے جواہرات بھی واپس کر دیئے۔ لیکن وہ واپس آنے پر راضی نہ ہوا۔ انگریزوں نے شاہ شجاع کو اُن کے پاس پناہ گزیں ہونے کو اپنی خوش قسمتی سمجھا اور اُس کو اعزاز و اکرام سے اپنے پاس رکھا۔



شہر غوریاں

حسین علی مرزا کو جب خبر ملی تو اس نے شہر غوریاں کی حفاظت کے لیے فوج روانہ کردی۔ تو فتح خان ایک بہت بڑی فوج لے کر شہر غوریاں اس کے علاوہ خراسان کے وہ تمام علاقے جو ایرانی حکومت کے ماتحت ہیں فتح کر لیے۔ جب یہ لوگ کوسیہ کے مقام پر پہنچے تو فتح خان کو معلوم ہوا کہ حسین علی مرزا اپنی فوج کے ساتھ کافر قلعہ پر مدافعت کے لیے پہنچ گیا ہے تو فتح خان نے پیغام بھیجا کہ شہر غوریاں سپرد کر دو۔ حسن علی مرزا نے کہا کہ تمہارے آقا محمود شاہ نے ایران کی نعمتوں سے پرورش کی ہے۔ اس کے لیے بھی اس طرح کی بات مناسب نہیں۔ چہ جائیکہ تم جیسے غدار خائن نے اپنے سالارزئی آقاؤں کے خلاف جنگ کی ہے۔

الغرض دونوں فوجوں میں ہولناک جنگ ہوئی' دونوں فریقوں کے بہت سے لوگ ہلاک و زخمی ہوئے' فتح خان کے منہ پر ایک گولی لگی اور فتح خان پسپا ہو کر ہرات چلا گیا

فتح خان کا انجام

اس حادثہ سے محمود شاہ اور اس کے لڑکے کامران پر جو اُس وقت شہر ہرات میں ہی تھا بڑی بے چینی اور اضطراب طاری ہو گیا۔ اُس نے مُلاں شمسی مفتی ہرات اور خان مُلا خان شیخ الاسلام کو فتح علی شاہ ناچار شاہ

ایران کے پاس بھیجا کہ بادشاہ کو مطلع کریں کہ یہ جراُت فتح خان کی تھی۔ شاہ محمود کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ اس طرح بادشاہ کی تالیفِ قلب کریں۔ بادشاہِ ایران نے جواب دیا کہ شاہ محمود اس صورت میں ناراض ہوگا تو فتح خان کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیا جائے۔ یا فتح خان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی جائے۔

کامران بن شاہ محمود کو جب یہ جواب ملا تو اس کی بزدلی، کم ہمتی اور کمزوری نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ اس بہادر سورما کی آنکھوں میں سلائی پھروائے۔ جس نے اس کے باپ کو تخت پر بٹھایا تھا۔ فتح خان کو اندھا کر دیا گیا۔ جب فتح خان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دینے کی خبر پھیلی تو اس کے تیسرے صاحب قوت و حکومت بھائی عظیم خان والئ کشمیر تک بھی یہ خبر پہنچ گئی اور اس نے اپنے دو بھائیوں دوست محمد خان اور یار محمد خان کو محمود کے بھائی ایوب خان کی تلاش میں پشاور روانہ کیا تاکہ ایوب خان کو بادشاہ بنایا جائے۔ چنانچہ یہی ہوا ان دونوں بھائیوں نے ایوب خان کو تلاش کر کے اس کی بادشاہی کا اعلان کرایا۔ اور افغانستان کے شہر جلال آباد تک پہنچ گئے۔ عظیم خان نے اس کے ساتھ یہ بھی کیا کہ اپنے بھائی محمد زمان کو شاہ شجاع کی تلاش میں روانہ کر دیا۔ شاہ شجاع اُس وقت انگریز حکومت کے زیر سایہ ہندوستان میں مقیم تھا۔ شاہ شجاع آیا اور سمندر خان والی نے درہ میں جنگ کر کے اُسے مغلوب کر لیا۔

مختصر یوں ہے کہ فتح خان کے بیس بھائی، تیمور شاہ بتیس لڑکوں میں مل گئے۔ اور انہوں نے افغانیوں کی سرزمین مشرق سے مغرب میں پھیل کر محمود شاہ کی بنیاد اُکھیڑ دی اس کے بعد فتح خان کے بھائیوں نے تیمور شاہ کی اولاد سے سلطنت چھین لی اور افغانستان کے علاقوں میں ایک ایک جگہ ایک بھائی آزاد حکمران بن بیٹھا۔ یہ سب کچھ انہوں نے بھائی فتح محمد خان کو نابینا کرنے کے انتقام میں کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان لوگوں نے شاہ محمود کے علاقہ قندہار پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب شاہ محمود کی حکومت ہرات اور اُس کے گرد و نواح تک محدود ہو کر رہ گئی۔



"مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کشمیر پر قبضہ"

یہ وہ واقعات ہیں جب تیموری شہزادوں کی آپس میں نااتفاقی اور شاہی
حرص، ظلم وجبر جبکہ شاہی کی لالچ کی خاطر اپنے بھائیوں کے بھائیوں کو اندھا کرکے قید میں
ڈالنا اور فتح محمد خان جیسے محسنوں کو دشمنوں کے کہنے پر بزدلی کا ثبوت دیتے ہوئے اندھا
کر دینا احمد شاہ ابدالی کے مشن کو جس کی سعی سے اتنی بڑی اسلامی حکومت قائم ہوئی۔
جس کو کاغذاتِ مال میں آج بھی عہدِ اسلام درج ہے ختم کیا اور اس دوران مہاراجہ رنجیت
سنگھ والئ کشمیر عظیم خان کی غیر حاضری میں کشمیر پر حملہ کرکے قبضہ کر لیا۔ جب عظیم خان درّانی نے
سکھ فوج جو اسی ہزار پر مشتمل تھی۔ دس ہزار اسلامی لشکر نے شکستِ فاش دی تھی اور
چالیس ہزار سکھ فوج کو قتل وغارت کیا تھا۔ جبکہ پنجاب کے وہ تمام علاقے جو احمد شاہ ابدالی
کے دور میں قبضہ میں آئے تھے۔ سب پر سکھوں نے قبضہ کر لیا۔

امیر دوست محمد خان کی امارت کے چند سال بعد رنجیت سنگھ نے اپنی افواج کو
لے کر پشاور پر حملہ کرایا۔ پشاور کے والی نے مقابلہ کیا۔ جنگ ہوتی رہی دونوں اطراف سے
بہت سے افراد مارے گئے۔ انگریزوں نے دیکھا کہ اگر پشاور حکومت افغان حکومت کے
قبضہ میں چلی گئی تو امیر دوست محمد کی قوت مزید مستحکم ہوگی۔ اور پشاور کا شہر جو پنجاب کی
کنجی ہے اس کی وجہ سے ہندوستان کے انگریزی مقبوضات میں خلل پڑے گا۔

یہ سوچ کر انگریز مصالحت کرانے کے لیے سامنے آگئے۔ مصالحت اس شرط پر
ہوئی کہ یہ شہر رنجیت سنگھ کے قبضہ میں رہے۔ انگریز کا مقصد صرف یہی نہ تھا بلکہ اُن کا
مقصد یہ بھی تھا کہ پشاور پر اپنے قبضہ کی راہ ہموار کریں۔ کیونکہ سکھوں کی حکومت جو رنجیت
سنگھ نے قائم کی تھی۔ اس کی بنیادیں مضبوط نہیں تھیں اور انگریزوں کا یہ مقصد
بھی پورا ہو گیا۔ مصالحت کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انگریزوں کا پشاور شہر پر قبضہ ہوگیا!

انگریزوں نے خفیہ معاہدے کئے ہوئے تھے۔ ہندوستانی مسلمان نوابوں سے بھی رابطے قائم کر رکھے تھے۔ اصل خطرہ اُن کو افغانیوں سے تھا چونکہ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر کامیاب حملے کرکے مرہٹہ طاقت کو ختم کر دیا تھا سکھوں کو مسلمانوں کے سامنے ایک دیوار کھڑی کر دی تھی اس لیے سکھوں کو مسلمانوں سے لڑانا شروع کر دیا۔ بلکہ مسلمانوں سے لڑانے کی سوچ تھی۔ اگر سکھ اور مسلمان متحد ہو جاتے تو اُس وقت موجودہ پاکستان کا جو علاقہ ہے اس پر انگریز قبضہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ وہی دَور تھا جب درّانی شہزادے آپس میں خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ ایک دوسرے کا قتلِ عام ہو رہا تھا۔ یعنی دونوں اطراف مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا تھا۔ جس میں بیرونی طاقت یعنی انگریز ملوث تھا انگریز سکھوں کی امداد کر رہا تھا۔ سکھوں نے مسلمانوں کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ کشمیر اور ہزارہ کے علاقے بھی سکھوں کے قبضہ میں آچکے تھے۔ اُسی دَور میں سیّد احمد شہیدؒ نے ہندوستان میں تحریک شروع کر دی تھی۔ اور خود سرحد تشریف لائے۔ جہاد کا اعلان کیا اور سکھوں کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہی افغانی کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ اس کا آخر کیا سبب تھا۔ ہے یہ اسلامی تحریک ناکام ہو جاتی ہے۔ کیا اس تحریک کو ناکام بنانے میں کسی بیرونی طاقت کا ہاتھ تھا؟



"انگریز مداخلت پر ایک نظر"

۱۲۴۸ھ یعنی ۱۸۳۲ء میں عباس مرزا نے ہرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے فرزند محمد مرزا کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ بھیجا۔ بڑی شدید جنگیں ہوئیں یہاں تک کہ شہر ہرات کا محاصرہ ہو گیا۔ انگریزوں کے سفیر مسٹر کیمبل نے اس وقت بڑی کوشش کی جو بار آور ثابت نہ ہو سکیں۔ محمد مرزا شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ اُسے اپنے باپ کے انتقال کی خبر ملی اس نے صلح کو سلسلہ جنبانی میں مصلحت دیکھی۔ کامران نے بھی صلح کی تجویز کو منظور کر لیا۔ صلح کی شرائط کا تعین کیا۔ اپنا وزیر یار محمد مقرر کیا جو اُن دنوں

بمقام مشہد ایران کی قید میں تھا۔ بالآخر صلح نامہ اس شرط پر ہوا کہ سکہ فتح علی شاہ کے نام چلے گا۔ اور کامران شاہ ایران کو پندرہ ہزار تاوان بطورِ خراج ادا کرے گا۔

انگریزوں کو جب معلوم ہوا کہ افغانی علاقے سلطنتِ ایران کے ماتحت ہو گئے ہیں تو انہیں اپنی حکومتِ ہند کے لیے خطرات نظر آنے لگے۔ انہوں نے شاہ شجاع کو امداد اور لشکر دے کر بھیج دیا۔ سکھ رنجیت سنگھ اور امیر سندھ میر غلام علی خان کو بھی تیار کیا کہ وہ شاہ شجاع کی امداد کریں۔ حالانکہ یہ دونوں انگریز حکومت کے ماتحت نہ تھے لیکن ان دونوں نے انگریزوں کی دعوت قبول کر لی اور شاہ شجاع کی فوجی امداد کی۔ اس طرح شاہ شجاع کے پاس تقریباً ۳۰ ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔ یہ اپنا لشکر لے کر پنجاب کی طرف سے قندھار آیا۔ گھنڈل خان اور اُس کے بھائیوں نے مل کر اس لشکر کا مقابلہ کیا اور خوب مقابلہ کیا۔ شاہ شجاع کو بہت بڑی شکست ہوئی۔ اور وہ بھاگ کر ہرات چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنے بھتیجے سے امداد طلب کی۔ اُس نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ وہاں سے بڑی مشقتیں اٹھانے کے بعد بلوچستان پہنچا۔ اور پھر ہندوستان چلا گیا۔

۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء میں کامران نے سجستان کی فتح کا عزم کیا۔ سجستان کے امیر نے محمد شاہ ابنِ عباس مرزا کے پاس پناہ لی اور اُس سے فریاد کی۔ بادشاہ ایران نے اس کو فتح ہرات کا حیلہ بنایا۔ اور فوجیں ہرات بھیج دیں۔ اس فوج نے ہرات کا بڑی مدت تک محاصرہ کیا۔

اسی اثناء میں افغانی حصار سے نکل کر غیر معمولی جرأت و شجاعت کے ساتھ شاہی لشکر پر حملہ کیا کرتے تھے۔ کامران پر یہ محاصرہ بہت تلخ گزرا تو اس نے اپنے لڑکے نادر مرزا کو میمنہ شیر خان اور سرہ لول کے پاس بھیجا تاکہ ازبک اور ہزارہ کو اپنے ساتھ ملا کر لڑنے کی دعوت دے۔ یہ لوگ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ساتھ محاصرہ توڑنے کے لیے ہرات پہنچے۔ شدید جنگیں ہوئیں۔ اس میں دونوں اطراف کے آدمی مارے گئے۔ بالآخر شاہی فوج کو فتح ہوئی۔ بعد میں کامران نے وزیروں سے مشورہ کیا اور یہ اتفاق رائے قرار پایا کہ اپنی جنگ کا اعلان کیا جائے۔ آخر ان لوگوں نے ہرات کے ایک بہت بڑے عالم عبدالحق کو وسیلہ بنایا۔ مُلاں صاحب نے جمعہ کے دن تقریر کی۔ اور لوگوں میں جہاد کا اعلان کر دیا۔ الغرض قریبی دیہاتوں سے مسلمان جہاد کا اعلان سُن کر

نکل آئے۔ انہوں نے ناخن ترشوائے۔ غسل کیا اور کفن پہن کر دشمن کے مقابلہ میں نکل پڑے۔
انہوں نے ایرانیوں پر بڑا شدید حملہ کیا۔ ایران کے بڑے نامور فوجی بڑی کثیر تعداد میں مارے گئے۔ لیکن مجاہدین محاصرہ توڑنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے محاصرہ جب طویل ہو چکا تو انگریز سفیر سکینل تہران سے لشکر گاہ میں آیا۔ اس کے بعد بادشاہ سے جا کر ملاقات کی۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ شہر ہرات اب فتح ہوا چاہتا ہے۔ اور اس کے بعد افغان مطیع ہو کر ایرانیوں سے مل جائیں گے۔ اس سے انگریزی سلطنت ہندوستان کو جو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس نے شاہ ایران سے درخواست کی کہ مجھے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دیجئے۔ کامران کو شہر کی سپردگی پر راضی کر لوں گا۔ بادشاہ ایران نے سفیر کو سچا سمجھ کر اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دیدی۔ جب سفیر شہر کے اندر آکر کامران سے ملا تو اس کی ہمت بڑھانے اور ثابت قدم رہنے کی نصیحت کرنے لگا۔
اگر تھوڑے دن آپ اور ثابت قدم رہیں تو ہم آپ کو توپیں اور بندوقیں اور دوسرے ہتھیار بھیجیں گے۔ کامران سے اقرار لینے کے بعد سفیر واپس ہو کر شاہ ایران کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کو اطلاع دی کہ میں نے کامران اور اس کے لشکریوں کو بہت ڈرایا اور انہیں راضی کرنے کی سعی کی۔ بلکہ انہوں نے میری بات کا اثر نہیں لیا۔ وہ ہمارے ڈرانے سے ڈرے ہی نہیں۔ انہوں نے میری بات پر توجہ ہی نہیں دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ لشکر میں جتنی دھاتیں تھیں مہیا کی جائیں۔ مہیا کی گئیں۔ اس سے ایک بہت بڑی اور ہولناک توپ ڈھالی گئی۔ اس توپ کو ایرانیوں نے ایک قریبی اونچی پہاڑی پر نصب کر دیا۔ اور توپ کا منہ شہر کی طرف کر کے گولے برسانے شروع کر دیئے۔ شہر میں قحط اور گرانی کی شدید مصیبت تو پہلے ہی بنی ہوئی تھی۔ ایک اور مصیبت بھی مسلط ہو گئی شہر کے شرفاء تقریباً ۰۰۰ ۳ ہزار کی تعداد میں نکل کر کامران کے پاس پہنچے اور مطالبہ کیا کہ شہر کو ایرانیوں کے سپرد کر دیا جائے۔ انگریز سفیر نے جب یہ سنا تو اس نے خفیہ طور پر کامران کو ثابت قدم رہنے کے لیے کہا۔ اور وعدہ کیا کہ وہ اس مصیبت کو عنقریب رفع کرا دے گا۔ بعد میں شاہ ایران کے پاس پہنچ کر کہا۔ انگلستان اور آپکے مابین دوستی ہے

ہرات کی فتح سے ہندوستان میں شورش برپا ہو جائے گی۔ اس لیے آپ سے امید ہے کہ آپ ہرات کی فتح کا ارادہ ترک کر دیں گے۔ بادشاہِ ایران نے سفیر کی یہ استدعا قبول نہ کی۔ بادشاہ محاصرہ کے طول سے اکتا گیا تو وہ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کے سامنے سے گزرا اور ساتھ ہی شہر ہرات پر حملہ کا اعلان کر دیا۔ توپوں نے گولے برسائے اور شہر کی فصیل کو جا بجا مسمار کر دیا۔

اب شہر فتح ہی ہونے والا تھا کہ انگریزوں کا سفیر بادشاہ کے سامنے آیا اور عرض کی کہ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ تین دن کے لیے مجھے شہر میں جانے دیں۔ تاکہ میں کامران اور اُس کے وزیر کو لے آؤں اور خونریزی اور غارتگری کے بغیر آپ کے حوالے کروں۔ میں آپ کو حکومتِ انگریزی کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میری اس التجا کو ردّ نہ فرمائیں گے۔

بادشاہ نے حکومت انگریزی کے وقار کا خیال کرتے ہوئے اُسے اجازت دیدی کہ وہ جب کامران اور اُس کے ساتھیوں سے ملا تو اُن کو پانچ ہزار بندوقیں دیں اور کہا کہ تین دنوں تک جنگ بند ہے۔ اس مدّت میں آپ منہدم شدہ فصیلوں کو مرمت کر لیں۔ اور ثابت قدم رہیں۔ یہاں تک کہ ہمارا بحری بیڑہ خلیج فارس میں پہنچ جائے گا۔

شاہ ایران کو جب سفیر کی اس حرکت کا پتہ چلا تو اس نے سفیر کو لشکر گاہ سے نکال دیا اس کے بعد شاہ کے غصّے کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے پھر سے حملے شروع کر دیئے۔ جنگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ افغانیوں نے بھی مدافعت میں پامردی کا ثبوت دیا۔ ایرانی افسر قلعہ پر چڑھ جاتے تھے۔ اور افغانی انہیں وہاں سے مار گراتے تھے۔ دونوں اطراف سے لوگ بکثرت قتل ہوئے۔ اس ہنگامہ خیز جنگ کے دوران انگریزوں کا بحری بیڑہ خلیج فارس میں آن پہنچا۔ اور جزیرہ طارق پر قابض ہو گیا۔ بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے بہتر سمجھ کر محاصرہ چھوڑ کر اپنے ملک سے انگریزوں کو دفع کرنے میں لگ جائے۔ انگریزوں کے کارندے محاصرہ کی پوری مدّت میں کابل اور قندھار کے امراء ایرانیوں سے جنگ پر آمادہ کرنے میں لگے رہتے تھے۔ اور علماء کو مال و دولت کے ذریعہ اکساتے رہتے تھے۔ کہ وہ اپنی جنگ کا اعلان کر دیں گے۔ لیکن ان کی یہ کوششیں بار آور نہ ہو سکیں۔

محاصرہ بیس ماہ تک جاری رہا۔ اور ۱۲۲۵ھ / ۱۸۳۹ء میں اُٹھایا گیا" شاہ شجاع"

انگریز دیکھ رہے تھے کہ افغان امراء ایرانیوں کی طرف مائل ہیں کیونکہ دوست محمد خان امیر کابل، کھنڈل خان والئ قندہار اور ان کے سارے بھائی تیمور شاہ کے تتر بتر ہو جانے کے بعد ملک کے مختلف حصّوں پر قابض تھے۔ اور اُن کے محاصرہ میں شاہ ایران سے خط و کتابت کر رہے تھے۔ اور اس کے ساتھ دوستی کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ اور اُس کے پاس اپنے سفراء بھیج رہے تھے۔ انگریزوں کو اس صورتحال سے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ یہ لوگ اتفاق نہ کر لیں اور ان کا اتفاق ہندوستان پر ہے۔ انگریزوں کے سایہ کو رفع کر دینے کا مُوجب نہ ثابت ہو۔ اِن اندیشوں کی وجہ سے انگریز افغانستان کے علاقوں پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے موقعہ کی تلاش میں لگ گئے۔

اب جو یہ دیکھا کہ افغان اپنے جدید امراء سے نفرت کرتے ہیں۔ اِن میں سرتابی کے جذبات پائے جاتے ہیں تو اس موقع کو غنیمت شمار کیا اور کہا کہ افغانستان پر تسلط کرنے کا مقصد شاہ شجاع کے وسیلہ سے حاصل کیا جائے یہ طے کر کے انہوں نے شاہ شجاع کے لیے باقاعدہ و بے قاعدہ دستوں کی ایک بڑی فوج مہیا کی جس کی کمان بڑے بڑے تجربکار اور اونچے درجہ کے انگریز افسران کے ہاتھوں میں تھی۔ شاہ شجاع یہ فوج لے کر بلوچستان اور سجستان کے راستے سے قندہار کی طرف روانہ ہوا۔ اِس فوج کے آگے آگے بہت سے آدمی روانہ ہوئے جو افغانیوں کو شاہ شجاع ہی بادشاہ کا حقیقی وارث ہے اور یہ سلطنت اِس کی ہونی چاہیئے وہ لوگوں کو اس رائے سے اکساتے تھے کہ موجودہ کالوچی امراء سے نجات حاصل کریں۔

شاہ شجاع جب قندہار پہنچا تو کھنڈل خان نے فوج کی کمی اور شہر والوں کا شاہ شجاع کی طرف میلان دیکھ کر اپنے آپ میں قیادت کی سکت نہ پائی وہ اپنے اہل و عیال کو پانچ سو سواروں کی معیت میں لے کر تہران کی طرف نکل گیا۔

محمد شاہ بادشاہِ ایران نے اس کا موثر طور پر استقبال کیا اعزاز و اکرام سے ایرانی شہر بابک کا والی بنایا۔ شاہ شجاع نے ایک انگریز "مسٹر تارکو" قندہار کا والی بنایا۔ اور اس کے بعد اپنا لشکر لے کر کابل چلا۔ راستہ میں شہر غزنوی پہنچ

بھی قبضہ کر لیا۔ کابل میں امیر دوست محمد خان نے اپنے آپ میں اِس کی مفارقت اور جنگ کی قوت نہیں پائی۔ مجبوراً کابل سے نکل کر بخارا کا رُخ کیا تاکہ امیر بخارا کی امداد حاصل کر سکے لیکن اِن کا مقصد پُورا نہ ہو سکا امداد کی بجائے عدم توجہ بلکہ ذہانت و تحقیر کا سلوک پایا اس لیے وہاں سے لوٹ آیا۔ اور آکر اپنے آپ کو انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ انگریزوں نے اسے گرفتار کر کے کلکتہ بھیج دیا۔

شاہ شجاع نے ایک سربرآوردہ انگریز افسر مسٹر ہٹنکر کو کابل کا والی بنا دیا۔ اس کے بعد جلال آباد پر بغیر کسی روک ٹوک کے قبضہ کر لیا۔ جلال آباد پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے مسٹر بنٹ جرگہ کو بیس انگریز سواروں کے ہاتھ تین لاکھ گنی دے کر کامران کے پاس ہرات بھیج دیا۔ اور اسے دعوت دی کہ شاہ شجاع کی اطاعت قبول کرے۔ اس نے رقم لے لی۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ اور انگریزوں اس وقت تک اپنے پاس رکھا جب تک مرسلہ رقم کی قلعوں کی درستگی، مورچہ بندی اور ذخائر کی بہم آوری پر صرف نہیں کرایا۔ اس کے بعد اُس نے سارے انگریزوں کو شہر سے نکال دیا۔ اور اس کے بعد محمد شاہ بادشاہ ایران کے پاس معذرت نامہ لکھ کر بھیجا۔ جو غلطیاں اُس نے کی تھیں۔ اس کی معافی کی درخواست کی اور اقرار کیا کہ خطبہ و سکہ محمد شاہ کے نام جاری کر دے گا۔ یہ واقعہ ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء کا ہے۔

بہرحال ہوا یہ کہ اب افغانستان پر بیشتر علاقوں پر شاہ شجاع کی حکومت مضبوط تھی۔ لیکن یہ حکومت صدرتاً شاہ شجاع کی حکومت تھی۔ اور حقیقتاً انگریزوں کی حکمرانی تھی۔ سارے انگریز یہ سمجھنے لگے کہ افغانی علاقے اُن کے مقبوضہ ممالک کے اجزاء ہیں جن کا انگریزی قبضہ سے نکلنا ابھال ہے۔ حالانکہ یہ حکومت صرف تین سال اور چند مہینے کی رہی۔

سلطان محمد خان درّانی کے متعلق اور درّانی قوم کے متعلق رائے دی گئی۔

"تاریخ ہزارہ ک۔ ب صفحہ ۳۱۰ تا ۷۰۲ میں یوں تحریر ہے" کہ:۔

جب دوسری جنگ سکھاں ۱۸۴۸ء میں ملتان میں اینڈرس اور ایگنو کے قتل سے شروع ہوئی۔ اُس وقت سلطان محمد ریذیڈنٹ کے پاس ملاقات کے لیے گیا اور

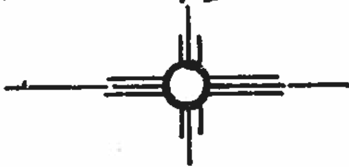
اس سے پہلی ملاقات میں ہر قسم کی امداد کا وعدہ کیا۔ لیکن جنگ کے دوران سلطان محمد نے ریذیڈنٹ اور اس کی بیوی کو سکھوں کے حوالہ کر دیا۔ اسی طرح ذاتی فائدے کے لیے بے ایمانی اور بد عہدی کا مرتکب ہوا۔ اس پر ایبٹ صاحب نے اپنی ڈائری سنہ ۴۸-۱۸۴۹ء میں لکھا ہے کہ پٹھانوں کے نزدیک درّانی عہد سکھوں سے بھی زیادہ قابلِ نفرت ہے۔

دوست محمد خان اگرچہ خود بھی دوسری جنگ سکھوں کا معاون تھا۔ لیکن سلطان محمد نے اس کرتوت پر کیا کیا۔ تم نے نہیں سنا خوگیانی پٹھانوں نے ایک سوئر کی حمایت میں جس نے کتوں سے بھاگ کر اُن کے خیموں میں پناہ لی تھی۔ احمد شاہ کے خلاف اپنی تلواریں نکال لی تھیں۔

نوٹ:۔ یہ وعدہ خلافی، بدعہدی درّانیوں کا شیوہ تھا جوکہ عظیم خان درّانی نے نواب خان تنولی کو جرگہ سادات کا قرآنِ مقدس کے عہد پر اپنے پاس امب بلایا۔ لیکن عظیم خان درّانی وہ قرآنی وعدہ بھول گیا۔ قرآن شریف کے وعدے سے منحرف ہو کر نواب خان تنولی کو دریائے لُنڈہ میں پتھر باندھ کر پھینک دیا تھا۔ حالانکہ اُس کا قصور صرف یہ تھا کہ اپنی ریاست میں دستور کے مطابق محصول لیا جائے۔

احمد شاہ ابدالی کی وفات کے بعد درّانی شہزادوں نے تیمور اور اس کے شہزادوں کو سیّد جمال الدین افغانی نے بدکردار، شہوت پرست، بدعہدی کا مؤردِ الزام سکھوں اور انگریزوں سے مل کر آپس میں نااتفاقی کی وجہ سے افغانیوں پر ظلم و تشدّد کرکے جس کا صلہ ایک ایک کرکے ان کی زندگی میں ملا۔ کوئی قتل کیے گئے، کوئی اندھے کیے گئے اور کوئی قید کی حالت میں ہی وفات پا گئے۔ ایک بدنما داغ اپنے درّانی قبیلہ کے لیے چھوڑ گئے۔ جس کی تفصیل کتاب ہٰذا میں درّانی عہد کے حالات قلمبند ہوئے۔

("بحوالہ الافغان سیّد جمال الدین افغانی")



حرفِ آخر

اِس وقت میں جبکہ کتاب الافغان تنولی کے آخری صفحات چھاپنے کے لیے پریس کے حوالے کر رہا ہوں ۔ لہٰذا میں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس کی زبان اور طباعت کی اغلاط کے بارے میں اپنا عذر بھی آپ کی خدمت میں پیش کردوں ۔

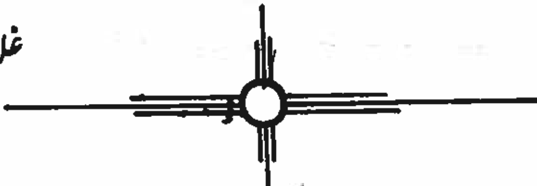
قارئین کرام !

"نہ ہی میری مادری زبان اُردو ہے اور نہ ہی میں تحصیلِ علم ہوں ۔ یہ پہلی کتاب جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے خداوند کریم کی مدد سے تحریر کی ہے ۔

آخر میں گزارش یہ ہے کہ کسی علاقہ یا کسی قبیلہ کی تاریخ مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں ۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ علاقہ یا قبیلہ کی پرانی دستاویزات بالکل ناپید ہوں ۔ اور صدیوں سے اس طرف کوئی توجہ نہ دی گئی ہو ۔

بدیں وجہ زیرِ مطالعہ اوراق میں فروگذاشتوں کا ہونا ناگزیر ہے ۔ اسی بنا پر قارئین سے التماس ہے کہ وہ ان پر ہمدردانہ نظر دوڑائیں اور نکتہ چینی کے بجائے اپنے نیک مشوروں سے مستفیض فرمائیں ۔ تاکہ اس کی اشاعت کو آئندہ مزید دلچسپ اور جاذبِ نظر بنایا جاسکے ۔"

غلام نبی



کتاب ہذا کے تمام مضامین مندرجہ کتب سے اخذ کئے گئے ہیں۔

۱۔ قصص القرآن جلد سوم
۲۔ تاریخ بنی اسرائیل
۳۔ تفسیر حقانی جلد دوم تفسیر سورۃ البقرہ
۴۔ ابن خلدون بحوالہ تاریخ رحمت خان
۵۔ القرآن
۶۔ تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت روشن خان
۷۔ تاریخ خورشید جہاں
۸۔ تاریخ فرشتہ جلد اوّل و دوم
۹۔ تاریخ تنولیاں از سیّد مراد علی شاہ
۱۰۔ تاریخ ہزارہ از راجہ ارشاد خان
۱۱۔ صورت دیہی تناول ہزارہ لوئر تناول
۱۲۔ تذکرہ سادات گیلانی
۱۳۔ ہزارہ گزیٹیر ۸۴-۱۹۸۳ء
۱۴۔ تنولی تاریخ کے آئینے میں
۱۵۔ تاریخ ہزارہ از کیپٹن اولیس
۱۶۔ نقل رپورٹ از میجر ایبٹ ۱۵ جون ۱۸۵۱ء
۱۷۔ ہندوستان اور وہابی تحریک از ڈاکٹر قیام الدین۔
۱۸۔ تاریخ ہزارہ از مہتاب سنگھ قلمی فارسی
۱۹۔ ہزارہ گزیٹیر ۱۹۵۷ء
۲۰۔ تاریخ ہزارہ از ڈاکٹر شیر بہادر خان
۲۱۔ سرگزشت از خواص خان
۲۲۔ سکندر نامہ (قلمی) از سکندر خان جہانگیری مانسہرہ
۲۳۔ صورت دیہی حلقہ پکھل، گاندھیاں لبر کوٹ
۲۴۔ گوہر نایاب از خواص خان
۲۵۔ از ڈائری دوست محمد تاتار
۲۶۔ الافغان سیّد جمال الدین افغانی
۲۷۔ ڈی کننگھام تاریخ سکھ کلکتہ ۱۹۰۴ء
۲۸۔ مجاہدین ہزارہ از داؤد کوثر
۲۹۔ بحوالہ کتابچہ سیّد زمان شاہ
۳۰۔ تحقیق الافغان از سمیع اللہ جان
۳۱۔ بحوالہ سرگزشت مجاہدین از مولانا غلام رسول مہر

مصنّف کی زیرِ تحقیق کتب

۱۔ مانسہرہ کے اہم قبائل

گوجر، اعوان، سیّد، سواتی اور تنولی قبائل کے بارے میں اہم معلومات ۔ تازہ ترین سیاسی اور سماجی صورت حال ۔

۲۔ ہزارہ کے اولیائے کرام

ہزارہ ڈویژن میں مرجع خلائق اولیائے کرام کی سیرت اور ان کے کارناموں کے بارے میں ایک ایمان افروز تذکرہ ۔
نئی معلومات، سبق آموز حالات



سرحد اردو اکیڈمی کے اشاعتی منصوبے

مطبوعہ کتب

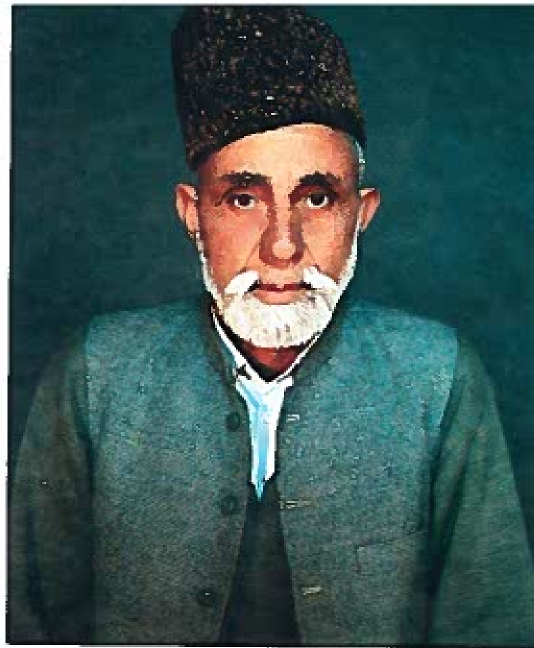
۱:۔ سو یہ ہے اپنی زندگی (خود نوشت) نظیر صدیقی ——— قیمت ۸۰/-
۲:۔ ہزارہ گزیٹیٹر (۱۹۰۷ء) عکسی اشاعت ——— ۲۰۰/-
۳:۔ تذکرہ شعرائے مانسہرہ ——— ۱۰۰/-
۴:۔ املاء نامہ مرتبہ گوپی چند نارنگ ——— ۶۰/-
۵:۔ بنیادی انگریزی اُردو ڈکشنری ——— ۴۰/-

زیر طبع کتب

۱:۔ مرزا محمود سرحدی (فن اور شخصیت) ——— پروفیسر سید یونس شاہ
۲:۔ بے باکیاں (مزاحیہ مجموعہ کلام) ——— نیاز سواتی
۳:۔ الافغان تنولی ——— غلام نبی نعمان
۴:۔ تذکرہ عظمت رفتہ ——— سید آل احمد رضوی
۵:۔ آشنائیاں کیسی (شخصی خاکے) ——— عالم زیب ظفر
۶:۔ اُردو کی ابتداء کے بارے میں محققین کے نظریات ——— پروفیسر ایوب صابر

۱۹۹۴ء کے اشاعتی پروگرام

۱:۔ ہزارہ گزیٹیٹر (اُردو ترجمہ) ——— از:۔ پروفیسر طاہر فاروق
۲:۔ تواریخ ہزارہ کیپٹن ویس / اعظم بیگ: ——— (عکسی اشاعت)
۳:۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (فن اور شخصیت) مرتبہ: ——— سید زبیر مشہدی
۴:۔ "کاغان" (تاریخ و ثقافت کے آئینے میں) ——— پرویش شاہین



تعارف

تاریخ پیدائش جون 1925ء (گاندھیاں)

قرآن، فقہ اور فارسی زبان کی تعلیم خطیب مسجد گاندھیاں مولانا ہارون صاحب سے حاصل کی۔ 1936ء میں لوئر مڈل کا امتحان پاس کیا۔ تحریک پاکستان میں کام کرنے نیز صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کے حق میں کام کرنے کی سعادت حاصل کی۔ 1950ء سے 1973ء تک محکمہ جنگلات میں ملازمت کی۔ 1974ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور پرائمری مسلم لیگ گاندھیاں کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ 1975ء میں حلقہ زون پکھلی کے چیئرمین بنے۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں قومی اتحاد کے سینئر وائس چیئرمین کی حیثیت سے کام کیا۔ جنرل ضیاء الحق نے سیاسی جماعتوں سے پابندی اٹھائی تو جونیجو مسلم لیگ (مانسہرہ) کے صدر مقرر ہوئے۔ اس لیگ میں کچھ ایسے لوگ شامل ہو گئے جن کا مسلم لیگ سے کبھی کوئی تعلق نہ رہا تھا۔ چنانچہ مسلم لیگ سے مستعفی ہو کر نیشنل پیپلزپارٹی میں شمولیت اختیار کی اور ضلع مانسہرہ کے صدر منتخب ہوئے۔ 1988ء میں خرابی صحت کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ پارٹی کے دوبارہ انتخاب کے موقع پر آپ کو وائس چیئرمین ضلع مانسہرہ منتخب کیا گیا۔ 1990ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ آج کل مطالعے اور باغبانی کے مشاغل میں وقت کا بیشتر حصہ گزارتے ہیں۔

غلام نبی خان

سرحد اردو اکیڈمی - قلندرآباد ○ ایبٹ آباد